دوم

فضائل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مترجمہ

جواہر البحار فی فضائل النبی المختار

علامہ محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ

فضائل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد دوم

ترجمہ

جواہر البحار فی فضائلِ النبی المختار

تالیف

علامہ محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

علامہ مولانا احمد دین توگیروی چشتی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

نام کتاب	فضائل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
	ترجمہ جواہر البحار فضائل النبی المختار (جلد دوم)
مصنف	علامہ محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	علامہ مولانا احمد دین توگیروی چشتی
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ
	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
سال اشاعت	مارچ 2013ء
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	ST46
قیمت	3300/- روپے کامل سیٹ

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 37221953 فیکس:۔ 042-37238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 37247350۔ فیکس 042-37225085

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔ 021-32212011-32630411۔ فیکس:۔ 021-32210212

e-mail:- info@zia-ul-quran.com

Website:- www.ziaulquran.com

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امام قسطلانی قدس سرہٗ کا کیف آگیں خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْلَعَ فِیْ سَمَآءِ الْاَزَلِ شَمْسَ اَنْوَارِ مَعَارِفِ النُّبُوَّةِ
الْمُحَمَّدِیَّةِ وَاَشْرَقَ مِنْ اُفُقِ اَسْرَارِ الرِّسَالَةِ مَظَاهِرَ تَجَلِّی الصِّفَاتِ
الْاَحْمَدِیَّةِ اَحْمَدُهٗ وَعلیٰ انْ وُضِعَ اَسَاسَ نُبُوَّتِهٖ عَلٰی سَوَابِقِ اَزْ لِیَّتِهٖ
وَرَفَعَ دَعَائِمَ رِسَالَتِهٖ عَلٰی لَوَاحِقِ اَبْدِیَّتِهٖ وَاَشْهَدُ اَنَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ اَلْفَرْدُ الْمُنْفَرِدُ فِیْ فَرَدِ اَنِیَّتِهٖ بِالْعَظْمَةِ وَالْجَلَالِ
الْوَاحِدِ اَلْمُتَوَحِّدِ فِیْ وَحْدَ انِیَّتِهٖ بِاِسْتِحْقَاقِ الْکَمَالِ،وَاَشْهَدُ اَنَّ
سَیِّدَنَا وَحَبِیْبَنَا مُحَمَّداً صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَشْرَفُ
نَوْعِ الْاِنْسَانِ،وَاِنْسَانُ عُیُوْنِ الْاَعْیَانِ اَلْمُسْتَخْلَصُ مِنْ خَالِصِ
خَلَاصَةِ وُلْدِ عَدْنَانَ اَلْمَمْنُوْحُ بِبَدَائِعِ الْآیَاتِ، اَلْمَخْصُوْصُ بِعُمُوْمِ
الرِّسَالَةِ وَغَرَائِبِ الْمُعْجِزَاتِ،اَلسِرُّ الْجَامِعُ الْفُرْقَانِیُّ،اَلْمُخَصَّصُ
بِمَوَاهِبِ الْقُرْبِ مِنْ نَوْعِ الْاِنْسَانِیِّ،مَوْرِدُ الْحَقَائِقِ الْاَزْلِیَّةِ
وَمَصْدَرُهَا وَجَامِعُ جَوَامِعِ مُفْرَدَاتِهَا ومِنبَرُهَا وَخَطِیْبُهَا اِذَا حَضَرَ
حَظَائِرَ قُدْسِهَا وَمَحْضَرَهَا،بَیْتُ الْمَعْمُوْرِ الَّذِیْ اِتَّخَذَهٗ لِنَفْسِهٖ،
وَجَعَلَهٗ نَاظِماً لِحَقَائِقِ قُدْسِهٖ،مُدَّةُ مَدَادِ نُقْطَةِ الْاَکْوَانِ،وَمَنْبَعُ یَنَابِیْعِ
الْحِکَمِ وَالْعِرْفَانِ، اَلْمُفِیْضُ مِنْ بَحْرِ مِدَادِ الْوَفَا،عَلَی الْقَائِلِ مِنْ
اَهْلِ الْمَعَارِفِ وَالْاِصْطِفَاْ،هُوَ سَیِّدِیْ مُحَمَّدٌ وَفَا،حَیْثُ خَاطَبَ ذَاتَهٗ
الْاَقْدِسِیَّتَه، بِالْمِنَحِ الاَ نُفْسِیَّةِ فَقَالَ (اَشْعَارٌ) فَاَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
اَعْظَمُ کَائِنٍ وَاَنْتَ لِکُلِّ الْخَلْقِ بِالْحَقِّ مُرْسَلٌ عَلَیْکَ مَدَارُ الْخَلْقِ
اِذْ اَنْتَ قُطْبُهٗ وَاَنْتَ مَنَارُ الْحَقِّ تَعْلُوْ وَتَعْدِلُ فُوَادُکَ بَیْتُ اللّٰهِ دَارُ
عُلُوْ مِهٖ وَبَابٌ عَلَیْهِ مِنْهُ لِلْحَقِّ یَدْخُلُ یَنَابِیْعُ عِلْمِ اللّٰهِ مِنْهُ تَفَجَّرَتْ
فَفِیْ کُلِّ حَیٍّ مِنْهُ لِلّٰهِ مَنْهَلٌ مَنَحْتَ بِفَیْضِ الْفَضْلِ کُلَّ مُفَضَّلٍ فَکُلٌّ
لَهٗ فَضْلٌ بِهٖ مِنْکَ یَفْضِلُ نَظَمْتَ نَثَارَ الْاَنْبِیَاءِ نَتَاجُهُمْ لَدَیْکَ

بِاَنْوَاعِ الْكَمَالِ مُكِلٍّ فَيَامُدَّةَ الْاَمْدَادِ نُقْطَةُ خَطِّهٖ وَيَاذَرْوَةَ الْاَطْلَاقِ اِذْيَتَسَلْسَلُ مَحَالٌ يُحَوِّلُ الْقَلْبُ عَنْكَ اِنَّنِيْ وَحَقِّكَ لَا اَسْلُوْ وَلَا اَتَحَوَّلُ عَلَيْكَ صَلٰوةُ اللّٰهِ مِنْهُ تَوَاصَلَتْ صَلٰوةُ اِتِّصَالٍ عَنْكَ لَا تَنْفَصِلُ شَخَصَتْ اَبْصَارُ بَصَائِرِ مَكَانِ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى لِجَلَالِ جَمَالِهٖ وَحَنَتْ اَرْوَاحُ رُوْسَآءِ الْاَنْبِيَاءِ اِلٰى مُشَاهَدَةِ كَمَالِهٖ وَتَلَتَّفَتْ نُقَاتُ اَنْفُسِ الْمَلَأِالْاَعْلٰى اِلٰى نَفَائِسِ نَفَحَاتِهٖ،وَتَطَاوَلَتْ اَعْنَاقُ الْعُقُوْلِ اِلٰى اَعْيُنِ لَمُحَاتِهٖ وَلَحْظَاتِهٖ فَعَرَجَ بِهٖ اِلٰى الْمُسْتَوِى الْاَقْدَسِ، وَاطَّلَعَهٗ عَلٰى السِّرِّ الْاَنْفُسِ فِيْ اِحَاطَتِهِ الْجَامِعَةِ وَحَضْرَاتِ حَظِيْرَةِ قُدْسِهِ الْوَاسِعَةِ،فَوَقَفَتْ اَشْخَاصُ الْاَنْبِيَاءِ فِيْ حَرَمِ الْحُرْمَةِ عَلٰى اَقْدَامِ الْخِدْمَةِ وَقَامَتْ اَشْبَاحُ الْمَلَائِكَةِ فِيْ مَعَارِجِ الْجَلَالِ علىٰ لرجل الْاِجلَالِ،وَهَامَتْ اَرْوَاحُ الْعُشَّاقِ فِيْ مَقَامَاتِ الْاَشْوَاقِ،اِشْتَاقَ الْقَمَرُ لِمُشَاهَدَتِهٖ فَانْشَقَّ،فَشَقَّ مَرَائِرَ الْاَشْقِيَاءِ الْمُشَاقِقِيْنَ،وَحَنَّ لِمُفَارَقَتِهِ الْجِذْعُ فَتَصَدَّعَ فَانْصَدَّعَتْ قُلُوْبُ الْاَغْبِيَاءِ الْمُنَافِقِيْنَ،وَبَرِقَتْ مِنْ مِشْكوٰةِ بِعْثَتِهٖ بَوَارِقُ طَلَائِعِ الْحَقَائِقِ وَانْقَادَتْ لِدَعْوَتِهِ العَامَةِ خَاصَةُ خُلَاصَةِ الْخَلَائِقِ،وَلَمْ يَزَلْ يُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِصَادِقِ عَزَمَاتِهٖ،وَيُنَظِّمُ شَتَاتَ الْاِسْلَامِ بَعْدَ اِفْتِرَاقِ جِهَاتِهٖ حَتّٰى كَمُلَتْ كَمَالَاتُ دِيْنِهٖ وَحُجَجِهِ الْبَالِغَةِ تَمَّتْ عَلٰى سَائِرِاُمَّتِهِ الْاُمِّيَّةِ نِعْمَتُهُ السَّابِغَةُ، وَخُيِّرَ فَاخْتَارَالرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى، وَآثَرَالْاٰخِرَةَ عَلَى الْاُوْلٰى، فَنَقَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى قَائِماً عَلٰى قَدَمِ السَّلَامَةِ، اِلٰى دَارِ الْكَمَالِ وَفِرْدَوْسِ الْكَرَامَةِ، وَبَوَّاَهٗ اَسْنٰى مَرَاقِيَاالتَّكْرِيْمِ فِيْ دَارِالْمَقَامَةِ،وَمَنَحَهٗ عَلٰى مَوَاهِبِ الشَّرْفِ فِي الْيَوْمِ الْمَشْهُوْدِ ،فَهُوَ الشَّاهِدُ الْمَشْهُوْدُ، الْمَحْمُوْدُ، بِالْمَحَامِدِ الَّتِيْ يُلْهِمُهَا لِلْحَامِدِ الْمَحْمُوْدِ، ذُوالْمَنْزِلَةِ الْعُلْيَةِ، وَالدَّرَجَةِ السَّنِيَّةِ، فِيْ حَظَائِرِ الْقُدُسِ الْاَقْدَسِيَّةِ، وَالْمَشَاهِدِ الْاَنْفَسِيَّةِ، وَاصَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَوَاضِلَ الصَّلٰوتِ وَشَرَائِفَ التَّسْلِيْمِ وَنَوَامِيْ الْبَرَكَاتِ،وَعَلٰى آلِهِ الْاَطْهَارِ،

وَاَصْحَابِهِ الْاَبْرَارِ، صَلٰوۃً وَّسَلَامًا لَایَنْقَطِعُ عَنْهُمَا اَمَدَالْاَمَدِ، وَلَا یَحْصُرُهُمَا الْعَدَدُ اَبَدًا لِاَبَدٍ۔

''سبھی خوبیاں اس اللہ جل مجدہٗ کو ہیں جس نے انوارِ علوم نبوتِ محمد یہ ﷺ کے آفتاب کو آسمانِ ازل (قدم) پر ظاہر فرمایا اور جس نے راز ہائے رسالت کے افق سے تجلّی صفات احمد یہ ﷺ کے مظاہر کو منور فرمایا۔ میں اس کی حمد اس طور پر کرتا ہوں کہ اس نے محمد ﷺ کی اس نبوت اپنے ازلی سوابق پر رکھی ہے اور یہ کہ اس نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت کے ستونوں (یعنی معجزات و دلائل نبوت) کو اپنے ابدی لواحق پر اٹھایا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا معبود برحق کوئی نہیں جو (اپنی ذات وصفات میں) یکتا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں جو اپنی فردانیت میں بوجہ اپنی عظمت و کبریائی کے فرد منفرد ہے اور جو اپنے کمال استحقاق کی بنا پر اپنی وحدانیت میں ہر ترکیب سے مستغنی اور تمام موجودات سے مخالف ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار اور ہمارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو اللہ جل مجدہٗ کے عبد، اور اس کے رسول ہیں نوع انسانی میں سب سے برتر ہیں اور جو چشمہائے اعیان کی پتلی ہیں اور جو بنوعدنان کے چنے ہوئے افراد سے منتخب ہوئے ہیں جنہیں نادر آیات مرحمت فرمائی گئیں اور جو عموم رسالت، اور غرائب معجزات سے مخصوص ہیں جو سر فرقانی کے جامع ہیں اور جو نوعِ انسانی میں قرب (الٰہی) کی بخششوں سے مختص ہیں جو ازلی حقیقتوں کا مورد و مصدر ہیں جن کا منصب عالی یہ ہے کہ جب وہ حقائق کے حظائر قدس اور اس کے محل میں فروکش ہوتے ہیں تو وہاں کل حقائق ان کی ذات میں مجتمع ہوتے ہیں جو ان حقائق کا منبر ہیں۔ اور جو ان حقائق کا خطیب ہیں۔ جو اللہ عزوجل کا وہ بیت المعمور ہیں جسے اللہ جل مجدہٗ نے اپنے آپ کے لیے پسند فرمایا ہے، اور جن کو اللہ جل مجدہٗ نے اپنے حقائق قدس کا ناظم مقرر فرمایا ہے جو نقطۂ اکوان کی روشنائی (سیاہی) کی اصل ہے۔ جو چشمہائے حکم و عرفان کا منبع ہیں جو اپنی عطایا سے مددِ وفا کے دریا سے اس شاعر کی مدد فرمانے والے ہیں جو اہل علوم و گروہ اصفیاء سے ہے، (وہ شاعر سیدی محمد وفا قدس سرہٗ ہیں ''مبہانی قدس سرہٗ'') جب اس شاعر نے ان کی ذات اقدس کو بخششِ نفیسہ سے مخاطب کرتے ہوئے یوں عرض کیا ہے۔ یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ ہونے والی ہر شے سے ہر لحاظ سے برتر

ہیں اور آپ ﷺ کی دعوتِ رسالت مطابق بالواقع تمام مخلوق کے لیے ہے یارسول اللہ ﷺ ساری مخلوق کا مرجع آپ ﷺ ہیں کیونکہ تمام مخلوق کا محور آپ ﷺ ہی ہیں۔ اور آپ ﷺ حق کا وہ مینارۂ نور ہیں کہ جس کی وجہ سے سب پر آپ ﷺ کی فوقیت ہے اور معاملاتِ مخلوق میں آپ ﷺ ہی منصفی فرماتے ہیں۔ یارسول اللہ ﷺ، آپ ﷺ کا قلب منور اللہ جل مجدہٗ کے علوم کا گھر ہے اور آپ ﷺ اس گھر کا دروازہ اسی گھر سے اللہ جل مجدہٗ کے لیے یوں ہیں کہ حق جل مجدہٗ اسی دروازہ سے نزولِ اجلال فرماتا ہے اللہ جلِ مجدہٗ کے چشمہائے علم آپ ﷺ کے قلب اطہر سے جاری ہیں اسی لیے ہر قبیلہ میں آپ ﷺ کے قلب اقدس سے اللہ جل مجدہٗ کے علم کا ایک چشمہ جاری ہے۔ ہر صاحب فضیلت آپ ﷺ کے ہی فیضِ فضل کا بخشش یافتہ ہے پس ہر فضیلت یافتہ شخص آپ ﷺ سے ہی فضیلت پاتا ہے۔ یارسول اللہ ﷺ، آپ ﷺ نے ہی انبیاء علیہم السلام کی جواہر پراگندہ کی مانند شرائع کو منظم فرمایا ہے اور ان کی شریعتوں کا تاج آپ ﷺ کے پاس ہی انواعِ کمال سے مرصع ہوا ہے اے وہ برتر ذاتِ گرامی، مدتوں کی انتہا جن کے خط کا ایک نقطہ ہے، اور اے وہ برگزیدہ ذات اقدس جو متسلسل مراتبِ اطلاق کی چوٹی ہے یارسول اللہ ﷺ میرا دل آپ ﷺ سے منہ پھیر لے، یہ محال ہے جب کہ میں ایسی حالت میں آپ ﷺ کے حق کی قسم کھاتا ہوں کہ مجھے نہ ہی تو آپ ﷺ کے بغیر قرار ہوگا اور نہ ہی میں آپ ﷺ سے روگردانی کروں گا، یارسول اللہ ﷺ، آپ ﷺ پر اللہ جل مجدہٗ کی رحمت کاملہ متواصلہ ہوتی رہے، اور وہ رحمت کاملہ ایسی متصل ہو جو کہ آپ ﷺ سے کبھی بھی علیحدہ نہ ہو، سید عالم ﷺ کے جمال کی کبریائی سے سدرۃ المنتہی کے باسیوں کی چشمہائے بصیرت کھلی کی کھلی رہ گئیں اور اکابر انبیاء علیہم السلام کے تشخصات آپ کے مشاہدۂ کمال کے مشتاق ہوئے، اور ذواتِ مقربین، آپ ﷺ کی روائح نفیسہ کی جانب متوجہ ہوئیں۔ اور عقل والوں کی گردنیں آپ ﷺ کی چشمہائے لامحۂ، اور آپ ﷺ کے گوشہ ہائے چشم مقدس کی طرف دراز ہوتیں۔ پھر اللہ جل مجدہٗ نے آپ ﷺ کو مستویٔ اقدس میں ٹھہرادیا، اور اپنے احاطۂ جامعہ، اور اپنے قدس کے خطیرۂ واسعہ میں اپنے روبرو آپ ﷺ کو سرِ نفس (یعنی عالم ارواح) پر مطلع فرمایا۔ پس انبیاء علیہم السلام کے اجسام،

حرم تعظیم میں خدمت کے قدموں پر کھڑے ہو گئے۔اور جلال کے معارج میں فرشتوں کے اشخاص،اجلال کے قدموں پر استادہ ہو گئے اور عشاق کی روحیں،شوق کے مقامات میں بے اختیار نکل پڑیں۔(جب) ماہتاب آپ ﷺ کے مشاہدہ کا مشتاق ہوا۔تو شق ہو گیا،اور دشمنی کرنے والے بدبختوں کے پتے (بھی) اس نے چیر ڈالے، اور آپ ﷺ کی مفارقت میں درخت کے تانے جب نالہ وگریہ کیا تو (انتہائی حزن و ملال کی وجہ سے) پارہ،پارہ ہو گیا،اور پھر اس کے ٹکڑے ہونے سے جاہل منافقوں کے دل بھی پھٹ گئے،اور حقائق کے لشکروں کی تلواریں،آپ ﷺ کی بعثت کی قندیل سے چمکنے لگیں اور آپ ﷺ کی دعوتِ عامہ سے مخلوق کے سر برآوردہ لوگوں میں سے خاص خاص مطیع بن گئے اور آپ ﷺ اللہ جل مجدہٗ کے راستہ میں سچے عزائم کے ساتھ مسلسل کوشاں رہے۔اور آپ ﷺ اسلام کے افتراقات کو اس کے پراگندہ جہات کے بعد منظم فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دین کے کمالات،اور آپ ﷺ کے روشن دلائل مکمل ہو گئے،اور آپ ﷺ کی متکاثرہ نعمتیں آپ ﷺ کی تمام ناخواندہ امت پر پوری ہو گئیں۔اور جب آپ ﷺ کو موت وحیات کے مابین (ایک کے اپنانے کا) اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے رفیقِ اعلیٰ کو اختیار فرمایا،اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دی،اور پھر اس حال میں کہ آپ ﷺ (ظاہراً و باطناً) قدمِ سلامت پر قائم تھے کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ ﷺ کو دارالکمال اور فردوسِ کرامت کی طرف منتقل فرمادیا اور تکریم کے دارالاقامت میں (تعظیم کے) بلند پایہ زینوں پر آپ ﷺ کو ٹھہرایا۔اور قیامت کے دن شرف کی اعلیٰ بخششیں آپ ﷺ کو عطا فرمائیں اور آپ ﷺ ہی شاہد و مشہود ہیں، اور آپ ﷺ ایسے محمود ہیں کہ آپ ﷺ ان محامد سے اللہ جل مجدہٗ کی حمد فرمائیں گے۔جو وہ آپ ﷺ کو الہام فرمائے گا اور آپ ﷺ ہی حظائرِ قدسِ اقدسیہ (جنت) اور عالم ارواح میں بلند مرتبہ،اور اعلیٰ درجے والے ہیں۔اللہ جل مجدہٗ آپ ﷺ پر، اور آپ ﷺ کی آلِ اطہار،اور آپ ﷺ کے اصحابِ اخیار پر، فواضل،صلوٰت،شرائف تسلیمات اور زوائد برکات پہنچائے،اور وہ صلوٰۃ وسلام ایسے ہوں جن سے زمانہ انتہا منقطع نہ ہو اور ان کی کثرت کے باعث ابدالآباد تک اعداد وشمار ان کا احاطہ نہ کرسکیں''۔

امام قسطلانی قدس سرہ کی کتاب ''المواهب اللدنیہ'' کا خطبہ منیفہ یہاں، ختم ہوگیا۔ پھر (اس کے بعد) امام قسطلانی قدس سرہ نے اس کتاب کی ترتیب و تالیف کی کیفیت بیان فرمائی ہے اور یہ ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے اس کتاب کو دس مقاصد پر مرتب فرمایا ہے۔

حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمیع اجناس کی جنس عالی ہے

امام قسطلانی رضی اللہ عنہ (المتوفی ۹۲۲ھ) کے فرمودہ جواہر سے پہلے مقصد میں ان کا یہ فرمان ہے۔

''جان لے! اے عقل سلیم کے مالک، اور اوصافِ کمال وانتہا کے حامل، اللہ جل مجدہٗ مجھے اور تجھے سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے''۔

جب اللہ جل اسمہٗ کا ارادہ اپنی مخلوق کی ایجاد سے متعلق ہوا، اور اپنی مخلوق کے رزق کا اندازہ فرمایا تو حضرتِ احدیت میں انوارِ صمدیت سے حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظاہر فرمایا۔ پھر اللہ جل مجدہٗ نے اپنے خطابِ ازلی میں.... '' جیسا کہ اس کے علم وارادہ میں پہلے سے موجود تھا...... حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمام عوالم علوی اور سفلی کو پیدا فرمایا۔ ازاں بعد اللہ جل مجدہٗ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی اطلاع فرمائی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اس وقت مژدہ سنایا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام جیسا کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہنوز جسم وروح کے مابین تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارواح کے چشمے پھوٹ پڑے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقربین میں اس وقت ظہور فرمایا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکمل ظہور کے منظر میں تھے گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام مقربین کے لیے شیریں چشمہ تھے۔

اسی لیے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (پیدائش کے تقدم کی وجہ سے) تمام موجودات کی جمیع اجناس کی جنس عالی (جوہر) ہیں۔ اور تمام انسانوں اور تمام کائنات کے لیے والدِ اکبر ہیں۔

جب کہ وہ زمانہ جو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں اسم باطن کے سبب (عالم ملکوت میں تھا اور) اس نہایت کو پہنچ گیا، جہاں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اقدس عالم وجود میں آیا۔ اور اس وجود سے روحِ اقدس مرتبطہ ہوئی تو اس زمانہ کا حکم اسم ظاہر کی طرف منتقل ہوگیا۔ پس سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسم وروح کی مجموعی حالت میں ظہور فرمایا۔

سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلقت اگرچہ متاخر ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر و قیمت معروف تھی۔

اسی لیے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرالٰہی کا خزانہ ہیں۔اور ہرامرالٰہی کا نفاذ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذات گرامی سے وقوع پذیر ہوتا ہے اور ہر خیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی منتقل ہوتی ہے۔سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں یہ اشعار کہنے والے کی بھلائی ہو (یہ اشعار کہنے والے سیدی محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ ہیں۔''مبہانی'')

اَلاَ بِاَبِي مَنْ كَانَ مَلِكاً وَسَيِّداً وَآدَمُ بَيْنَ الْمآءِ وَالطِّيْنِ وَا قِفُ

ہاں،ہاں سنتے ہو!میرا باپ اس شخص پر فدا ہو جو اس وقت بھی بادشاہی اور سروری میں تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی تک جسم بے روح تھے۔

فَذَاكَ الرَّسُوْلُ الاَبْطَحِيُّ مُحَمَّدٌ لَهُ فِيْ العُلٰى مَجْدٌ تَلِيْدٌ وَطَارِفُ
اَتٰى بِزَمَانِ السَعْدِ فِيْ آخِرِ المَدىٰ وَكَانَ لَهُ فِيْ كُلِّ عَصْرٍ مَرَاقِفُ
اَتٰى لِاِ نْكِسَارِ الدَّهْرِ يَجْبُرُ صَدْعَهُ فَاَثْنَتْ عَلَيْهِ اَلْسِنٌ وَّعَوَارِفُ
اِذَا رَامَ اَمْرًا لَا يَكُوْنُ خِلاَفُهُ وَلَيْسَ لِذَاكَ الاَ مْرِ فِي الْكَوْنِ صَارِفُ

اور وہ رسولِ بطحاء محمد مصطفیٰ ہیں ان کو رفعت شان میں قدیم وجدید بزرگی حاصل ہے وہ رسولِ بطحاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخیر زمانہ بوقت ہمایوں تشریف لائے جبکہ ہر دور میں ان کے بہت سے احوال تھے۔وہ رسولِ ابطحی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لیے تشریف لائے تا کہ دین الٰہی میں زمانہ کی شکست وریخت کا نقصان پورا فرمائیں جس پر مخلوق کی زبانوں نے،اور شرائع انبیاء علیہم السلام کی بھلائیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثناء خوانی کی۔اور اس رسولِ بطحاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس وقت کسی امر کا ارادہ فرمالیا تو اس کا خلاف نہیں ہوا اس لیے کہ عالم وجود میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امر کا مانع کوئی نہیں ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے گرامی

نیز امام قسطلانی قدس سرہٗ نے فرمودہ جواہر سے (مواہب لدنیہ کے) مقصد ثانی میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے شریفہ کی شان بیان کی ہے۔

علمائے کرام کی ایک جماعت نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے گرامی کی تعداد شمار کی ہے اور انہیں مخصوص عدد تک پہنچایا ہے۔

ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جنہوں نے حدیث شریف میں مروی اللہ جل مجدہٗ کے اسمائے حسنیٰ کی موافقت سے ننانوے تک تعداد پہنچائی ہے۔

قاضی عیاض قدس سرہٗ نے فرمایا اللہ جل مجدہٗ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خصوصیت عنایت فرمائی ہے

کہ آپ ﷺ کو اپنے اسمائے حسنیٰ میں سے تقریباً تیس اسماء سے موسوم فرمایا ہے۔

ابن دحیہ قدس سرہٗ نے اپنی کتاب ''المتوفی'' میں ذکر فرمایا کہ اگر کتب متقدمہ، اور قرآن کریم وحدیث شریف کا تتبع کیا جائے تو سید عالم ﷺ کے اسمائے مبارکہ تین سو کی تعداد کو پہنچ جائیں گے۔

امام قسطلانی قدس سرہٗ نے فرمایا میں نے قاضی ابوبکر ابن العربی قدس سرہٗ کی کتاب ''احکام القرآن'' میں دیکھا ہے کہ بعض صوفیہ کرام نے فرمایا: اللہ جل مجدہٗ کے ایک ہزار نام ہیں اور اسی طرح سید عالم ﷺ کے بھی ایک ہزار نام ہیں ان سے مراد اوصاف ہیں۔ پس تمام وہ اسماء جو روایت میں آ گئے وہ (سب کے سب) اوصاف مدح ہیں۔

جب معاملہ یوں ہے تو پھر سید عالم ﷺ کا ہر وصف ایک اسم ہی ہے پھر ان اوصاف کریمہ سے کچھ تو وہ ہیں جو سید عالم ﷺ سے مخصوص ہیں اور کچھ وہ ہیں جو اسم پر غالب ہیں اور کچھ وہ ہیں جو مشترک ہیں اور یہ تمام مشاہدہ سے واضح ہیں جس میں خفا نہیں۔

اور جب ہم سید عالم کے اوصاف سے ہر ایک وصف کو ایک اسم ٹھہرائیں گے تو پھر آپ ﷺ کے اوصاف (اسماء) نہ صرف یہ کہ ابن دحیہ قدس سرہٗ کی ذکر کردہ تعداد کو پہنچ جائیں گے بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ تعداد کو پہنچ جائیں گے۔

امام قسطلانی قدس سرہٗ نے فرمایا: وہ اسمائے گرامی جو میں نے اپنے شیخ مکرم حافظ (عبدالرحمٰن) سخاوی قدس سرہٗ کے کلام ''القول البدیع'' میں اور قاضی عیاض قدس سرہ کی شفا شریف میں اور امام ابن عربی قدس سرہ کی ''القبس والاحکام'' میں اور امام ابن سید الناس قدس سرہٗ وغیرہ آئمہ (سیر) کی تصانیف میں دیکھے ہیں وہ تعداد میں چار صد سے بھی زیادہ بنتے ہیں۔ پھر میں نے ان کو حروف معجمہ پر مرتب فرمایا ہے، (تبصرہ امام نبہانی قدس سرہٗ) ان اسمائے شریفہ کی اکثریت کو امام قسطلانی قدس سرہٗ کے استاذ محترم حافظ سخاوی قدس سرہٗ نے ''القول البدیع'' میں جمع فرمایا ہے اور امام قسطلانی قدس سرہٗ نے دوسروں سے جو زیادتی نقل کی ہے وہ بہت کم ہے۔ پھر اس مذکورہ تعداد پر حافظ سیوطی قدس سرہٗ کے تلمیذ حافظ شامی قدس سرہٗ نے اپنے اندازہ میں دوگنی تعداد بڑھائی ہے۔ امام زرقانی قدس سرہٗ نے ''مواہب لدنیہ'' کی شرح میں انہی سے اسی طرح نقل فرمایا ہے۔

چنانچہ میں نے ان تمام اسماء کو یکجا کر دیا ہے اور میں نے ان ائمہ کی تعداد سے بھی زیادہ تک تعداد بڑھائی ہے۔ جو کہ آٹھ سو تیس سے کچھ اوپر تک پہنچی ہے اور پھر میں نے ان اسمائے مبارکہ کو ''احسن الوسائل فی نظم اسماء النبی الکامل'' ﷺ نام کے ایک منظوم رسالہ میں ذکر کیا ہے۔ ازاں بعد میں نے

حروف تہجی کی ترتیب پر ان اسماء کو علیحدہ ایک مستقل کتاب میں بیان کیا ہے جن کا میں نے 'الاسمیٰ فیما لسیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الاسماء' نام رکھا ہے۔ پھر ان اسماء میں سے جن کی شرح ضروری تھی وہ بھی کر دی ہے۔ علاوہ ازیں میں نے ان اسماء شریفہ سے متعلق اہم فوائد بھی ذکر کر دیئے ہیں۔

شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نیز امام قسطلانی قدس سرہٗ کے فرمودہ جواہر سے "مواہب لدنیہ" کے تیسرے مقصد میں ان کا یہ قول ہے۔ معلوم رہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کامل ایمان رکھنے میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ ایک مومن کے لیے اس پر بھی ایمان رکھنا ضروری ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال خلق کی طرح کمال خلقت میں بھی اللہ جل مجدہٗ نے کسی مخلوق کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مثل پیدا نہیں فرمایا (اور نہ پیدا فرمائے گا) سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہری بدن مبارک جو مشاہدہ میں آتا ہے اس کی عظیم خلقیت پر بے شمار دلائل ہیں۔

اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مقدس میں جس سر کا حقق ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق سے اس کا اظہار...... یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفس کریمہ کے عظیم اخلاق پر دلیل ہے۔

اللہ جل مجدہٗ کی بھلائی امام بوصیری قدس سرہٗ کے لیے ہے جب کہ انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں فرمایا:

فَهُوَ الَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُوْرَتَهٗ ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِیْباً بَارِیُٔ النَّسَمِ

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِیْکٍ فِیْ مَحَاسِنِهٖ فَجَوْهَرُالْحُسْنِ فِیْهِ غَیْرُ مُنْقَسِمِ

پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ ہیں جن کا ظاہر و باطن مکمل ہے اور جن کو خالق ارواح نے اپنی محبوبیت کے لیے منتخب کیا۔ سیدنا عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی خوبیوں میں کسی نظیر سے بالاتر ہیں (1) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جوہر حسن تقسیم ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں ملا۔

یعنی حسن کامل کی حقیقت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موجود ہے۔ اس لیے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ دوسرا کوئی بھی ظاہری کمالات، اور باطنی ترقیوں میں مکمل نہیں ہے۔ باطنی کمالات کی جامع صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی شخصیت ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن کی حقیقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسروں کے

1۔ درمحاسن ذات والائش میرا از نظیر با رقسمت برنتابد نقد حسن آں نگار
وہم شرکت سے بری ہے جوہر حسن نبی آپ کی خوبی سے حصہ لے یہ جس میں ہے تواں
(مولانا سید محمود علی صاحب)

(۲) یعنی حقیقت حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصص و اجزاء نہیں کیے گئے بلکہ مادۂ حسن، عدم انقسام میں مثل جزلایتجزیٰ کے ہے جو عندالمتکلمین جوہر فرد سے معتبر ہے۔ (مترجم غفرلہ، ولوالدیہ)

درمیان تقسیم شدہ نہیں ہے ورنہ آپ ﷺ کا حسن کامل نہ ہوتا، کیونکہ جب وہ تقسیم ہوگیا تو پھر آپ ﷺ کو اس سے کچھ حصہ ملے گا، تو اس صورت میں وہ کامل نہ ہوا۔ اور آثار صحابہ کرام میں سے ایک اثر میں مروی ہے کہ

اِنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ خَرَجَ فِیْ سَرِیَّةٍ مِنَ السَّرَایَا، فَنَزَلَ بِبَعْضِ الْاَحْیَاءِ فَقَالَ لَهٗ سَیِّدُ ذَالِکَ الْحَیِّ، صِفْ لَنَا مُحَمَّداً ﷺ، فَقَالَ اَمَّا اِنِّی اُفَصِّلُ فَلَا، فَقَالَ الرَّجُلُ اَجْمِلْ، فَقَالَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَلرَّسُوْلُ عَلٰی قَدْرِ الْمُرْسِلِ

جب (ایک مرتبہ) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک فوجی دستہ کے ہمراہ تشریف لے گئے تو آپ (اور دوسرے لشکری) ایک قبیلہ کے مہمان بنے، تو آپ رضی اللہ عنہ سے اس قبیلہ کے سردار نے عرض کیا، آپ ہمیں سید عالم ﷺ کا کوئی وصف سنائیں۔ تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا جہاں تک سید عالم ﷺ کے مفصل اوصاف کا تعلق ہے تو میں بیان نہیں کر سکتا، چنانچہ قبیلہ کے سردار نے عرض کیا، تفصیلاً نہ سہی تو اجمالاً ہی بیان فرما دیجیے تو اس پر حضرت خالد رضی اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا (اچھا! تو پھر اتنا سمجھ لو کہ) رسول، مرسل کے مرتبہ کے موافق ہی ہوتا ہے۔

امام قرطبی قدس سرہٗ (المتوفی ۶۷۱ھ) نے ''کتاب الصلوٰۃ'' میں بعض آئمہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

لَمْ یُظْهَرْ تَمَامُ حُسْنِهٖ ﷺ، لِاَنَّهٗ لَوْ ظُهِرَ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ لَمَا اَطَاقَتْ اَعْیُنُنَا رُؤْیَتَهٗ (ص ۵)

ہمارے لیے سید عالم ﷺ کا حسن کامل ظاہر نہیں ہوا کیونکہ اگر وہ ظاہر ہو جاتا تو ہماری آنکھیں آپ ﷺ کے دیدار کی تاب نہ لا سکتیں۔

سید عالم ﷺ کے اوصاف کے بیان میں جو تشبیہات وارد ہوتی ہیں وہ صرف بر سبیل تقریب و تمثیل (یعنی لوگوں کے سمجھانے کے لیے حسب عرف و عادت شعراء و طبقاء وغیرہ استعمال ہوئی) ہیں ورنہ سید عالم ﷺ کی ذات گرامی کہیں برتر، اور آپ ﷺ کا مجد و شرف گراں بہا ہے، کیونکہ حقیقت میں موجودات میں سے کوئی شے آپ ﷺ کی صفات خلقیہ و خلقیہ کے معادل نہیں ہے۔

سراپا مقدس

سید عالم ﷺ کا قد مبارک نہ تو بہت دراز، اور نہ ہی بہت مختصر، بلکہ درمیانہ تھا۔

سید عالم ﷺ کا سر مبارک بڑا تھا۔

سید عالم ﷺ سب سے بڑھ کر خوش خو تھے

سید عالم ﷺ کا چہرۂ انور سب لوگوں سے بڑھ کر خوبرو تھا۔

قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ (رضی اللّٰه عنه)مَارَاَيْتُ شَيْئاً اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِيْ فِيْ وَجْهِهٖ ۔ (ص ۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے سید عالم ﷺ سے زیادہ خوبرو کسی چیز کو نہیں دیکھا۔ روئے اقدس اس قدر تاباں تھا کہ گویا آفتاب آپ ﷺ کے روئے اقدس میں گردش کر رہا ہے۔

بخاری شریف میں مروی (حدیث شریف) ہے کہ کسی نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا سید عالم ﷺ کا چہرۂ انور تلوار کی طرح چمکتا تھا؟ تو حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نہ، نہ بلکہ مہتاب کی مانند چمکتا تھا۔

اور مسلم شریف کی ایک روایت میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ آپ سے ایک آدمی نے پوچھا کیا سید عالم ﷺ کا چہرہ انور تلوار کی مانند تھا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہ، بلکہ چمک ونورانیت، اور گولائی میں آفتاب و ماہتاب کی مانند تھا۔

اور بہت سے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے سید عالم ﷺ کی اس طرح توصیف فرمائی ہے۔

بِاَنَّ وَجْهَهُ الشَّرِيْفَ مِثْلُ الْقَمَرِ اَوْ اَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ۔وَيَتَلَأْلَأُ وَجْهُهٗ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَكَاَنَّهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ (ص ۵)

کہ سید عالم ﷺ کا روئے تاباں چاند کی طرح تھا یا چاند سے بھی بڑھ کر زیادہ حسین تھا۔ اور سید عالم ﷺ کا روئے انور چودھویں شب کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ اور چہرۂ اقدس گویا مہتاب کا ایک ٹکڑا تھا۔

اور بے انتہا صفائی میں آپ ﷺ کا روئے منور گویا آئینہ تھا

اور گویا آپ ﷺ کا چہرہ انور آفتاب تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کہ آفتاب آپ ﷺ کے روئے جہاں تاب میں گردش کر رہا ہے۔

اور جب تو آپ ﷺ کے روئے ایمان افزا پر نگاہ ڈالے گا تو تجھے یوں محسوس ہوگا گویا کہ آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔

علاوہ ازیں اور بہت سے صحابہ کرام علیہم الرضوان اسی طرح کا اظہار خیال فرماتے رہتے تھے۔

اس بارے میں امام قسطلانی قدس سرہٗ امام بخاری اور امام مسلم رضی اللہ عنہما وغیرہ سے تمام صحیح روایات ذکر فرمائی ہیں اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شمائل شریفہ پر لمبی چوڑی گفتگو فرمائی ہے۔

پھر امام قسطلانی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے جو شخص سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس عمدہ تدبیر پر غور کرے گا" جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بھٹکے ہوئے وحشی صفت اجنبی اور نفرت انگیز طبیعت کے مالک ،عربوں کے لیے فرمائی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی سختیوں کو جھیلا ،اور ان کی اذیت ناکیوں پر صبر کیا اور پھر ان سے ایسی حکمت عملی اختیار فرمائی کہ ازاں بعد وہ سبھی کے سبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطیع ہو گئے اور پھر نہ صرف یہ کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلقہ بگوش ہی بن گئے بلکہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت میں اپنے اہل وعیال اور اپنے آباء واجداد سے پوری طرح لڑائی بھی مول لے لی ،اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے آپ پر ترجیح دی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ورضا میں اپنے ملک ووطن ،اور اپنے احباب تک کو خیر باد کہہ دیا۔ (واضح رہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی باصلاحیت تدابیر کا وقوع پذیر ہونا سراسر اعجاز ہے کیونکہ) حکومت وسیاست کا نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی سابقہ تجربہ تھا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گذشتہ لوگوں کی سیرت کا کبھی کسی کتاب میں مطالعہ فرمایا تھا"۔ تو اس سے معلوم ومحقق ہو جائے گا کہ سب جہاں والوں سے بڑھ کر عقلمند ،ذات گرامی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقل شریف تمام عقلوں سے وسیع تر ہے تو پھر یہ امر بھی لامحالہ خود بخود ثابت ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمانہ بھی اتنے ہی وسیع ہیں کہ جس میں کسی قسم کی تنگی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق عظیم کی وسعت کا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود حلم وبردباری سے کام لیتے اور ایذا پہنچنے پر صبر وتحمل کو اختیار کرتے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلم وعقل ،اور قوت برداشت کا تیرے لیے یہی ایک سبق کافی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑنے جھگڑنے والے کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زبردست تکالیف پہنچائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہو گئے۔ اور غزوۂ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روئے تاباں اتنا مجروح کر دیا کہ خون مبارک چہرہ انور سے ٹپکنے لگا۔ یہی وجہ تھی جس کی بنا پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو یہ بات سخت ناگوار گذری ،اور سبھی بیک زبان بولے ،یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاش ان پر دعائے بد ہی فرما دیتے۔ مگر

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّاناً وَلٰکِنِّی بُعِثْتُ دَاعِیاً وَرَحْمَةً، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِقَوْمِی وَاھْدِ قَوْمِی فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

میری بعثت کا مقصد کوئی لعنت کرنا یا بد دعا دینا نہیں ہے بلکہ میں تو (سراپا رحمت اور داعی الی اللہ) بن کر مبعوث ہوا ہوں (پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) الٰہی میری قوم کو ہدایت دے اور میری قوم سے درگذر فرما کیونکہ یہ جاہل ہیں۔

صحت رسالت پر دلائل و براہین

نیز امام قسطلانی قدس سرہٗ کے فرمودہ جواہر سے (مواہب کے) چوتھے مقصد میں ان کا یہ فرمان ہے۔

معلوم رہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر دلائل کثیرہ (شاہد) ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کے ظہور پر اخبار مشہورہ موجود ہیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے کچھ دلائل وہ ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر پاک اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت شریف اور (اسی طرح) عرب شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے کی بابت، تورات شریف وانجیل مقدس اور دوسری کتب سماویہ میں پائے جاتے ہیں۔

اور (یونہی) یوم ولادت اور یوم بعثت کے وقت امور عجیبہ وغریبہ (جو سبھی کے سبھی خارق عادت تھے) کا ظاہر ہونا۔ مثلاً آثارِ کفر کا مٹنا، عربوں کے شیون، اور چہ میگوئیاں، وغیرہ کا واضح ہونا اور اصحابِ فیل، اور ان کا ذلیل وخوار ہونا۔

اور (اسی طرح) آتش کدہ فارس کا بجھ جانا، ایوان کسریٰ کے کنگروں کا گر پڑنا، دریائے ساوہ کے پانی کا خشک ہونا اور موبذان (1) کا خواب دیکھنا (دلائل نبوت سے ہے۔)

اور اسی طرح سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف وکمالات کی بابت غائبانہ طور پر نداؤں کا سنا جانا اور پوجے جانے والے بتوں کا سرنگوں ہونا اور ان کا اپنی اپنی جگہ سے بغیر کسی کی مداخلت کے اوندھے منہ گر پڑنا۔

علاوہ ازیں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (حقانیت) نبوت کی بابت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایام ولادت، اور دوران پرورش، اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصب نبوت پر فائز ہونے تک جو جو خوارق عادات امور عجیبہ ظہور پذیر ہوئے، وہ سبھی کے سبھی احادیث مشہورہ میں منقول ومروی ہیں۔

1۔ وَرَاٰی الْمُوْبَذَانُ اِبِلاً صِعَاباً تَقُوْدُ خَیْلاً عِرَاباً قَدْ قَطَعَتْ دِجْلَةَ وَانْتَشَرَتْ فِیْ بِلَادِھَا

موبذان (قوم مجوس کے ایک بڑے عالم) نے خواب دیکھا کہ شتر بے مہار عربی گھوڑوں کو دھکیل رہے ہیں یہاں تک کہ دریائے دجلہ تک پہنچ گئے، اور پھر کئی شہروں میں پھیل گئے (الوفا با حوال المصطفیٰ لمحدث ابن جوزی قدس سرہٗ) (مترجم غفرلہٗ)

حالانکہ سید عالم ﷺ کے پاس مال و دولت (وغیرہ) کا کوئی ایسا ذریعہ نہ تھا کہ جس کی طمع میں لوگوں کے دل ادھر کو کھنچے چلے جاتے۔ اور نہ ہی کوئی ایسی قوت تھی کہ جس کی بدولت لوگوں کو مطیع و منقاد بنایا جا سکتا۔

اور جس دین کو آپ ﷺ نے ظاہر فرمایا، اور جس کی طرف آپ ﷺ نے ان کو دعوت دی، اس کو غالب کرنے کے لیے آپ ﷺ کے پاس نہ (ہی تو کوئی) لاؤ لشکر تھا اور (نہ ہی مال و زر)

بعثت کے وقت عربوں کی حالت

جب کہ (عربوں کی اخلاقی پستی کا یہ عالم تھا کہ) وہ لوگ سب کے سب تعظیم ازلام (یعنی زمانہ جاہلیت کی رسوم و عادات) اور تعبد اصنام (بت پرستی) پر متفق تھے۔ اور جاہلی عصبیت و حمیت طبیعت میں راسخ تھی، اور باہمی عداوت و سرکشی، اور خون ریزی و ڈاکہ میں منہمک تھے، اور امر خیر میں اتفاق ناپید تھا اور اپنے ان گھٹیا افعال میں عاقبت کی طرف نظر ڈالتے ہی نہ تھے۔ نہ تو انہیں کسی عذاب و سزا کا خوف تھا اور نہ ہی کسی ملامت و پشیمانی کا ڈر۔

ایسے حالات میں لوگوں کے احوال و افعال کی مصلح کائنات ﷺ نے اصلاح فرمائی (اور) ان کے دلوں میں باہمی محبت و الفت کی لہر دوڑا کر انہیں ایک کلمہ پر اکٹھا فرما دیا یہاں تک کہ ان کی آراء متفق اور ان کے قلوب مجتمع ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پھر وہی مختلف لوگ آپ ﷺ کی نصرت میں ایک دل ہو کر آپ ﷺ کے مطیع و حلقہ بگوش بن گئے آپ ﷺ کے جمال جاں افزاء کی ایک جھلک کے شیدا بن گئے آپ ﷺ کی محبت میں اپنے شہروں اور اپنے وطنوں کو چھوڑ دیا اپنی قوم اور قبیلہ سے منہ موڑ لیا آپ ﷺ کی حمایت میں اپنے دل و جان اور اپنے مال و منال تک کو قربان کر دیا اور آپ ﷺ کے کلمہ کے اعزا میں اپنے آپ کو تلواروں کے مقابل لا کھڑا کیا۔

اور اس پر طرفہ یہ کہ وہ بے سر و سامان تھے (اولاً) نہ ہی تو ان پر مال لٹایا گیا، اور (ثانیاً) نہ ہی کوئی مال و منال تھا کہ جس کے حصول کے طمع میں انہیں جلد ڈال دیا جاتا اور نہ ہی دنیا میں ایسی کوئی مملکت تھی جس کی بادشاہی و سروری کا انہیں مالک و متصرف بنایا جاتا، (بلکہ سید عالم ﷺ ان میں خود تصرف فرماتے کہ) غنی کو فقیر بنا دیتے اور شریف کو برابر و متواضع فرما دیتے۔

کیا ایسی جملہ باتیں، (اور) ایسے تمام (احوال) کسی ایسے شخص میں جمع ہو سکتے ہیں اور اسے ان کا اتفاق پڑ سکتا ہے جو اختیار عقلی اور تدبیر فکری سے ان سب کو انجام دے سکے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا آپ ﷺ نے ان جملہ امور کو مسخر و گرویدہ بنا لیا یہ جملہ

باتیں وہ ہیں جن میں کوئی عقل مند شک نہیں کرسکتا۔ (اور بیقین کامل یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ) یہ امر الٰہی، وحی غالب، اور فیض سماوی ہے قوت بشری کے ساتھ اتنی رسائی پانا از روئے عادت محال ہے پروردگار تبارک وتعالیٰ کی عطا کے بغیر کوئی انسان اس پر قادر نہیں ہے۔

اس کے بعد امام قسطلانی قدس سرہٗ نے سید عالم ﷺ کے بہت سے معجزات اور آپ ﷺ کے دلائل نبوت کا ذکر فرمایا ہے اور ان کی ابتدا قرآن کریم سے کرتے ہوئے فرمایا، ان معجزات میں سے (ایک) قرآن کریم ہے جس کے اعجاز پر سید عالم ﷺ نے تحدی فرمائی ہے اور انہیں اس کے معارضہ کی دعوت دی اور اس کے ہم مثل مقابلہ میں صرف ایک سورت ہی لانے کا چیلنج فرمایا چنانچہ وہ لوگ اس کے معارضہ ومقابلہ میں کچھ پیش کرنے سے عاجز ہو گئے۔

قرآن کریم مردوں کے زندہ کرنے سے بھی بڑھ کر معجزہ ہے

قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ اِنَّ الَّذِی اَوْرَدَهٗ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَی الْعَرَبِ مِنَ الْكَلَامِ الَّذِی اَعْجَزَ هُمْ عَنِ الْاِتْیَانِ بِمِثْلِهٖ، اَعْجَبُ فِی الْآیَةِ وَاَوضَحُ فِی الدَّلَالَةِ مِنْ اِحْیَآءِ الْمَوتٰی وَاِبْرَاءِ الْاَکْمَهِ وَالْاَبْرَصِ، لِاَنَّهٗ ﷺ اَتٰی اَهْلَ الْبَلَاغَةِ، وَاَرْبَابَ الْفَصَاحَةِ، وَرُؤْسَاءِ الْبَیَانِ، وَالْمُتَقَدِّمِیْنَ فِی اللَّسْنِ بِکَلَامٍ مَفْهُومِ الْمَعْنٰی عِنْدَهُمْ، فَکَانَ عِجْزُهُمْ عَنْهُ اَعْجَبُ مِنْ عِجْزِ مَنْ شَاهَدَ الْمَسِیْحَ عَلَیْهِ السَّلَامُ عِنْدَ اِحْیَاءِ الْمَوْتٰی لِاَنَّهُمْ لَمْ یَکُونُوْا یَطْمَعُوْنَ فِیْهِ وَلَا فِی اِبْرَاءِ الْاَکْمَهِ وَالْاَبْرَصِ وَلَا یَتَعَاطُوْنَ عِلْمَهُمْ، وَقُرَیْشٌ کَانَتْ تَتَعَاطَی الْکَلَامَ الْفَصِیْحَ، وَالْبَلَاغَةَ وَالْخِطَابَةَ، فَدَلَّ عَلٰی اَنَّ الْعِجْزَ عَنْهُ اِنَّمَا کَانَ لِیَصِیْرَ عِلْمًا عَلٰی رِسَالَتِهٖ وَصِحَّةِ نُبُوَّتِهٖ، وَهٰذِهٖ حُجَّةٌ قَاطِعَةٌ، وَبُرْهَانٌ وَاضِحٌ۔

بعض علماء کرام نے فرمایا کہ سید عالم ﷺ نے اہل عرب پر جو کلام پیش فرمایا اور جس کی مثل وہ لانے سے عاجز رہے وہ کلام دلالت وعلامت میں مردوں کے زندہ کرنے، اور مادرزاد اندھوں، اور کوڑھیوں کے تندرست کردینے سے بھی بڑھ کر عجیب اور واضح تر ہے۔ اس لیے کہ سید عالم ﷺ نے اہل بلاغت، ارباب فصاحت، اور اقلیم سخن کے مالک، میدان فصاحت وبلاغت کے شہسواروں پر جو کلام پیش فرمایا وہ مطلب ومفہوم اور لفظ ومعنی کے لحاظ سے ان کا جانا پہچانا تھا (اس کے باوجود وہ اس کی مثل لانے سے مجبور رہے۔) لہٰذا ان کا یہ عجز اس سے کہیں اچنبھا ہے جس نے حضرت مسیح علیہ السلام کو

مردے زندہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ کیونکہ وہ ان باتوں کے خواہشمند نہ تھے (اور نہ دیکھنے والوں کے لیے اس میں کوئی چیلنج تھا۔) اور نہ ہی اس تک پہنچنے کا انہیں کوئی علم تھا جب کہ کلام فصیح، اور خطابت و بلاغت قریش کا اپنا فن تھا۔ اور اس میں وہ غلبہ و مقابلہ کے خواہاں تھے (اور اس ہنر میں وہ "لمن الملک الیوم" کا نقارہ بجا رہے تھے) پس اس میں ان کا عاجز رہ جانا اس لیے تھا تا کہ ان کا یہ عجز سید عالم ﷺ کی صحت رسالت و نبوت پر ایک علامت بن جائے (اور ان کا مقابلہ میں نہ آنا) یہ سید عالم ﷺ کی صحت رسالت پر قاطع حجت اور واضح برہان ہے۔

سید عالم ﷺ علی الاطلاق ساری مخلوق سے زیادہ دانا ہیں

قَالَ اَبُوْسُلَیْمَانَ الْخَطَابِیُّ قَدْ کَانَ ﷺ مِنْ عُقَلَاءِ الرِّجَالِ عِنْدَ اَهْلِ زَمَانِهٖ بَلْ هُوَ اَعْقَلُ خَلْقِ اللّٰهِ عَلَی الْاِطْلَاقِ۔ (ص ۷)

علامہ امام ابو سلیمان خطابی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضور سید عالم ﷺ اپنے زمانے کے لوگوں میں سب سے زیادہ دانا تھے یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ (قطعی طور پر) علی الاطلاق اللہ جل مجدہٗ کی ساری مخلوق سے زیادہ عقل مند تھے۔

وہ لوگ اس کی مثل لا ہی نہ سکتے تھے کیونکہ سید عالم ﷺ نے اپنے پروردگار جل مجدہٗ کی طرف سے خبر دیتے ہوئے حتمی اور قطعی تحدی فرماتے ہوئے فرمایا:

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا (بقرہ:24)

"پھر اگر نہ لا سکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں ہرگز نہ لا سکو گے"۔

فَلَو لَا عِلْمُهٗ ﷺ بِاَنَّ ذَالِکَ مِنْ عِنْدِاللّٰهِ عَلَّامِ الْغُیُوْبِ وَاَنَّهٗ لَا یَقَعُ فِیْمَا اَخْبَرَ عَنْهُ خُلْفٌ

لہٰذا اگر سید عالم ﷺ کا علم ایسا نہ ہوتا بایں طور کہ یہ اللہ جل مجدہٗ دانائے غیوب کی طرف سے ہے، تب بھی آپ ﷺ کے اس خبر دینے میں یہ خلاف واقعہ نہ ہوتا (بلکہ یہ خبر دینا واقعی اور نفس الامری ہوتا) ورنہ سید عالم ﷺ کی عقل شریف، کسی نہ ہونے والی شئی میں، قطعی طور پر اس کے ہو جانے کی (خبر و) اجازت نہ دیتی۔

اس کے بعد امام قسطلانی قدس سرہٗ نے فرمایا اس میدان میں یہ جو کچھ کہا گیا ہے یہ (نہ صرف) اکمل و احسن ہے، (بلکہ) نہایت عجیب تر و واضح ترین ہے کیونکہ سید عالم ﷺ نے ان کے معارضہ میں سامنے آنے سے پہلے ہی ان کے عجز کا اعلان فرما دیا اور (ساتھ ہی ساتھ) بلاغت میں (بھی) ان

کے قاصر رہنے کا حتمی اور آخری چیلنج برقرار رکھا حتی کہ انہیں علی رؤس الاشہاد للکارا مگر ان میں سے ایسا کوئی بھی نہ تھا جو باوجود، وافر دواعی اور باہمی کوشش کے معارضہ کے میدان میں اترا چنانچہ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر نے ان کے عجز کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ (بنی اسرائیل)

''تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے''۔

چنانچہ (حقانیت قرآن کریم کا اعتراف کرنے کی بجائے) ان کی عمدہ ہمتوں اور اچھی وخود دار طبیعتوں نے خون ریزیوں، اور عزتوں کی پائمالی کو پسند کیا۔

پھر امام قسطلانی قدس سرہٗ نے اعجاز القرآن کے وجوہ کے متعلق بہت سے فوائد نقل فرمائے ہیں اور اس کے آخر میں فرمایا کہ قرآن کریم کی نظم وتالیف، اور اس کے شیریں اسلوب، اور اس کے صحت معانی، اور اس میں مذکورہ وہ امثال وعلامات واشیاء جو کہ یوم آخرت پر دال ہیں اور اس کی ما کان وما یکون سے متعلق خبریں دینا، اور اس میں ذکر کردہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے متعلق احکام، اس میں مذکورہ خون ریزیوں سے متعلق امتناعی حکم، اور رشتہ داریاں قائم رکھنے پر توجہ دلانا وغیرہا، (بے شمار امور) کی مثل لانے پر نہ ہی تو کوئی شخص سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں قادر ہو سکا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی قادر ہو سکتا ہے۔ اس کی مثل لانے پر کوئی قادر بھی کیسے ہو سکتا ہے جب کہ اس کی مثل لانے سے عرب کے فصحاء وبلغاء (جو کہ فصاحت وبلاغت کی تمام صنعتوں کے حاذق و ماہر تھے) اور قریش کے خطبا وشعراء وفہماء وغیرہ (جو کہ اہل بیان، ماہرین زبان، آئمہ بلاغت اور شہسوار خطابت تھے۔) عاجز و بے بس رہے۔

حالانکہ وہ اس امر سے بخوبی آگاہ تھے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ادائے رسالت ونبوت سے قبل چالیس برس تک نہ ہی تو لکھنا، پڑھنا سیکھا اور نہ ہی حساب دانی کے جھمیلاں میں پڑے اور نہ ہی شعر پڑھنے، اور سحر سیکھنے کا مشغلہ اپنایا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی خبر کو محفوظ رکھتے تھے اور نہ ہی کوئی اثر روایت فرماتے تھے یہاں تک کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی منزل اور کتاب مفصل سے سرفراز فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس کی طرف دعوت دی اور اس کے ذریعہ ان پر حجت قائم فرمائی۔

اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَیْكُمْ وَ لَاۤ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ٘ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾ (یونس:16)

تم فرماؤ اگر اللہ چاہتا تو میں اسے تم پر نہ پڑھتا نہ وہ تم کو اس سے خبر دار کرتا تو میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر گذار چکا ہوں تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

اور سید عالم ﷺ کے لیے اپنی کتاب میں اس کی شہادت دی۔ چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَ مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾ (عنکبوت)

اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے یوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے۔

(سطور بالا سے معلوم ہو چکا ہے کہ سید عالم ﷺ کے معجزات میں سے اعظم واجل معجزہ قرآن کریم ہے) رہے قرآن کریم کے علاوہ سید عالم ﷺ کے معجزات" جیسے آپ ﷺ کی انگلیوں سے چشمہ کا جاری ہونا، اور آپ ﷺ کی برکت سے (تھوڑے) کھانے کا زیادہ ہو جانا، چاند کا شق ہونا، جمادات کا بولنا (وغیرہ)" تو ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جو تحدی سے ظہور پذیر ہوئے یعنی سید عالم ﷺ سے معارضہ طلب کرنے پر واقعہ میں آئے اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو آپ ﷺ کی صداقت پر بلا تحدی دال تھے۔ مگر (ثانی الذکر) معجزات کی یہ تمام قسمیں بھی (اسی طرح) مفید قطعیت ہیں۔ اس لیے کہ سید عالم ﷺ کے دست اقدس پر خوارق عادات کئی باتوں کا ظہور ہوا ہے (اور وہ اسی طرح) مشہور و معروف (یقینی ہیں) جس طرح کہ شجاعت علی کرم اللہ وجہ الکریم اور سخاوت حاتم (طائی) مشہور و قطعی امر ہے۔

پھر امام قسطلانی قدس سرہٗ نے فرمایا جب تو سید عالم ﷺ کے معجزات ساطعہ، اور آپ ﷺ کے دلائل قاہرہ اور کرامات ظاہرہ میں غور و خوض کرے گا تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ سید عالم ﷺ کے معجزات (کائنات کی ہر ایک شئی پر حاوی ہیں چنانچہ) علوی ہو یا سفلی، صامت ہو یا ناطق، متحرک ہو یا ساکن، مائع ہو یا جامد، سابق ہو یا لاحق، موجود ہو یا غیر موجود، ظاہر ہو یا باطن، جلد ہو یا بدیر سب کو شامل ہیں۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ کے معجزات اگر حساب کئے جائیں تو ریت کے ذروں سے بھی بڑھ جائیں۔

اور (اسی طرح) آسمانی باتوں کے چرانے سے شیاطین کا رک جانا۔

پتھر و درخت کا آپ ﷺ کو سلام کرنا، نیز شجر و حجر کا آپ ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دینا، اور آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی سیادت کے ساتھ مخاطب کرنا۔

تنے کا گریہ کرنا، آفتابے، پیالے اور چھاگل میں آپ ﷺ کی ہتھیلی مبارک سے پانی کا پھوٹ پڑنا۔

چاند کا شق ہونا، نابینائی کے بعد بینائی کا بحال کر دینا شتر ناشاد کا فریادی ہونا، گرگ و شتر مادہ کا بولنا۔

اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ ﷺ کے والد ماجد (حضرت عبداللہ) کی پیشانی تک مسلسل و متوارث آپ ﷺ کے نور انور چمکتے رہنا۔

اور ان کے علاوہ وہ معجزات جن سے کتب متداولہ پر ہیں اور جو ناقلین کی روایت میں آچکے اگر ہم انہیں گننے لگیں تو ان کی گنتی میں عمریں بیت سکتی ہیں اور اگر سب اگلے پچھلے لوگ آپ ﷺ کے مناقب اکٹھے کرنے شروع کر دیں تو بھی آپ ﷺ کے ان کمالات کے شمار سے عاجز رہ جائیں جو اللہ جل مجدہٗ نے آپ ﷺ کے لیے منتخب فرمائے ہیں حتی کہ آپ ﷺ کے بحر اوصاف و کمالات کے ساحل تک پہنچ جانے والا بھی چند مفاخر کا ہی احاطہ کر سکے گا۔

سید عالم ﷺ کے ایک محب کا یہ کہنا بہت درست ہے:

وعلٰی تَفَنُّنِ وَاصِفِیْهِ بِوَصْفِهٖ ۔۔۔ یَفْنِیْ الزَّمَانُ وَفِیْهِ مَالَمْ یُوْصَفُ

اور حضور پر نور ﷺ کے وصف کے متعدد و مختلف فنون اور بے شمار خوبیاں بیان کرنے والے پر زمانہ ختم ہو جائے گا لیکن حضور پر نور ﷺ میں ایسی صفات ہیں کہ جو ابھی تک بیان کرنا باقی ہیں۔

اور سید عالم ﷺ کی شان اقدس میں یوں کہنا بالکل بجا ہے

فَمَا بَلَغَتْ کَفُّ امْرِیٔ مِنَّا وَلَا ۔۔۔ مِنَ الْمَجْدِ اِلَّا وَالَّذِیْ نَالَ اَطْوَلُ

وَلَا بَلَغَ الْمُهْدُوْنَ فِی الْقَوْلِ مَدْحَةً ۔۔۔ وَلَوْ حَذَّ قُوْا اِلَّا الَّذِیْ فِیْهِ اَفْضَلُ

حضور پر نور کی مجد و عظمت کو کسی شخص نے نہیں پایا اگر کسی نے اس کی جھلک بھی پائی ہے تو یہ اس سے بڑھ کر اور عظیم ترین ہے اور نہ ہی ہدایت یافتہ لوگ حضور پر نور کی کما حقہ مدح کر سکے اگر انہوں نے انتہائی حذق و ذہانت سے بھی کام لیا تو حضور کے فضائل و مناقب اس سے بھی بڑھ کر ہیں۔

امام العارفین سیدی محمد وفا قدس سرہٗ کے اس ارشاد گرامی پر ان کے لیے خیر کثیر ہے:

مَاشِئْتَ قُلْ فِیْهِ فَاَنْتَ مُصَدَّقٌ ۔۔۔ فَالْحُبُّ یَقْتَضِی وَالْمَحَاسِنُ تَشْهَدُ

تم جو چاہو حضور پر نور کی صفت و نعت میں کہو کیونکہ تم اس طرح سچ کہو گے کیونکہ یہ محبت کا تقاضا اور محاسن اس کے شاہد ہیں

اور امام ادیب شرف الدین بوصیری قدس سرہٗ نے تو نہایت ہی بدیع اور عمدہ تخیل پیش فرمایا

ہے۔ جب کہ امام موصوف نے فرمایا:

دَعْ مَاادَّعَتْهُ النَّصَارىٰ فِيْ نَبِيِّهِمْ وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحاً فِيْهِ وَاحْتَكِمْ

وَانْسُبْ إِلىٰ ذَاتِهِ مَاشِئْتَ مِنْ شَرَفٍ وَانْسَبْ إِلىٰ قَدْرِهِ مَاشِئْتَ مِنْ عِظَمِ

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِمَنْ لَهُ حَدٌّ فَيُعْرِبَ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمِ

وہ بات چھوڑ دو جو عیسائی اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں دعویدار ہیں (یعنی سید عالم ﷺ میں شان الوہیت ماننا) اور اس کے سوا آپ ﷺ کی بابت جو چاہو فیصلہ کرو اور جو چاہو حکم لگاؤ۔ سید عالم ﷺ کی ذات گرامی کی طرف اور آپ ﷺ کی قدر عالی کی جانب جو شرف و عظمت چاہو منسوب کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی بزرگی کی ایسی کوئی حد ہے ہی نہیں کہ جس کو کوئی فصیح البیان (شخص) ظاہر کر سکے۔

(مطالب اشعار کا خلاصہ) مقصد یہ کہ سید عالم ﷺ کی غایت درجہ تعریف کرنے والے جس قدر بھی چاہیں تعریف کریں مگر آپ ﷺ کے غیر محدود فضل و شرف تک ان کی رسائی نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت شیخ المشائخ عمر بن فارض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا جناب! آپ نے سید عالم ﷺ کی (بطریق نظم) تعریف و توصیف کیوں نہ فرمائی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَرىٰ كُلَّ مَدْحٍ فِيْ النَّبِيِّ مُقَصِّراً وَاِنْ بَالَغَ الْمُثْنِي عَلَيْهِ وَاَكْثَر

اِذَااللّٰهُ اَثْنىٰ بِالَّذِي هُوَ اَهْلُهٗ عَلَيْهِ فَمَا مِقْدَارُ بِالْمَدْحِ الْوَرىٰ

میرے نزدیک حضور پر نور ﷺ کی مدح و توصیف جس قدر بھی کی جائے وہ کم اور معمولی ہے خواہ واصف اور مدح کرنے والے انتہائی مبالغہ اور بکثرت مدح کریں۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضور پر نور ﷺ کی اس طرح مدح فرمائی جس کے آپ اہل تھے تو کائنات اور مخلوق کی کیا طاقت اور قدر کہ وہ حضور پر نور ﷺ کی مدح و توصیف کریں۔

شیخ الاسلام بدرالدین زرکشی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے شعراء متقدمین، جیسے ابوتمام و بحتری اور ابن رومی وغیرہا میں سے کسی نے بھی سید عالم ﷺ کی مدح و توصیف میں خیال آفرینی کی کوشش نہیں کی۔ اس لیے کہ ان شعراء کے نزدیک سید عالم ﷺ کی توصیف و تحمید ان کے مقصود سے کہیں زیادہ پیچیدہ و مشکل ہے۔ کیونکہ (مدح پر محمول ہونے والے) معانی آپ ﷺ کے مرتبہ علیا سے کہیں فروتر ہیں اور (جملہ) اوصاف (جہاں تک تصور میں آسکتے ہیں)

آپ ﷺ کے وصف سے کمتر ہیں۔ اور سید عالم ﷺ کی شان میں تمام مبالغے کم ہی ہیں اسی لیے ایک بلیغ شخص پر میدان نظم تنگ ہو جاتا ہے۔

اور یہ امر پایہ تحقیق تک پہنچا ہوا ہے کہ اگر کسی شخصیت کے بارے میں تمام مبالغہ آمیز تعریفیں اختیار کر لی جائیں تو پھر بھی وہ سب کی سب سید عالم ﷺ کی شان اقدس میں صادق ہی آئیں گی حتی کہ سبھی شعراء سید عالم ﷺ کی صفات پر ہی اعتماد کرتے ہیں۔ اور آپ ﷺ کی امداح کو ہی اپنے مقصود کا موضوع بناتے ہیں۔ اس کے بعد امام قسطلانی قدس سرہٗ نے سید عالم ﷺ کے بہت سے معجزات پر کلام فرمایا ہے۔

سید عالم ﷺ کے خصائص

نیز امام قسطلانی قدس سرہٗ کے فرمودہ جواہر سے کتاب کے اسی چوتھے مقصد میں ان کا یہ فرمان ہے۔

معلوم رہے کہ اللہ جل مجدہٗ میرے اور تیرے قلب وجگر کو مقدس و منور فرمائے، اللہ تعالیٰ و تقدس نے ہمارے نبی کریم ﷺ کو چند ایسی اشیاء سے مخصوص فرمایا ہے جو آپ ﷺ سے قبل کسی بھی نبی علیہ السلام کو نہ مل سکیں اور جو کوئی شئی کسی نبی محترم کی خصوصیت قرار پائی تو (اس کا ظہور سید عالم ﷺ سے اور طریقہ سے ہوا یعنی) اس شئی کی مانند سید عالم ﷺ کو بھی دی گئی (جیسے احیاء موتی و تسخیر کائنات وغیرہ)۔

(انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ) سید عالم ﷺ کو جامع کلمات دیئے گئے اور (انہیں خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ) سید عالم ﷺ اس وقت بھی پیغمبر تھے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ہنوز جسم وروح کے مابین تھے۔

جب کہ آپ ﷺ کے علاوہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت فقط ان کے زمانہ رسالت ونبوت تک ہی محدود رہی۔ اور جب سید عالم ﷺ کو یہ مرتبہ و مقام عطا کیا گیا تو اسی سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی بعثت کامل، اور ہر انسان آپ ﷺ ہی سے فیض یافتہ ہے۔

اللہ جل مجدہٗ امام ادیب شرف الدین بوصیری قدس سرہٗ کے درجات بلند فرمائے انہوں نے کیا ہی عمدہ فرمایا ہے:

وَكُلُّ آيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا ۔۔۔ فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِهٖ بِهِمِ

فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا ۔۔۔ يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

تمام معجزے جو الوالعزم پیغمبر لائے وہ ان کو سید عالم ﷺ ہی کے نور سے حاصل ہوئے کیونکہ سید

عالم ﷺ بزرگی کے خورشید(1) تاباں ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام اس آفتاب جہاں تاب سے نور لینے والے سیارے ہیں جو لوگوں کو اپنی تابانیاں تاریکی میں دکھاتے ہیں۔

انبیاء سابقین کے روپوش ہونے کی وجہ

(تشریح) علامہ ابن مرزوق قدس سرہٗ نے فرمایا: کہ (مذکورۃ الصدر اشعار کا) مطلب یہ ہے کہ پیغمبران کرام علیہم السلام میں سے جس کو بھی کوئی معجزہ ملا تو وہ انہیں سید عالمیان محمد رسول اللہ ﷺ کے نور سے ہی حاصل ہوا، امام ادیب بوصیری قدس سرہٗ کا یہ مصرعہ کتنا ہی عمدہ ہے۔ ''فَإِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِہٖ بِھِمِ'' (جس کا مطلب یہ ہے) کہ جب سے سید عالم ﷺ پر نور ازلی کا فیضان ہوا تو وہ اس وقت سے مسلسل آپ ﷺ کے ساتھ بلا کم و کاست ساتھ رہا اور اس سے کوئی شئے گھٹی نہیں، یہی وجہ ہے کہ سب پیغمبروں کے معجزات آپ ﷺ کے ہی نور کا پرتو تھے۔ کیونکہ آپ ﷺ فضل و شرف کا آفتاب ہیں اور سب انبیاء کرام علیھم السلام اس آفتاب نبوت کے جگمگاتے ستارے ہیں۔ یعنی ظلمتوں میں لوگوں کو اپنی تابانیاں دکھانے والے یہ درخشندہ ستارے اسی آفتاب کے انوار کا مظہر ہیں۔

اور یہ امر بھی واضح ہے کہ بالذات ستارے روشن نہیں ہوتے بلکہ روشنی دینے میں یہ آفتاب کے محتاج ہوتے ہیں اور آفتاب کے چھپنے کے بعد اسی کے نور کے مظہر ہوتے ہیں۔

پس اسی طرح سید عالم ﷺ کے وجود گرامی کے ظہور سے پیشتر سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی سید عالم ﷺ کے فضل و شرف کے ہی مظہر تھے۔ یعنی سب انبیاء کرام علیہم السلام ستارہائے درخشاں کی مانند سید عالم ﷺ کے نورانور سے منور ہو کر عالم ظہور میں جگمگاتے رہے۔ اور ان حضرات سے جتنے بھی انوار و (برکات) ظہور پذیر ہوتے رہے تو وہ سب سید عالم ﷺ کے ہی نور کا فیضان اور آپ ﷺ کی وسیع مدد کا ثمرہ تھے (اسی۔ لیے جب آپ ﷺ کی نبوت کے آفتاب نے طلوع اجلال فرمایا تو وہ حضرات روپوش و مخفی ہو گئے، اور علماء و اولیاء جو اس آفتاب نبوت کے ذرے ہیں چمک اٹھے کیونکہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو ستارے چھپ جاتے ہیں اور ذرے چمک اٹھتے ہیں) اور اس پر طرفہ یہ کہ اس فیضان کے دینے میں کسی شئی کی کمی بھی واقع نہیں ہوئی۔

سید عالم ﷺ کے اس فیضان کا ظہور سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام میں اس وقت ہوا جب کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ جل مجدہٗ نے اپنا خلیفہ منتخب فرمایا اور آپ علیہ السلام کو جمیع اسماء کا علم عطا فرمایا اور آپ علیہ السلام کا یہ وصف سید عالم ﷺ کے وصف ''جامع کلمات'' کا مظہر ہے یہی

1۔ آفتاب فضل و عظمت آپ، سیارے وہ سب　　　نور سیاروں کا تاریکی میں ہوتا ہے عیاں

وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے وہ تمام اسماء ان فرشتوں پر ظاہر فرما دیئے جو یہ کہتے تھے۔

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ (بقرہ:30)

''یا ایسے کو (نائب) کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خون ریزی کرے گا''۔

پھر مسلسل زمین میں خلفاء آتے رہے یہاں تک کہ سلسلہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے جسم شریف کی صورت میں موجود ہوا تا کہ آپ ﷺ کی منزلت کا اظہار ہو پھر جب سید عالم ﷺ کا آفتاب کی طرح ظہور ہوا تو ہر ایک کا نور آپ ﷺ کے نور میں چھپ گیا اور آپ ﷺ کے علاوہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات آپ ﷺ کے معجزات کے تحت گم ہو گئے اور سب کی رسالتیں آپ ﷺ کی صلبِ نبوت میں شامل ہو گئیں اور سبھی کی نبوتوں کے پرچم آپ کی رسالت کے پرچم کے تحت ہیں۔

فلم يُعْطَ اَحدٌ مِنهُمْ كَرَامَةً اَوْ فَضِيْلَةً اِلَّا وَقَدْ اُعْطِيَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهَا۔(ص ۱۰)

''انبیاء علیہم السلام میں سے جس کسی کو بھی کوئی فضیلت یا کرامت دی گئی تو اس کی مثل (بلکہ اس سے دگنی) سید عالم ﷺ کو بھی عطا فرمائی گئی''۔

فضائلِ مشترکہ

حضرت آدم علیہ السلام اور حضور اکرم ﷺ

حضرت آدم علیہ السلام کو یہ کرامت دی گئی کہ اللہ جل مجدہٗ نے انہیں اپنے دستِ مبارک سے پیدا فرمایا۔

لیکن ہمارے حضور اکرم سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو یہ کمال عطا کیا گیا کہ آپ ﷺ کا شرح صدور فرمایا اور اللہ جل مجدہٗ خود آپ ﷺ کے شرح صدور کا متولی بنا، اور صدر انور میں ایمان و حکمت کو پیدا فرمایا اور یہی خلق نبوی ہے۔

اور اس طرح اللہ جل مجدہٗ حضرت آدم علیہ السلام کے خلق وجودی کا، اور ہمارے رسول محتشم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے خلق نبوی کا متولی ہوا۔

چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں ہمارے نبی کریم ﷺ کا جوہر نورانی تھا، اور اسی مقصود کی تخلیق کی خاطر حضرت آدم علیہ السلام کو خلافت سے سرفراز فرمایا گیا۔

تو حضور اکرم سیدنا محمد ﷺ (گویا) مقصود (تخلیق) ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام وسیلہ

(تخلیق) اور (یہ بات واضح ہے کہ مقصود وسیلہ سے پہلے ہوتا ہے۔)

امام فخر الدین رازی قدس سرہٗ نے اپنی تفسیر میں روایت فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا مسجود ملائک ہونا اس وجہ سے تھا کہ نور محمدی ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں تاباں تھا۔

خیر کثیر ہے یہ فرمانے والے کے لیے۔

تَجَلَّیْتَ جَلَّ اللّٰهُ فِیْ وَجْهِ آدَمٍ فَصَلّٰی لَهُ الْاَمْلَاکُ حِیْنَ تَوَسَّلُوْا

اللہ بزرگ و برتر ہے آپ نے آدم کے چہرۂ انور میں تجلی فرمائی اور جب فرشتوں نے وسیلہ پکڑا تو آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام عرض کیا۔

امام فاکہانی قدس سرہٗ سے حکایت کرتے ہوئے ابوعثمان الواعظ قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے امام سہل بن محمد قدس سرہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو جو اس عظمت وشرافت سے سرفراز فرمایا، ''اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط الآیۃ''

میں مذکور ہے وہ اس عظمت سے کہیں بڑھ کر جامع وتام ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے مسجود ملائکہ ہونے میں ہے کیونکہ (اللہ تعالیٰ سجدہ کرنے میں فرشتوں کے ساتھ شامل نہ تھا) یہ جائز نہیں کہ اللہ جل مجدہٗ بھی سجدہ کرنے میں فرشتوں کے ساتھ شامل ہو۔ لیکن سید عالم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے میں اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ہمراہ ہے۔ لہٰذا ایسی شرافت وعظمت جو اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور مسلمانوں کے اشتراک سے صادر ہو وہ اس شرافت سے کہیں بڑھ کر بلیغ ہے، جس کے ساتھ صرف فرشتگاں مختص ہیں(1)۔

اس کے بعد امام قسطلانی قدس سرہٗ نے کچھ اور انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات وفضائل ذکر فرمائے ہیں اور پھر ان میں سے ہر ایک کے مقابل، نبی اکرم ﷺ کے وہ معجزات وفضائل ذکر فرمائے ہیں جو یا تو ان کے مماثل ہیں یا ان سے بڑھ کر ہیں۔ لیکن میں نے وہ فضائل اس کتاب میں اس سے پہلے حافظ ابونعیم قدس سرہٗ کے فرمودات میں ذکر کر دیئے ہیں (جو کہ ''جواہر البحار'' حصہ اول میں ہیں) اس لیے اب اس جگہ میں نے ان کا ذکر کرنا ''مواہب'' سے ضروری نہیں سمجھا۔

1۔ لازماً یہ عظمت وفضیلت اور رفعت وکمال اتم، اجمع، اکمل واعلیٰ واشرف ہے۔ (مترجم)

فضائل وکرامات

امام قسطلانی قدس سرہٗ کے فرمودہ جواہر سے "مواہب لدنیہ" کے چوتھے مقصد میں ان کا وہ فرمان ہے جو انہوں نے سید عالم ﷺ کے مخصوص فضائل و کرامات کا ذکر فرمایا ہے۔(چنانچہ امام قسطلانی قدس سرہٗ نے ذکر فرمایا) کہ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ ہی تخلیق کے لحاظ سے اولین پیغمبر ہیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ اس وقت بھی نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام ہنوز مابین روح و جسد تھے۔ اسے امام ترمذی قدس سرہٗ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ ہی وہ اول ہیں کہ جنہوں نے "روز الست" عہد و پیمان باندھا اور اس روز آپ ﷺ ہی نے سب سے پہلے "الست بربکم" کے جواب میں "بلیٰ" (ہاں) فرمایا (یعنی اس روز آپ ﷺ ہی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار فرمانے والے ہیں۔) اسے امام ابوسہل القطان قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور جمیع عالم کی آفرینش کا مقصود اصلی آپ ﷺ ہی کا وجود اقدس ہے۔ اسے امام بیہقی قدس سرہٗ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

جیسا کہ علامہ ابن عساکر قدس سرہٗ نے حضرت کعب احبار سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کا اسم گرامی اللہ جل مجدہٗ نے عرش معلیٰ اور ہر ایک آسمان پر ہر ایک جنت اور ہر ایک جنتی شے پر مکتوب فرمایا ہے۔

انہیں خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر مابعد تک تمام پیغمبروں سے آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی نصرت کرنے کا عہد لیا۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں مذکور ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ (آل عمران:81)

"اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا۔ جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا"۔

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ

السلام سے لے کر بعد تک جتنے بھی پیغمبر مبعوث فرمائے تو ان میں سے ہر ایک سے سید عالم ﷺ کی بابت یہ عہد لیا کہ اگر اس کی زندگی میں محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوں تو وہ ان کی نصرت واعانت کے ساتھ ساتھ ان پر ایمان بھی لائیں۔ پھر ہر ایک رسول (اپنے اپنے وقت میں) اپنی قوم سے بھی یہ عہد لیتا تھا (کہ جب بھی نبی آخر الزماں ﷺ مبعوث ہوں تو وہ ان پر ایمان لائیں اور ان کی تائید کریں)۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ گذشتہ تمام (آسمانی) کتابوں میں آپ ﷺ کی نسبت بشارتیں واقع ہیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کے نسب شریف میں (از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ) تا حضرت آدم علیہ السلام کبھی بھی کوئی خلاف حیا شیئ واقع نہیں ہوئی۔ اسے امام بیہقی قدس سرہٗ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کی ولادت مبارکہ کے وقت تمام بت سرنگوں ہو گئے(1) اسے امام خرائطی نے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ ختنہ شدہ، ناف بریدہ، اور غیر الودہ، پاک و صاف تولد ہوئے، اسے امام طبرانی، امام ابن سعد قدس سرہما نے روایت کیا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا اس طرح کہ انگشتِ شہادت اٹھی ہوئی تھی اور نظر مبارک بسوئے آسمان بلند تھی اسے امام ابونعیم قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ بوقت ولادت آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا نے ایک ایسا نور ملاحظہ فرمایا جس سے شام کے تمام محلات روشن ہو گئے۔ اسی طرح دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی ماؤں نے بھی اسی طرح کے انوار ملاحظہ فرمائے۔ اسے امام الأئمہ احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے۔

ابن سبع قدس سرہٗ نے خصائص میں ذکر کیا کہ آپ ﷺ کے گہوارے کو فرشتے جھولایا کرتے تھے۔

ابن طغرل بیگ نے ''نطق المفہوم'' وغیرہ میں روایت کیا کہ مہد میں چاند آپ ﷺ سے باتیں کیا کرتا تھا اور آپ ﷺ جدھر اشارہ فرماتے چاند ادھر ہی جھک جاتا تھا(1)۔

1۔ فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے فرمایا۔

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا ۔۔۔ تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

ابن سبع اور علامہ واقدی نے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے گھوارے میں کلام فرمایا ہے۔
انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کے لیے دھوپ میں بادل سایہ فگن رہا کرتے تھے۔
اسے امام ابونعیم اور امام بیہقی قدس سرہما نے روایت کیا ہے۔
انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جب کبھی آپ ﷺ کسی درخت کے نیچے قیام فرماتے تو اس کا سایہ آپ ﷺ کی طرف جھک جاتا تھا اسے امام بیہقی قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔
امام مسلم قدس سرہٗ وغیرہ (محدثین) نے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ کے خصائص میں سے آپ ﷺ کے صدر شریف کا شق ہونا ہے۔
انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ ﷺ کے ہر ہر عضو مبارک کو قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ آپ ﷺ کے قلب اطہر کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ﴿۱۱﴾ (النجم:10)

''دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا''۔

نیز اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی میں بھی قلب منور کا ذکر ہے

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ (شعراء:193)

''اسے روح الامین لے کر اترا تمہارے دل پر''۔

اور آپ ﷺ کی زبان مبارک کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿۳﴾ (النجم)

''اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے''۔

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ (الدخان:58)

''تو ہم نے اسی قرآن کو تمہاری زبان پر آسان کیا''۔

چشم اقدس کا بیان اس ارشاد میں ہے۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ (النجم)

''آنکھ کسی طرف نہ پھری اور نہ حد سے بڑھی''۔

---

(۱) مجدد مائتین اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہٗ نے اس روایت کی کیا ہی نفیس ترجمانی فرمائی ہے

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں ، کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

چہرۂ انور کا ذکر اس آیت میں ہے۔

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ۚ (بقرہ:144)

''ہم دیکھ رہے ہیں تمہارا بار بار آسمان کی طرف منہ کرنا''۔

دست اقدس اور گردن مبارک کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ (بنی اسرائیل:29)

''اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ''۔

پشت اقدس اور صدر منور کا ذکر اس آیت میں ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿۱﴾ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ﴿۲﴾ الَّذِیْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ﴿۳﴾ (انشراح)

''کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا، اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی''۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسم ''محمود'' سے آپ ﷺ کا اسم گرامی ''محمد'' ﷺ مشتق فرمایا۔ جیسا کہ امام بخاری قدس سرہٗ نے اپنی تاریخ ''صغیر'' میں علی ابن یزید سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا ''ابوطالب'' (اکثر) یوں کہا کرتے تھے۔

وَشَقَّ لَهٗ مِنْ اِسْمِهٖ لِیُجِلَّهٗ فَذُوْالْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

عزت افزائی کے طور پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا اسم گرامی اپنے نام نامی سے نکالا ہے۔ عرش والا تو ''محمود'' ہے اور آپ ﷺ ''محمد'' ہیں ﷺ۔

نوٹ: مشہور یہ ہے کہ یہ شعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ہے۔

سید عالم ﷺ کا اسم گرامی ''احمد'' ﷺ بھی خصائص سے اور اس نام کے ساتھ آپ ﷺ سے قبل کوئی بھی موسوم نہ تھا۔

انہی خصائص میں سے ہے کہ آپ ﷺ شب باشی تو بن کھائے پئے فرماتے مگر صبح کو سیر ہوتے ہوئے تشریف فرماتے۔ (وجہ یہ ہے کہ) اللہ جل مجدہٗ آپ ﷺ کو جنتی کھانا، پینا، کھلاتا، پلاتا تھا۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ پسِ پشت بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جس طرح سامنے سے دیکھتے تھے۔ اسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ رات کی تاریکی میں بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا

کہ دن کی روشنی میں۔ اسے امام بیہقی قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کا لعاب مبارک کھاری پانی کو شیریں بناتا اور شیر خوار بچے کو دودھ سے بے نیاز کر دیتا تھا۔ اسے امام ابونعیم قدس سرہٗ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

• انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کسی پتھر پر چلتے تو آپ ﷺ کے دونوں قدم مبارک (کے نشان) پتھر میں نقش ہو جاتے تھے۔

انہی خصائص میں سے ہے کہ آپ ﷺ کی آواز مبارک اتنی دور تک سنائی دیتی تھی جہاں تک آپ ﷺ کے سوا کسی اور کی آواز نہیں پہنچ سکتی تھی۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی آنکھیں تو سوتی تھیں مگر قلب اطہر بیدار رہتا تھا۔ اسے امام بخاری قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی بھی جمائی نہیں لی (اور نہ ہی کبھی انگڑائی لی) اسے امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ اور دوسروں نے روایت کیا ہے واضح رہے کہ یہ خصوصیت سب انبیاء کرام علیہم السلام میں مشترک ہے۔

بروایت امام طبرانی قدس سرہٗ سید عالم ﷺ کو کبھی بھی احتلام نہ ہوا اور نہ ہی کسی اور پیغمبر علیہ السلام کو۔

امام ابونعیم قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے کہ سید عالم ﷺ کا پسینہ مبارک مشک (وعنبر) سے زیادہ خوشبودار تھا۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے کہ سید عالم ﷺ جب دراز قامت لوگوں کے درمیان چلتے (یا بیٹھتے) تو ان سب سے دراز تر معلوم ہوتے تھے۔

وَلَمْ يَقَعْ لَهٗ ظِلٌّ عَلَى الْاَرْضِ وَلَا رُؤِيَ لَهٗ ظِلٌّ فِيْ شَمْسٍ وَلَا فِيْ قَمَرٍ۔ (ص ۱۲)

انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور نہ ہی کبھی دھوپ اور چاندنی میں آپ ﷺ کا سایہ دیکھا گیا۔

امام فخر الدین رازی قدس سرہٗ نے نقل فرمایا کہ آپ ﷺ کے کپڑوں پر کبھی بھی مکھی نہ بیٹھتی (1)۔

1۔ مکھی جب کپڑوں پر نہیں بیٹھ سکتی تھی تو لامحالہ جسم اقدس پر بھی نہ بیٹھتی ہوگی۔ (مترجم غفرلہٗ)

حجازی، ابن سبع، وسبتی، وغیرہ قدست اسرارہم نے نقل کیا کہ سید عالم ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ مچھر آپ ﷺ کا خون مبارک نہ چوس سکتا تھا۔ اور نہ ہی جوں (کھٹل، پسو وغیرہ) آپ ﷺ کو کوئی گزند پہنچاتے تھے۔

برکات ولادت وبعثت

سید عالم ﷺ کی بعثت کے وقت کہانت کا منقطع ہونا، اور شیاطین کا (چوری چھپے) خبریں سننے سے (باز رہنا اور) آسمانوں کا محفوظ ہو جانا اور شیاطین کا شہاب ثاقب سے مرحوم ہونا، بھی انہی خصائص میں سے ہے (جیسا کہ) حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ شیاطین آسمانوں سے محجوب نہ تھے (یعنی ان کی آمد ورفت جاری رہتی تھی) اور وہ آسمانوں میں گھس جاتے تھے۔ اور وہاں سے خبریں لے آ کر کاہنوں کو بتادیا کرتے تھے۔ (اور پھر کاہن ان میں اپنی طرف سے جھوٹ وافتراء ملا کر لوگوں کو سنایا کرتے تھے) پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو (آپ کی ولادت کی برکت سے) شیاطین کو تین آسمانوں سے روک دیا گیا۔ لیکن سید عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کی برکت سے انہیں سبھی آسمانوں سے روک دیا گیا جب بھی کوئی شیطان آسمانی باتیں چرانے کی کوشش کرتا ہے تو شہاب سے اسے مارا جاتا ہے۔ یعنی آگ کی چنگاریوں سے، اور وہ شہاب کبھی ضائع نہیں جاتا۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کے لیے شب اسریٰ میں زین ولگام سے (مرصع) براق لا گیا۔ جب کہ دیگر انبیاء علیہم السلام براق کی برہنہ پشت پر ہی سوار ہوئے ہیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ راتوں رات آپ ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جایا گیا اور وہاں سے مقام اعلیٰ تک عروج دیا گیا اور (وہاں پر) اللہ جل مجدہٗ کی بڑی بڑی نشانیاں دکھائی گئیں، اور معراج میں چشم اقدس کو ماسوا سے محفوظ رکھا گیا حتی کہ آنکھ مبارک نہ جھپکی اور نہ بے راہ ہوئی، اور آپ ﷺ کے لیے سب انبیاء کرام علیہم السلام کو حاضر کیا گیا پھر آپ ﷺ نے ان کی اور فرشتگان کی امامت فرمائی، اور آپ ﷺ کو جنت ودوزخ کا معائنہ کرایا گیا یہ تمام روایات امام بیہقی قدس سرہٗ کی طرف منسوب ہیں۔

کلام ورؤیت کی خصوصیت

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ نے بچشم سر اللہ جل مجدہٗ کا دیدار کیا اور اللہ جل مجدہٗ نے آپ ﷺ کے لیے کلام ورؤیت دونوں کو جمع فرمایا اور ہمکلامی بھی مقام رفیع واعلیٰ میں ہوئی جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ شرف ایک پہاڑ (یعنی طور) پر حاصل ہوا۔

معیت ملائکہ کی خصوصیت

اورانہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جس جگہ سید عالم ﷺ سیر فرماتے تو فرشتے آپ ﷺ کی پشت مبارک کے پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ نیز (یہ خصوصیت بھی آپ ﷺ کی ہے کہ) فرشتوں نے آپ ﷺ کی معیت میں غزوۂ بدر وحنین میں قتال بھی کیا ہے۔

وجوب صلوٰۃ وسلام کی خصوصیت

اورانہی خصائص میں سے یہ ہے کہ ہم پر سید عالم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا واجب ہے جیسا کہ آیت اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ الخ اس کی شاہد ہے جب کہ یہ کہیں بھی منقول نہیں کہ پہلی امتوں پر بھی یہ لازم تھا کہ وہ اپنے اپنے انبیاء علیہم السلام پر صلوٰۃ وسلام پڑھیں۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کو کتاب عزیز دی گئی حالانکہ (یہ امر مسلم ہے کہ) آپ ﷺ امی تھے نہ تو آپ ﷺ نے کسی سے کچھ پڑھا لکھا اور نہ ہی آپ ﷺ کسی مدرسہ میں گئے۔

آپ ﷺ کی کتاب کی خصوصیات

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی کتاب کو تبدیل وتحریف سے محفوظ رکھا گیا ہے۔ حالانکہ بے شمار زندیقوں، ملحدوں اور معطلہ خاص کر قرامطیوں نے اس میں تبدیلی وتغیر کی (سرتوڑ) کوشش کی مگر اس کتاب کے نور میں سے کسی شئے کے مٹانے میں کامیاب نہ ہوسکے اور نہ ہی اس کے احکام میں سے کسی کلمہ میں تغیر پیدا کر سکے۔ اور نہ ہی اس کے حرف میں سے کسی حروف کے بارے میں مسلمانوں کے اندر اشتباہ پیدا کر سکے جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ط (حم سجدہ:42)

"باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے"۔

(نیز) سید عالم ﷺ کی کتاب (عزیز) ان تمام چیزوں پر مشتمل ہے جن پر تمام آسمانی کتابیں تھیں، اور یہ گزرے ہوئے زمانوں کی خبروں، گذشتہ مٹی ہوئی امتوں کی حالتوں، اور ان احکام وشرائع کی جامع ہے جن کا آج کل نام ونشان تک نہیں اور اہل کتاب کے علماء میں سے صرف چند ایک ہی ایسے ہیں جنہوں نے پڑھنے پڑھانے میں ساری عمریں ختم کر کے ان کا تھوڑا بہت حال معلوم کیا ہو۔ (ورنہ اہل کتاب کی اکثریت، علوم الٰہیہ، اور شرائع سابقہ سے نابلد تھی) اور اللہ تعالیٰ نے اس کے سمجھنے والے کے لیے بھی اس کو قریب الفہم بنا دیا ہے۔ (بشرطیکہ عربی سمجھنے کی تھوڑی بہت سوجھ بوجھ رکھتا ہو) جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ (قمر:32)

''اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے''۔

یعنی قرآن کریم حفظ کے لحاظ سے آسان کیا گیا ہے) جب کہ دوسری امتوں میں سے کوئی ایک بھی اپنی کتاب کو حفظ نہ کرسکا چہ جائے کہ ایک جم غفیر یاد کرے، بر سہا برس گذرنے کے باوجود آج بھی قرآن کریم بچوں (جوانوں، بوڑھوں) تک کو اس قدر آسان ہے کہ تھوڑی(1) سی مدت میں حفظ کرلیتے ہیں۔

نیز ہماری آسانی اور سہولت کے لیے اور ہماری شرافت وشفقت کی خاطر اور ہماری عزت افزائی کے لیے اسے ''سات حروف'' پر نازل کیا گیا۔

قرآن کریم (کی ہی خصوصیت ہے کہ یہ) ہمیشہ رہنے والا معجزہ ہے اور یہ تا ابد رہے گا۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کی کتاب کی حفاظت ونگہداشت کی ذمہ داری خود اللہ جل مجدہٗ نے اپنے ذمہ لی ہے جیسا کہ فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿٩﴾ (حجر:9)

''بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں''۔

مطلب یہ کہ تحریف یا کمی بیشی سے اس کی محافظت فرمائی گئی ہے۔

قرآن کریم کی صفت میں اس کی نظیر اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد گرامی ہے:

لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ (حم سجدہ:42)

باطل کو اس طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے، (یعنی کسی طرح اور کسی جہت سے بھی باطل اس تک راہ نہیں پاسکتا، اور تغیر وتبدل وکمی وزیادتی سے محفوظ ہے، شیطان اس میں تصرف کی قدرت نہیں رکھتا)۔

اور اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد گرامی:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿٨٢﴾ (نساء:82)

''اور اگر وہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے''۔

1۔ فقیر مترجم غفرلہٗ نے حضرت عارف باللہ سیدی ابو البرکات سید احمد قادری قدس سرہٗ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابن ہشام نامی ایک بزرگ ''شام'' میں ہوگزرے ہیں جنہوں نے صرف ''تین دن'' کے اندر قرآن کریم حفظ کیا۔ نیز مجدد ملت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رضی اللہ عنہ نے صرف ''ایک ماہ'' کے اندر قرآن کریم حفظ فرمایا ہے۔ نیز فقیر مترجم غفرلہٗ نے بتائید ایزدی صرف ''چھ ماہ ستائیس'' دن میں قرآن عزیز حفظ کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

محافظت قرآن کی کیفیت

قرآن کریم کی محافظت کی کیفیت میں محققین کا اختلاف ہے۔ بعض نے فرمایا کہ قرآن کریم کی محافظت کے لیے اسے انسان کے کلام سے بالکل مبائن و معجز بیان کیا گیا ہے تاکہ لوگ اس میں کمی بیشی سے عاجز رہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی ذرہ برابر بھی اس میں زیادتی یا کمی کرتا ہے تو قرآن کریم کا نظم (واسلوب فوراً) بدل جاتا ہے جس سے ہر ایک سمجھ دار پر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ کلمہ قرآن کریم کا نہیں ہے۔

اور بعض فرماتے ہیں کہ لوگ قرآن کریم سے کسی قسم کا فتور پیدا کرنے، اور اس کے ابطال سے عاجز ہیں بلکہ اختتام دنیا تک لوگوں میں ایک جماعت ہمیشہ اس کی تدریس وحفاظت پر کمربستہ رہے گی(1)۔

اور بعض فرماتے ہیں (اس کا حفظ کرنا بھی اسباب حفاظت میں سے ہے) کہ اگر کوئی اس کے کسی حرف اور نقطہ میں بھی تبدیلی کرتا ہے تو اہل دنیا فوراً پکار اٹھتے ہیں کہ غلط ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی بارعب بزرگ بھی ایک حرف یا ایک نقطہ تک میں تبدیلی و کمی بیشی کردے تو بچے تک اس کی غلطی کو پکڑ لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں اے شیخ تو نے غلط کہا ہے اور صحیح اس طرح ہے (اسی لیے) اس کی مثل دوسری کتابوں میں ایسی کوئی مثال نہیں پائی جاتی۔ بلکہ ایسی سابقہ کوئی کتاب ہے ہی نہیں کہ جس میں تصحیف وتحریف و تغیر موجود نہ ہو (تو غلطی کا پکڑنا کجا) جب کہ قرآن عزیز کو اللہ تعالیٰ نے ان آفات سے محفوظ فرمادیا ہے۔ باوجودیکہ یہودیوں، عیسائیوں، اور دیگر بے دینوں نے اس کے ابطال وفتور میں کوششِ بیسار و سعی بلیغ کی ہے۔ اور اب جب کہ ۸۹۸ھ سال گذر چکے ہیں یعنی ''مؤلف مواہب'' امام قسطلانی قدس سرہٗ کے وقت تک اور اب جب کہ ۱۳۲۵ھ سال گذر چکے ہیں(2)۔ مگر قرآن کریم الحمدللہ حفظ و حفاظت میں (دن بدن) ترقی وزیادتی پر ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے سید عالم ﷺ کو آیت الکرسی، سورۂ فاتحہ، سبع طوال، اور مفصل سورتوں کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس کی حدیث میں ان الفاظ کے ساتھ روایت موجود ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا مجھے سورۂ بقرہ کی آخری آیات دی گئیں جو عرش کے خزانوں میں سے (ایک خزانہ) ہیں۔ ان کے ساتھ میں ہی مخصوص ہوں کسی اور پیغمبر کو اس کی

1۔ جیسے علماء ومشائخ اہل سنت کی جماعت کثیرہ

2۔ یعنی مولف ''جواہر البحار'' امام نبہانی قدس سرہٗ کے وقت تک، اور اب ۱۴۲۰ھ سال ہورہے ہیں مگر قرآن کریم کی آن وشان میں روزافزوں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ (مترجم غفرلہٗ)

مثل نہیں دی گئیں اور مجھے ''تورات'' کے قائم مقام ''سبع مثانی'' اور ''انجیل'' کے قائم مقام دوسو آیتوں والی سورتیں، اور ''حوامیم'' ''زبور'' کے قائم مقام دی گئیں۔ اور مفصل سورتوں کے ساتھ مجھے برتری دی گئی۔ اسے امام ابونعیم قدس سرہٗ نے دلائل میں ذکر کیا ہے۔

اور ''ام القرآن'' یعنی سورۂ فاتحہ یہی ''سبع مثانی'' ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام بخاری قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کو (تمام) خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں۔ بعض (آئمہ) نے فرمایا کہ خزائن سے مراد اجناس عالم ہیں۔ (کہ تمام رزق آپ ﷺ کے دست اقتدار کے سپرد فرمایا اور ظاہر و باطن کی تربیت وقوت آپ ﷺ کو مرحمت فرمائی۔) جس طرح غیب کی کنجیاں علم الٰہی کے دستِ قدرت میں ہیں کہ ذاتی علم غیب اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اسی طرح ان کے رزق وقسمت کے خزانے حضور سید عالم ﷺ کے دستِ مبارک میں عطا فرمائے۔ اس لیے کہ اللہ جل مجدہٗ نے قانون یہ بنا دیا ہے۔ کہ جسے جو بھی ملے گا وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ہی ملے گا جن کے دست اقدس میں اجناس عالم کے خزائن ہیں۔

انہیں خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کو جامع کلمات دیئے گئے۔

انہیں خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ سب لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں اسی لیے آپ ﷺ کی شریعت سب لوگوں کو شامل ہے پس جو بھی آپ ﷺ کے بارے میں سنے گا تو اس کے لیے آپ ﷺ پر ایمان لانا واجب ہوگا یہی وجہ ہے کہ جب جنات نے قرآن کریم کی تلاوت ہوتے ہوئے سنا تو فوراً بول اٹھے:

يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ (احقاف: 31)

''اے ہماری قوم اللہ کے منادی کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ''۔

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی شریعت جن وانس سب کے لیے عام ہے (یعنی آپ ﷺ رسول ثقلین ہیں) اور اسی طرح آپ ﷺ کی وہ رحمت ''کہ جس کے ساتھ آپ ﷺ سارے عالم کی طرف بھیجے گئے ہیں'' بھی عام ہے۔ اس لیے جو آپ ﷺ کی رحمت سے کوئی حصہ نہ پائے تو وہ اس کا اپنا قصور ہوگا اور یہ قابل کی جہتِ قابلیت پر محمول ہے۔ جس طرح آفتاب کی روشنی، کہ ان کی کرنیں زمین پر ہی پڑتی ہیں۔ (مگر) اب جو آدمی آفتاب کی روشنی سے کسی کنویں یا کسی سایۂ دیوار میں چھپ جائے تو (یہ امر اسی پر محمول کیا جائے گا) کہ اس شخص نے اپنے خورشید جہانتاب کی کرنوں کو قبول نہیں کیا اور اس

کے نور سے اعراض کیا ہے لہٰذا اس کے اس طرزِ عمل سے آفتاب پر کوئی اعتراض لازم نہیں آئے گا۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کو ایک ماہ کی مسافت میں، رعب (ودبدبہ و خوف و ہیبت) سے مدد فرمائی گئی۔ اور (یہ بھی واضح رہے کہ) مہینہ نام ہے حرکت قمر کی اس مقدار کا جو فلکِ محیط کے درجات کو شامل ہو۔ جب کہ سید عالم ﷺ اپنے دشمنوں کے دلوں میں "اپنے عموم رعب کی وجہ سے" قطعِ مسافت کے اعتبار سے قطع منازلِ قمر سے بڑھ کر کہیں تیز رفتار ہیں۔

إِنَّمَا جُعِلَتِ الْغَايَةُ شَهْراً الِاَّ نَّهُ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ بَلَدِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَبَيْنَ اَحَدٍ مِنْ اَعْدَائِهٖ اَكْثَرَ مِنْ شَهْرٍ۔ (ص ۱۴)

ایک ماہ کی مسافت تک مدد کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کہ آپ ﷺ کے شہر مقدس اور آپ ﷺ کے اعداء کے شہروں کی مسافت ایک ماہ سے زیادہ نہ تھی۔

انہیں خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کے لیے غنائم کو حلال فرمایا گیا حالانکہ آپ ﷺ سے پہلے کسی کے لیے بھی غنائم حلال نہ تھیں۔

انہیں خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کے لیے اور آپ ﷺ کی امت کے لیے تمام روئے زمین سجدہ گاہ اور ذریعہ طہارت (اس سے تیمم مراد ہے) بنادی گئی، یعنی ہر جگہ نماز ادا کرنا درست ہے اور کسی خاص جگہ کو سجدہ کے لیے مخصوص نہیں کیا گیا۔

اور حضرت عمرو بن شعیب قدس سرہٗ کی روایت کے یہ الفاظ زائد ہیں۔

وَكَانَ مِنْ قَبْلِي إِنَّمَا كَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِيْ كَنَائِسِهِمْ۔

"اور مجھ سے پہلے لوگ اپنے اپنے کلیساؤں میں نماز پڑھا کرتے تھے"۔

دائمی معجزہ

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ایک دائمی معجزہ ہے جو قیامت تک رہے گا جب کہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزے وقتی تھے۔ (جو ان کی حیات دنیوی تک رہے) اور پھر ختم ہو گئے اب ان کے معجزات صرف روایات میں باقی رہ گئے ہیں (وہ بھی اگر قران کریم تصدیق نہ کرتا تو اخبار و سیر میں بھی ان کا وجود ناپید ہوتا) جب کہ قرآن کریم ایک ایسا (سراپا) معجزہ ہے کہ جس کی حجت قاہرہ اور معارضہ ممتنعہ ہمیشہ تک ہے۔

انہیں خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کے معجزات تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات سے بڑھ کر تھے۔ قاضی عیاض مالکی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ سید عالم ﷺ کے معجزات کا اکثر

ہونا (اظہر واشہر ہے اور اس پر دلیل) یہ قرآن کریم ہے جو سراسر معجزہ ہے اور اس میں کم از کم جو اعجاز ہے وہ اس کی چھوٹی سے چھوٹی سورۂ کوثر اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ہے یا اس کی مقدار کوئی اور آیت اب جائے غور ہے کہ قرآن کریم میں ستتر ہزار سے کچھ اوپر کلمے ہیں پس اگر سورۂ کوثر کی مقدار کلمات قرآن کریم کے اجزا بنائے جائیں تو قریباً سات ہزار ہوں گے جن میں سے ہر ایک جزئی نفسہٖ معجزہ ہوگا پھر اگر اس کی بلاغت اور اس کا اسلوب و اخبار غیب وغیرہا، وجوہ اعجاز پر غور کیا جائے تو سات ہزار کی تضعیف ہو جائے گی تو پھر حساب کر لیا جائے کہ ایک قرآن کریم میں کتنے معجزے ہوں گے لہٰذا براہین واعداد آپ ﷺ کے معجزات پر حاوی نہیں ہو سکتے (اور نہ ہی ان کے افراد کا احاطہ انسانی طاقت سے ہو سکتا ہے)۔

انہی خصائص میں سے، چاند کا پھٹنا، پتھروں کا سلام کرنا، اور ستنے کا فراق میں گریہ کرنا ہے۔ جیسا کہ ابن عبدالسلام قدس سرہٗ وغیرہ نے ذکر فرمایا ہے۔

سید عالم ﷺ کی انگلیوں سے پانی کا پھوٹنا بھی خصائص سے ہے اور اس کی مثل اور انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کے لیے بھی ثبوت نہیں ہے۔

انہیں خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ تمام نبیوں و رسولوں علیہم السلام کے خاتم ہیں (یعنی آخری ہیں) اور آپ ﷺ کی شریعت دائمی ہے جو قیامت تک رہے گی اور دوسرے سارے نبیوں کی شرائع کی ناسخ ہے، اور آپ ﷺ کی امت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی امتوں سے زیادہ ہے۔

انہیں خصائص میں سے یہ ہے کہ اگر انبیاء کرام علیہم السلام آپ ﷺ کا زمانہ پاتے تو ان سب پر آپ ﷺ کی اتباع واجب ہوتی۔

جنات کی طرف آپ ﷺ کا مرسل ہونا بالاتفاق خصائص سے ہے۔

دو قولوں میں سے ایک کی بنا پر آپ ﷺ فرشتوں کے بھی رسول ہیں اور امام سبکی قدس سرہٗ نے اسی کی ترجیح دی ہے۔ (اور وجہ ترجیح میں یہ آیت پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۝١ (فرقان: 1)

''بہت ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ بن جائے سارے جہان والوں کو (غضب الٰہی سے) ڈرانے والا''۔

اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہاں ''عبد'' سے مراد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی

ہے، اور ماسوئی اللہ عالم ہے جو تمام مکلفین کو شامل ہے لہٰذا اس میں جن و انس اور فرشتے سبھی داخل ہیں۔ (اس لیے آپ ﷺ رسول الثقلین کے علاوہ رسول الملائکہ بھی ہیں۔)

اور انہیں خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کے ناموں سے مخاطب فرمایا ہے (مثلاً) یا آدم، یا نوح، یا ابراہیم، یا داؤد، یا زکریا، یا یحییٰ، یا عیسیٰ (علیہم السلام وغیرہم) مگر سید عالم ﷺ کو (کنایہ سے خطاب فرمایا) اس طرح خطاب نہ فرمایا (بلکہ یوں خطاب فرمایا ہے) یا ایها الرسول، یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ، یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ، یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﷺ۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ امت پر آپ ﷺ کا اسم گرامی لے کر پکارنا حرام قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (نور:63)

''مومنو! پیغمبر کے بلانے کو ایسا خیال نہ کرنا جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو''۔

یعنی سید عالم ﷺ کو اس طرح نام لے کر (مثلا یا محمد ﷺ) مت بلاؤ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو مکانوں کے پیچھے سے بلند آواز سے پکارتے ہو۔

وَلٰكِنْ قُوْلُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، یَا نَبِیَّ اللّٰهِ، مَعَ التَّوْقِیْرِ وَالتَّوَاضُعِ وَخَفْضِ الصَّوْتِ۔ (ص ١٥)

بلکہ (آپ ﷺ کو کسی صفتی نام سے پکارو اور یوں) کہو ''یا رسول اللہ'' ''یا نبی اللہ'' (یا حبیب اللہ'' وغیرہ) صلے اللہ علیہ وسلم، (نہایت) ادب وانکساری اور نیچی آواز سے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ سے بلند آواز سے گفتگو کرنا حرام ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ (حجرات:2)

''اے اہل ایمان! اپنی آواز پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو''۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ جب اللہ جل مجدہٗ کا ارشاد لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ

نازل ہوا تو حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے اس قدر آہستہ کلام فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح کوئی اپنے محرم راز سے سرگوشی کر رہا ہو۔

اور مروی ہے کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس قدر آہستہ کلام عرض کیا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کو دوبارہ دریافت کرنا پڑتا تھا اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کو حجرۂ مبارکہ کے باہر سے آواز دینا بھی حرام تھا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝

جو لوگ تم کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔(الحجرات)

کیونکہ عقلاً حسن ادب اور مراعات حشمت کا مقتضیٰ یہی ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ اللہ جل مجدہٗ کے حبیب ہیں اور محبت وخلت (کلام ورویت) کے جامع ہیں۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سید عالم ﷺ کی زندگانی ورسالت اور آپ ﷺ کے زمانے اور شہر کی قسم فرمائی ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ سے وحی کی تمام اقسام کے ساتھ کلام کیا گیا ہے۔

ہبوط اسرافیل علیہ السلام

اور نہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام سید عالم ﷺ کے حضور نیچے آئے حالانکہ آپ ﷺ سے پہلے کسی بھی پیغمبر کے پاس نہ آئے تھے۔

امام طبرانی قدس سرہٗ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے پاس آسمان سے وہ فرشتہ آیا جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے پاس نہ آیا تھا اور نہ میرے بعد آئندہ کسی کے پاس آئے گا۔'' اور وہ فرشتہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں'' پھر انہوں نے عرض کیا میں آپ ﷺ کے پروردگار کا آپ ﷺ کی طرف فرستادہ ہوں، اس نے مجھے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ (میں آپ ﷺ کو اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے یہ بتادوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) میں آپ ﷺ کو اختیار دیتا ہوں کہ آپ ﷺ نبوت کے ساتھ عبدیت اپنائیں یا نبوت کے ساتھ بادشاہت پسند کریں پھر میں نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف (بطور مشورہ لینے کے) دیکھا تو انہوں نے مجھے متواضع رہنے کا اشارہ کیا پس اگر میں کہہ دیتا کہ

میں نبی و بادشاہ بن کر رہنا چاہتا ہوں تو سونے کے پہاڑ میرے ہمراہ چلا کرتے (1)۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ قیامت کے دن تمام اولادِ آدم علیہ السلام کے سردار ہیں۔ (جیسا کہ) امام مسلم قدس سرہٗ نے بروایت حضرت ابو ہریرہ ''اَنَاسَیِّدُوُلدِآدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ'' میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا کے الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے اور امام ترمذی قدس سرہ نے بروایت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نقل کیا کہ فرمایا:

اَنَاسَیِّدُوُلْدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا فَخَرَ، وَبِیَدِیْ لِوَأْالْحَمْدِ وَلَا فَخَرَ۔

''میں قیامت کے روز اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں گا، اور یہ فخر نہیں ہے اور میرے ہاتھ میں حمد کا پرچم ہوگا، اور یہ فخر نہیں''۔

اور یہ اس لیے فرمایا تاکہ سید عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو سیادت و فضیلت کرامۃً حاصل ہے اللہ تعالیٰ اس نعمت کو بیان فرما دے، (نیز اس میں) امت کے لیے بھی اطلاع ہے کہ وہ آپ ﷺ کے حسب و مرتبہ پر ایمان رکھے۔ اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا'' ولا فخر'' یعنی میری یہ خصلت اپنی حاصل کردہ نہیں ہے بلکہ یہ فضل و کرامت اللہ جل مجدہٗ کی جانب سے ہے میں اسے از خود نہ پاؤں گا، اور نہ ہی ایسی قوت از خود مجھے حاصل ہوگی کہ جس پر میں فخر کر سکوں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے طفیل تمام اولین و آخرین کے ذنوب کو بخشا۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام قدس سرہٗ نے فرمایا کہ یہ سید عالم ﷺ ہی کی خصوصیت ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے (دنیا میں) آپ ﷺ کو آمرزش کی خبر دے دی جب کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی اور کے لیے اس قسم کی بشارت منقول نہیں ہے۔ اس پر دلیل، ان حضرات کا محشر میں نفسی نفسی کہنا ہے۔

علامہ ابن کثیر نے ''سورۂ فتح'' کی اس آیت مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ کی تفسیر میں فرمایا اس وصف میں سید عالم ﷺ کے ساتھ اور کوئی دوسرا شریک نہیں ہے (یعنی اس وصف میں آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی منفرد ہے)۔

امام ابو یعلیٰ، امام طبرانی، امام بیہقی قدست اسرارہم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ

1۔ یہاں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے اتنا اور تحریر فرمایا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ایک یا دو بار ہی نہیں آئے بلکہ وہ حضور اکرم ﷺ کی مجلس مبارک کے ہمیشہ حاضر باشیوں میں سے تھے (مدارج شریف) (مترجم غفرلہٗ)

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

بے شک اللہ جل مجدۂ نے سید عالم ﷺ کو تمام آسمان والوں اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر برتری عطا فرمائی ہے۔ (حاضرین جن سے آپ رضی اللہ عنہ ہمکلام تھے) بولے! آسمان والوں پر آپ ﷺ کی برتری کیا ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا (وہ یوں کہ) آسمان والوں کے لیے اللہ جل مجدۂ نے فرمایا ہے۔

وَمَنْ یَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِیْهِ جَهَنَّمَ (انبیاء:29)

''ان میں جو کوئی کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں تو اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے''۔

جبکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بابت فرمایا:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۝ لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (فتح:1)

''بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرمادی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے''۔

جس میں آپ ﷺ کے لیے برأت کا اعلان فرمادیا۔

(حاضرین پھر) بولے! انبیاء کرام علیہم السلام پر آپ ﷺ کی فوقیت کیا ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے بارے میں فرمایا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ (ابراہیم:4)

''اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا''۔

(یعنی ان کی رسالت عالمگیر نہ تھی، بلکہ مخصوص قوم اور مخصوص بستی کی طرف ہوا کرتی تھی۔)

اور سید عالم ﷺ کی نسبت فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (سبا:28)

اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے (جس میں واضح فرمادیا کہ آپ ﷺ کی رسالت و بعثت عالمگیر ہے۔)

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اللہ جل مجدۂ کے نزدیک اکرم الخلق (علی الاطلاق) ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ تمام نبیوں اور رسولوں اور مقرب فرشتوں (اور کل ملائک) سے افضل ہیں۔

امام مسلم قدس سرہٗ نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کے قرین (یعنی ہمزاد) کا اسلام لے آنا بھی انہیں خصائص میں سے ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے (بر تقدیر تسلیم وقوع) خطا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ اسے ابن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما اور ''ماوردی'' قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

اور ایک جماعت نے کہا کہ (امور اجتہادی میں) نسیان بھی جائز نہیں ''شرح مسلم'' میں امام نووی قدس سرہٗ نے اسے بیان کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ قبر میں میت سے حضور اکرم ﷺ کی نسبت سوال ہوتا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رہا فتنۂ قبر! تو وہ میری ہی بابت آزمائش و پرسش ہوگی۔ پس جب مرد صالح کو اس کی قبر میں بٹھایا جائے گا تو پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ یہ شخص جو تم میں مبعوث ہوئے کون ہیں؟ تو وہ کہے گا یہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

''الحدیث'' اسے امام الآئمہ احمد و امام بیہقی قدس سرہما نے روایت کیا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات سے نکاح حرام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ (احزاب:6)

''اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں''۔

یعنی حرمت میں وہ ماؤں کی طرح ہیں امت پر آپ ﷺ کے بعد ان سے نکاح حرام قرار دیا گیا۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی تکریم و خصوصیت کے سبب سے ہے اور اس لیے بھی کہ ازواج مطہرات آخرت میں بھی آپ ﷺ کی ازواج ہوں گی۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ازواج مطہرات کی حرمت کا سبب، آپ ﷺ کا قبر شریف میں زندہ ہونا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے وہ بھی ہے جسے ابن عبدالسلام قدس سرہما نے شمار کیا ہے کہ یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم حضور ﷺ کے ساتھ کھائی جائے جب کہ آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کے ساتھ قسم کھانا جائز نہیں۔ ابن عبدالسلام قدس سرہما نے فرمایا، لازم ہے کہ یہ جواز صرف حضور اکرم ﷺ سے ہی مخصوص، اور آپ ﷺ سے ہی مقصود ہو کیونکہ آپ ﷺ جمیع اولاد آدم علیہ السلام کے سردار

ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کی قسم دوسرے انبیاء کرام، اور فرشتگاں، اور اولیاء عظام کے ساتھ کھانا روانہیں۔ کیونکہ ان میں سے اور کوئی بھی آپ ﷺ کے درجے میں نہیں ہے۔ لہٰذا یہ جواز آپ ﷺ کے علو مرتبہ و درجہ کی وجہ سے آپ ﷺ سے ہی مخصوص ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کی صاحب زادیوں کی اولاد کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کی جاتی ہے۔

حضرت امام حسن کے بارے میں سید عالم ﷺ نے فرمایا ہے ''اِنَّ اِبْنِی هٰذَا سَیِّدٌ'' بے شک میرا یہ فرزند سید ہے''۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک کا سبب و نسب غیر مفید ہوگا جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ يَنْقَطِعُ يَومَ الْقِيَامَةِ اِلَّا سَبَبِی وَنَسَبِیْ۔

''میرے سبب و نسب کے سوا قیامت کے دن ہر ایک کا سبب و نسب ختم ہو جائے گا''۔

(واضح رہے کہ) نسب سے اولاد مراد ہے اور سبب سے سسرالی رشتہ مراد ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کی صاحبزادیوں کی موجودگی میں کسی اور سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جس محراب کی طرف حضور اکرم ﷺ نے نماز پڑھی اس میں اجتہاد سے دائیں بائیں ہونا جائز نہیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جس نے سید عالم ﷺ کو خواب میں دیکھا اس نے یقیناً بلا شک وشبہ آپ ﷺ کو ہی دیکھا کیونکہ شیطان آپ ﷺ کی صورت میں متمثل نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے:

مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَيَرَانِیْ فِی الْيَقِظَةِ۔

جس نے مجھے بحالت خواب میں دیکھا ہے: عنقریب مجھے بیداری کی حالت میں دیکھے گا۔

اس کے بعد امام قسطلانی قدس سرہٗ نے ''مواہب'' میں سید عالم ﷺ کی بحالت بیداری و خواب کی رویت پر لمبا چوڑا کلام کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں یہ ہے کہ حضور انور ﷺ کے اسم گرامی پر نام رکھنا، مبارک اور دنیا و آخرت میں سود مند ہے۔

(جیسا کہ) ہم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) دو بندے بارگاہ ایزدی تعالیٰ کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے جب اللہ جل مجدہٗ انہیں جنت میں داخل فرمانے کا حکم فرمائے گا، تو وہ دونوں عرض کریں گے اے پروردگار! ہمیں جنت کا مستحق کس چیز نے بنایا؟ جبکہ استحقاق جنت کے لیے ہم نے کوئی عمل خیر نہیں کیا۔ اس پر اللہ جل شانہ، فرمائے گا تم داخل جنت ہو جاؤ اس لیے کہ میں نے اپنی ذات کی قسم کھائی ہوئی ہے کہ جس شخص کا نام ''احمد'' اور ''محمد'' (ﷺ) ہوگا اسے دوزخ میں داخل نہیں کروں گا۔

سید عالم ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ''ﷺ'' پر کنیت رکھنا کسی کے لیے بھی جائز نہیں اس کا نام محمد ہو یا کوئی اور۔

اور بعض آئمہ کرام نے اسم مبارک اور آپ ﷺ کی کنیت دونوں کو اکٹھا کر کے نام رکھنے کو مکروہ خیال کیا ہے اور ایک ایک کر کے رکھنے کو جائز کہا ہے۔ یہی قول زیادہ صحیح ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں کئی مذہب ہیں۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے مطلقاً ممنوع فرمایا ہے۔

اور امام مالک رضی اللہ عنہ نے مطلقاً جائز فرمایا ہے۔

اور تیسرا مذہب یہ ہے کہ ابوالقاسم نام رکھنا اس شخص کے لیے جائز ہے جس کا نام محمد نہیں۔

اور جو حضرات مطلقا جائز کہتے ہیں وہ ممانعت کو (حیات طیبہ کی حالت کے ساتھ) مخصوص مانتے ہیں۔

حدیث رسول اللہ ﷺ، پڑھنے پڑھانے اور سننے کے آداب

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حدیث رسول اللہ ﷺ پڑھتے وقت (غسل کرنا) خوشبو استعمال میں لانا مستحب ہے۔ نیز حدیث رسول اللہ ﷺ کو پڑھتے وقت آواز کو بلند نہ کیا جائے بلکہ پست رکھا جائے جس طرح کہ حیات طیبہ میں جب گفتگو ہوتی تو آواز پست رکھی جاتی تھی۔ اور حدیث رسول اکرم ﷺ کے آداب قرات میں سے یہ ہے کہ اونچی جگہ پر پڑھی جائے۔

قرأت حدیث کے لیے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب

ہم نے حضرت مطرت سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے روایت فرمایا جب لوگ حضرت امام مالک کے پاس آتے تو آپ رضی اللہ عنہ پہلے نوکرانی کو باہر بھیج کر دریافت کرواتے کہ شیخ سے کیا (پوچھنا) چاہتے ہو؟ آیا حدیث شریف یا مسائل (شرعیہ)؟ اگر آنے والے مسائل کہتے تو فوراً

باہر تشریف لے آتے (اور انہیں مسائل تعلیم فرمادیتے) اور اگر لوگ حدیث شریف سننے کی استدعا کرتے تو پہلے آپ رضی اللہ عنہ غسل خانے میں جا کر غسل فرماتے، نیا لباس پہنتے، خوشبو لگاتے، سر پر عمامہ باندھتے، چادر اوڑھتے، کرسی بچھائی جاتی، پھر آپ رضی اللہ عنہ باہر تشریف لاتے اور کرسی پر جلوس فرماتے، اور خشوع و وقار کے ساتھ حدیث مبارک پڑھتے، اور حدیث رسول اللہ ﷺ سے فراغت تک مسلسل ''عود'' کی دھونی لگتی رہتی۔ (اور آپ کے ادب کی ایک یہ بھی خصوصیت تھی کہ) حدیث شریف پڑھانے کے سوا آپ کرسی پر نہ بیٹھا کرتے تھے۔

ابن ابی اویس قدس سرہٗ نے فرمایا اس بارے میں جب آپ سے کہا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ مجھے بہت پسند ہے کہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی عظمت برقرار رہے۔ اسی لیے میں باوضو اور باوقار طریقہ سے حدیث بیان کرتا ہوں۔

کہا گیا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ادب کا یہ طریقہ حضرت سعید بن مسیتب سے اخذ فرمایا ہے۔

حضرت قتادہ، اور حضرت مالک اور بزرگوں کی ایک اور جماعت بے وضو قرأت حدیث کو مکروہ جانا کرتے تھے۔

اور حضرت امام اعمش کی تو یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب آپ بے وضو ہو جاتے تو تیمم کر لیتے تھے۔

اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ حضور سید عالم ﷺ کے ذکر پاک، حدیث پاک، اسم گرامی، اور آپ ﷺ کی سیرت پاک کے سننے کے وقت ویسا ہی احترام، تعظیم اور توقیر لازم ہے جیسی کہ آپ ﷺ کی مجلس مبارک کی حاضری میں تھی۔

قرأت حدیث شریف کے وقت کسی کے لیے (بطور تعظیم) کھڑا ہونا، مکروہ ہے۔

امام ابن الحاج قدس سرہٗ نے ''المدخل'' میں فرمایا کہ یہ اس لیے ہے کہ اس میں حضور انور ﷺ کے آداب و احترام پر دوسرے کو ترجیح ملتی ہے اور یہ کہ غیر کی طرف توجہ کرنے سے آپ ﷺ کی حدیث شریف میں رکاوٹ لازم آتی ہے جو کہ قلت ادب و احترام کی مشعر ہے۔ خاص کر بدعتی (اور فاسق و فاجر) کے لیے قیام (سخت ہی) سوئے ادبی ہے جبکہ سلف صالحین کی یہ عادت تھی کہ احترام حدیث نبوی ﷺ کی خاطر نہ تو حدیث شریف چھوڑتے، اور نہ ہی کسی قسم کی حرکت کیا کرتے تھے حتی کہ اگر ان کے جسم پر کوئی تکلیف پہنچ جاتی تو وہ اس تکلیف رسی پر مکمل تحمل و برداشت کا مظاہرہ کرتے۔

بے مثل ادب کی ایک نادر مثال

اور تیرے لیے امام الآئمہ مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہی کافی ہے جب کہ آپ رضی اللہ عنہ کے جسم

شریف پر (قرأت حدیث کے دوران) سترہ مرتبہ بچھو نے ڈنگ مارا، مگر آپ رضی اللہ عنہ نے جنبش تک نہ فرمائی اور حدیثِ رسول کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر کی خاطر بچھو کے کاٹنے کی تکلیف کو برداشت فرماتے رہے۔ حالانکہ (شرعاً) آپ معذور تھے، اگر دوران قرأت جنبش فرما بھی لیتے تو کوئی حرج نہ تھی، مگر توقیر حدیث نبوی ﷺ کی خاطر آپ (برابر) صبر وتحمل فرماتے رہے۔

آپ سے (اسی سے یہ بھی واضح ہوا کہ ان حضرت سے) یہ کیسے متصور ہوسکتا تھا کہ بلاضرورت یا کسی مبتدع کے لیے قیام فرماتے، یا کسی مبتدع کے لیے قطع حدیث کرتے ہوئے کوئی حرکت کرتے خصوصاً جب کہ غیر معتاد اور غیر مناسب کلام کی صورت حال پیش نظر ہوتی۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جس شخص نے ایک لمحہ کے لئے بھی سید عالم ﷺ سے ملاقات کی (یا آپ ﷺ کی مجلس مبارک میں بیٹھ گیا) تو اس کے لیے (شرف) صحابیت ثابت ہے (1) بخلاف تابعی کے کہ اس کی تابعیت اس وقت تک ثابت نہ ہوگی جب تک کہ وہ عرصہ دراز تک مصاحبت اختیار نہ کرے، اہل اصول کے نزدیک یہی قول صحیح ہے۔ اور یہ فرق اس لیے ہے تاکہ منصب نبوت کی عظمت ونورانیت کا امتیاز برقرار رہے یہی وجہ ہے کہ سید عالم ﷺ کی صرف ایک نگاہ پاک اگر اجڈ اعرابی پر پڑ جائے تو (اس کی تاثیر یہ ہے کہ) وہ حکمت ودانائی کی باتیں کرنے لگتا ہے۔

محدثین کی خصوصیت

سید عالم ﷺ کے انہیں خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی حدیث شریف پڑھانے والوں کے چہرے ہمیشہ چمکتے دمکتے رہیں گے (2)۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خصوصیت

سید عالم ﷺ کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کے جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں۔ (جیسا کہ) کتاب وسنت کی ظاہر نصوص ان کے عدل پر شاہد (عادل) ہیں اسی لیے ان کی عدالت میں کسی اور کے بارے میں بھی کسی طرح کی بھی بحث وتمحیص نہیں کی جائے گی۔ جیسا کہ حدیث شریف کے دیگر رواۃ کی بابت ہر ایک کے بارے میں بحث کی جاتی ہے، جس طرح اللہ جل مجدہٗ نے

1۔ جب کہ عرف وعادت میں عرصہ دراز تک ہم نشینی اختیار کرنے کو مصاحبت کہتے ہیں مگر یہاں ایک نظر بھی میسر آجائے تو صحابیت حاصل ہو جاتی ہے۔ مترجم غفرلہ

2۔ جیسے حضرت جیلانی میاں صاحب بریلوی قدس سرہٗ اور حضرت محدث اعظم سیدی سردار احمد صاحب قدس سرہٗ اس خصوصیت کی زندہ مثال تھے۔ یہی حال اہل سنت کے دیگر محدثین کا بھی ہے۔ (مترجم غفرلہ)

اس وقت کے موجودین سے خطاب فرماتے ہوئے فرمایا:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا (بقرہ:143)

اور بات یونہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں سے افضل (اس آیت میں) ''وسطاً'' بمعنی ''عدولاً'' (یعنی عادل) ہے۔

نیز سید عالم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ، فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ اَنْفَقَ اَحَدُ کُمْ، مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَابَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نِصْفَهٗ۔

میرے صحابہ کو برا مت کہو، مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی ایک احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ ان کے ایک مد (جو) بلکہ نصف مد کی بھی (ثواب میں) برابری نہ کر سکے گا۔

نیز سید عالم ﷺ نے فرمایا:

''سب سے بہتر لوگ میرے زمانہ کے ہیں پھر وہ جو ان سے متصل ہیں۔ پھر وہ جو ان سے متصل ہیں''(1)۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عدالت پر بہت سی آیات (قرآنیہ) اور کثیر احادیث (نبویہ ﷺ) دال ہیں اسی لیے (اہل سنت و جماعت کا) تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عادل ہونے پر اجماع (اتفاق) ہے اگرچہ ان میں سے بعض پر فتنوں وغیرہ میں ابتدا کی نسبت ہے مگر پھر بھی ان کے بارہ میں حسن ظن رکھنا واجب ہے کیونکہ شورشیں اور فتنے، ان کے اجتہاد و تاویل میں خطا واقع ہونے کی بنا پر ہوئے ہوں گے(2)۔

کیونکہ ان حضرات کا سید عالم ﷺ کے اوامر (ونواہی) کو غایت درجہ بجالانے، ممالک کے فتح کرنے، اور (وہاں کے) باشندوں میں کتاب و سنت (کی روشنی) پھیلانے، اور لوگوں کو احکام پہنچانے، اور ہدایت کرنے، اور نماز و روزہ و زکوٰۃ اور دیگر عبادات وغیرہ میں ہمیشہ مشغول رہنے میں کوئی اشتباہ نہیں پایا جاتا۔

نیز حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان میں جرأت و شجاعت، جود و کرم، اور ستودہ اخلاق کے ایسے عمدہ

1۔ یعنی صحابہ کرام، تابعین عظام، و تبع تابعین علام رضی اللہ عنہم کے زمانے (مترجم)

2۔ اور مجتہد، غلطی بھی لائق ثواب ہوتا ہے۔ ورنہ ان کے فضائل و برکات اور کرامات و کمالات میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ (مترجم غفرلہ)

صفات تھے جو گذشتہ امتوں میں سے کسی بھی امتی کو حاصل نہ تھے۔(جب پہلے والے نہ تھے) تو ان کے بعد والوں میں سے کوئی ایک بھی ان کے (مذکورہ صفات میں) کسی مرتبہ ومقام تک نہیں پہنچ سکتا(1)۔

اور یہ سب خوبیاں صرف اور صرف سید عالم ﷺ کی ایک نظر مبارک کی بدولت تھیں۔

انہیں خصائص میں سے یہ ہے کہ نمازی (تشہد میں) حضور انور ﷺ سے یوں خطاب کرتا ہے۔"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ" جب کہ آپ ﷺ کے علاوہ کوئی اور (بحالت نماز) اس طرح خطاب نہیں کرسکتا (اگر کرے گا تو نماز جاتی رہے گی)

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جس شخص کو حضور اکرم ﷺ پکاریں تو اس پر آپ ﷺ کو جواب دینا واجب ہے خواہ وہ نماز میں ہی ہو۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر جھوٹ باندھنا (یعنی غلط اور من گھڑت روایت آپ ﷺ کی طرف منسوب کرنا) ایسا نہیں جیسا کہ آپ ﷺ کے غیر پر ہے۔ بلکہ آپ ﷺ پر جھوٹ باندھنا عظیم ترین بدی، اور گناہ کبیرہ ہے۔

بعضوں کے نزدیک سید عالم ﷺ پر (عمداً) جھوٹ باندھنا کفر ہے، اور اس کی توبہ غیر مقبول ہے (البتہ) نووی قدس سرہٗ نے اس کی قبولیت توبہ کو صحیح مانا ہے (اور آپ کے نزدیک) ایسا شخص اس وقت تک کافر نہیں ہوتا، جب تک کہ اسے حلال نہ جانے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ پر دیوانگی اور طویل بے ہوشی کی نسبت جائز نہیں۔ اس لیے کہ یہ (منجملہ) نقائص ہیں۔

اور اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر بھی یہ جائز نہیں (جیسا کہ) حدیث پاک میں وارد ہوا ہے کہ ان کی آنکھیں تو محو خواب ہوتی ہیں نہ کہ ان کے دل۔ جب ان کے دلوں کو نیند سے" جو کہ بے ہوشی سے بہت ہی خفیف تر ہے" محفوظ و معصوم رکھا گیا ہے تو بے ہوشی سے بدرجہٗ اولیٰ محفوظ ہوں گے۔

علامہ سبکی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف نابینائی کی نسبت کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ نابینا ہونا بھی عیب ہے اور کوئی بھی پیغمبر کبھی بھی نابینا نہیں ہوئے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی نسبت جو کہا گیا کہ وہ نابینا تھے سو وہ ثابت نہیں ہے(2)۔

رہے حضرت یعقوب علیہ السلام تو ان کی آنکھوں پر پردہ آ گیا تھا (جس نے روشنی کو ڈھانپ لیا

1۔اسی لیے جمہور آئمہ کا مسلک یہ ہے جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، خیار امت، اور افاضل ملت ہیں لہٰذا بعد والے ان کے کمالات علمی و عملی میں کسی طرح بھی ان پر فوقیت و برتری نہیں لے سکتے۔(مترجم غفرلہٗ)

2۔اور برتقدیر ثبوت، وہ نابینائی منصب نبوۃ کے لیے مضر نہیں ہے کیونکہ وہ تحقق نبوت کے بعد طاری ہوئی ہوگی۔(مترجم)

تما) اور پھر وہ پردہ دور ہو گیا تھا۔

سید عالم علیہ السلام کی توہین کرنے والا واجب القتل ہے

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جو بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دشنام دے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (کسی بھی وجہ سے، صراحۃً یا کنایۃً) توہین کرے تو ایسے شخص کو قتل کر دیا جائے گا (اور اس کا قتل بالاتفاق واجب ہے) اور (ہاں) اس میں اختلاف ہے کہ اس کا قتل فی الفور لازم ہے یا اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔

اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا اس سے توبہ کا مطالبہ ضروری بھی ہے یا نہیں۔؟

اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ قتل کرنا بطریق حد ہے (کہ بالفعل مارڈالنا چاہیے) یا بطریق ردت ہے (کہ اس سے توبہ طلب کی جائے۔)

مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ ایسا شخص بطریق حد قتل کیا جائے گا نہ کہ بطریق ردت اور نہ ہی اس کی توبہ قابل قبول ہوگی۔ اور نہ ہی کسی قسم کا عذر قبول کیا جائے گا اگرچہ اس کا یہ ادعا سہوا ہو یا خطأً۔

مالکیوں کے شیخ علامہ خلیل قدس سرہٗ کی ''اپنی مختصر'' عبارت میں یوں ہے۔

''اگر کسی پیغمبر یا فرشتے کو گالی دی گئی یا ان پر تعریض (چوٹ) کی گئی یا ان پر لعنت کی گئی، یا انہیں کسی عیب سے متصف کیا، یا ان پر بہتان باندھا، یا ان کے حق کو ہلکا جانا یا انہیں کسی غیر صفت سے موصوف کیا، یا ان میں کوئی نقص نکالے، وہ نقص چاہے ان کے دین میں ہو یا ان کی سیرت میں، یا ان کے مرتبہ میں، اور ان کے وفور علم وزہد سے اغماض برتے (یعنی ان کے مراتب رفیعہ کو گھٹیا تصور کرے) یا ان کی طرف وہ شے منسوب کی جائے جس کی نسبت ان کی طرف کرنا جائز نہ ہو، یا بصورت مذمت اس چیز کو ان کی طرف منسوب کرنا، جو ان کے منصب کے لائق نہ ہو، یا اس سے (جب) یوں کہا جائے کہ ''بحق رسول اللہ'' (یہ کام کر یا نہ کر) تو وہ گالی گلوچ پر اتر آئے، یا (کسی پیغمبر و فرشتہ کا ذکر کر کے) کہے میری مراد تو بچھو ہے، تو ان سب صورتوں میں ایسا شخص قتل کر دیا جائے گا۔ اور بطریق حد اس سے توبہ کا مطالبہ نہ ہوگا اگرچہ یہ واضح ہی کیوں نہ ہو جائے کہ جہالت، سکر یا غلبہ غضب کی وجہ سے، ایسے شخص کی (مذکورہ گفتگو سے) مراد مذمت کرنا نہ تھی (یعنی یہ تینوں عذر نا قابل قبول ہوں گے)

ہاں نو مسلم سے (زمانہ کفر کی گستاخیوں کا) مطالبہ توبہ نہ ہوگا یہ فیصلہ قاضی عیاض قدس سرہٗ نے ''شفا'' وغیرہ میں ذکر فرمایا ہے اور اس پر جو انہوں نے کتاب وسنت اور اجماع امت سے استدلال کیا ہے۔

امام قسطلانی قدس سرہٗ نے ''مالکیہ'' کے دلائل ذکر کرنے اور ''شافعیہ'' کا مسلک بیان کرنے کے بعد

فرمایا کہ یہ ارتداد ہے جو مسلمان کو کافر بنا دیتا ہے لہٰذا ہمارے جمہور آئمہ کے نزدیک اس میں کوئی نزاع (وخلاف) ہے ہی نہیں کہ ایسا شخص قطعی کافر و مرتد ہے اور (یہ امر مسلم ہے کہ) مرتد سے توبہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے اگر توبہ کرلے فبہا ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا تو اس مسئلہ کے استدلال میں امام قسطلانی قدس سرہٗ نے لمبا چوڑا کلام کیا ہے۔

اور سید عالم ﷺ کے انہیں خصائص میں سے یہ ہے کہ اگر کوئی ظالم آپ ﷺ کے قتل کا قصد کرے تو جو مسلمان (اس وقت) موجود ہو اس پر واجب ہے کہ آپ ﷺ کی حفاظت میں اپنی جان دینے سے گریز نہ کرے۔

اسے امام نووی قدس سرہٗ نے "زیادۃ الروضہ" میں اپنی جماعت کے چند اصحاب سے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ جس شخص کے لیے جس حکم کی تخصیص چاہیں فرمادیں وہ اس کے ساتھ مختص ہو جائے گا۔

اس کی مثالیں چنانچہ حضرت خزیمہ کے لیے یہ تخصیص فرمائی کہ ان کی شہادت دو شہادتوں کا درجہ رکھتی ہے۔ (جس کا واقعہ یہ ہے جیسا کہ) امام ابوداؤد قدس سرہٗ نے حضرت عمار بن خزیمہ بن ثابت سے اور انہوں نے اپنے چچا رضی اللہ عنہ سے "جو رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں" روایت کیا ہے کہ سید عالم ﷺ نے ایک روستائی سے ایک گھوڑا خرید فرمایا پھر اسے اپنے ساتھ بایں غرض لے لیا تاکہ اسے قیمت ادا فرمادیں چلنے میں سید عالم ﷺ کی رفتار مبارک تیز تھی جب کہ روستائی آہستہ چل رہا تھا اسی اثنا میں اس بدوی سے کچھ آدمیوں کا آمنا سامنا ہو گیا اور اس سے گھوڑے کا بھاؤ کرنا شروع کر دیا مگر لوگوں کو معلوم نہ تھا کہ اس گھوڑے کو سید عالم ﷺ خرید فرما چکے ہیں حتیٰ کہ بعض خریداروں نے سید عالم ﷺ کی قیمت خرید سے بھی بھاری قیمت پر خریدنے کا ارادہ کر لیا (الحدیث) ازاں بعد امام قسطلانی قدس سرہ نے حدیث پوری کرتے ہوئے پھر بقیہ حدیث کا حصہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا" اعرابی نے کہنا شروع کر دیا آپ ﷺ میرے فروخت کر دینے اور اپنے خریدنے پر کوئی گواہ پیش فرمایئے اس دوران جو بھی مسلمان آتا وہ بدوی سے کہتا (ارے یہ کیا کہتے ہو؟) تجھ پر افسوس ہے سید عالم ﷺ نے تو کبھی غلط بیانی سے کام لیا ہی نہیں اتنے میں حضرت خزیمہ بن ثابت آگئے اور انہوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے فروخت کیا ہے۔" الحدیث"

امام قسطلانی قدس سرہٗ نے فرمایا اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو

گواہوں کے برابر قرار دیا ہے۔

پھر امام قسطلانی قدس سرہٗ نے بروایت حضرت نعمان بن بشیر ایک اور حدیث شریف ذکر فرمائی جس میں یوں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے خزیمہ! تم گواہی کیسے دیتے ہو حالانکہ میں نے تمہیں گواہ بنایا ہی نہیں۔

قَالَ اَنَا اُصَدِّقُکَ عَلٰی خَبَرِ السَّمَاءِ اَلاَ اُصَدِّقُکَ عَلٰی خَبَرِ ذَا الْاَعْرَابِیِّ۔

(اس پر) انہوں نے عرض کیا میں آپ ﷺ کی آسمانی باتوں کی تو تصدیق کرتا ہوں تو کیا میں اس بدوی پر آپ ﷺ کی تصدیق نہ کروں۔

اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دیا ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام میں حضرت خزیمہ کے علاوہ اور کوئی شخصیت ایسی نہیں کہ جس کی گواہی، دو گواہوں کے مساوی ہو۔ (اس خصوصیت میں حضرت خزیمہ منفرد ہیں۔)

اسی طرح آپ ﷺ نے حضرت امام عطیہ رضی اللہ عنہا کو (جو فضلائے صحابیات سے ہیں مبایعتِ نساء والی آیت کے نزول کے بعد) نیاحت (نوحہ گری) میں رخصت دی۔

اور اسی طرح حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو (یہ موصوفہ بھی اہل علم و کمال و فضلائے صحابیات، و بے مثل اسلامی و تاریخی شخصیت ہیں۔) رخصت دی کہ وہ اپنے شوہر حضرت جعفر کی شہادت پر صرف تین دن تک (بطور سوگواری) غم کرے (ازاں بعد جو چاہے کرے یعنی متوفی عنہا زوجہا کی طرح چار ماہ دس دن تک انتظار کی ضرورت نہیں)۔

اور اسی طرح حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کو رخصت دی کہ تمہارے لیے قربانی میں ایک سال سے کم کا بُزغالہ کافی ہے اسے امام بخاری و مسلم قدس سرہما نے روایت کیا ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے ایک عورت کا نکاح ایک مرد سے، اس چیز کے مقابلہ میں جو وہ قرآن سے رکھتا تھا کر دیا (یعنی تعلیم قرآن اس عورت کا مہر قرار پایا۔)

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور انور ﷺ کو دو آدمیوں کے برابر بخار چڑھتا تھا تا کہ ثواب دو چند ملے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ مرض وصال میں آپ ﷺ کی عیادت اور پرسش حال شریف کے لیے جبریل امین تین دن تک حاضر خدمت ہوتے رہے اسے امام بیہقی قدس سرہٗ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کی نماز جنازہ مسلمانوں نے گروہ در گروہ الگ الگ بغیر امامت، اور بغیر دعائے جنازہ معروف کے پڑھی (یعنی محض صلوٰۃ وسلام عرض کیا گیا) اسے امام بیہقی وغیرہ قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

یہ کہ وفات کے تین دن بعد دفن کیا گیا۔ اور آپ ﷺ کی لحد شریف میں مخملی چادر بچھائی گئی جبکہ یہ دونوں باتیں ہمارے حق میں ناروا ہیں یہ بھی خصائص میں سے ہے کہ آپ ﷺ کی رحلت کے بعد زمین تاریک ہوگئی۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کے جسم مقدس کو زمین نہیں کھاسکتی یہی حال تمام پیغمبروں کا ہے علیہم الصلوٰۃ والسلام اسے امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ قدس سرہما نے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کی وراثت نہیں ہے اس لیے کہ آپ ﷺ کا ترکہ آپ ﷺ ہی کی ملکیت ہے اور بعض فرماتے ہیں آپ ﷺ کا ترکہ صدقہ ہے۔ یہی حکم سب انبیاء علیہم السلام کا ہے کہ ان کی میراث نہیں ہوتی جیسا کہ امام نسائی قدس سرہٗ نے حضرت زبیر سے مرفوعاً روایت کیا ہے (کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا) ''ہم جماعتِ انبیاء علیہم السلام کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے''۔

رہا یہ امر جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی بابت مروی ہے کہ آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث بنے تو اس وراثت سے نبوت وعلم کی وراثت مراد ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے مرقد منور میں (بحیات حقیقہ) زندہ ہیں۔ اور اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں یہی حال تمام انبیاء علیہم السلام کا بھی ہے۔ (جیسا کہ) ابن بخار قدس سرہٗ وغیرہ نے بیان کیا کہ ایام حرہ کے موقع پر مسجد نبوی شریف میں تین دن تک اذان نہ ہوئی اور لوگ مدینہ طیبہ چھوڑ کر باہر چلے گئے اس وقت حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہما مسجد نبوی شریف میں ہی رہے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ظہر کا وقت آیا تو میں پریشان و خوفزدہ ہو کر قبر شریف کے قریب چلا گیا اور قبر انور سے اذان کی آواز سن کر میں نے نمازِ ظہر ادا کی اس کے بعد میں ہر نماز کے وقت قبر شریف سے اذان واقامت کی آواز سنتا رہا یہاں تک کہ تین راتیں گزر گئیں۔ بعدہٗ جب دوسرے لوگوں کے ہمراہ موذن بھی لوٹ آئے تو میں نے ان سے وہی اذان سنی جو میں قبر اطہر سے سنتا رہا تھا۔

اور یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچا ہوا ہے کہ انبیاء علیہم السلام حج فرماتے ہیں اور تلبیہ کہتے ہیں۔

سوال: اگر کوئی کہے کہ انبیاء علیہم السلام کا تعلق دار الآخرۃ سے ہے اور وہ جگہ دار العمل نہیں ہے تو نمازیں، حج اور تلبیے کس لیے کرتے ہیں۔

جواب: انبیاء علیہم السلام شہداء کی طرح ہیں بلکہ شہداء سے بھی کہیں افضل ہیں۔ اور شہداء (کی شان یہ ہے کہ وہ) پروردگار جل مجدہٗ کے ہاں مرزوق زندگی رکھتے ہیں۔

(اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ) بسا اوقات مکلف ہوئے بغیر علی سبیل تلذذ وشوق اعمال رونما ہوتے رہتے ہیں وہاں بھی یہی ہے۔

لہٰذا انہی کے بارے میں وارد ہوا کہ وہ تسبیح کرتے ہیں اور قرآن کریم تلاوت فرماتے ہیں۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کے مرقد منور پر فرشتے مقرر ہیں جو آپ ﷺ پر درود شریف پڑھنے والوں کا درود شریف آپ ﷺ کو پہنچاتے ہیں۔ اس حدیث کو امام الآئمہ احمد ونسائی وحاکم قدست اسرارہم نے روایت کیا ہے اور امام حاکم قدس سرہٗ نے اس حدیث کو ان لفظوں کے ساتھ صحیح بتایا ہے۔

اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْاَرْضِ، يُبَلِّغُوْنِيْ عَنْ اُمَّتِي السَّلَامَ

"کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے (کچھ) فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں گشت لگاتے رہتے ہیں وہ میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں"۔

اصبہانی قدس سرہٗ کے نزدیک بروایت حضرت عمارہ الفاظِ حدیث یہ ہیں۔ "بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ایسا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سب بندوں کی قوت وسماعت عطا فرمائی ہے جو کوئی بھی (جہاں بھی) مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ اس کو مجھ تک پہنچا دیتا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور پھر آپ ﷺ ان کے لیے طلب آمرزش فرماتے ہیں۔

ابن مبارک قدس سرہٗ نے حضرت سعید بن میسب سے روایت کیا ہے۔

لَيْسَ مِنْ يَوْمٍ اِلَّا وَلَعُرِضَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ اَعْمَالَ اُمَّتِهٖ غَدْوَةً وَ عَشِيًّا، فَيَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهِمْ وَاَعْمَالِهِمْ۔

کوئی دن ایسا نہیں مگر یہ کہ صبح وشام امت کے اعمال نبی کریم ﷺ پر پیش کیے جاتے ہیں پس آپ ﷺ انہیں ان کی پیشانیوں اور ان کے اعمال سے پہچانتے ہیں۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کا منبر منصب آپ ﷺ کے حوض کے اوپر

ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اور ایک روایت میں یوں آیا ہے:

مِنْبَرِیْ عَلٰی تُرْعَةٍ مِنْ تُرَعِ الْجَنَّةِ

''کہ میرا منبر جنت کے ''ترعہ'' میں سے ایک ''ترعہ'' ہے''۔

اور ترعہ کی تفسیر باغ کے بلند جگہ پر ہونے سے، کی گئی ہے۔ خصوصاً جب کہ وہ ہموار جگہ میں ہو۔ اور (لغۃً) یہی ''روضہ'' کہلاتا ہے۔

تبصرہ

امام قسطلانی قدس سرہٗ نے فرمایا۔ علماء کرام میں سے کسی نے بھی اس ارشاد گرامی کو اپنے ظاہر (مفہوم پر محمول کرنے میں اختلاف نہیں کیا اور یہی حق ہے کہ وہ محسوس و موجود ہی مراد ہے کیونکہ قدرت یہ صلاحیت رکھتی ہے جس میں کوئی استحالہ نہیں۔)

نیز تمام وہ امور غیب جن کی مخبر صادق ﷺ نے خبریں دی ہیں اُن پر ایمان رکھنا واجب ہے اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کے منبر منیف اور قبر انور کے درمیان جنت کے باغوں میں ایک باغ ہے۔ اسے امام بخاری قدس سرہٗ نے ''مَابَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ'' کے لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے اور (مذکورۃ الصدر خصوصیت کی طرح) یہ بھی حقیقت و مجاز دونوں کی متحمل ہے۔

حقیقتاً اس طرح کہ آپ ﷺ کا کلام شریف حقیقت اور اپنے ظاہر پر محمول ہے کہ یہ جگہ حقیقتاً جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔ (جسے وہاں سے دنیا کے اس مقام پر اتارا گیا ہے) جیسا کہ حجر اسود (اور مقام ابراہیم علیہ السلام) جنت سے ہے اور اسی طرح دریائے نیل و فرات جنت کی نہروں میں سے ہیں۔ اور جس طرح ہندوستان کے وہ (خوشبودار) پھل (اور درخت) جو جنت کے ان پتوں سے ہیں جنہیں حضرت آدم علیہ السلام جنت سے لائے تھے۔ لہٰذا اس دنیا میں جنت کے پانیوں کا اور وہاں کی مٹی کا اور پتھر و پھلوں کا ہونا باقتضائے حکمت الٰہیہ ہے(1)۔

اور مجازی احتمال یہ ہے کہ یہاں مسبب کا اطلاق سبب پر کیا گیا ہے۔ بایں طور کہ اس جگہ مجالست وملازمت نماز و عبادت کے لیے جنت حاصل کرنے کا سبب ہے (لہٰذا فیصلہ یہی ہے کہ) وہ بقعہ حقیقتاً جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہی منتقل ہوا ہے۔

ابن ابی جمرہ قدس سرہٗ نے فرمایا، واضح تر یہی ہے کہ معاً دونوں وجہوں میں (تطبیق و) جمع جائز ہے۔

---

(۱) بنابریں وہ بقعہ مبارکہ فی نفسہٖ جنت کے باغوں میں سے ہی ایک باغ ہے جو بعد از قیامت اپنے اصلی مقام میں لے جایا جائے گا۔ (از شیخ محقق قدس سرہٗ) (مترجم غفرلہٗ)

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کے لیے سب سے پہلے قبر انور شق ہوگی۔
مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ (آپ ﷺ نے فرمایا) "وہ شخص میں ہوں جس کے لیے زمین سب سے پہلے کھلے گی" اور یہ کہ زلزلہ قیامت کے بعد سب سے پہلے آپ ﷺ ہی ہوش سنبھالیں گے۔ (جیسا کہ) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ نفخہ (اولیٰ) کے بعد سب سے پہلے جو شخص اپنا سر اٹھائے گا وہ میں ہی ہوں (پھر) ناگاہ (میں کیا دیکھوں گا کہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے پائے تھامے ہوئے ہوں گے اب میں نہیں کہہ سکتا کہ آیا (آپ علیہ السلام بھی بے ہوش ہونے والوں میں سے تھے یا) آپ مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے تھے یا بے ہوشی طور آپ کی مکافات بن گئی۔ (اور اللہ جل مجدہٗ نے آپ کو مستثنیٰ فرمادیا تھا) اسے امام بخاری قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

تبصرہ سبہانی قدس سرہ

امام قسطلانی قدس سرہٗ نے "مواہب" میں فرمایا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ ارشاد گرامی (یعنی سب سے پہلے محشور ہونے اور سب سے اول افاقہ میں آنے کا) آپ ﷺ نے اس وقت فرمایا ہو جب کہ آپ ﷺ کو ابھی تک اس کا علم نہ تھا(1)۔ حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بتادیا کہ پھر آپ ﷺ نے اپنی ذات گرامی کی جانب سے فرمادیا کہ "سب سے پہلے جس کے لیے قبر کھلے گی وہ میں ہی ہوں" ﷺ۔

امام بخاری قدس سرہٗ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت فرمائی ہے کہ سید عالم ﷺ ہی وہ پہلے شخص ہوں گے جو پل صراط سے گزریں گے۔
انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ ستر ہزار فرشتوں کے جلو میں محشور ہوں گے۔ جیسا کہ حضرت کعب احبار سے مروی ہے کہ ہر روز ستر ہزار فرشتے، سید عالم ﷺ کی قبر انور کو گھیر لیتے ہیں، اور اپنے بازوؤں کو ہلاتے رہتے ہیں یہاں تک کہ شام کو وہ آسمان پر چلے جاتے ہیں اور ستر ہزار اور حاضر ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب آپ ﷺ قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے تو ستر ہزار فرشتے آپ ﷺ کی توقیر بجالاتے ہوئے ہمراہ ہوں گے" الحدیث" اسے امام بخاری قدس سرہٗ نے "تاریخ مدینہ" میں روایت کیا ہے۔
انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ براق پر محشور ہوں گے اسے "حافظ سلفی" نے امام

1۔ مگر بعد میں قبل از وصال، جو کچھ دنیا میں ہوا یا ہوگا، یعنی از زمانہ حضرت آدم علیہ السلام، تا قیام قیامت، سب آپ ﷺ پر منکشف کردیا گیا۔ حتیٰ کہ اگلوں، پچھلوں کے تمام احوال اور تمام علوم الٰہیہ بتادیے گئے تھے اور ہر قسم کے علوم سے بہرہ ور فرمادیا گیا تھا۔ (مترجم غفرلہٗ)

طبری کی طرح روایت کیا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کو موقف میں جنت کے حلوں کی سب سے بڑی خلعت عطا ہوگی۔

اسے امام بیہقی قدس سرہٗ نے اس لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ مجھے جنت کا ایسا (نفیس و اعلیٰ) حلہ پہنایا جائے گا جو اور کسی انسان کے لائق نہ ہوگا۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ان لفظوں کے ساتھ ہے قیامت کے دن لوگ محشور ہوں گے اس وقت میں اور میری امت ایک بلند مقام پر ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ مجھے سبز حلہ پہنائے گا۔

اسے امام طبری قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔ نیز امام طبرانی قدس سرہٗ نے حضرت ابن عمر کی حدیث ان لفظوں کے ساتھ روایت کی ہے۔ پھر محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت لوگوں سے اوپر ایک بلند ٹیلے پر چڑھیں گے"۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جو حضرت ابن مسعود نے سید عالم ﷺ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ سید عالم ﷺ عرش کی داہنی طرف وہاں کھڑے ہوں گے جہاں آپ ﷺ کے سوا دوسرا کوئی بھی نہیں کھڑا ہوگا۔ (اس وقت) آپ ﷺ پر تمام اگلے پچھلے رشک وغبطہ کریں گے

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کو (قیامت کے دن) "مقام محمود" عطا ہوگا۔

حضرت امام مجاہد (جو کہ آئمہ تفسیر سے ہیں) نے فرمایا اس سے مراد آپ ﷺ کا "عرش" پر جلوہ افروز ہونا ہے اور حضرت عبداللہ بن سلام کے نزدیک اس سے مراد آپ ﷺ کا کرسی پر جلوس فرمانا ہے ان دونوں روایتوں کو امام بغوی قدس سرہٗ نے ذکر فرمایا ہے۔

اس مسئلہ پر مزید گفتگو انشاء اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے ان فضائل کے ضمن میں آئے گی جو مقام "محمود" کی فضیلت سے متعلق ہیں۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کو "اہل موقف" کے درمیان فصل قضا کے لیے شفاعت عظمیٰ دی جائے گی جس وقت کہ وہ تمام انبیاء کے پاس حاضری دینے کے بعد گھبرائے ہوئے آپ ﷺ کے پاس آئیں گے اور پھر کسی جماعت کو بلا حساب جنت میں داخل کروائیں گے، اور کسی کے درجات بڑھانے کی سفارش فرمائیں گے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ قیامت کے دن سید عالم ﷺ "لواء حمد" کے مالک ہوں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور آپ ﷺ کے ماسوا سبھی اسی کے تلے ہوں گے اسے امام بزار قدس سرہٗ

نے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ ہی وہ پہلے شخص ہوں گے جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔ (جیسا کہ) امام مسلم قدس سرہٗ نے مختار بن فلفل رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت انس سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا "میں قیامت کے دن اپنے پیروکاروں کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر ہوں گا اور باب جنت سب سے پہلے میں ہی کھٹکھٹاؤں گا"۔

نیز امام مسلم قدس سرہٗ نے انہی حضرت انس سے (ایک اور) روایت بیان کی کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا میں قیامت کے دن جنت کے دروازہ پر آؤں گا اور اسے کھلواؤں گا پھر خازنِ جنت کہے گا۔

بِکَ اُمِرْتُ اَنْ لَا اَفْتَحَ لِاَ حَدٍ قَبْلَکَ۔

آپ ﷺ کی ذات اقدس کی قسم! مجھے آپ ﷺ ہی کے لیے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ ﷺ سے پہلے کسی کے لیے بھی باب جنت نہ کھولوں۔

امام طبرانی قدس سرہٗ نے اسی حدیث کو زیادتی کے ساتھ یوں روایت فرمایا کہ فرمایا سید عالم ﷺ نے (کہ جب آپ ﷺ جنت کا دروازہ کھلوانے تشریف لے جائیں گے) تو تعظیم کے لیے خازن جنت کھڑے ہو جائیں گے اور آپ ﷺ کا استقبال کرتے ہوئے باب جنت کھولیں گے اور کہیں گے میں آپ ﷺ سے پہلے کسی کے لیے نہ کھولتا اور نہ آپ ﷺ کے بعد کسی کے لیے کھڑا ہوں گا۔

تبصرہ

سید عالم ﷺ کے لیے یہ ایک علیحدہ دوسری خصوصیت ہے کہ خازن جنت آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کے لیے کھڑے نہیں ہوں گے اس میں حضور ﷺ کے مرتبہ وفضیلت کی زیادتی کا اظہار ہے ورنہ نگہبانانِ جنت سب کے سب سید عالم ﷺ کے خدام ہیں اور آپ ﷺ ان کے لیے بمنزلہ بادشاہ کے ہیں۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ ہی سب سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے میں ہی جنت کی زنجیر ہلاؤں گا پھر وہ میرے لیے کھول دی جائے گی پس میں اس میں فقراء مومنین کے ہمراہ داخل ہوں گا اور یہ فخریہ نہیں ہے اسے امام ترمذی قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور انور ﷺ کو حوض کوثر عطا ہوگا موتی اور یاقوت پر رواں

جنتی نہر آپ ﷺ کے حوض میں آکر بہے گی جس کا پانی شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ سفید ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کو وسیلہ عطا ہوگا جو جنت کا ایک اعلیٰ درجہ ہے۔

امتِ مصطفےٰ ﷺ کے خصائص

معلوم رہے کہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے غایت اتقان پر کامل عالم کو پیدا فرمایا اور موجودات عیانیہ کے لیے ہمارے نبی کریم ﷺ کے جسد منور کو ظاہر فرمایا تو اس خصوصیت و قابلیت کے لحاظ سے جو انسان میں ہے عنایت ربانی اپنی رافت کے ساتھ ظاہر ہوئی اور آپ ﷺ نے انسانوں میں ظہور فرمایا۔ اگر چہ تمام انسانوں و جنات سبھی آپ ﷺ کی امت ہی ہیں مگر انسان خصوصی وصف کی بدولت سب سے ممتاز ہے۔

اسی لیے انسانوں میں سے آپ ﷺ کی امت کو سب سے بہترین بنایا جیسا کہ فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

''تم بہترین ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں''۔

اور اس کو احکام میں اجتہادی قوت عطا فرمائی یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ اپنے اجتہادی احکام کے مطابق بھی عمل کرتی ہے۔

پیغمبروں میں سے جو بھی اس امت کے نبی کریم ﷺ کے بعد ان کا زمانہ پائے گا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام' یا انہی کے زمانہ میں موجود ہو جیسے حضرت خضر علیہ السلام تو وہ شرعی حکم وہی نافذ فرمائیں گے جو اس امت میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے کوئی شرعی حکم دے دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی شریعت کے پابند نہ تھے

اسی لیے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو وہ ہمارے ہی نبی کی شریعت (نافذ) فرمائیں گے (رہی بات کہ آپ ﷺ کو شریعت اسلامیہ پر واقفیت کیسے حاصل ہوگی تو یہ واقفیت یا تو) بذریعہ الہام ہوگی یا روح محمدی ﷺ پر اطلاع پانے کی بدولت، یا جیسے بھی اللہ جل مجدہٗ چاہے۔

چنانچہ آپ علیہ السلام، سید عالم ﷺ سے وہی شئی اخذ فرمائیں گے جس کا حکم آپ ﷺ اپنی امت میں فرمایا کرتے تھے، حرام وحلال کے بارے میں اسی شئی کا حکم فرمائیں گے جس کا حکم ہمارے نبی کریم ﷺ نے دے دیا اور وہ شریعت آپ کے وقت رسالت و دولت میں تھی اس کا حکم نافذ نہیں فرمائیں گے کیونکہ آپ علیہ السلام ہمارے نبی کریم ﷺ کے تابع ہیں۔

مذکورۃ الصدر مسئلہ پر حضرت حکیم ترمذی نے ''کتاب ختم الاولیاء'' میں نشاندہی فرمائی ہے اور انہی سے (نقل کرتے ہوئے) ''عنقاء مغرب'' کے مصنف نے بھی وضاحت کی ہے۔

اور اسی طرح شیخ سعد الدین تفتازانی قدس سرہٗ نے شرح عقائد نسفی میں تصریح فرمائی ہے (بایں ہمہ) آپ سب لوگوں کے امام ہوں گے اور تمام افراد کی امامت فرماتے ہوئے امام مہدی رضی اللہ عنہ بھی آپ ہی کی اقتداء فرمائیں گے کیونکہ آپ علیہ السلام (پیغمبر ہونے کی وجہ سے) امام مہدی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں لہٰذا آپ علیہ السلام کا امام بننا زیادہ سزاوار ہے۔

ازالۂ شبہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ امتِ محمدیہ ﷺ میں رسول اللہ ﷺ کے نائب وخلیفہ ہیں لیکن آپ اپنی نبوت ورسالت کے لحاظ سے بدستور نبی کریم اور رسول معظم ہی ہوں گے یوں نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ علیہ السلام بھی اس امت کا (ایک عامی کی طرح عام) فرد ہوں گے ہاں آپ اس امت کا ایک فرد ہی ہوں گے (مگر نبی ورسول کی حیثیت سے) جیسا کہ (ابھی ابھی) ذکر کیا گیا کہ آپ علیہ السلام پر ہمارے نبی کریم ﷺ کی اتباع واجب ہے اور رسول اللہ ﷺ ہی کی شریعت کے مطابق آپ کا حکم چلانا واجب ہے (مطلب یہ کہ خلافت و نیابت کی بناء پر آپ منصب نبوت ورسالت سے معزول نہیں ہوں گے۔)

اسی طرح جو علماء یہ کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام بھی نبی ہیں اور اب تک بحیات ہیں تو ان کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ آنجناب اسی ملت کے احکام کے پابند ہیں اور یہی حکم حضرت الیاس علیہ السلام کے بارے میں بھی ہے جیسا کہ امام ابو عبد اللہ قرطبی نے اس کی تصحیح کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ بھی ابھی تک زندہ ہیں۔

(خلاصہ سخن) ہمارے نبی کریم ﷺ کے علاوہ رسل کرام میں ایسا کوئی بھی رسول نہیں کہ جن کے پیروکاروں میں ایسا کوئی رسول محتشم بھی ہو کہ جس کی مستقل (شریعت و) کتاب ہو لہٰذا اس امت محمدیہ ﷺ کے لیے یہی ایک شرف کافی ہے اللہ تعالیٰ اس کا شرف اور فزوں کرے (آمین بجاہ النبی الامین ﷺ)

تو سبھی خوبیاں اس اللہ جل مجدہٗ کے لیے ہیں جس نے ہمیں اس رحمت سے مخصوص فرمایا اور اس نعمت سے ہمارے دامن پر فرمائے اور ہمیں فضائل کثیرہ کی عمومیت سے مورد احسان ٹھہرایا۔ اور اپنی کتاب عزیز میں ہمیں اپنے اس ارشاد کے ساتھ خطاب فرمایا: ''كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ الخ'' اللہ تعالیٰ کے

اس ارشاد میں کلمہ ''کنتم '' قابل غور ہے یعنی لوح محفوظ میں یا علم اللہ میں (تم خیر امت تھے)۔

نصیحت

لہٰذا جو بھی امت محمدیہ ﷺ سے ہے اس کے شایانِ شان یہی ہے کہ وہ پاکیزہ اخلاق اپنائے تاکہ ان اوصاف پسندیدہ کا '' جو اس امت کے لیے مخصوص ہیں '' یہ شخص بھی مستحق ٹھہر سکے اور خیر و فلاح کا اہل ہو سکے۔

امام مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ '' کا مصداق کوئی شخص اسی وقت ہوگا جب کہ وہ مذکورہ شرائط کا حامل بھی ہو یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عامل ہو۔

امت محمدیہ ﷺ کے خیر امم ہونے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے اس امت میں چونکہ مسلمانوں کی اکثریت ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان میں بالکل واضح ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ (مذکورۃ الصدر آیت میں) یہ خطاب براہِ راست سید عالم ﷺ کے اصحاب سے ہے جیسا کہ خود سید عالم ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ وَهٰذَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ اَوَّلَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ خَيْرٌ مِمَّنْ بَعْدَهُمْ

لوگوں میں سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر وہ جو ان سے متصل ہے پھر وہ جو ان سے قریب ہے اور اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس امت کے اولین اپنے بعد والوں سے برتر ہیں۔

اور بڑے بڑے علما کا رجحان اسی طرف ہے کہ جس شخص کو نبی کریم ﷺ کی مصاحبت میسر آ گئی اور اس نے اگرچہ آپ ﷺ کو لحظہ بھر بھی دیکھا ہو اور اپنی عمر میں صرف ایک ہی مرتبہ دیکھا ہو اسے اپنے بعد کے آنے والوں پر افضلیت حاصل ہے کیونکہ مصاحبت و رویت کی فضیلت کی اور کوئی فضیلت ہمسری نہیں کر سکتی۔

مذہب جمہور یہی ہے

اور علامہ ابو عمر بن عبد البر کا مذہب یہ ہے کہ بعض دفعہ صحابہ کرام کے بعد والے بعض صحابہ سے (عمل میں) افضل ہوتے ہیں کیونکہ سید عالم ﷺ کا ارشاد ''خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ '' اپنے عموم پر نہیں ہے اس قرن میں فاضل و مفضول کا اجتماع اس کی دلیل ہے۔ نیز سید عالم ﷺ کے زمانہ میں ایسے منافقوں کی بھی ایک جماعت پائی جاتی تھی جو بظاہر ایمان کا اظہار کرتی تھی اور ایسے مرتکب کبیرہ بھی پائے جاتے تھے جن پر حدود جاری کی گئیں۔

دلائل

حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور اس شخص کے لیے سات دفعہ خوشخبری ہے جو مجھ پر بن دیکھے ایمان لایا۔

امام ابوداؤد طیاسی قدس سرہٗ کی مسند میں حضرت محمد بن ابی حمید سے روایت ہے انہوں نے حضرت زید بن اسلم سے، اور انہوں نے اپنے والد سے، اور انہوں نے حضرت عمر فاروق اعظمؓ سے روایت کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں (ایک مرتبہ) نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کیا جانتے ہو؟ ایمان کے لحاظ سے سب سے بالاتر کون سی مخلوق ہے۔ ہم نے عرض کیا فرشتے! (یارسول اللہ ﷺ) تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم ان کیلئے تو حق (فضیلت) ثابت ہے ہی میری مراد ان کے علاوہ میں ہے۔ ہم نے عرض کیا! انبیاء کرام علیہم السلام! آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم ان کے لیے بھی حق (برتری) ثابت ہے میری مراد ان کے علاوہ میں ہے۔ (ہمارے سکوت پر) پھر آپ ﷺ نے فرمایا ایمان کے لحاظ سے افضل مخلوق وہ لوگ ہوں گے جو ابھی تک لوگوں کی پشتوں میں ہیں وہ (پیدا ہوکر) مجھ پر بن دیکھے ایمان لائیں گے اس لیے مخلوق میں افضل مومن وہی ہوں گے۔

اور اسی طرح مروی ہے کہ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز کو جب خلافت سونپی گئی تو انہوں نے حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ آپ میرے لیے حضرت سیدنا امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سیرتِ مبارکہ لکھ کر بھیج دیں تاکہ میں (امور خلافت میں) اس کے مطابق عمل کرسکوں تو (جواباً) حضرت سالم نے ان کی طرف (بدیں مضمون خط) لکھا۔

اگر آپ نے حضرت عمر کی سیرت طیبہ کے مطابق عمل کیا تو پھر آپ حضرت عمر سے افضل ہیں کیونکہ آپ کا زمانہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ جیسا نہیں اور نہ ہی آپ کے مشیر عمر رضی اللہ عنہ کے مشیروں جیسے ہیں (کیونکہ ان کے مشیروں میں بقیہ عشرہ مبشرہ اور سابق فی الاسلام صحابہ کرام کی مقدس و بے لوث و مخلص جماعت شامل تھی۔

راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس وقت کے تمام فقہائے کرام کی طرف بھی (اسی طرح) لکھ بھیجا تو سبھی نے حضرت سالم کی مانند ہی جواب دیا۔

تبصرہ

ابوعمر نے فرمایا یہ تمام احادیث ومرویات اپنے طرق کے تواتر وحسن کے بموجب، فضیلت عمل میں اس امت کے اول وآخر کے درمیان مساوات کی مقتضیٰ ہیں۔ہاں (اولیں میں) اہل بدر وحدیبیہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

اس باب میں جو شخص تدبر کرے گا تو اس کے لیے بہتری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل وکرم جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے انتہیٰ (کلام علامہ ابوعمر)

''جرح صاحب مواہب'' حدیث امام ابوداؤد طیالسی قدس سرہٗ کی سند عمر رضی اللہ عنہ سے ضعیف ہے لہٰذا لائق حجت نہیں ہے۔

البتہ امام الائمہ احمد، اور امام دارمی، امام طبرانی رضی اللہ عنہم نے حضرت سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے سید عالم ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! کیا ایمانی لحاظ سے ہم سے بھی افضل کوئی ہوسکتا ہے؟ جب کہ ہم نے آپ ﷺ کی ہمراہی میں اسلام قبول کیا، اور آپ ﷺ کی معیت میں جہاد کئے۔تو (جواباً) سید عالم ﷺ نے فرمایا (ہاں) وہ لوگ جو تمہارے بعد ہوں گے اور مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ انہیں میری زیارت حاصل نہ ہوگی۔

اس حدیث شریف کی سند ''حسن'' ہے اور امام حاکم قدس سرہٗ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

فیصلہ صاحب مواہب

اور جس مسلک پر جمہور ہیں حق وہی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی وجہ سے شرفِ صحابیت کا مماثل، عدیل اور کوئی عمل نہیں ہے۔

دوسروں پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی افضلیت کے کثیر اور مضبوط دلائل پائے جاتے ہیں طوالت کی بنا پر ہم ان کا ذکر نہیں کرتے۔

(علاوہ ازیں) اس امت مرحومہ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار ایسے خصائص سے مخصوص فرمایا ہے جو اس سے پیشتر کسی بھی امت کو حاصل نہ تھے جن کی وجہ سے ان پر اس کی برتری بالکل ظاہر ہے (کتنے ہی) اخبار وآثار اس پر ناطق ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا امتی ہونے کی تمنا کرنا

امام ابونعیم قدس سرہٗ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی تو آپ علیہ السلام نے اسے پڑھتے ہوئے جب اس

امت کا ذکر پایا تو عرض کیا اے پروردگار! میں تورات کی تختیوں میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو آخر بھی ہے اور سابق بھی ہے (1)۔ پروردگار! اس امت کو میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! اس امت کو تمہاری امت کیسے بنا دوں (جبکہ) وہ امت تو نبی آخر الزماں احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے پروردگار! میں تورات کی تختیوں میں ایسی امت پاتا ہوں جو اپنے سینوں میں اپنی انجیل پڑھتے ہیں (یعنی اس کے سینے کلام الٰہی کا گنجینہ ہیں) پروردگا! اسے میری امت بنا دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ امت (میرے حبیب مکرم) احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے موسیٰ علیہ السلام نے (پھر) عرض کیا، پروردگار! میں تورات میں ایک ایسی امت پاتا ہوں جو اپنے پیٹوں میں صدقہ کھائے گی اور اس پر اسے ثواب عطا کیا جائے گا (یعنی صدقات اس پر حلال کئے گئے ہیں جب کہ پہلوں کے لیے یہ گنجائش نہ تھی) پروردگار! اسے میری امت بنا دے۔ تو اللہ جل مجدہ نے فرمایا وہ امت تو احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (پھر) عرض کیا پروردگار! میں تورات میں ایک ایسی امت پاتا ہوں (جس کی خصوصیت یہ ہے) کہ ان میں سے جس کسی نے کوئی نیکی کرنے کا ارادہ کر لیا تو نہ کرنے کے باوجود اس کی ایک نیکی لکھی جائے گی پروردگار! اسے میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ تو میرے (حبیب کریم) احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (پھر) عرض کیا پروردگار! میں تورات میں ایک ایسی امت پاتا ہوں کہ (جس کی صفت یہ ہے) ان میں جب کسی نے برائی کا ارادہ کیا تو وہ برائی صرف اس کے ارادہ پر نہ لکھی جائے گی اور اگر بدی کا ارتکاب کر لیا تو صرف ایک بدی لکھی جائے گی۔ پروردگار! اسے میری امت بنا دے تو اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا وہ تو احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا پروردگار! میں تورات میں ایک ایسی امت پاتا ہوں کہ جسے علم اول و آخر دیا جائے گا اور مسیح دجال کو قتل کرے گی پروردگار! اسے میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ تو (میرے محبوب مکرم) احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے۔

قَالَ فَاجْعَلْنِي مِنْ أُمَّةِ أَحْمَدَ فَأُعْطِي عِنْدَ ذَالِكَ خَصْلَتَيْنِ قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَ بِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَيْتُكَ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ (اعراف:144)

"(ازاں بعد) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب! تو مجھے ہی امت احمد

1۔ یعنی وجود زمانہ کے لحاظ سے تو وہ آخری امت ہوگی اور فضل و شرف کے لحاظ سے سابق و فائق ہوگی۔ (مترجم)

ﷺ میں بنا دے اس پر اللہ جل مجدہٗ نے انہیں اپنے اس ارشاد میں دو خوبیاں مرحمت فرمائیں" فرمایا اے موسیٰ میں نے تجھے لوگوں سے چن لیا، اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے، تو لے جو میں نے تجھے عطا فرمایا اور شکر کرنے والوں میں ہو"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے خدا! میں اس پر راضی ہو گیا ہوں۔ (واضح رہے کہ آیت مبارکہ میں) "الناس" سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپ کے وقت میں موجود تھے علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام (ورنہ یہ مطلب نہی کہ آپ علیہ السلام کا انتخاب سارے ہی جہاں کے لوگوں پر ہے)۔

امام ابونعیم قدس سرہٗ کی "حلیہ" میں بروایت حضرت انس مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ جل مجدہٗ نے بنی اسرائیل کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ جو شخص مجھ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ احمد ﷺ کا منکر ہوگا تو میں اس کو آگ میں جھونک دوں گا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا پروردگار! (یہ) احمد ﷺ کون ہیں؟ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا احمد ﷺ کی ہستی وہ ہے کہ میں نے اپنے نزدیک ان سے زیادہ گرامی تر کسی کو پیدا نہ فرمایا اور میرے زمین و آسمان کے پیدا کرنے سے پہلے ان کا نام نامی اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھا بے شک جنت اس وقت تک میری تمام مخلوق(1) پر حرام ہے جب تک وہ اور اس کی امت اس میں پہلے داخل نہیں ہو جائیں گے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اور ان کی امت کون ہے؟ (یعنی اس کی صفات کیا ہیں؟) تو اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا اس کی صفات یہ ہیں جو ہر حالت میں اور ہر بلندی و پستی پر میری تعریف کرے گی (اور اس کے افراد کی تہذیبی شائستگی یہ ہوگی کہ وہ) ٹخنے سے اوپر ازار بند رکھیں گے اور اپنے اعضاء کے اطراف (یعنی ہاتھ، پاؤں، چہرے) کا وضو کریں گے۔ رات میں عبادت گذار، اور دن میں روزہ دار ہوں گے میں ان کی ہلکی سی نیکی بھی قبول کرلوں گا۔ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی شہادت پر انہیں جنت میں داخل کروں گا۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا خداوند! مجھے اس امت کا نبی بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس امت کا نبی ان کی قوم سے ہی ہوگا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا الٰہی! مجھے اس امت کا نبی بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا آپ کو پہلے بھیجا گیا ہے جب کہ انہیں میں بعد میں مبعوث کروں گا ہاں میں تمہیں اور ان کو دار الجلال میں اکٹھا کر دوں گا۔

حضرت وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیاؑ نبی علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ میں (ایک ایسے) نبی امی ﷺ کو بھیجوں گا جو کہ بہرے کانوں، اور پردۂ غفلت میں

1۔ مخلوق سے مراد غیر انبیاء علیہم السلام ہیں۔

لپٹے دلوں، اور اندھی آنکھوں کو کھولے گا جن کی جائے ولادت مکہ مکرمہ، اور مقام ہجرت (و مسکن) مدینہ طیبہ ہوگا اور ان کا ملک شام ہے وہ میرا ایسا بندۂ خاص ہے جو اپنے تمام کام میرے ہی بھروسہ پر کرنے والا ہے۔ وہ میرا بندۂ محبوب ہے وہ میرا مختار ہے وہ میرا محبّ ہے وہ مصطفے ہے وہ رفعتِ شان والا ہے جو برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتا بلکہ عفوو درگذر اور پردہ پوشی سے کام لینے والا ہوگا مومنوں پر شفیق ہوگا وہ بوجھل جانور اور رانڈ کی گود میں (بے سہارا) یتیم پر آنسو بہائے گا وہ درشت خو اور سخت دل نہ ہوگا وہ بازاروں میں شور وغل کرنے والا نہ ہوگا اور فحش کلامی نہ کرے گا اور جو وہ کہہ دے گا وہ غلط نہ ہوگا اور (ان کے وقار کا یہ عالم ہوگا کہ) اگر وہ جلتے چراغ کے پاس سے گزرے گا تو ان کے وقار و سکون کی بدولت چراغ بجھے گا نہیں اور اگر وہ چرچراہٹ والے بانس پر بھی گزرے گا تو اس کے قدموں کی چاپ سنائی نہ دے گی میں اسے مژدہ سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجوں گا میں ان کی امت کو تمام امتوں میں بہترین بناؤں گا جو نیکی کا حکم کرے گی اور برائی سے روکے گی میری وحدانیت مانے گی اور مجھ پر ایمان لائے گی مجھ سے اخلاص برتے گی اور میں نے جو کچھ انبیاء پر نازل کیا وہ سب کی تصدیق کرے گی آفتاب(1) و ماہ تاب کی رعایت رکھے گی۔

وہ دل، چہرے اور روحیں خوش بخت ہیں جو مجھ سے اخلاق برتتے ہیں میں تسبیح و تکبیر، و تحمید و توحید کو ان کی مجلسوں میں ان کی خواب گاہوں میں، اور ان کی سجدہ گاہوں میں اور ان کے سفر و حضر میں الہام کروں گا اپنی مساجد میں وہ صفیں اس طرح باندھیں گے جس طرح عرش کے گرداگرد فرشتوں کی صفیں ہیں وہ میرے دوست و مددگار ہوں گے میں ان کے ذریعے اپنے بت پرست دشمنوں سے انتقام لوں گا وہ میرے لیے کھڑے ہو کر، بیٹھ کر، اور رکوع و سجود کے ساتھ نماز ادا کریں گے وہ میری خوشنودی کی خاطر اپنے گھربار اور مالوں کو چھوڑ دیں گے اور میری راہ میں سینہ سپر ہو کر جہاد کریں گے میں ان کی کتاب سے دوسری کتابوں کو اور ان کی شریعت سے دوسری شریعتوں کو اور ان کے دین سے دوسرے دینوں کو ختم کروں گا پس جو کوئی ان کا زمانہ پائے اور ان کی کتاب پر ایمان نہ لائے اور ان کے دین و شریعت پر نہ چلے تو وہ میرا نہیں ہے اور میں اس سے بے زار ہوں میں نے انہیں ساری امتوں سے برتر اور امت وسط بنا دیا ہے جو تمام لوگوں کے گواہ ہیں (انہی کی خوبی و خصلت یہ ہوگی) جب وہ غضب ناک ہوں گے تو میری تہلیل کہیں گے اور جب باہم جھگڑیں گے تو میری تسبیح پڑھیں گے اور اپنے اعضاء اور اپنے چہروں کو صاف ستھرا رکھیں گے اور ازار ٹخنوں سے اوپر رکھیں گے اور اترتے چڑھتے ہوئے اللہ

1۔ یعنی عبادت کے اوقات کے تعین کے لیے ان کے مطالع کی تلاش میں رہے گی۔

اکبر کہیں گے اور خون بہا کر قربانی دیں گے ان کی انجیلیں ان کے سینوں میں ہوں گی شب کو عبادت گذار اور دن میں (بوقت قتال) شیر (کی مانند) ہوں گے وہ خوش نصیب ہے جو ان کے ساتھ ہے ان کے دین و شریعت اور ان کی مذہبی راہ و رسم ہے یہ میرا فضل و کرم ہے میں جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں میں خداوندِ فضل عظیم ہوں اسے امام ابونعیم قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

امام فخر الدین رازی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جس پیغمبر کے معجزے مشہور و معروف ہوں تو اس کی امت کے ثوابِ اعمال میں کمی ہوتی ہے۔

امام سبکی قدس سرہٗ نے فرمایا یہ امت اس (کلیہ) سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس امت کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات سب سے زیادہ اور سب سے بڑھ کر مشہور معروف ہیں مگر ثواب میں یہ امت تمام امتوں سے بڑھ کر ہے۔

اس امت کے خصائص میں سے غنائم کا حلال ہونا ہے جب کہ اس سے پہلے کسی بھی امت کے لیے حلال نہ تھیں۔

یہ بھی اس امت کے خصائص سے ہے کہ روئے زمین اس کے لیے مسجد بنا دی گئی جب کہ پہلی امتیں صرف اپنے کلیساؤں میں اور اپنی مخصوص عبادت گاہوں میں ہی نماز پڑھ سکتی تھیں۔

اور یہ کہ زمین کی مٹی کو وجہ طہارت بنا دیا گیا ہے اور وہ تیمم ہے (یعنی اگر پانی مہیا نہ ہو تو پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھی جا سکتی ہے۔)

اس امت کے خصائص میں سے وضو کرنا بھی ہے کیونکہ وضو انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ ان کی امتوں کے لیے نہ تھا اسے علامہ حلیمی نے ذکر کیا ہے اور انہوں نے امام بخاری قدس سرہٗ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

اِنَّ اُمَّتِیْ یُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِیْنَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ۔

بیشک قیامت کے دن میری امت اس حال میں مدعو ہوگی کہ آثار وضو سے اس کے اعضاء روشن و تاباں ہوں گے۔

تبصرہ امام قسطلانی قدس سرہٗ

مگر ظاہر یہ ہے کہ اس امت کے ساتھ جو شئے مخصوص ہے وہ غرہ وتحجیل (یعنی نورانیت و تابانی) ہے مثل وضو نہیں (1)۔ کیونکہ بعض گذشتہ امتوں میں بھی وضو تھا (2)۔

1۔ امام قسطلانی قدس سرہٗ کی رائے کی تائید مسلم شریف کی اس حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے جو (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس امت کے خصائص میں سے پانچ نمازیں بھی ہیں اس کے علاوہ دوسروں کے لیے اس طرح پانچ نمازیں نہ تھیں۔

اذان، اقامت، اور آمین کہنا اور رکوع کرنا بھی اس امت کے خصائص میں سے ہے اس امت کے خصائص میں سے تحیہء سلام بھی ہے۔

اس امت کے خصائص میں سے (قیام) جمعہ بھی ہے (جو دوسری امتوں میں نہیں ہے)

جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "ہم سب سے پچھلے قیامت میں سب سے آگے ہوں گے ہاں یہ ظاہر ہے کہ انہیں کتاب ہم سے پہلے دی گئی پھر یہ ان کا وہ دن ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض فرمایا تو وہ اس میں مختلف ہو گئے اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ دکھائی دوسرے لوگ اس میں ہمارے بعد ہیں یہود کے لیے جمعہ کے بعد (یعنی ہفتہ) اور نصاریٰ کے لیے اس کے بعد (یعنی اتوار) ہے۔" اسے امام بخاری قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

اس امت کے خصائص میں سے جمعہ کی ساعت اجابت بھی ہے (یعنی جمعہ کی وہ گھڑی جس میں اللہ تعالیٰ سے جو مانگا جائے وہ ملتا ہے) اس ساعت کے تعین میں کئی اقوال ہیں۔

امام زرقانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اس ساعت کے تعین کے بارے میں صاحب "فتح الباری" قدس سرہٗ نے بیالیس اقوال لکھے ہیں اور ہر ایک قول علیحدہ، علیحدہ ذکر کیا ہے۔

اس امت کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ جب رمضان شریف کی پہلی شب ہوتی ہے تو اللہ جل مجدہٗ ان کی طرف نظر رحمت فرماتا ہے اور جس کی طرف اللہ تعالیٰ نظر فرماتا ہے تو (پھر) اسے کبھی بھی عذاب نہ دے گا۔

پھر امام قسطلانی قدس سرہٗ نے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دیگر خصائص بیان کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا کہ اس امت کی شریعت گذشتہ تمام امتوں کی شرائع سے زیادہ کامل ہے اور یہ امر اپنی وضاحت کی بناء پر محتاج بیان نہیں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر غور کیا جائے تو معلوم ہو

(بقیہ صفحہ گزشتہ) حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا "پیشانی کی یہ تابانی تمہارے سوا کسی (اور) میں نہیں ہے"۔ الحدیث

2۔ جیسا کہ حضرت سارہ کے قصہ سے عیاں ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہا کو ایک جابر و کافر حکمران گرفتار کرنا چاہتا تھا تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہا نے وضو کر کے نماز شروع کر دی تھی۔

نیز جریج گوشہ نشین عابد کے قصہ میں بھی اسی طرح سے مذکور ہے کہ بوقت جوابدہی تہمت اس نے وضو کیا، نماز پڑھی اور پھر بچے سے کلام۔ تفصیل کے لیے مطولات کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ (مترجم غفرلہ ولوالدہ)

جائے گا کہ آپ علیہ السلام کی شریعت سراپا جلال وقہر (کی مظہر) تھی (مثلاً) ان کی امت پر قتل نفوس کا لازم ہونا اوران پر طیبات کا حرام ہونا (جیسے) ان پر چربیلے اور ناخن دار جانوروں کا حرام ہونا وغیرہ اور اسی طرح غنیمتوں کا حرام ہونا اور یونہی تعجیل عقوبات اور نا قابل برداشت بوجھ کا اٹھانا اور نا قابل معافی گرفت میں آنا وغیرہ جوان کے علاوہ اوروں پر نہ تھا (یہی وجہ ہے کہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام، ہیبت و وقاراور غضبِ ومواخذہ میں اور اللہ تعالیٰ کے اعداء کی گرفت کرنے میں، مخلوق خدا میں سب سے بڑھ کر اعظم واشد تھے۔اسی لیے آپ علیہ السلام کی طرف کسی کو نظر بھر کر دیکھنے کی سکت نہ تھی۔

اس کے برعکس حضرت عیسیٰ علیہ السلام مظہر جمال (الٰہی) تھے جبکہ آپ علیہ السلام کی شریعت (نرمی وآسانی میں) سراپا فضل واحسان تھی یہی وجہ ہے کہ آپ علیہ السلام کی شریعت میں مقاتلہ ومحاربہ نہ تھا اورآپ علیہ السلام کی شریعت میں جنگ نام کی شئے تھی ہی نہیں اسی لیے دینِ عیسائیت میں جنگ حرام ہے اگر عیسائی جنگ کریں گے تو مجرم وگنہگار ہوں گے کیونکہ انجیل شریف میں ہے۔

اِنَّ مَنْ لَطِمَکَ عَلٰی خَدِّکَ الْاَیْمَنِ فَاذِرْلَہٗ خَدَّکَ الْاَیْسَرَ،وَمَنْ نَازَعَکَ ثَوْبَکَ فَاعْطِہٗ رِدَائکَ،وَمَنْ سَخَّرَکَ مِیْلاً فَامْشِ مَعَہٗ مِیْلَیْنِ وَنَحْوَھٰذَا۔

کہ اگرکوئی تمہارے دائیں رخسار پر تھپڑ رسید کرے تو اس کے آگے اپنا بایاں رخسار بھی کردواور جو کوئی تمہارے کپڑے اتارنا چاہے تو ان کے ساتھ اپنی چادر بھی دے دواور جو کوئی تمہیں (جبراً) ایک میل تک لے جانا چاہے تو اس کے ساتھ دو میل تک جاؤ اور اس کی مثیل اوراحکام بھی ہیں۔

اسی لیے ان کی شریعت میں مشقت امر اغلال نہ تھے (یعنی احکام شدیدہ اور آوامر غلیظہ نہ تھے) ہاں وہ رہبانیت (یعنی ترک دنیا اوراپنے آپ کو لذائذ دنیوی سے دور رکھنا) جو نصاریٰ نے اختیار کی ہوئی ہے ان کی اپنی ایجاد ہے جسے انہوں نے ازخود اختراع کیا ہوا ہے ورنہ انجیل مقدس نے ان پر یہ لازم نہیں کیا ہے۔

لیکن ہمارے نبی کریم ﷺ جامع کمال کے مظہر تھے (اور جلال و جمال کے مابین تھے) قوت وعدل، اور شدت فی اللہ نرمی ومہربانی اور رحمت وکرم کے مابین تھے اسی لیے آپ ﷺ کی شریعت تمام شریعتوں میں کامل ترین اور آپ ﷺ کی امت تمام امتوں سے اکمل ترین ہے اور اس کے احوال ومقامات اکمل احوال ومقامات ہیں اسی لیے آپ ﷺ کی شریعت میں عدل کے لحاظ سے تو کہیں فرض وایجاب ہے اور فضل کے طور پر کہیں ندب واستحباب ہے، اور سختی کی جگہ سختی اور نرمی کی جگہ

نرمی ہے کہیں شمشیر زنی ہے تو کہیں جودونوال ہے (کہیں عدل وانصاف ہے تو کہیں فضل وکرم ہے) چنانچہ اسلام عدل وانصاف واجب کرتا ہے اور ظلم کو حرام قرار دیتا ہے چنانچہ ایک آیت میں اس طرح آیا ہے:

جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا (یونس:27)

''تو برائی کا بدلہ ویسا ہی ہوگا اور یہ عدل وانصاف ہے''۔

اور ایک وقت میں۔

فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (الشوریٰ:40)

''تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ پر ہے''۔

فرمایا جارہا ہے۔

اور یہ فضل وکرم کا اظہار ہے.........اور کہیں

اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ (الشوریٰ)

''اور بیشک وہ (اللہ تعالیٰ) ظالموں کو پسند نہیں فرماتا''۔

فرما کر ظلم کو حرام قرار دیا ہے۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ (النحل:126)

''اگر تم سزا دو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تکلیف تمہیں پہنچائی تھی''۔

میں عدل وانصاف کو واجب اور ظلم کو حرام قرار دیا ہے۔

اور اس ارشاد گرامی

وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ (النحل)

''اگر تم صبر کرو تو بیشک صبر والوں کو سب سے اچھا ہے''۔

میں فضل وکرم پر تنبیہ ہے

اور اسی طرح کسی چیز کو حرام قرار دینا، اس امت کی شریعت میں رحمت وحفاظت ہے (یہی وجہ ہے کہ) اس امت پر ہر ناپسندیدہ اور نقصان دہ اشیاء کو حرام قرار دیا گیا اور ہر پاکیزہ اور سودمند امر کو مباح فرمایا لہٰذا حرام قرار دینا ان پر رحمت ہے ورنہ ان سے پہلوں پر ان محرمات کے ارتکاب پر سزا ملتی تھی۔

اور انہیں اس چیز کی راہ دکھائی جس سے پہلی امتیں بھٹک گئی تھیں جیسے یوم جمعہ (پر دلالت اس امت کے خصائص سے ہے) اور انہیں اپنا علم وحلم عطا فرمایا اور ان کو بہترین امت بنایا جو لوگوں میں ظاہر ہوئی اور اس کے لیے وہ تمام محاسن مکمل فرما دیے جو پہلی امتوں میں علیحدہ علیحدہ تھے۔ جس طرح ان کے پیغمبر ﷺ کے لیے وہ تمام محاسن وفضائل، جو پہلے انبیاء کرام علیہم السلام میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے۔ مکمل ومجتمع فرما دیئے۔ اور اسی طرح وہ محاسن جو پہلی کتابوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے وہ سب کے سب ان کی کتاب میں مکمل طور پر جمع فرما دیئے۔

اور یہی حال سید عالم ﷺ کی شریعت مبارکہ کا بھی ہے۔

امت مجتبیٰ یہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے فرمایا:

هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (الحج:78)

''اس نے تمہیں پسند کیا اور تم پر دین میں کوئی تنگی نہ رکھی''۔

اور ان لوگوں پر شاہد بنایا اور (اس خصوصیت کی وجہ سے) انہیں رسولوں کے مقام پر کھڑا کیا کیونکہ وہ حضرات اپنی اپنی امتوں پر گواہ ہیں۔

اس امت کے خصائص سے یہ ہے کہ یہ گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔ اسے امام الآئمہ احمد رضی اللہ عنہ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ (سید عالم ﷺ) نے فرمایا میں نے اپنے پروردگار سے التجا کی کہ میری امت گمراہی پر مجتمع نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے میری التجا کو شرف پذیرائی عطا فرمایا۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ ان کے اجماع کو حجت قرار دیا ہے۔ اور ان کا اختلاف رحمت ہے جب کہ پہلی امتوں کا اختلاف عذاب تھا۔ اسے امام بیہقی قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ طاعون ان کے لیے رحمت وشہادت ہے جبکہ پہلی امتوں پر یہ عذاب تھا۔ اسے امام الآئمہ احمد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

اس امت کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ ان میں سے جب کسی شخص کی بھلائی کی دو مسلمان (متقی، صالح) گواہی دے دیں تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے جبکہ پہلی امتوں میں جب سو آدمی کسی کی بھلائی کی شہادت دیتے تھے تو تب وجوب جنت کا لزوم ثابت ہوتا تھا۔

امت مسلمہ کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ گذشتہ امتوں کی بہ نسبت ان کی عمریں اور ان کے اعمال اقل ہیں مگر ان کا اجر وثواب بہت زیادہ ہے اور انہی کو علم اولین وآخرین عطا کیا گیا ہے۔

اور یہ کہ آخری امت ہونے کی وجہ سے دوسری امتیں تو ان کے سامنے رسوا ہوں گی مگر ان کی رسوائی کسی کے سامنے نہ ہوگی۔

اس امت کے خصائص میں سے اسناد حدیث کا عطا کیا جانا بھی ہے یہ اس امت کے خصائص فاضلہ میں سے مخصوص فضیلت ہے اور مخصوص سنتوں میں سے سنت سنیہ ہے۔

امام قسطلانی قدس سرہٗ نے ''مواہب'' میں یوں فرمایا۔

اسنادِ احادیث امت مصطفوی کی بے مثل خصوصیت ہے

ہم نے ابوالعباس دغولی کے واسطے سے محمد بن حاتم بن مظفر سے سنا کہ وہ فرماتے ہیں کہ امتِ محمدیہ کے خصائل وفضائل میں سے فضیلت اسناد ہے پہلی امتوں میں اسناد نہیں ہے۔

وہ لوگ اپنے نبی کے بارے میں جو کچھ جہاں کہیں سے ملتا اپنی کتب میں درج کر لیتے تھے فرق نہیں کرتے تھے کہ یہ چیز تورات وانجیل وغیرہا کتب سماویہ سے لی گئی یا غیر کتب سماویہ سے اور نہ ثقہ وغیر ثقہ راویوں میں امتیاز کرتے اس امت (امتِ محمدیہ) کو یہ شرف و بزرگی عطا کی ہے کہ یہ اپنے زمانے کے اس شخص سے حدیث کی روایت کرتے ہیں جو صدق وامانت وعدالت میں مشہور ہو پھر ان میں جو زیادہ حافظے والا زیادہ ضبط رکھنے والا اور اپنے شیخ کی مجلس میں زیادہ بیٹھنے والے کو دوسرے پر ترجیح دیتے ہیں اسی وجہ سے ایک حدیث کو بیس بیس طرق سے روایت کر دیتے ہیں پھر ان میں سے موضوع ضعیف اور صحیح وغیرہا کی تحقیق کرتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کا اس فضل عظیم پر شکر ادا کرتے ہیں۔

ابو حاتم رازی کہتے ہیں کہ اس امت کے علاوہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر کسی امت نے بھی اپنے نبی اور رسول کے آثار واحادیث کو محفوظ نہیں کیا۔

اس امت کے خواص میں سے علم انساب واعراب (نسب کے متعلق تاریخی معلومات) ہے۔

تصنیف کتب: اس امت کے خواص میں سے کتب کی تصنیف بھی ہے ہمیشہ ایک جماعت حق پر قائم رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا امر (قیامت) ظاہر ہو۔

معراجِ نبوی ﷺ

امام قسطلانی نے مقصد خامس میں حضور اقدس ﷺ کے معراج و اسراء کے خصائص اور بارگاہ ایزدی میں مقام قرب کے لطائف عمومیہ کا ذکر کیا ہے مثلاً اس سے ہمکلام ہونا اور ذات باری تعالیٰ کا مشاہدہ و دیدار کرنا۔

حقیقت یہ ہے کہ واقعہ معراج آپ کے تمام معجزات پر حاوی اور تمام دلائل و براہین میں زیادہ

مضبوط اور قوی تر معجزہ ہے ایک بار آپ کو جسمانی معراج ہوئی اسی طرف جمہور محدثین فقہا اور متکلمین علماء گئے ہیں اس پر کثرت سے احادیث شاہد ہیں جن سے انکار اور عدول نہیں کیا جاسکتا معراج جسمانی انبیاء علیہم السلام میں سے صرف آپ ہی کو ہوئی شب معراج آپ کو دس معراج ہوئے سات آسمانوں تک آٹھواں سدرۃ المنتہیٰ، نواں مستوی تک جہاں آپ نے تقدیر لکھنے والی قلموں کی آواز سنی، دسواں عرش رفرف دیدار خداوندی بالمشافہ گفتگو و کشف حقیقی حاصل ہوا معراج کی حدیث بہت سے صحابہ کرام سے مروی ہے مواہب میں چھبیس کا ذکر کیا ہے۔ حاصل کلام حدیث اسرأ پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ طویل حدیث کو بمع مختلف روایات اور عجیب وغریب نکات کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جس کو میں نے اپنی کتاب انوار محمدیہ مختصر المواہب الدنیہ میں اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے جس کی ضرورت نہیں تھی اس کو حذف کر دیا اور خاص خاص نکات کو بیان کر دیا تا کہ پڑھنے والے کو مزید حسن اور ذوق محسوس ہو، نیز پڑھنے میں آسانی ہو۔

اور امام قسطلانی نے مقصد سادس میں اس آیت کا ذکر کیا ہے جس میں عظمت و رفعت ذکر مصطفےٰ ﷺ کا بالخصوص بیان ہے۔

رفعت ذکر مصطفےٰ ﷺ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ (بقرہ:253)

"یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا"۔

مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ سے مفسرین سیدنا موسیٰ علیہ السلام مراد لیتے ہیں اور حتمی طور پر یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ سے کلام فرمائی اور وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ سے مراد سرکار دوعالم ﷺ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین طرح سے رفعت عطا فرمائی۔

نمبر ا: ذات کے اعتبار سے اور یہ شب معراج عطا کی۔

نمبر ۲: سیادت کے اعتبار سے اور یہ تمام مخلوق کی سرداری عطا فرما کر رفعت دی۔

نمبر ۳: معجزات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ معجزات عطا کیے جو پہلے کسی پیغمبر کو نہیں ملے۔

زمخشری کہتے ہیں کہ درجات کو مبہم رکھنے میں (کہ کون کون سے دیئے گئے) تفخیم شان اور بلندی قدر وعزت مقصود ہے جو مخفی و پوشیدہ نہیں کہ آیت اس بات کی شاہد ہے کہ آپ کو وہ علم عطا ہوا جس میں اشتباہ وشک کا شبہ تک نہیں اور وہ امتیاز حاصل ہے جس میں کبھی بھی التباس واشتباہ نہیں ہو سکتا اور اس چیز کو دوسری آیت میں بھی بیان کیا۔

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ (بنی اسرائیل:55)

''بیشک ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی''۔

بے شک انبیاء ورسلان عظام کے مراتب متفاوت ومختلف ہیں بعض اہل علم کہتے ہیں جس طرح قاضی عیاض نے اس کو نقل کیا ہے کہ فضیلت انبیاء دنیا میں تین طرح سے ہے۔

نمبر ا: آیات ومعجزات سب سے زیادہ ظاہر اور مشہور ہوں۔

نمبر ۲: یا اس نبی کی امت پاکیزہ ترین اور سب سے زیادہ ہو۔

نمبر ۳: یا ذات نبی سب سے افضل واظہر ہو۔

یہ تین حال ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔

اللہ نے آپ کی ذات میں ہمکلامی، خلت اور رؤیتِ ذات باری اور اس کے علاوہ وہ کمالات رکھے ہیں جو دیگر انبیاء کو نہیں ملے آپ کے معجزات سب انبیاء سے زیادہ قوی اور مضبوط ترین اور باقی رہنے والے ہیں اور آپ کی ذات سب سے افضل اور سب سے زیادہ طاہر ومطہر ہے لہٰذا آپ کا رتبہ تمام انبیاء سے بالا ہے۔

آپ تمام انبیاء کی صفات کے جامع ہیں

امام فخر الدین رازی معالم میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء کے اوصاف حمیدہ بیان کئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا:

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (انعام:90)

''وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے تو آپ ان کی ہدایت کی اقتدا کیجیے''۔

تو آپ نے تمام اوصاف حمیدہ کو اپنا یا جو ان میں متفرق طور پر تھے۔ لہٰذا ان سب سے افضل ہوئے اور آپ کی دعوت وتبلیغ دنیا کے اکثر وبیشتر ممالک اور علاقوں میں پہنچی، جہاں پہلے انبیاء کی دعوت نہیں پہنچ سکی تو آپ کی دعوت سے مخلوق خدا نے دیگر انبیاء علیہم السلام کی دعوت کی نسبت زیادہ فائدہ حاصل کیا آپ کی دعوت نفع وفائدہ کے اعتبار سے کامل ترین ہوئی۔ لہٰذا آپ سب سے افضل ٹھہرے۔

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اِنَّهٗ قَالَ اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

''نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں قیامت کے روز تمام لوگوں کا سردار ہوں گا''۔

یہ فرمان تحدیثِ نعمت کے طور پر ہے کہ امت کو آپ کی عظمت و رفعت شان کا علم ہو جائے کہ ہم اس نبی کی امت ہیں جو تمام مخلوق کا سردار ہے خواہ آدم علیہ السلام ہوں یا اور کوئی نبی و رسول۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (انشراح) ہم نے آپ کے ذکر کو آپ کے لیے بلند کر دیا۔

ابن خزیمہ اور اس کے علاوہ دوسروں نے ذکر کیا ہے کہ ابن حبان نے اس کی تصحیح کی ہے۔

اَنَّهٗ ﷺ قَالَ اَتَانِی جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَالَ اِنَّ رَبِّیْ وَرَبَّکَ یَقُوْلُ اَتَدْرِیْ کَیْفَ رَفَعْتُ ذِکْرَکَ،قُلْتُ اَللّٰهُ اَعْلَمُ قَالَ اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیَ۔

آپ نے فرمایا، حضرت جبریل امین میرے پاس آئے اور کہا تحقیق میرا اور تیرا رب کہتا ہے کیا آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر کو کیسے بلند کیا میں نے کہا اللہ ہی بہتر جانتا ہے تو فرمایا جب میرا ذکر ہوگا ساتھ تمہارا ذکر و چرچا بھی ہوگا۔

قاضی بیضاوی اس کا معنی بیان کرتے ہیں، اس جیسی بلندی اور کیا ہو سکتی ہے کہ دونوں کلمہ شہادت میں اللہ تعالیٰ اپنے نام کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے نام کو متصل کر دیا ہے اور آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (النساء:80)

''س نے رسول کریم ﷺ کی اطاعت کی بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی''۔

ایسے ہی اور بہت آیات ہیں جو اس پر شاہد ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝۵۶ (احزاب)

''بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مقام مصطفیٰ سے مطلع کیا ہے جو کہ اس کے اور ملاً اعلیٰ (فرشتوں) کے ہاں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کے پاس آپ کی مدح و تعریف کرنا اور فرشتے آپ پر

صلوٰۃ (نزول رحمت) بھیجتے ہیں پھر عالمِ سفلی یعنی انسان کو صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا حکم دیا تو آپ کے پاس اللہ اور اس کے پیغمبر اور اکثر اہل جہاں (دنیوی و آخروی) اہل جہاں علوی ہوں یا سفلی سب کی ثنا آپ کے پاس جمع ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

طٰهٰ ۚ﴿۱﴾ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى ۙ﴿۲﴾ (طٰہٰ)

''اے محبوب! ہم نے یہ قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ تم مشقت میں پڑو''۔

ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ آپ اپنے نفس کو عبادت میں تنگی اور مشقت دیں۔

وَمَا بُعِثْتُ اِلَّا بِالْحَنِيْفِيَّةِ السَّمْحَةِ۔ آپ کو آسان دین حنیفیت دیا گیا۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو اتنا طویل قیام فرماتے ہیں کہ آپ کے قدموں میں سوزش پڑ جاتی، تو جبریل آمین علیہ السلام نے عرض کیا! اپنے نفس کو آرام بھی دیجیے کہ اس کا بھی آپ پر حق ہے۔ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اِنَّاۤ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ ؕ﴿۱﴾۔ اے محبوب بیشک ہم نے تمہیں بیشمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

ہم نے آپ کو مناقب کثیرہ عطا کیے جو ہر ایک منقبت دنیا کے فرشتے اپنے پروں سمیت سے بڑی ہے۔ کوثر کا مشہور معنی جنت کی نہر ہے اور یہی معنی علماء سلف و خلف کے ہاں مشہور ہے۔ یہ معنی حدیث شریف میں موجود ہے۔ پھر اور بہت سی اشیاء کا ذکر کیا جن سے کچھ کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اور کچھ کا ذکر آگے آئے گا۔ پھر قسطلانی نے کہا خلاصہ کلام کہ قرآن کریم میں آپ کے جلالتِ رتبہ، عظمتِ مرتبہ اور علو و رفعت ذکر کی تصریح پر متضمن ہے۔ جس سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ آپ عزت و تکریم کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔

رحمت عالم

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّـلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۰۷﴾ (انبیاء)

''اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے''۔

ابو بکر بن طاہر کہتے ہیں اللہ نے آپ کو رحمت کی زینت سے مزین کیا ہے آپ کی رحمت اور جملہ خصائل و صفات مخلوق کے لیے رحمت ہیں۔ پس جسے آپ کی رحمت سے کچھ مل گیا وہ دونوں جہان میں کامیاب ہے اور مصائب سے محفوظ ہو گیا آپ کی رحمت کا ہر حصہ محبوب اور نیک انسان کو پہنچنے والا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ہر نیک و فاجر کے لیے رحمت ہیں اس لیے جس کسی نے بھی اپنے نبی کی تکذیب کی اس کو اللہ نے ہلاک کر دیا لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب

کرنے والے کی ہلاکت کو موت یا قیامت تک کے لیے مؤخر کیا اور جس نے تصدیق کی اس کے لیے دنیا و آخرت میں رحمت ہیں۔

سمرقندی نے رحمۃ اللعالمین کا معنی کیا کہ جن وانس کے لیے رحمت ہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ تمام مخلوق کے لیے رحمت ہیں مومن کے لیے ہدایت کے ساتھ رحمت، منافق کے لیے قتل سے امان اور کافر کے لیے تاخیر عذاب میں رحمت ہیں پس آپ کی ذات اقدس مومن و کافر سب کے لیے رحمت ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ (انفال:33)

''اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب دے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو''۔

امام بیہقی وغیرہ نے روایت کیا۔

اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ

''میں ہدایت دینے والی یا ہدایت یافتہ رحمت ہوں''۔

بعض عرفاً نے لکھا ہے کہ انبیا علیہم السلام کی تخلیق رحمت سے ہوئی اور ہمارے رسول معظم ﷺ عین رحمت ہیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ (احزاب:40)

''محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے خاتم (پچھلے) ہیں''۔

رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں میں تمام مخلوق کی طرف رسول بن کر آیا ہوں اور مجھ پر سلسلہء نبوت ختم کر دیا گیا ہے اس حدیث کو امام مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ز (اعراف:157)

''وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس تورات و انجیل میں''۔

یہ آیت آپ کے کمال صداقت پر دلالت کرتی ہے اس لیے آپ کا ذکر تورات و انجیل وغیرہ میں ہوا تو یہ یہود و نصاریٰ کے لیے سب سے بڑی وجہ انکار ہوتی۔ کیونکہ جھوٹ اور بہتان پر اصرار بہت بڑے منکرات سے ہے کوئی عقلمند ایسی کوشش نہیں کرتا جس سے اس کا وقار مجروح ہو اور لوگ اس کی

بات سے نفرت کریں اور حضور اقدس ﷺ تمام انسانوں سے زیادہ عقلمند ہیں تو آپ نے جب یہ اعلان کیا تو اس سے ثابت ہوگیا کہ آپ کے اوصاف حمیدہ تورات وانجیل میں مذکور ہیں اور یہ آپ کی نبوت ورسالت کی بہت بڑی دلیل ہے کتب سماویہ تحریف شدہ ہونے کے باوجود ان میں آپ کا ذکر اور نبوت ورسالت کا تذکرہ موجود ہے بہت سی عبارات جن میں نبوت ورسالت کا بیان ہے۔ قسطلانی نے نقل کی ہیں اور بہت سی عبارات میں نے بھی اپنی کتاب حجۃ اللہ علی العالمین میں ذکر کی ہیں جسے یہاں نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔

اتباع رسول ومحبت رسول ﷺ

امام قسطلانی نے ساتویں مقصد میں محبت واتباع رسول ﷺ کا ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ محبت فرض اور آپ کے ارشادات پر عمل لازم ہے۔

محبت رسول ﷺ یہ وہ مقام ہے جس میں سانس لینے والے سانس لیتے ہیں عاملین اس کی طرف مائل ہوتے ہیں محبین اس میں گم ہو جاتے ہیں عبادت گذار اس کی نسیم روح سے راحت حاصل کرتے ہیں پس یہ دلوں کی غذا، ارواح کی قوت اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے یہ وہ زندگی وحیات ہے جو اس سے محروم ہے وہ مردوں سے ہے اور وہ نور اور روشنی ہے جس کے پاس یہ نہیں وہ تاریکیوں کے دریاؤں میں غوطہ زن ہے پس محبت رسول ﷺ ایمان، اعمال، روح اور مقامات علیا کی روح ہے جب انسان اس شخص سے محبت کرتا ہے جو اسے دنیا میں ایک یا دوبار فنا اور ختم ہونے والا فائدہ پہنچائے یا کسی ضرر وہلاکت سے بچاتا ہے تو رسول کریم ﷺ سے محبت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے جن سے باقی اور ہمیشہ رہنے والا فائدہ پہنچتا ہے اور ہمیشہ رہنے والے عذاب جہنم سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

جب انسان دوسرے سے اس کی حسن صورت اور سیرت جمیلہ کی وجہ سے محبت کرتا ہے تو ہمارے رسول کریم ﷺ سے محبت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے جو اخلاق حسنہ کے جامع اور مکارم اخلاق اور فضل عمیم کے پورا کرنے والے ہیں آپ ﷺ کے بسبب اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کی نعمتیں عطا کیں۔ ہم پر ظاہری و باطنی نعمتوں کا القاء فرمایا آپ جان مال، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبت کے مستحق ہیں بلکہ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے جسم کے ایک ایک بال کے تحت آپ کی محبت ڈال دے پھر بھی کما حقہ آپ کی محبت کا تقاضا پورا نہیں ہوتا۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ

اَجْمَعِیْنَ۔

"تم میں کوئی ایک بھی اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کے باپ اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ عزیز تر نہ ہو جاؤں"۔

امام بخاری نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لَنْ یُؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَفْسِہٖ

"جب تک میں جان سے پیارا نہ ہو جاؤں تم سے کوئی بھی مسلمان نہیں ہوسکتا"۔

تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر قرآن کریم ﷺ اتارا۔

وَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیَّ فَقَالَ لَہٗ نَبِیٌّ ﷺ اَلْآنَ یَا عُمَرُ تَمَّ اِیْمَانُکَ

"ضرور آپ مجھے اپنے دل سے بھی زیادہ پیارے ہیں تو آپ نے فرمایا اے عمر اب آپ کا ایمان کامل واکمل ہوا"۔

اور سیدنا علی مرتضیٰ بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَحَبَّ اِلَیْنَا مِنْ اَمْوَالِنَا وَاَوْلَادِنَا وَاَبْنَائِنَا وَاُمَّھَاتِنَا وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ عَلَی الظَّمَأِ۔

"ہمیں رسول اللہ ﷺ ہمارے اموال، اولاد، لڑکے، مائیں اور پیاسے کے لیے ٹھنڈے پانی سے زیادہ عزیز تھے"۔

ابن اسحاق نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے۔ ایک انصاری عورت جس کا باپ، بھائی اور شوہر غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی افواہ سنی تو دوڑتی ہوئی احد کی طرف جا رہی تھی۔ جب اسے اپنے باپ، بھائی اور شوہر کے قتل ہونے کی خبر ملی تو کہنے لگی:

مَافُعِلَ رَسُوْلُ اللّٰہُ ﷺ؟ رسول اکرم ﷺ کا کیا حال ہے؟

صحابہ کرام نے جواب دیا۔ آپ الحمدللہ باخیریت ہیں تیری منشا کے مطابق۔ اس نے کہا مجھے زیارت کراؤ۔ تاکہ مجھے یقین ہو جائے آپ کی خیریت وصحت کو دیکھ کر کہنے لگی:

کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَکَ جُلَلٌ اَیْ صَغِیْرَۃٌ

"آپ کے بعد بڑی سے بڑی مصیبت بھی معمولی ہے"۔

جب مشرکین مکہ حضرت زید بن دشنہ کو حرم سے قتل کرنے کے لیے باہر لائے تو ابوسفیان جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے زید سے کہنے لگے میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں اے زید! کیا تو اس بات کو پسند کرے گا کہ تیری جگہ محمد ﷺ کو قتل کر دیا جائے۔؟ تو حضرت زید نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں تو اس چیز کو بھی گوارا نہیں کر سکتا کہ آپ کے قدموں کو کانٹا بھی چبھ جائے اور میں اپنے اہل و عیال میں ہوں۔ تو ابوسفیان کہنے لگا اصحاب محمد (ﷺ) جتنی اپنے رسول محمد سے عقیدت اور محبت رکھتے ہیں اتنی کوئی کسی سے محبت نہیں کر سکتا۔ آپ کے ساتھ محبت کرنا فرض ہے۔ اس پر بہت حدیثیں ذکر کی گئی ہیں۔

محبت کی علامت

محبت کی بہت سی علامات ہیں۔

1۔ اقتدا

محبت کا تقاضا ہے کہ آپ کی اقتدا اور آپ کے طریقوں و سنتوں پر عمل اور آپ کی ہدایت سے ہدایت حاصل کی جائے۔ نیز آپ کی شریعت مطہرہ کی حتی الامکان معلومات اور واقفیت حاصل کی جائے اور جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران: 31)

"اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ تو اللہ تم سے محبت کرے گا"۔

اس آیت میں اتباع رسول ﷺ کو بندے کی اللہ سے محبت کی علامت قرار دیا۔ اور حسن اتباع رسول اللہ ﷺ کے صلہ میں خود اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت قرار دی، اس کمال اتباع سے محبت و محبوبیت دونوں اکٹھی حاصل ہو جاتی ہیں۔ اب یہ نہیں کہ بندہ تو اللہ سے محبت کرے اور خود ذات باری تعالیٰ بندے سے محبت نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ بندے سے محبت کرتا ہے۔

یہ اسی صورت میں ہوگا جب تو ظاہری و باطنی طور پر حبیب خدا مصطفےٰ ﷺ کی کامل اتباع کرے آپ کی خبر کی تصدیق، امر پر عمل، دعوت پر برضا و رغبت لبیک کہے۔ آپ کے حکم کی وجہ سے غیر کے حکم پر عمل نہ کرے اور آپ کی محبت میں مخلوق کی محبت کو بھول جائے۔ آپ کی اطاعت سے غیر کی اطاعت کو بھلا دے۔ اگر اسی طرح نہیں کر سکا تو یقین کر تجھے ابھی نہیں ملا فاتبعونی کے الفاظ میں غور کرنے سے

ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے سے اسی صورت میں محبت کرتا ہے جب اللہ کے رسول ﷺ کی مکمل اتباع کی جائے۔

ترمذی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

مَنْ اَحْیَا سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ

''جس نے میری سنت کو زندہ (سنت پر عمل) کیا تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا''۔

ابن عطاء کہتے ہیں جو آداب سنت کا التزام (لازم) کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نور معرفت سے منور کر دیتا ہے۔ اوامر، نواہی، افعال اور اخلاق میں آپ کی اتباع و پیروی سے بڑھ کر کوئی کام نہیں۔

2۔ شریعت پر رضا مند ہونا

علامات محبت سے ایک علامت آپ کی شریعت مطہرہ پر رضا مندی ہے اور آپ کے ہر فیصلے کو برضا و خوشی قبول کیا جائے اور دل میں تنگی تک محسوس نہ کرے:

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴿۶۵﴾ (النساء)

''تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں''۔

جو شخص آپ کے فیصلے پر دل میں تنگی محسوس کرے گا اس کے دل سے ایمان سلب کر لیا جائے گا۔

تاج الدین عطا اللہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ یہ آیت اس پر دال ہے کہ حقیقی ایمان اس وقت حاصل ہوگا جب اپنے نفس پر اللہ اور اس کے رسول کے احکام قولاً فعلاً اخذ و ترک اور حب و بغض کے ہر لحاظ سے نافذ کرے پھر احکم الحاکمین نے اس شخص سے جو آپ کے فیصلے کو قبول نہیں کرتا اور دل میں تنگی محسوس کرتا ہے ایمان کی صرف نفی نہیں کی بلکہ حضور اقدس ﷺ پر خصوصی عنایت و رافت فرماتے ہوئے اپنی ربوبیت کو آپ کی طرف منسوب کر کے قسم اٹھائی اور فرمایا فَلَا وَرَبِّکَ تیرے رب کی قسم، قسم میں اس طرف اشارہ ہے۔ جو آپ کے فیصلوں کو بخوشی قبول کرتے ہیں خواہ وہ فیصلہ ان کے ہی خلاف ہو ان پر محبت کا غلبہ اور نصرت الٰہی ان کے شامل حال ہے۔

اس آیت میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت کا اظہار ہو رہا ہے کہ آپ کے

حکم فیصلے کو اپنا حکم اور فیصلہ قرار دیا۔ بندوں پر لازم کر دیا کہ آپ کے احکامات پر عمل کریں جو آپ کے احکام پر عمل نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم)

''اور کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے''۔

پس آپ کا حکم اللہ کا حکم آپ کا فیصلہ اللہ کا فیصلہ ہے جیسے دوسری آیت میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ (فتح:10)

''بیشک وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں بیشک وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں''۔

ایک اور آیت میں اس کی تاکید فرمائی:

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (فتح:10)

''ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے''۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں کہ جو شخص جمیع احوال میں اپنے نفس کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ملک نہیں سمجھتا اس نے حلاوتِ سنت کو نہیں چکھا۔

3۔قول و فعل سے دین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت

علامات محبت سے آپ کے دین و مذہب کی نصرت ہے کہ محبّ اپنے فعل و قول سے حمایت و نصرت کرے اور آپ کے اخلاقِ عالیہ سے متخلق ہو مثلاً سخاوت وجود، ایثار و قربانی حلم و صبر، تواضع وغیرہا جو آپ کے اخلاق سے متخلق ہو گیا اس نے حلاوتِ ایمان پالی جو حلاوت ایمان سے شناسا ہو جائے اسے عبادات و طاعات میں ذوق حاصل ہو جاتا ہے مصائب و مشقات کو برداشت کرنے کی اہلیت پیدا ہو جاتی ہے دنیا کے مال و اسباب پر ان کو ترجیح دے گا۔

4۔ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت تعظیم اور تواضع انکساری کا اظہار

علامت محبت سے ہے کہ جب آپ کا ذکر کیا جائے یا آپ کا اسم گرامی لیا سنا جائے تو ادب و تعظیم سے لیا جائے تواضع، عاجزی اور انکساری کا اظہار کیا جائے۔ کیونکہ ہر محبّ اپنے محبوب کا ذکر ادب و احترام اور تواضع سے کرتا ہے جیسا کہ کثیر صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کا ذکر نہایت خشوع و خضوع سے کرتے یہاں تک کہ ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور ان پر گریہ طاری ہو جاتا یونہی اکثر تابعین کی حالت تھی تابعین کے بعد والے مشائخ و علما و عظام اور عشاق نہایت محبت شوق بصد ادب و احترام سے ذکر کرتے علامہ قسطلانی نے بعض صحابہ اور سلف صالحین کے واقعات کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

5۔ کثرت شوق دیدار مصطفےٰ ﷺ

علامات محبت مصطفےٰ ﷺ میں سے آپ کے دیدار کا ہر وقت مشتاق رہنا ہے۔

6۔ محبت قرآن

جناب رسالتِ مآب ﷺ کی محبت کی علامات میں سے قرآن کریم ﷺ سے محبت ہے اگر تو نے معلوم کرنا ہو کہ تجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کتنی محبت ہے تو قرآن کریم کی محبت سے اندازہ لگالے کہ قرآن کریم سے کتنی محبت ہے۔

7۔ سنت سے محبت اور احادیث مبارکہ کا پڑھنا

رسول خدا ﷺ کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی سنن سے محبت اور احادیثِ مبارکہ کو پڑھا جائے۔

8۔ آپ کے ذکر کرنے اور نام سننے سے لطف اندوز ہونا

علامت محبت میں سے ہے کہ محبّ آپ کے ذکر پاک کرنے یا اسم گرامی سننے کے وقت لذت اندوز ہو

9۔ اہل بیت وصحابہ کرام اور مدینہ منورہ سے محبت

آپ ﷺ سے محبت کا تقاضا یہ بھی ہے آپ کے دین، آل، اصحاب، شہر اور ہر اس چیز سے محبت کی جائے جو آپ کی طرف منسوب ہو جب بندے پر آقا علیہ السلام کی محبت کی شدت کا غلبہ ہوگا تو ماسوا کے خیالات محو ہو جائیں گے دل وجان اور آنکھ کان اس کی محبت میں مستغرق ہو جائیں گے تو اکثر آپ کی زیارت سے عالم خواب میں مشرف ہوتا رہے گا بعض اوقات چشم ظاہر سے حالت بیداری میں مشرف ہو جائے گا جیسا کہ اکابر اولیاء اور خیرۃ الاصفیاء عالم یقظہ میں دیدار سے مشرف ہوتے رہتے ہیں۔

آپ کا غیب کی خبریں دینا

امام قسطلانی نے آٹھویں مقصد کے آخر میں آپ کا مغیبات کی بہت خبروں کا تذکرہ کیا ہے۔

یاد رکھئے کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ رسول کریم ﷺ کی زبان حق ترجمان یا کسی اور سے صدور ہوا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ وحی یا الہام کے ذریعہ حدیث شریف میں ہے۔

وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَا اَعْلَمُ اِلَّا مَاعَلَّمَ رَبِّیْ

"بخدا میں وہی جانتا ہوں جو مجھے حق تعالیٰ نے سکھایا ہے"۔

آپ ﷺ کا مغیبات پر مطلع ہونا اتنا مشہور ہو گیا تھا کہ بعض نے اپنے دوستوں سے آپ کے متعلق بات کرنے سے منع کرتے ہوئے کہہ دیا کہ خاموش ہو جا اگر آپ کے پاس کوئی خبر دینے والا ہو تو بطحا کے پتھر آپ کو حالات سے آگاہ کریں گے اور اس کی شہادت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ہوتی ہے۔

وَفِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتْلُوْ كِتَابَهٗ   اِذَا انْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِنَ الصُّبْحِ سَاطِعٌ

اَرَانَا الْهُدٰى بَعْدَ الْعَمِیْ فَقُلُوْبُنَا   بِهٖ مُوْقِنَاتٌ اَنْ مَاقَالَ وَاقِعٌ

اور ہم میں اللہ کے رسول ہیں جو اس کتاب کی تلاوت کرتے ہیں جب صبح درخشاں ہوتی ہے۔ ہمیں گمراہی کے بعد ہدایت دکھائی پس ہمارے دل آپ کے فرمان کے مطابق امور کے وقوع پذیر ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔

اور حضرت حسان بن ثابت کے اشعار ہیں:

نَبِیٌّ يَرٰى مَالَا يَرٰى النَّاسُ حَوْلَهٗ   وَ يَتْلُوْ كِتَابَ اللّٰهِ فِیْ كُلِّ مَشْهَدٖ

فَاِنْ قَالَ فِیْ يَوْمٍ مَقَالَةَ غَائِبٍ   فَتَصْدِيْقُهَا فِیْ ضَحْوَةِ الْيَوْمِ اَوْ غَدٖ

نبی کریم ﷺ وہ ملاحظہ فرماتے ہیں جو لوگ اپنے اردگرد بھی نہیں دیکھ سکتے اور ہر مشہد میں (شہادت کی جگہ) کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں۔ اگر آپ نے غائب کے متعلق کوئی بات فرمائی تو اس کی آج تصدیق ہو گی یا کل۔

علامہ قسطلانی نے بہت سی احادیث ذکر کی ہیں جو مخصوص واقعات سے متعلق ہیں جن کے متعلق آپ نے خبر دی ویسے ہی وہ واقعہ رونما ہوا۔ انواع معجزات میں سے مغیبات کی اطلاع دینا سب سے زیادہ ہے۔

کیا اسلام سے قبل آپ کسی نبی کی شریعت کے مطابق عبادت گذار تھے یا نہیں؟

امام قسطلانی نے مقصد تاسع میں ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ اعلان نبوت سے قبل کسی نبی کی شریعت کے مطابق عبادت کرتے تھے یا نہیں تو جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ کسی بھی نبی کی شریعت کے مطابق عبادت گذار نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا (النحل:123)

"پھر ہم نے تمہیں وحی بھیجی کہ دین ابراہیم کی پیروی کرو جو ہر باطل سے الگ تھا۔ تو اس کا جواب

یہ ہے کہ اس میں صرف توحید میں اتباع مراد ہے۔

شیخ الاسلام بلقینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ احادیث مبارکہ میں کوئی ایسی روایت نہیں ملتی جس سے قبل از اعلان نبوت کی عبادت کی کیفیت معلوم ہو۔

ابن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ سال میں ایک پورا مہینہ غار حرا میں تشریف لے جایا کرتے اور واپسی پر گھر میں داخل ہونے سے قبل بیت اللہ شریف کا طواف کرتے بعض نے تعبد و عبادت کو غور و خوض، تفکر و تدبر پر محمول کیا ہے۔

احادیث مبارکہ جن میں آپ کی انواع عبادت کا ذکر ہے کثیر ہیں۔ امام قسطلانی نے آخر میں کچھ ادعیہ اذکار اور قرأت کا ذکر کیا ہے اور بہت سی ادعیہ مستجابہ (مقبول دعاؤں) کا ذکر فرمایا ہے۔

آپ کی ادعیہ مستجابات

وہ دعائیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائی ان میں ایک حضرت انس بن مالک کے حق میں فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَاَطِلْ عُمُرَهُ وَ اغْفِرْلَهُ

"اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں کثرت فرما اس کی عمر طویل کر اور اس کی مغفرت فرما"۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ میری پشت سے ایک سو دو بچے دفن ہوئے میرا باغ سال میں دوبار پھل دیتا میری عمر اتنی طویل ہوئی کہ اپنی زندگی سے اکتا گیا اور رابعہ (موت) کی امید کرنے لگا (اس کو ابن سعد نے روایت کیا ہے)

حضرت مالک بن ربیعہ سلولی کی اولاد میں برکت کے لیے دعا فرمائی تو ان کے اتنے لڑکے (لڑکے پوتے، پیدا ہوئے رواہ ابن عساکر)

جب سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خیبر فتح کرنے کے لیے بھیجا تو ان کی آنکھیں دکھتی تھیں تو ان کی آنکھوں میں لعاب ڈالا اور فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنْهُ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ.

"اے اللہ اس سے گرمی اور سردی کو دور فرما"۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس دن سے مجھے گرمی محسوس ہوئی نہ سردی اور نہ پھر کبھی آنکھیں خراب ہوئیں اور بہت دعاؤں کے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں ایسی کوئی ایک روایت بھی نہیں ملتی کہ آپ نے دعا فرمائی ہو اور اللہ تعالیٰ نے قبول نہ کی ہو۔

انبیاء علیہم السلام اپنی موت میں با اختیار ہیں

امام قسطلانی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب کے مقصد عاشر جو کتاب کا آخری حصہ ہے میں لکھا ہے موت چونکہ طبعی طور پر ایک ناپسندیدہ چیز ہے اس لیے ہر نبی کو اپنی موت کے بارے میں اختیار دیا گیا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو اختیار دیا ہے کہ دنیا و مافیہا یا جو اللہ تعالیٰ کے پاس موجود ہے۔ جس کو چاہے پسند کرلے تو اس کے بندے نے عنداللہ (جو اللہ کے پاس ہے) کو پسند کیا ہے تو حضرت ابو بکر صدیق یہ کلمات سن کر رونے لگے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں روای کہتے ہیں ہم نے ابو بکر صدیق کے گریہ پر تعجب کیا لوگ کہنے لگے اس شیخ کی طرف دیکھئے کہ رسول اللہ ﷺ کی خبر کہ اللہ نے بندے کو دنیا و آخرت میں اختیار دیا ہے کے جواب میں فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا کہہ رہے ہیں رسول کریم ﷺ وہ مخیّر ہیں اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم ہم سے زیادہ علم والے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

نبی اکرم ﷺ اخیر عمر میں موت کی آمد کے منتظر رہتے تھے اس پر چند احادیث ذکر کی ہیں۔

واحدی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موصولاً روایت کیا ہے رسول کریم ﷺ نے اپنے وصال شریف سے ایک ماہ قبل بیان کیا جب فراق کا وقت قریب آیا تو ہم ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں جمع ہوئے تو آپ نے فرمایا اللہ تمہیں سلام کے ساتھ زندہ رکھے اللہ تم پر رحمت فرمائے تمہیں قوت و طاقت دے تمہاری مدد کرے تمہیں بلند و بالا فرمائے اللہ تمہیں اپنی پناہ میں رکھے میں تمہیں خوف الٰہی کی وصیت کرتا ہوں تمہیں ذات الٰہی سے ڈراتا ہوں کہ بیشک میں تمہارے لیے واضح اور ڈرانے والا ہوں اس کے شہروں اور بندوں کے بارے میں اللہ کی مخالفت نہ کرنا بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے اور تمہیں یہ فرمایا ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ (قصص:83)

''یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لیے تیار کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد اور عاقبت پرہیزگاروں ہی کی ہے''۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ (زمر:60)

"کیا مغرور کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں"۔

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مَتیٰ اَجَلُکَ آپ کو موت کب آئے گی؟ فرمایا فراق کی گھڑی بالکل قریب ہے رب العالمین اور جنت الماوی کی طرف رجوع اور لوٹنا ہے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو کفن کون دیں؟ فرمایا میری اہل بیت کے مرد الاقرب فالاقرب (قرب کے لحاظ سے) درجہ بدرجہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو کفن کس میں دیں؟ تو فرمایا ان کپڑوں میں اور اگر تمہارا خیال ہو تو سفید مصری کپڑوں یا حلہ یمانیہ (یعنی چادر) ہم نے عرض کیا آپ کی نماز جنازہ کون پڑھے گا؟ تو فرمایا جب میرے غسل اور کفن سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے چارپائی پر رکھ کر قبر کے پاس رکھ کر کچھ وقت کے لیے جدا و علیحدہ ہو جانا کہ سب سے پہلے مجھ پر جبریل امین درود پڑھیں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر عزرائیل اور اس کے ساتھ فرشتوں کی ایک جماعت، پھر تم جماعت جماعت بن کر جانا مجھ پر درود و سلام پڑھتے جانا سب سے قبل میرے اہل بیت مرد پھر عورتیں پھر تم مجھ پر سلام پڑھنا اور میرا سلام دینا اس کو جو میرے صحابہ میں سے غائب ہے اور جس نے میرے دین کی اتباع کی آج سے قیامت تک کے لیے ہم نے عرض کیا آپ کو قبر شریف میں کون اتارے؟ فرمایا میرے اہل بیت فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔

امام بخاری نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حالت صحت میں ارشاد فرمایا:

لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ قَطُّ حَتّٰى يَرَى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرُ

"نبی فوت ہونے سے قبل جنت میں اپنا مقام دیکھ لیتا ہے پھر اسے اختیار دیا جاتا ہے"۔

جب نبی اکرم ﷺ کو تکلیف ہوئی اور موت کا عین وقت آ گیا تو اس وقت آپ کا سر اقدس میری ران پر تھا آپ پر غشی طاری ہوئی جب افاقہ ہوا اور آپ نے آنکھ کھول کر چھت کی طرف دیکھا اور فرمایا: اَللّٰهُمَّ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى۔ اے اللہ! رفیق اعلیٰ کی صحبت میں۔ میں نے کہا اس وقت ہمیں پسند نہیں کریں گے مجھے معلوم ہو گئی وہ حدیث جو آپ نے حالت صحت میں بیان فرمائی تھی پھر آپ پر غشی طاری ہو گئی اور تکلیف شدت اختیار کر گئی تو سیدہ فاطمہ زہرئی رضی اللہ عنہا نے کہا: وا کرب ابتاہ۔ اے ابا جی کی تکلیف تو آپ نے فرمایا آج کے بعد تیرے باپ پر کوئی کرب و تکلیف نہیں اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ آپ کو کرب و تکلیف رفعت منزلت و مقام اور مزید ترقی درجات کے لیے تھی

طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ملک الموت نبی اکرم ﷺ کے پاس ایام مرض میں آئے اس وقت آپ کا سر اقدس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گود میں تھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملک الموت نے اجازت طلب کی اور کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،تو حضرت علی نے فرمایا واپس چلے جایئے ہم مصروف ہیں تو رسول خدا ﷺ نے فرمایا یہ ملک الموت عزرائیل ہے رشد و ہدایت کے ساتھ داخل ہو جا۔ جب داخل ہوا تو عرض کیا آپ کا رب آپ کو سلام دیتا ہے پس مجھے معلوم ہو گیا کہ ملک الموت نے اس سے قبل اہل بیت کو سلام کیا ہے نہ بعد میں کرے گا۔

جعفر بن محمد اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ جب رسول کریم ﷺ کی موت سے تین دن قبل جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد! ﷺ مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس بھیجا ہے آپ کے احترام کے واسطے آپ سے وہ ذات دریافت فرما رہی ہے جو آپ سے زیادہ آپ کو جانتی ہے کہ آپ اپنے کو کیسے پاتے اور محسوس کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا اے جبرئیل! میں اپنے کو مغموم پاتا ہوں دوسرے دن پھر جبریل حاضر ہوئے پہلے دن کی طرح سوال کیا اور آپ نے بھی پہلے دن کی مانند جواب دیا۔ تیسرے دن پھر حاضر خدمت ہوئے اور اسی طرح کیا پھر آپ کے پاس ملک الموت حاضر ہوئے اجازت طلب کی جبریل نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ ملک الموت آپ سے اجازت چاہتا ہے جس نے آپ سے پہلے کسی سے اجازت طلب کی ہے اور نہ اجازت طلب کرے گا فرمایا اجازت دے دیجئے تو ملک الموت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کی ہر بات کی تعمیل کروں اگر آپ اجازت دیں تو آپ کی روح قبض کرتا ہوں اور اگر ترک کرنے کا حکم دیں تو میں چھوڑ دیتا ہوں جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَاقَ اِلٰی لِقَائِکَ۔ بیشک اللہ تعالیٰ آپ کا مشتاق ہے۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ملک الموت جس کا تجھے حکم ہوا ہے وہ پورا کر جبریل علیہ السلام نے کہا یارسول اللہ ﷺ یہ زمین میرا آخری ٹھکانہ تھا جس کی مجھے دنیا میں تمنا تھی ملک الموت نے روح قبض کی جب آپ کی روح مبارک قبض ہو گئی تو مکان کے ایک کونہ سے آواز سنائی دی۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّ فِي اللّٰهِ عَزَاءً مِنْ كُلِّ مُصِيْبَةٍ وَخَلَفاً مِنْ كُلِّ هَالِكٍ وَدَرَكاً مِنْ كُلِّ فَائِتٍ فَبِاللّٰهِ فَثِقُوْا وَ

اِیَّا ہُ فَارْجُوْا فَاِنَّمَا الْمُصَابُ مَنْ حَرُمَ الثَّوَابَ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ۔

''اے اہل بیت تم پر سلام، اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے تحقیق تمہیں قیامت کے روز پورا پورا اجر دیا جائے گا بیشک اللہ کی ذات ہر مصیبت سے نجات، ہر ہلاک ہونے والے کا خلف اور ہر فوت ہونے والے کا پانا ہے۔ پس اللہ پر بھروسہ رکھو اور اسی پر امید رکھو مصیبت زدہ تو وہ ہے جو ثواب سے محروم رہا اور تم پر سلام ہو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں''۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا جانتے ہو کہ یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ خضر علیہ السلام ہیں (اس کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا ہے)

حاکم نے حدیث انس روایت کی ہے اس میں آخری کلام جو آقا علیہ السلام نے فرمائی وہ یہ ہے۔

جَلَالُ رَبِّیْ الرَّفِیْعِ۔ میرے بلند و بالا رب کا جلال۔

سالم بن عبداللہ اشجعی سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو سب سے زیادہ غمگین حضرت سیدنا عمر فاروق ہوئے آپ تلوار پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور کہا جس نے کہا کہ آپ ﷺ فوت ہو گئے ہیں اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا لوگوں نے کہا اے سالم صاحب رسول اللہ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بلاؤ میں مسجد کی طرف گیا تو وہاں ابوبکر موجود تھے جب میں نے آپ کو دیکھا تو رونے والا ہو گیا آپ نے فرمایا کیا رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں میں نے کہا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں کہ جو آپ کو کہے گا کہ فوت ہو گئے ہیں تو میں اس تلوار کے ساتھ اس کو قتل کر دوں گا حضرت ابوبکر صدیق تشریف لائے رسول کریم ﷺ کے پاس آئے اس وقت آپ کو چادر سے لپیٹا ہوا تھا آپ نے چہرۂ انور سے چادر اٹھائی اپنا منہ آپ کے منہ پر رکھا اور خوشبو سونگھی پھر لپیٹ دیا اور ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ (آل عمران:144)

''اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے ہیں''۔

اور دوسری جگہ فرمایا:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ (زمر) ''بیشک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے''۔

اے لوگو! جو محمد مصطفےٰ ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو وہ فوت ہو گئے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت

کرتا ہے تو وہ زندہ ہے جس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔ حضرت عمر نے کہا قسم بخدا میں نے اس سے پہلے یہ آیات گویا کہ کبھی تلاوت ہی نہیں کی اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

ابن منیر نے کہا کہ جب رسول کریم ﷺ کا وصال ہوا تو عقل و ہوش اڑ گئے بعض مخبوط الحواس ہو گئے بعض میں اٹھنے کی سکت نہیں رہی بعض گونگے ہو گئے کہ کلام سن نہیں سکتے تھے اور بعض کمزور اور ناکارہ ہو گئے مخبوط الحواس ہونے والوں میں حضرت عمر فاروق تھے۔ گونگے ہونے والوں میں حضرت عثمان غنی تھے کبھی جاتے کبھی آتے بول نہیں سکتے تھے بیٹھ جانے والوں میں حضرت علی مرتضٰی تھے کہ حرکت نہیں کرتے تھے ناکارہ ہونے والوں میں حضرت عبداللہ بن انیس تھے جو اسی حالت میں فوت ہوئے ثابت قدم رہنے والوں میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے آپ اس حالت میں تشریف لائے کہ آپ کی آنکھیں خشک سانس متردد اور پھولا ہوا تھا۔ حضور اقدس ﷺ پر داخل ہوئے جھک کر چہرہ اقدس سے کپڑا ہٹایا اور عرض کی آپ کی زندگی اور موت پاکیزہ ہے آپ کے وصال سے وہ چیزیں منقطع ہو گئیں جو دیگر انبیاء علیہم السلام کے وصال پر منقطع نہیں ہوئیں۔ صفت عظیم ہوئی اور گریہ و بکا ہوا اگر آپ کی موت اختیاری ہوتی تو ہم آپ کی موت پر اپنی جانیں قربان کر دیتے اپنے رب کے پاس ہمارا ذکر فرمایئے ہم آپ کے بال (ذکر) سے ہیں۔

ایک روایت جو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مسند امام احمد میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق آقا علیہ السلام کے پاس سر کی جانب سے آئے۔

جب آقا علیہ السلام کا وصال ہوا تو سیدہ فاطمہ زہرٰی رضی اللہ عنہا نے کہا یا ابتاہ! اپنے رب کے بلانے پر لبیک کہا۔ یا ابتاہ! آپ کا مقام جنتُ الفردوس ہے۔ یا ابتاہ! جبریل امین کو موت کی خبر دیتے ہیں اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

ابونعیم نے حضرت علی مرتضٰی سے بیان کیا جب حبیب خدا ﷺ نے وصال فرمایا ملک الموت گریہ کناں کے ساتھ آسمان کی طرف گئے قسم ہے اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں نے آسمان سے ندا سنی اے محمد ﷺ اس مصیبت سے تمام مصیبتیں ہلکی اور آسان ہیں۔

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ آپ نے مرض موت میں فرمایا اے لوگو! اگر کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے تو میری مصیبت کی طرف نسبت کرے میرے کسی امتی کو مجھ سے بڑھ کر تکلیف نہیں پہنچی۔

پیر کے دن وصال شریف

اس پر اجماع ہے کہ وصال شریف پیر کے دن ہوا۔ بدھ کے دن دفن ہوئے اس میں علماء کا

اختلاف ہے اور محل دفن میں ابن عساکر نے ابوذؤیب ہذلی سے بیان کیا ہے انہوں نے فرمایا ہمیں یہ خبر پہنچی کہ آپ بیمار ہیں گھر والوں نے موت کا خطرہ محسوس کیا تو رات کو بیدار رہے اور صبح طلوع ہونے کے قریب سو گئے۔

تو ہاتف غیبی نے ندا دی۔ اشعار:

خَطُبَ اَجَلُ اَنَا خَ بَالِاِسْلَامِ بَیْنَ النَّخِیْلِ وَمَقْعَدَ الْاَطَامِ

قُبِضَ النَّبِیُّ مُحَمَّدٌ فَعُیُوْنُنَا تَبْدَی الدُّمُوْعَ بِا لتَّسْجَامِ

''موت آ گئی جب آپ نے کھجوروں (مدینہ منورہ) اور قلعہ میں بیٹھنے کی جگہ (جگہ شام) میں اسلام کو پھیلایا۔ نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو ہماری آنکھیں خون کے آنسو بہاتی ہیں''۔

میں گھبرا اٹھا آسمان کی طرف دیکھا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ یقیناً فوت ہو چکے ہیں تو اہل مدینہ چیختے پکارتے ہوئے آئے جیسے حاجی لوگ احرام باندھتے وقت تلبیہ بلند آواز سے پکارتے ہیں پس میں نے کہا مہہ (ٹھہر جا) تو کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو چکے ہیں۔

حضرت حسان نے بہت اچھا مرثیہ کہا ہے:

کُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِی فَعَمِیْ عَلَیْکَ النَّاظِرُ

مَنْ شَاءَ بَعْدَکَ فَلْیَمُتْ فَعَلَیْکَ کُنْتُ اُحَاذِرُ

''تو دیکھنے والوں کی آنکھ کی سیاہی ہے آنکھ تجھ پر مشتبہ ہو گئی (معلوم نہیں کر سکی) جو تیرے بعد مرنا چاہے مر جائے پس لازم ہے تجھ پر کہ محتاط رہوں میں''۔

ابوداؤد اور حاکم نے ابوداؤد کی اس روایت کو صحیح کہا ہے نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ میں نے آپ کو غسل دیا پس میں نے دیکھنا چاہا جو مُردوں سے نکلتا ہے تو کچھ نظر نہیں آیا صرف یہی کہ زندگی پاک صاف اور موت بھی پاک اور صاف تھی۔

ابن سعد کی روایت میں ہے کہ آپ سے ایسی خوشبو مہک رہی تھی جیسی کبھی نہیں مہکی۔

ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کے غسل شریف سے منگل کے روز فارغ ہوئے تو چٹائی پر لٹا کر گھر میں رکھا گیا لوگ جماعت در جماعت داخل ہو کر صلوٰۃ پڑھتے رہے مردوں کے فارغ ہونے کے بعد عورتیں گروہ در گروہ داخل ہو کر صلوٰۃ پڑھتی رہیں پھر اسی طرح بچے داخل ہوئے کسی نے امامت نہیں کرائی ایک روایت ہے کہ سب سے قبل ملائکہ نے گروہ در گروہ آ کر صلوٰۃ پڑھی پھر اہل بیت، پھر عام لوگ، پھر آخر میں عورتیں۔ جب رسول کریم ﷺ

حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرہ انور میں بستر ے والی جگہ میں دفن ہوئے تو حضرت سیدہ فاطمہ کبریٰ تشریف لائیں اور فرمایا تمہارے نفوس کیسے پاک ہوں گے تم رسول اللہ ﷺ پر اپنے ہاتھوں سے مٹی ڈال رہے ہو پھر قبر انور سے مٹی اٹھا کر اپنی آنکھوں پر رکھی اور یہ اشعار پڑھے:

مَا ذَا عَلیٰ مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَدٍ اَنْ لَّا یَشُمَّ مُدَی الزَّمَانِ غَوَالِیَا

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

''احمد مختار کی تربت سونگھنے والے پر لازم ہے اس کے بعد رہتے وقت تک کوئی چیز نہ سونگھے۔ مجھ پر اتنے مصائب نازل ہوئے اگر وہ دنوں پر نازل ہوں تو وہ رات میں بدل جائیں''۔

دارمی میں حضرت انس سے مروی ہے وہ دن جس میں رسول اللہ ﷺ مدینہ میں ہمارے پاس تشریف لائے اس دن سے زیادہ حسین اور روشن ترین دن میں نے کبھی نہیں دیکھا اور جس دن آقا علیہ السلام کا وصال ہوا اس سے زیادہ تاریک اور قبیح نہیں دیکھا۔

ترمذی میں بھی حضرت انس سے مروی ہے جس دن رسول کریم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے اس دن نے ہر چیز کو روشن کر دیا جس دن میں آپ کا انتقال ہوا اس نے بھی ہر شے کو تاریک کر دیا جب ہم آپ کو دفن کر رہے تھے تو ہم نے اپنے ہاتھوں کو نہیں جھاڑا حتی کہ ہمارے دلوں نے انکار کیا۔

آخرت میں فضیلت وشان مصطفےٰ

جیسا کہ ہمارے رسول کریم ﷺ ابتداء خلق میں فضیلت رکھتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام میں سب سے اول آپ کی تخلیق ہوئی عالم ارواح میں الست بربکم کا سب سے پہلے جواب دیتے ہوئے بلیٰ کہا۔ ایسے ہی آخرت میں بھی سب سے بزرگ تر ہوں گے۔ سب سے پہلے آپ کی قبر انور کھلے گی سب سے پہلے سفارش کرنے والے اور جن کی سفارش پہلے قبول ہوگی وہ آپ کی ذات اقدس ہے۔ سب سے پہلے آپ کو سجدہ کی اجازت ہوگی سب سے پہلے خالق کائنات کی زیارت سے مشرف ہوں گے۔ سب سے پہلے آپ کی امت کا حساب ہوگا سب سے قبل آپ کی امت کو پل صراط سے گزرنے اور جنت میں داخل ہونے کی اجازت ہوگی جو تحائف اور انعامات ملیں گے ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے سوار ہو کر اٹھیں گے اور مقام محمود پر فائز ہوں گے۔ لواء الحمد کے تحت حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء ہوں گے۔

آپ کی خصوصیات میں سے عرش کے سامنے اللہ رب العزت کو سجدہ کرنا ہے۔ سجدہ کی حالت میں

اللہ تعالیٰ کی وہ حمد و ثنا کریں گے جو پہلے نہ کسی نے کی ہے اور نہ بعد میں کوئی کر سکے گا۔

آپ کو رب العالمین کا خصوصی قرب حاصل ہوگا اور خالق کائنات فرمائے گا:

يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاسَکَ وَ قُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ

''اے محمد ﷺ سجدہ سے سر اٹھایئے کہیے آپ کی بات سنی جائے گی مانگیے دیا جائے گا سفارش کیجئے آپ کی سفارش قبول ہوگی''۔

دیدار خداوندی سے بڑھ کر کوئی منزلت نہیں اسی لیے آپ بار بار سفارش کریں گے اور دوبارہ سہ بارہ سجدہ کریں گے اور اس میں نئی سے نئی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کریں گے۔ جو نہ کسی نے کی ہے اور نہ کرے گا اور سجدہ میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد ﷺ سجدہ سے سر اٹھائیں آپ کی بات سنی جائے گی مانگیے دیا جائے گا سفارش کیجیے آپ کی سفارش قبول ہوگی۔

آپ عرش کے داہنی طرف کھڑے ہونگے

اسی لیے آپ عرش کی داہنی جانب کھڑے ہوں گے جہاں کوئی بھی کھڑا نہیں ہوگا اور اس میں اگلے پچھلے غبطہ کریں گے۔

انبیا علیہم السلام اور ان کی امتوں کے مابین شہادت دیں گے کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی امت کو توحید و رسالت کی تبلیغ کی ہے اسی سے ثابت ہے کہ آپ عرش کے دائیں طرف کھڑے ہوں گے جہاں کوئی شخص کھڑا نہیں ہو سکے گا اور تمام اولین و آخرین اس پر غبطہ کریں گے۔

آپ انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے اختلاف میں شہادت دیں گے کہ ہر نبی نے اپنی امت کو تبلیغ کی ہے۔

انبیاء علیہم السلام آپ سے شفاعت و سفارش کریں گے تا کہ غم اور عرصہ دراز تک ٹھہرنے سے نجات حاصل ہو اور آپ ایسی قوم کی سفارش فرمائیں گے جنہیں جہنم کا حکم دیا جا چکا ہوگا۔

حوض

امام بخاری و مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے حوض کی مسافت ایک ماہ ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوگا اور اس کے پیالے آسمان کے ستاروں کی مانند ہوں گے جو ایک بار پی لے گا کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔

قرطبی نے مفہم میں بیان کیا ہے کہ جس پر کہ ہر مکلف انسان کو عمل کرنا اور اس کی تصدیق لازم ہے

وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی پاک ﷺ کو جس حوض کے ساتھ مخصوص کیا ہے اس کے نام، صفات اور پینے کی تصریح احادیث صحیحہ مشہورہ میں ہے جن سے علم یقین حاصل ہو جاتا ہے اس کو حضور اقدس ﷺ سے تیس سے چند زائد صحابہ کرام نے روایت کیا ہے جن میں بیس سے کچھ زائد صحابہ سے صحیحین میں روایت موجود ہے اسی تعداد میں صحابہ سے تابعین نے روایت کیا ہے۔

تابعین سے کئی گنا زائد تبع تابعین نے روایت کیا اسی طرح بعد والوں نے اور اس کے ثبوت پر اہل سنت کے سلف وخلف کا اجماع ہے۔

احادیث حوض میں سے مسلم کی روایت ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا حوض پر میری امت میرے پاس آئے گی میں لوگوں کو اس سے روکتا رہوں گا جیسے آدمی اپنے اونٹ سے روکتا ہے(1) اور اس کے چارے کا انتظام کرتا ہے ہم نے عرض کیا آپ ہم کو پہچان لیں گے آپ نے کہا ہاں تم میں علامات موجود ہوں گی جو دوسرے لوگوں میں نہیں ہوں گی تم میرے پاس حوض پر ایسی حالت میں آؤ گے کہ آثار وضو (یعنی اعضاء وضو) چمکتے ہوں گے۔

کوثر کے بارے میں مسلم وغیرہا نے انس سے روایت کیا ہے کہ ایک روز مسجد میں آقا علیہ السلام ہم میں موجود تھے اچانک آپ پر اونگھ طاری ہوئی پھر مسکراتے ہوئے سر اٹھایا ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کس چیز نے آپ کی ہنسایا۔ تو آپ نے فرمایا ابھی ابھی مجھ پر سورت نازل ہوئی ہے اور سورت کی تلاوت فرمائی:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝١ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝٢ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝٣

”اے محبوب بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو بیشک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے“۔

پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے فرمایا تحقیق وہ ایک نہر ہے جس کے اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے (الی آخر الحدیث)

بخاری شریف میں حضرت انس سے روایت ہے رسالت مآب ﷺ نے فرمایا شب معراج

1۔ اہل علم روکنے کی حکمت میں کہتے ہیں کہ حضور کا ارشاد ہے کہ امت کے لیے نبی کا حوض ہے۔ تو حضور علیہ السلام کا یہ روکنا از روئے انصاف اور اپنے بھائیوں یعنی نبیوں کے حق میں ہوگا نہ کہ جھڑکنے اور بخل سے روکنے کی وجہ سے اور بجائے خود وہ جگہ امن کی ہے اور حضور خود اخی الناس اور رحمۃ للعالمین ہیں اور یہ بھی امکان ہے کہ آپ انہیں روکیں گے جو اس کے پینے کے مستحق نہ ہوں گے (مدارج النبوت مترجم جلد اول صفحہ نمبر ۴۸۴)

میرا آسمان پر ایک نہر سے گزر ہوا جس کے کنارے جوف دار لؤلؤ کے قبے یعنی موتیوں کے قبے ہیں تو میں نے کہا اے جبریل یہ کیا ہے تو اس نے جواباً عرض کیا یہ کوثر ہے۔ امام قسطلانی نے کوثر سے متعلق بہت سی احادیث کا ذکر کیا ہے آخر میں فرمایا کہ حافظ ابن کثیر نے ذکر کیا ہے کثیر آئمہ حدیث کے نزدیک حدیث کوثر متواتر احادیث سے ہے جو علم یقین کا فائدہ دیتی ہے اسی طرح حدیث حوض بھی مفید علم یقین اور متواتر حدیث ہے۔

تمام مومنین آپ کی شفاعت سے ہی جنت میں داخل ہو سکیں گے

آپ کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی شفاعت لوگوں کی بلندی درجات کے لیے بھی ہوگی۔ آپ صاحب وسیلہ ہیں وسیلہ جنت کا اعلیٰ مقام ہے جس پر آپ کے سوا کوئی فائز نہیں ہو سکے گا جس سے اللہ تعالیٰ اہل محشر اور اولین و آخرین اور ملائکہ کے روبرو آپ کی تعظیم و تکریم اور جلالت شان کا اظہار فرمائے گا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرماتا ہے۔

علامہ قسطلانی نے بہت سی روایات اور احادیث کا ذکر کیا ہے کہ

اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ۔ سب سے پہلے آپ کی قبر کھلے گی۔

وَاِنَّهٗ سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَاِنَّهٗ حَامِلُ لَوَاءِ الْحَمْدِ تَحْتَهٗ آدَمُ فَمَنْ دُوْنَهٗ۔

''آپ تمام اولاد آدم کے سردار اور آپ ہی لواء حمد کے اٹھانے والے ہوں گے جس کے نیچے حضرت آدم اور دیگر تمام لوگ ہوں گے''۔

دارمی، ترمذی اور بیہقی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے

اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجاً اِذَا بُعِثُوْا وَاَنَا قَائِدُهُمْ اِذَا قَادُوْا وَاَنَا خَطِيْبُهُمْ اِذَا اَنْصَتُوْا وَاَنَا شَفِيْعُهُمْ اِذَا حُبِسُوْا وَاَنَا مُبَشِّرُهُمْ اِذَا يَئِسُوا اَلْكَرَامَةُ وَالْمَفَاتِيْحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِىْ وَلِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ بِيَدِى وَاَنَا اَكْرَمُ وَلَدِ آدَمَ عَلٰى رَبِّى يَطُوْفُ عَلَىَّ اَلْفُ خَادِمٍ كَاَنَّهُمْ بِيْضٌ مَكْنُوْنٌ اَوْ لُؤْلُؤٌ مَنْثُوْرٌ۔

''لوگوں میں سب سے پہلا شخص میں ہوں جب وہ قبروں سے نکالے جائیں گے اور میں ان کا قائد ہوں گا جب وہ در در کی ٹھوکریں کھا رہے ہوں گے اور میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ خاموش ہوں گے اور میں شفیع ہوں گا جب وہ رد کر دیئے جائیں گے اور میں ان کو بشارت دینے والا ہوں گا جب وہ عزت و تکریم سے مایوس و ناامید ہوں گے اس دن چابیاں میرے

ہاتھ میں ہوں گی اور لواالحمد میرے ہاتھ میں ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اولاد آدم سے زیادہ محترم ومکرم ہوں میرے گرد ہزار خادم ایسے حلقہ باندھے ہوں گے گویا وہ مروارید ناسفتہ یا بکھرے موتی ہیں''۔

ترمذی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا سب سے پہلا شخص میں ہوں گا جس کی قبر سب سے پہلے کھلے گی تو جنتی حلہ پہنایا جاؤں گا پھر عرش کی داہنی جانب کھڑا ہوں گا جہاں میرے علاوہ کوئی کھڑا نہیں ہوگا۔

ترمذی نے انس کی روایت ذکر کر کے اسے حسن کہا ہے کہ حضرت انس نے کہا میں نے حضور اقدس ﷺ سے درخواست کی کہ آپ میرے لیے روز محشر شفاعت کریں آپ نے فرمایا میں انشاء اللہ کروں گا تو عرض کیا آپ کو کہاں تلاش کروں تو فرمایا پہلے مجھے پل صراط کے پاس تلاش کرنا عرض کیا اگر وہاں نہ پاؤں تو فرمایا میزان کے پاس میں عرض گذار ہوا اگر وہاں بھی نہ پاسکوں تو فرمایا حوض کے پاس ہوں گا ان تین مقامات کے علاوہ کہیں نہیں جاؤں گا۔

فضیلت شفاعت اور مقام محمود

اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفاعت اور مقام محمود کی فضیلت سے نوازا ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ (بنی اسرائیل)

''عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر کھڑا فرمائے گا''۔

مفسرین اس پر متفق ہیں عسیٰ کا کلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بمعنی وجوب کے ہے مقام محمود کی تفسیر میں راجح قول امام رازی نے کہا تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ وہ مقام شفاعت ہے اس معنی کی تائید میں اخبار صحیحہ وارد و موجود ہیں جیسا کہ امام بخاری نے عبداللہ ابن عمر سے روایت کیا آپ سے مقام محمود کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا وہ شفاعت ہے۔

سب سے قبل آپ گفتگو کریں گے

حضرت حذیفہ نے فرمایا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو اکٹھا کرے گا سب سے پہلے حضور اقدس ﷺ کو بلائے گا اور آپ پڑھیں گے۔

لَبَّيْكَ وَ سَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ وَالْمُهْتَدِيْ مَنْ هَدَيْتَ وَعَبْدُكَ بَيْنَ يَدَيْكَ وَبِكَ وَاِلَيْكَ وَلَا مَلْجَأَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ سُبْحَانَكَ رَبَّ الْبَيْتِ۔

"(اے رب) میں تیرے پاس بار بار حاضر ہوں تمام بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں شر کو تیری طرف راہ نہیں ہدایت یافتہ وہی ہے جسے تو نے ہدایت دی تیرا بندہ تیرے حضور حاضر ہے اور تیرے ساتھ اور تیری طرف تیرے سوا کوئی جائے پناہ نہیں تو برکت والا اور بلند ہے ہر عیب و نقص سے پاک ہے اے بیت کے رب (بیت اللہ)"۔

شفاعت سے متعلق بہت سی احادیث اور مقام محمود کے متعلق اقوال ذکر کیے ہیں ان میں سے بخاری و مسلم کی طویل حدیث جو شفاعتِ عظمٰی کے متعلق بہت مشہور ہے حضرت انس سے مروی ہے آپ نے فرمایا میں تمام آدمیوں کا سردار ہوں گا روز قیامت تم جانتے ہو کہ یہ سرداری کیسی ہے (الحدیث) پھر لوگوں کے غم والم شدت و سختی اور اللہ تعالیٰ کے شدتِ عذاب اور اہل محشر کا اولوالعزم پیغمبروں کے پاس باری باری جانے کا ذکر فرمایا اور ہر پیغمبر اپنی خطا و ذنب کا ذکر کر کے فرمائے گا کسی دوسرے کے پاس جاؤ اور اپنے بعد والے کی طرف اشارہ کرے گا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ بھی یونہی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ آج اتنا غضب ناک ہے کہ پہلے ہوا اور نہ کبھی ہوگا اور وہ ذنب کا ذکر نہیں کریں گے اور کہیں گے نفسی نفسی کسی اور کے پاس جاؤ حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ تمام مخلوق آپ کے پاس آکر کہے گی:

يَا مُحَمَّدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَخَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ اَلَا تَرٰى مَانَحْنُ فِيْهِ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ

"اے محمد! ﷺ آپ اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں اور اللہ نے آپ کے سبب اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دیئے آپ ملاحظہ نہیں فرماتے ہم کس حالت میں ہیں ہمارے لیے اپنے رب سے سفارش کیجیے"۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں زیر عرش آؤں گا اور رب العزت کے حضور سجدہ ریز ہوں گا اس وقت اللہ تعالیٰ میری زبان پر ایسی حمد و ثناء جاری فرمائے گا جو مجھ سے پہلے کبھی کسی نے نہ کی ہوگی اس کے بعد فرمایا جائے گا:

يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاسَكَ سَلْ تُعْطٰى وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ۔

"اے محمد! ﷺ اپنا سر مبارک اٹھایئے مانگیے جو چاہیں گے دیا جائے گا شفاعت فرمایئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی"۔

اس کے بعد میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا:

أُمَّتِي يَارَبِّ أُمَّتِي يَا رَبِّ۔ اے میرے رب میری امت اے میرے رب میری امت۔

اس کے بعد فرمائے گا:

يَا مُحَمَّدُ اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِکَ مَنْ لَاحِسَابَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ(1)۔

اپنی امت کے ہر اس شخص کو جس پر حساب کتاب نہیں جنت کے داہنے دروازے سے داخل کردو۔

اور جنت کے دیگر دروازوں سے اور لوگ بھی داخل ہونے میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔

مسند بزاز کی روایت میں ہے میں پروردگار عالم سے عرض کروں گا اے میرے رب مخلوق سے حساب لینے میں جلدی فرما۔

انبیاء علیہم السلام کے ذنوب

آقا علیہ السلام کا فرمان انبیاء علیہم السلام عذر میں اپنے اپنے ذنوب کا ذکر کریں گے وہ صورت ذنوب یعنی بظاہر گناہ ہیں حقیقت میں گناہ نہیں (انبیاء گناہوں سے معصوم ہیں)۔

اور بہت سی احادیثِ شفاعت کا ذکر کیا ہے جن کا ذکر کرنا یہاں ضروری نہیں سمجھتا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا صحابہ کرام کی ایک جماعت حضور اقدس ﷺ کے انتظار میں بیٹھی تھی پھر حضور اقدس ﷺ کا شانہء اقدس سے باہر تشریف لائے جب ان کے قریب ہوئے تو ان کو طرح طرح کی باتیں کرتے ہوئے سنا وہ تعجب سے کہہ رہے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے خلیل چنا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منتخب کر کے کلیم بنایا اور ان سے کلام فرمایا۔ تیسرے نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ بنایا۔ چوتھے نے کہا حضرت آدم علیہ السلام کو صفی اللہ کہا اس کے بعد حضور علیہ السلام نے ان کو سلام کہا اور فرمایا میں نے تم سب کی باتیں سنی ہیں تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا اسی طرح حضرت موسیٰ کو کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ کو روح اللہ اسی طرح حضرت آدم کو صفی اللہ بنایا صلوات اللہ علیہم یہ درست ہے تو تم جان لو اور باخبر ہو جاؤ کہ مجھے حبیب اللہ بنایا اور اس پر فخر نہیں میں روز قیامت لواء الحمد اٹھاؤں گا۔ یہ فخر نہیں میں اول شافع اور اول مشفع ہوں اور یہ فخر نہیں سب سے

1۔ شفاعت کی بہت سی اقسام ہیں۔ اول تمام اہل محشر کی شفاعت کثیر وقت رکے رہنے حساب و کتاب کی شدت انتظار سے نجات دلانے کے لیے۔ دوم بلاحساب جنت میں داخل ہونے والوں کے لیے۔ تیسری قسم۔ مستحقین عذاب کو عذاب سے نجات دلانے کے واسطے۔ چہارم۔ جہنم میں داخل ہونے والوں کو وہاں سے نکالنے کے لیے۔ پنجم۔ بلندی درجات کے لیے جو جنت میں داخل ہو چکے ہیں۔ چھٹی قسم۔ مدینہ والوں کے لیے۔ ساتویں۔ زائرین گنبد خضریٰ کے لیے اس کے علاوہ بھی علماء نے اقسام بیان کی ہیں۔ (مدارج النبوت جلد اول نمبر ۴۹۰) (مترجم)

پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا اور میں فقرائے مؤمنین کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گا اور یہ فخر نہیں اور میں اولین وآخرین میں زیادہ اللہ تعالیٰ کے ہاں محترم ومکرم ہوں اور یہ فخر نہیں۔ (رواہ الترمذی)

ذکر مقام وسیلہ، درجہ رفیعہ فضیلہ

اب رہا جنت میں حضور علیہ السلام کا مقام وسیلہ فضیلہ اور درجہ رفیعہ تو مسلم کی روایت میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم مؤذن کی آواز سنو تو تم وہی کہو جو وہ کہتا ہے پھر تم مجھ پر درود شریف بھیجو جو کوئی مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے رب العزت اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ کو مانگو کیونکہ جنت میں یہ وہ مقام ہے جہاں کوئی نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی کوئی کسی کو زیب دیتا ہے خدا کے بندوں سے بجز ایک بندے کے اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ لہٰذا جو کوئی میرے لیے وسیلہ کی دعا مانگتا ہے تو اس کے لیے شفاعت حلال ہو جاتی ہے۔

وسیلہ جنت کا اعلیٰ مقام ہے

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ وسیلہ جنت میں ایک اعلیٰ منزلت کا نام ہے اور وہ منزلت رسول اللہ ﷺ کیلئے ہے اور یہی مقام جنت میں نصور کی سکونت کا ہے جنت کا یہ مقام عرش کے بہت قریب ہے۔

جب رسول کریم ﷺ تمام مخلوق سے زیادہ عبادت گذار، زیادہ علم والے، سب سے زیادہ خشوع وخضوع اور اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں لہٰذا آپ کو وہ مقام حاصل ہونا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کے قریب ترین ہو اور وہ یہی مقام ہے۔

اور امت کو وسیلہ کی دعا مانگنے کا حکم فرمانا اس لیے ہے کہ اس دعا وسوال کے کرنے والے ثواب جزیل اور زیادتی ایمان حاصل کریں نیز حق تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کے لیے منزلت اسباب کے ساتھ مقدر فرمائی ہے امت کا حضور علیہ السلام کے لیے وسیلہ کی دعا مانگنا دیگر اسباب میں ایک سبب یہ بھی ہے کیونکہ آپ کے دست مبارک پر جو ہدایت وایمان حاصل ہوا ہے یہ اس کے مقابلہ میں ایک شے ہے۔

مقام فضیلت

لیکن طلب مقام فضیلت تو یہ تمام مخلوق پر زائد مرتبہ ہے یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ایک منزلت علیحدہ ہو۔

طوبیٰ لھم وحسن مآب کی تفسیر

طوبیٰ جنت کے ایک درخت کا نام ہے جس کو خالق کائنات نے اپنے دست قدرت سے لگایا ہے

جنت کا ہر پھل اس سے میسر ہے اور اس کی ٹہنیاں جنت کی دیواروں کی دوسری طرف سے بھی نظر آتی ہیں اس کا تنا نبی اکرم ﷺ کے گھر میں ہوگا۔ ہر مومن کے گھر میں اس کی شاخ ہوگی تاکہ ہر ایک کو جو نعمت بھی حاصل ہو وہ حضور اقدس ﷺ کے توسل سے حاصل ہو کیونکہ جنت حضور اکرم ﷺ کی اتباع سے ملتی ہے اس طرح انعام واکرام کا آپ ہی ذریعہ میسر ہوں گے یونہی ابلیس جہنم کا سردار ہے لہٰذا جس کسی کو بھی عذاب ہوگا تو وہ اس میں برابر کا شریک ہوگا۔

ابوحیان کی ''بحر'' میں اللہ تعالیٰ کے ایک اس قول کی تفسیر میں

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝ (الدہر)

''ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے نہایت خاص بندے پئیں گے اپنے محلوں میں سے جہاں چاہیں بہا کر لے جائیں گے''۔

کہا گیا ہے کہ وہ عین چشمہ رسالت مآب ﷺ کے گھر میں ہے اس سے انبیاء ورسل عظام علیہم السلام اور مومنین کے گھروں میں جائے گا۔

مواہب میں ہے جب تجھے اس بات علم ہو گیا ہے تو یقین کر جنت کی سب سے اعلیٰ اور اکمل نعمت اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک اس کا قرب ومعیت بمعہ رضائے الٰہی اور اس کی خوشنودی ہے جو کہ بجائے خود بہت بڑی نعمت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا بہت بڑی ہے جس کو قرب ومعیت اور رضوان حاصل ہو گیا تو کون سی نعمت، کون سی لذت اور کون سی فلاح ہے جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ بخدا اس سے بڑھ کر کوئی کامل، حسین، شیریں بلند اور گراں قیمت نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں پر حجاب واحد کے پیچھے اپنے اسم الجلیل الطیف کے ساتھ تجلی فرمائے گا اپنے نور کا پرتو ڈالے گا جو ان کی ذوات میں سرایت کر جائے گا تو وہ اسی جمال سے مبہوت اور بے خود ہو جائیں گے اور ان کی ذوات ذات اقدس کے جمال سے حضور اقدس کے حضور روشن ہو جائیں گے پھر اس حجاب کو بھی اٹھائے گا اور بلا حجاب تجلی فرمائے گا تو سب سجدہ میں گر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنے سروں کو اوپر اٹھالو میرے بندو یہ سجدے کی جگہ نہیں ہے میں نے تو صرف اپنا جمال دکھانے کے لیے بلایا ہے میں تم پر راضی ہوں کبھی ناراض نہیں ہونگا اس سے زیادہ شیریں کلمہ اور اس بشارت سے زیادہ لطف اندوز کون سا کلمہ ہے تو اس وقت مومنین عرض کریں گے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَذْهَبَ عَنَّا الْحُزْنَ وَاَدْخَلَنَا دَارَالْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ

وَقَالُوا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّءُ مِنَ الْجَنّٰتِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ اَجْرُالْعَالَمِيْنَ دَعْوَاهُمْ فِيْهَا سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلَامٌ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

سب تعریفیں اللہ کے لیے جس نے ہم سے غم دور کیا اور جنت میں اپنے فضل سے داخل کیا جس میں تھکاوٹ اور اکتاہٹ محسوس نہ ہوگی بیشک ہمارا رب بخشش فرمانے والا شکر کی جزا دینے والا ہے اورانہوں نے کہا سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں زمین کا وارث بنایا جنت میں جہاں چاہیں ٹھہریں گے عمل کرنے والے کا اجر کتنا اچھا ہے اس میں ان کا یہی دعویٰ ہوگا کہ پاکیزگی اے اللہ تیرے لیے ہے اور اس میں ان کا تحفہ سلام ہے اور ان کا آخری دعویٰ یہی ہے کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہان کا پالنے والا ہے۔

امام عارف باللہ سیدی الشیخ عبدالوہاب شعرانی

المتوفی ۹۷۲ھ رضی اللہ عنہ

کے

فرمودات گرامی

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الیواقیت والجواہر کے مبحث تینتیس میں رسول کرم ﷺ کی رسالت کا ثبوت اور آپ کی تمام مخلوق سے علی الاطلاق افضلیت کا ذکر کیا ہے اس پر بہت سی نقول کا ذکر کیا ہے زیادہ تر فتوحاتِ مکیہ سے نقل کیا ہے ان میں سے عظیم ترین کا میں نے شیخ اکبر کے کلام میں ذکر کر دیا ہے اس لیے شیخ اکبر سے نقل کردہ کلام کو میں نے ترک کر دیا ہے۔ دوسرے فوائد جو امام نے اپنی طرف سے یا دوسروں سے بیان کیے ہیں ان کو ذکر کرتا ہوں اگر چہ کچھ کا تکرار ہو جائے گا کہ ان کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے لیکن وہ بہت تھوڑے ہیں۔

رسالتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا ﷺ کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے

جان لو! حضور اقدس ﷺ کی رسالت کتاب (قرآن کریم) سنت اور امت کے اجماع سے ثابت ہے ایسے ہی امت کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ آپ نے مکمل طور پر رسالت کی تبلیغ فرما دی ہے۔ یونہی تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی امت کو رسالت کی تبلیغ کر دی ہے اس کی بھی ہم شہادت دیتے ہیں سرور کائنات ﷺ نے حجۃ الوداع پر خطبہ ارشاد فرمایا لوگوں کو جہنم سے ڈرایا جنت کی خوشخبری دی اور کسی کو مخصوص نہیں کیا اس کے بعد فرمایا:

اَلَاهَلْ بَلَّغْتُ قَالُوْا بَلَّغْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ

"کیا میں نے تمہیں تبلیغ کر دی ہے سب نے کہا ہاں یا رسول اللہ آپ نے تبلیغ کر دی"۔

آپ نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ۔ اے اللہ تو گواہ ہو جا۔

امام شعرانی نے کہا:

سوال: مخلوقات میں عدم سے وجود میں آنے میں سب سے پہلے کون ہے؟

جواب: سب سے پہلے موجود ہونے والے حضور اقدس ﷺ ہیں جیسا کہ امام شیخ تقی الدین بن ابو منصور نے کہا اسی لیے اولیات کے بھی سبب ٹھہرے پس آپ ابوالروحانیات ہیں جیسا کہ حضرت آدم ابوالجسمانیات ہیں۔

سوال: حدیث پاک كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ (میں نبی تھا جب آدم علیہ السلام آب وگل میں تھے) کا کیا معنی ومطلب ہے جب کہ نبی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ سے خبر دینے والے کو آپ کے مخلوق ہونے اور مخلوقات کے موجود ہونے سے پہلے کس کو اور کس طرح خبر دیتے ہیں۔؟

جواب: شیخ اکبر نے فتوحات کے تین سو پانچویں باب میں اس کا مطلب بیان کیا ہے اس کا معنی

یہ ہے کہ آپ اپنی ذات کو اپنی ذات سے اللہ تعالیٰ کے اذن سے بغیر ظہور کے میثاق سے پہلے جانتے تھے یہ وہ حال ہے کہ جس میں اپنی نبوت کو پہچانتے تھے یہ تخلیق آدم سے قبل کی بات ہے جیسا کہ حدیث میں اشارہ ہے آپ کے لیے یہ تعریف اس حال میں تھی اسی لیے نشاۃ انسانیہ عناصر اور اس کے مراتب میں پھیلی ہوئی تھی لیکن بعض انسانوں کو اس مقام میں اپنی ذات اور مرتبے کا مشاہدہ عطا کیا گیا مکمل طور پر یا اس کی صورتوں میں سے کسی صورت کا جو اس مرتبہ کا ہو جو دنیا میں اسے عطا ہونا ہے کا عین ہوتا کہ اس کے ذریعے اپنے پر حکم کر سکے اسی بنا پر آقا نامدار ﷺ نے اپنی نبوت کا مشاہدہ فرمایا ہمیں یہ معلوم نہیں کہ آپ کو اپنے جمیع احوال کی صورتوں کا مشاہدہ ہے یا نہیں۔

وَاَوْحیٰ فِی سَمَاءٍ اَمْرَھَا۔ اور آسمان میں اپنے امر کی وحی کی۔

نو آسمانوں میں سے کوئی آسمان ایسا نہیں جس میں انسان کی صورت نہ ہو اور اس صورت کو اس کے وقت کے پہنچنے تک اس نے محفوظ کر رکھا ہے پس صورت واحدہ کی مختلف مرائی میں مختلف اشکال ہیں۔ طول، عرض، استقامت، کجی، گولائی، مربع، مثلث چھوٹے اور بڑے ہونے کے اعتبار سے پس ان اشکال کی صورتیں تجلی ڈالنے والے کے اختلاف سے مختلف ہیں حالانکہ حقیقت اور عین ایک ہے اسی لیے ہم نے کہا کہ حضور اقدس ﷺ اس کی ذات کو اس کی ذات سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بغیر تجلی ڈالنے والے کو پہچانتے تھے اور اس مقام پر مراتب اس میں اثر پذیر نہیں ہوتے۔ آپ ﷺ نے اس منزلتِ رفیعہ پر فائز ہونے کے عالم میں فرمایا:

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخرَ۔ میں آدم کی تمام اولاد کا سردار ہوں اور یہ فخر یہ نہیں۔

اس میں مرتبے کا حکم نہیں لگایا جاتا دوسرے وقت میں یعنی رسالت و خلافت کے مرتبہ میں فرمایا:

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ۔ تحقیق میں تمہاری مانند ایک بشر ہوں۔

یہ مرتبہ و مقام نشاۃ کی معرفت کے لیے حجاب نہیں بن سکتا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے لطیفہ کو مرکب عنصری کے اعتبار سے دیکھا ہے کہ وہ اس میں ظاہر ہو رہا ہے اس کی ذات عنصریہ کا مشاہدہ فرمایا تو معلوم ہوا افلاک علیا کی قوت کے ماتحت ہے اس میں دوسری مخلوق انسان، حیوان، نباتات اور معدنیات کو مشارک دیکھا تو نشاۃ عنصریہ کے لحاظ سے کسی سے برتری اپنے لیے نہ دیکھی بلکہ ان کو اپنی مثال خیال کیا اور فرمایا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ۔ اور بھوک میں پناہ مانگتے اور صرف وحی کے لحاظ سے فرق کیا اس سے تجھے کُنْتُ نَبِیًّا وَآدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ کا معنی معلوم ہو گیا۔ یہ فرمان اس صورت کی زبان کے ساتھ ہے جو ان مراتب کی صورتوں میں شمار ہوتی ہے

تو اس مکان میں اس صورت کا ترجمہ کیا۔

سوال: کیا حضور اقدس ﷺ کے علاوہ کسی نبی کو تخلیق آدم سے قبل نبوت عطا فرمائی ہے؟

جواب: کوئی ایسی روایت ہم تک نہیں پہنچی کہ آپ کے علاوہ بھی کسی کو نبوت عطا ہوئی ہے سب انبیاء علیہم السلام اس عالم ظاہر میں نبی تھے۔

سوال: آپ نے کُنتُ نَبِیًّا وَ آدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ (میں اس وقت نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام آب وگل میں تھے) فرما کر نبوت کا ذکر کیا ہے کُنتُ اِنسَانًا اَوْمَوْجُوْدًا کہ میں انسان تھا یا موجود تھا کہہ کر انسانیت یا وجود کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

جواب: نبوت کا اس لیے ذکر فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ شریعت کی معرفت کا نام ہے (گویا آپ نے نبوت کے ساتھ صاحب شریعت اور عارف باللہ ہونے کا ذکر کیا۔)

سوال: اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ۔ تمام مخلوق سے پہلے اللہ نے مجھے پیدا کیا اس خلق سے مراد خلق خاص ہے یا مطلق خلق؟

تشریح: شیخ نے چھٹے باب میں ذکر کیا ہے کہ خلق مخصوص مراد ہے پہلے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا وہ ھبا (غبار) ہے سب سے پہلے جس کا اس میں ظہور ہوا وہ حقیقت محمدیہ ﷺ ہے۔

تشریح: اس کی وضاحت یوں ہے جب پروردگار عالم جل وعلا نے اپنے علم کے مطابق کائنات کو ظاہر کرنا چاہا تو تنزیہہ کی تجلیات میں سے کچھ حقیقت کلیہ پر ڈالی تو ھبا ظاہر ہوا یہ تعمیر مکان کے لیے گارے کی مانند ہے تاکہ اس میں اشکال اور مختلف صورتیں ظاہر ہوں یہ کائنات میں پہلا موجود ہے پھر اپنے نور کی تجلی اس ھبا میں القا فرمائی جس میں تمام جہاں بالقوہ موجود تھا تو اس میں موجود ہر شے نے حسب قرب مراتب نور الٰہی قبول کیا جس طرح چراغ سے مکان کے درودیوار حسب قرب چراغ روشنی قبول کرتے ہیں سب سے زیادہ نور الٰہی کے قریب صرف حقیقت محمدیہ ہے تو اس ھبا میں روشن ترین بھی حقیقت محمدیہ ہوئی۔ لہٰذا آپ کائنات کے ظہور کے لیے مبدا اول مخلوق ٹھہرے۔

پھر کہا جس کو شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات میں بیان کیا ہے کہ جملہ انبیاء ورسل علیہم السلام روح محمد ﷺ سے مدد چاہنے والے تھے لہٰذا قطب الاقطاب ہوئے کہ اول وآخر سب لوگوں کی مدد کرنے والے ہیں ہر نبی اول کے لیے اس کے ظہور سے قبل عالم غیب میں اور ظہور کے بعد عالم شہادت میں حسب مراتب و حال ممد و معاون ہیں ایسے عالم برزخ (قبر) و آخرت میں بھی ممد و معاون ہیں کیونکہ آپ کی رسالت کے انوار متقدمین و متاخرین میں سے کسی کے لیے منقطع نہیں ہوتے بلکہ ہمہ

وقت جاری وساری ہیں۔

سوال: ایک حدیث میں فرمایا اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ۔ سب سے اول اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا۔ ان دونوں حدیثوں میں تطبیق کیسے ہوگی۔

جواب: دونوں کا معنی ایک ہے کہ حقیقت محمدیہ کو کبھی عقل سے تعبیر کیا اور کبھی نور سے۔

سوال: کیا قرآن مجید اس پر ثبوت ہے کہ آپ ﷺ انبیاء سابقین کے عالم شہادت میں ممدو معاون ہیں۔؟

جواب: ہاں اس پر شواہد ودلائل موجود ہیں۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدَاھُمُ اقْتَدِہْ۔ ان کی ہدایت تیری ہی ہدایت ہے جو کہ تجھ سے ان کی طرف باطن میں منتقل ہوئی ہے۔ پس فَبِھُدَاھم سے مراد آپ کی ہدایت سے ان کی ہدایت واہتدا ہے اس لیے کہ باطن اولیت میں ظاہر میں آخریت آپ کے لیے ہیں اگر اس کے علاوہ کوئی اور معنی لیا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ یہ فرماتا فَبِھِمُ اقْتَدِہْ نیز آپ نے خود فرمایا کُنْتُ نَبِیًّا وَآدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ۔ لہٰذا ہر نبی جو آپ کے ظہور سے قبل گذر چکا ہے وہ اپنی شریعت کے لیے آپ کا نائب ہے نیز اس کی تائید دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے آپ نے فرمایا: وَضَعَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَدَہٗ بَیْنَ تَدَیَّ فَعَلِمْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے سینے پر رکھا تو اولین وآخرین کا مجھے علم حاصل ہوگیا۔

اولین سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں جو آپ کے ظہور سے قبل گذر چکے ہیں۔

آپ کو علم دو مرتبہ دیا گیا

اور اس کی وضاحت یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ آپ کو دو بار علم عطا کیا گیا ایک بار تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل، دوسری بار اعلان نبوت کے بعد۔

قرآن کریم کا آپ پر نزول دو بار ہوا

جس طرح کہ آپ پر قرآن کریم دو مرتبہ نازل کیا گیا ایک بار بلا واسطہ جبریل امین دوبارہ بواسطہ جبریل امین جس کی تائید قرآن کی اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے۔

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰٓی اِلَیْکَ وَحْیُہٗ۔ اور قرآن میں جلدی نہ کرو جب تک اس کی وحی تمہیں پوری نہ ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ تلامذہ اپنے اساتذہ کے ساتھ اس حکم میں موافقت کریں کہ ان سے سننے کے

بعد پڑھا کریں۔ شیخ محی الدین اکبر نے فتوحات کے بارہویں باب میں اس کو ذکر کیا ہے۔ امام شعرانی نے شیخ کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ شیخ کے اس قول کے مطابق قرآن دو مرتبہ نازل ہوا میں نظر ہے کہ اس پر مجھے کوئی حدیث اور روایت نہیں ملی۔

سوال: اس سے معلوم ہوا کہ روح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کل عالم خیر کی روح ہے وہی اس میں نفس ناطقہ ہے؟

جواب: ہاں بات تو یونہی ہے جیسا کہ شیخ نے تین سو چھیالیسویں باب میں ذکر کیا ہے کہ عالم مذکور کی حالت اس کے ظہور سے پہلے جسم مکمل کی مانند ہے اور آپ کے وصال کے بعد نیند والے کی مانند روز محشر جب مخلوقات کو اٹھایا جائے تو نیند سے بیدار ہونے والے کی مانند ہوگی اور آج پورا جہان آپ کے وصال سے لے کر قیامت تک نائم (نیند والے) کی مانند ہے افضلیت سے متعلق فوائد ذکر کرنے کے بعد جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ جملہ انبیاء علیہم السلام حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ بن مریم علیہم السلام سے افضل و برتر ہیں۔

سوال: فرمایا حدیث میں ہے:

لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی یُوْنَسَ ۔ مجھے یونس بن متی پر فضیلت مت دو۔

یہ حدیث منسوخ ہے یا آپ نے یہ کلمات تواضعاً فرمائے ہیں۔؟

جواب: یہ تواضعاً اور انکساری کے طور پر فرمایا ہے ورنہ آپ جانتے ہیں کہ آپ تمام مخلوق سے افضل ہیں اور علم اس لیے بھی ضروری ہے کہ پورے طور پر شکر ادا کر سکیں اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے تمام مخلوق سے زیادہ اللہ کے انعامات کا شکر ادا کیا ہے۔ حدیث کا معنی یہ ہوا کہ اپنے نفوس کی طرف سے مجھے حضرت یونس پر ترجیح نہ دو کہ تم حقیقت امر سے ناواقف ہو یہ مراد نہیں کہ مطلقاً مجھے فضیلت نہ دو یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عمیم ہے۔

سوال: کیا عارف کے لیے جائز ہے کہ آپ کو فضیلت دے ایسی چیز سے جس کے الفاظ احتمال رکھتے ہوں۔؟

جواب: ہاں یہ جائز ہے لیکن عارف کامل الفاظ محتملہ کے بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہامات پر اعتماد کرتا ہے۔

سوال: کیا آپ کے جمیع مقامات آپ کی اتباع کرنے سے انبیاً و اولیاً کو مل سکتے ہیں۔ یا نہیں؟

جواب: جیسا کہ شیخ نے تین سو سینتیسویں باب میں ایسے مقامات کا ذکر کیا ہے جو کسی اور کو نہیں مل

سکتے اور ان کو امام شعرانی نے نقل کیا ہے چونکہ میں نے ان کو شیخ محی الدین شیخ اکبر کے کلام میں ذکر کر دیا ہے لہٰذا دوبارہ ذکر کرنے کی حاجت نہیں۔ پھر لواُلحمد، وسیلہ اور قیامت کے روز آپ کے منزلت ومقام پر کلام کیا ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

معراج شریف

امام شعرانی کے جواہر میں سے جو کہ ان کی کتاب مذکور کے چونتیسویں باب میں مذکور ہے صحت اسراٗ اور اس کے توابع کا بیان ہے جان لو کہ قصہ اسراٗ ومعراج کی اصل یہ آیت ہے۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۝۱ (بنی اسرائیل)

"پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے اردگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک وہ سنتا اور دیکھتا ہے"۔

شیخ نے فرمایا اِنَّہٗ میں ھو ضمیر کا مرجع صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اس کا مرجع اللہ تعالیٰ نہیں بن سکتا اور پھر طویل گفتگو کی ہے۔ شب معراج ایک جگہ سے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس جگہ کی مخصوص آیات وعجائبات جو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دال ہیں وصف مخصوص کے ساتھ اس آیت کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے معلوم ہو سکتی ہے یہ سب دکھانے کے بعد منتقل کیا پس گویا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بندے کو آیات مخصوصہ دکھانے کے لیے معراج کرائی نہ کہ اپنی طرف اس لیے کہ کوئی جگہ مجھے سما نہیں سکتی تمام مکانات کی میری طرف نسبت ایک نسبت ہے پس وہ کیسے میری طرف اسراٗ کر سکتے ہیں میں تو ان کے ساتھ ہوں جہاں بھی ہوں۔

سوال: پھر تو فرشتے کو اس کے ملک عظیم میں اور اس کے لشکر اعلیٰ تعظیم میں اس کے دیکھنے سے ہیبت کا طاری ہونا یہ ایک امر منکر ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ کو کوئی مکان محیط نہیں ہو سکتا کہ مکان معقول وہ سقف عرش سے زمینوں کی تہہ تک یہ تمام مافوق العرش کی نسبت ایک ذرہ ہے اگر عرش پر ابدالاباد تک چڑھتا رہے تو اس کے بعد چھت نہیں پائے گا یا عرش سے ابدالاباد تک اترتا رہے اس کے لیے زمین نہیں پائے گا جس نے دیکھا تو اس وجود کو دیکھا اللہ تعالیٰ کی جسمیت کا قول اور اعتقاد کرنا بعید از عقل اور نہ قرین قیاس ہے پھر امام

شعرانی نے پورا واقعہ معراج ذکر کیا جس کو میں نے شیخ کے کلام میں نقل کر دیا ہے۔

سوال: اس معراج جسمانی یا روحانی میں آیات الٰہیہ کی رؤیت کے علاوہ کوئی اور فائدہ ہے یا نہیں۔؟

جواب: ہاں اس کے علاوہ بھی فائدہ ہے کہ جب آپ اسماء الٰہیہ کے حضرات سے گزرے تو ان اسما سے متصف ہوتے گئے جب اسم رحیم سے گزر ہوا رحیم ہوئے غفور سے گزرے تو غفور بنے صفت کریم سے گزرے تو کریم بن گئے حلیم سے گزرے تو حلیم بن گئے شکور سے گزرے تو شکور بنے جواد سے گزرے تو جواد بن گئے اسی طرح جس اسم سے بھی گزرے تو اس صفت سے متصف ہو گئے الغرض جب واپس تشریف لائے تو انتہائی درجہ کمال پر فائز تھے۔

فائدہ نمبر ۱: ایک جسم آن واحد میں دو جگہ موجود ہو سکتا ہے جیسا کہ آپ نے خود کو پہلے آسمان میں حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ نیک لوگوں کی معیت میں دیکھا۔

فائدہ نمبر ۲: اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کے حق میں سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ کہہ کر عبد مطلق فرمایا ہر قسم کے دعویٰ ربوبیت سے پاک کر دیا یہاں تک کہ اسرا کی نسبت بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی اسی لیے سُبۡحَانَ الَّذِی دَعَا عَبۡدَہٗ نہیں فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف گئے آیات کو دیکھنے کے لیے سیر فرمائی بلکہ کسی ایک فعل کی نسبت بھی آپ کی طرف نہیں کی۔

فائدہ نمبر ۳: اسرا میں حضور اقدس ﷺ کے رفعت مقام کی طرف اشارہ ہے اس میں آپ کی عظیم مدح ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے عرش کی طرف اپنے استوا کی نسبت فرما کر اپنی تعریف فرمائی کہ عرش تمام مخلوق سے بڑا ہے تمام موجودات کو محیط و شامل ہے کہ اس کے اوپر کوئی چھت نہیں اور نہ اس کے نیچے زمین ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف اس لیے نسبت کی کہ مسلمانوں کی نگاہوں کا انتہائی مقام ہے لیکن عارفین، کاملین خواہ انبیاء ہوں یا اولیا کے نزدیک عرش اعظم فضا میں اڑنے والے ایک ذرہ کی مانند ہے کہ جس پر کوئی چھت نہیں اور نہ اس کے اوپر پیچھے چڑھ سکے اور نہ ہی نیچے زمین کہ جس کی طرف اتر سکے اللہ تعالیٰ کے لیے ہی حمد وثناء و پاکی ہے جس کے سوا اس کی عظمت کو کوئی نہیں جانتا۔

فائدہ نمبر ۴: شیخ محی الدین نے تین سو سولہویں باب میں ذکر کیا ہے کہ عرش پر استوا اللہ تعالیٰ کے لیے مدح و تعریف ہے یونہی یہ نبی کریم ﷺ کے لیے بھی مدح و ستائش ہے کہ اعلیٰ و عظیم ترین اور بلند ترین مقام پر رسلان عظام میں صرف آپ ہی تشریف لے گئے۔

جسمانی معراج پر دلائل

نمبر 1: اس سے معلوم ہوتا ہے آپ کو معراج جسمانی ہوا ہے اگر معراج واسرا روحانی وخوابی ہوتو یہ مدح نہیں اور نہ کوئی عربی انکار کرتا کیونکہ عالم رؤیا میں تو انسان اللہ تعالیٰ کو بھی دیکھ سکتا ہے اس کے باوجود کسی کو رؤیت الٰہی نہیں ہوئی نیز ہر انسان بلکہ ہر حیوان میں قوت رویا (خواب) ہے۔

نمبر 2: آپ نے بطور اپنی مدح کے فرمایا جب میرے لیے مستوی ظاہر ہوا تو میں نے اقلام (قلم کی جمع) کی آواز سنی اس میں لفظ حتیٰ ذکر کیا جو انتہائے غایت کے لیے آتا ہے یعنی آخری مقام جس سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کے قدم محسوس کی انتہا عرش اعظم ہے واللہ اعلم بالصواب۔

خاتم المرسلین

امام عارف شعرانی نے پینتیسویں مبحث میں ذکر کیا اس پر اجماع امت ہے کہ آپ خاتم المرسلین اور خاتم الانبیا ہیں اگر چہ آیت میں خاتم النبیّین سے مراد خاتم المرسلین ہیں فتوحات کے چار سو باسٹھویں باب میں شیخ کی عبارت یہ ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے شریعت محمدیہ سے تمام شریعتوں کو منسوخ اور ختم کر دیا پس آپ کے بعد کوئی رسول صاحب شریعت اور نہ ہی کوئی نبی آئے گا جو اپنی شریعت کے مطابق عمل کرے گا بلکہ سب لوگ قیامت تک شریعت محمدیہ کے مطابق عمل کریں گے۔

فتوحات کے اکیسویں باب میں شیخ نے کہا جو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کا مجھے حکم دیا ہے تو اس کی یہ بات سراسر باطل ہے بلکہ یہ دھوکہ ہے کہ امر کلام کی ایک قسم اور صفت ہے اور کلام کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ حضرت الٰہیہ میں کوئی امر تکلیفی موجود نہیں جو مشروع نہ ہو چکا ہو پس اولیا وغیرہ کے لیے صرف امر کا سماع ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مناجات ہے اور یہ امر نہیں بلکہ حدیث اور سمر ہے۔

جو ولی کہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے حرکات وسکنات میں مامور ہے تو شرع محمدی تکلیفی کے مخالف ہے اس پر امر مشتبہ ہو گیا ہے اگر چہ وہ اس میں صادق ہے کہا اس نے سنا ہے یہ سماعت اللہ کی طرف سے نہیں بلکہ شیطان مردود کی طرف سے ہے وہ اللہ کی طرف سے سمجھ بیٹھا کیونکہ شیطان کو احکم الحاکمین کی طرف سے یہ قدرت حاصل ہے کہ عرش وکرسی اور آسمان کی صورت اختیار کر سکتا ہے اور لوگوں کو مخاطب بھی کر سکتا ہے اس سے تمہیں معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اوامر ونواہی بند ہو چکے ہیں اب اگر کوئی مدعی نبوت ہو کہ اس کی طرف وحی آئی ہے جو شرع محمدی کے مطابق ہو یا مخالف اگر وہ مکلف ہے تو اس کو قتل کر دیا جائے ورنہ اس کی کسی بات کا اعتبار نہ کرتے ہوئے اس سے روگردانی

کریں گے۔

سوال: کیا بعثت محمدیہ ﷺ سے قبل دعویٰ نبوت جائز ہے یا ممنوع؟

جواب: آپ سے قبل ممانعت نہیں اسی لیے عبد صالح خضر علیہ السلام نے فرمایا:

مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ؕ (کہف:82)

''یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہ کیا''۔

وہ اپنے زمانے میں نبوت سے سرفراز تھے اور شریعت کے اپنے رب سے مامور تھے اللہ تعالیٰ نے ملک الہام کی زبان پر وحی فرمائی اور بعض نے کہا بلا واسطہ اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ نے بھی موسیٰ علیہ السلام کے پاس فرمائی اور ہمارے پاس بھی۔ لیکن آج کل حضرت خضر اور الیاس بھی موسیٰ علیہم السلام کی شریعت محمدیہ پر ہیں۔ بحکم وفاق ہیں یا بحکم اتباع بہرصورت نبوت بطور توصیف نہ بحیثیت نبوت۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام امتی بن کر اتریں گے

ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب زمین پر تشریف لائیں گے تو شریعتِ محمدیہ کے مطابق فیصلے کریں گے اس وقت آپ کی پہچان بھی بحیثیت ایک مبلغ ہوگی اگرچہ آپ نبی ہیں۔

امر الٰہی کا حکم عموم ہے

اللہ تعالیٰ کے حکم کا حکم ہے مگر کوئی دلیل خصوص ہو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (نساء:59)

''حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا''۔

یہ حکم اطاعت بھی عام ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے کسی کو اجازت نہیں دی کہ وہ شرعِ محمدی کی مخالفت کرے بلکہ سب پر اتباع لازم ہے۔

حضور اکرم ﷺ آمر وناہی ہیں

اور حضور اقدس ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے امر ونہی کا اختیار دیا ہے اور جو چاہیں حکم دیں اور جس سے چاہیں منع کر دیں آپ مختار ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قول:

وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ (نساء:59)

''اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں''۔

اس سے مراد ہے ہم ان کی اطاعت مباحات میں کریں یا اس سے منع کریں نہ یہ کہ ہمارے لئے نئی شریعت مشروع کریں جو شریعت محمدی کے مخالف ہو جب ہم ان کی اطاعت کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی

طرف سے ماجور ہوں گے جیسے اللہ تعالیٰ کے واجبات ومنہیات کی اطاعت میں ماجور ہوتے ہیں یہ اس کا فضل عمیم ہے جس کو اکثر لوگ نہیں سمجھتے اور استہزا کرتے ہیں۔

سوال: ائمہ مجتہدین کی شریعات کا کیا حکم ہے۔؟

جواب: ائمہ مجتہدین اپنی طرف سے کوئی حکم نہیں کرتے بلکہ صرف احکام میں غور کر کے ان سے ایسے مسائل اخذ کرتے ہیں جن کی اصل موجود ہوتی ہے ان کو نبی اکرم ﷺ نے ثابت کر رکھا ہے اور وہ احکام شرع میں سے ایک حکم ہے اور اگر ایک حکم کا حکم دے جس کی اصل اور مادہ قرآن وحدیث میں موجود نہیں تو وہ حکم مردود ہوگا۔

حضور اقدس ﷺ کے افضل الرسل ہونے پر دلیل

اس کے بعد امام شعرانی نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کے افضل ہونے پر خاتم النبیین ہونا دلیل ہے کہ سب انبیاء کے خاتم ہیں اور سب انبیاء آپ سے امداد چاہتے ہیں جیسا کہ شیخ نے چار سو بانویں باب میں ذکر کیا ہے کہ دنیا و آخرت میں جس کو جو علم بھی حاصل ہوتا ہے وہ باطنیت محمد مصطفیٰ ﷺ سے حاصل ہوتا ہے انبیاء وعلما متقدمین ہوں یا متاخرین حضور اقدس ﷺ نے خود فرمایا:

اِنِّی اُعْطِیْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالآخِرِیْنَ۔

"مجھے اولین وآخرین سب کا علم دیا گیا ہے"۔

اور ہم آخرین میں ہیں اور انبیاء متقدمین میں اس علم الاولین والآخرین میں حکم عام ہے معقول منقول، مفہوم اور موہوب سب کو شامل ہے اے پیارے کوشش کر تجھے حضور اکرم ﷺ کے علم سے معرفت الٰہی حاصل ہو کیونکہ تمام مخلوق میں سب سے زیادہ عارف باللہ ہیں اور علمائے امت میں سے کسی عالم کی بلا دلیل مخالفت سے بچنا تم پر لازم ہے یہ ایک راز دسر ہے جس پر میں نے مطلع کیا ہے اس کو یاد رکھنا۔

سوال: اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو خاص علم جو بندے اور اللہ کے مابین ہوتا ہے اپنے واسطہ کے بغیر عطا فرماتا ہے جیسے حضرت خضر کے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ واقعہ سے واضح ہے جو کہ اپنے زمانے کے رسول ہیں۔؟

جواب: ہم نے مطلق علم کا نہیں کہا بلکہ معرفت الٰہی کا علم صرف باطنیتِ محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء سے حاصل ہوتا ہے اس بات کا تمہیں شعور ہو یا نہ اس کو امام ابوالقاسم بن قسی نے اپنی کتاب خلع النعلین میں ذکر کیا ہے اور ہمیں یہ روایت ان کے بیٹے سے تیونس میں ۵۹۰ھ میں پہنچی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آپ ﷺ جن وانس کے رسول ہیں

امام شعرانی نے چھتیسویں مبحث میں صحیح مسلم وغیرہ کی حدیث۔

اُرۡسِلۡتُ اِلَی الۡخَلۡقِ کَافَّۃً۔ میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

کی تفسیر میں فرمایا خلق سے مراد جن وانس ہیں جیسے مفسرین کرام نے مَنۡ بَلَغَ کی تفسیر جن وانس کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول میں:

تَبٰرَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِہٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرًا ۙ﴿۱﴾ (فرقان:1)

''بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر جو سارے جہاں کو ڈرسنا نے والا ہے''۔

یعنی جس کو قرآن پہنچے ایسے عالمین کی تفسیر بھی جن وانس کی ہے۔

قُلۡ اُوۡحِیَ اِلَیَّ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنُ لِاُنۡذِرَکُمۡ بِہٖ وَ مَنۡۢ بَلَغَ ؕ (انعام:19)

''اور میری طرف اس قرآن کی وحی ہوئی ہے کہ میں اس سے تمہیں ڈراؤں اور جن جن کو پہنچے''۔

اس کی تفسیر امام جلال الدین محلی نے جن وانس سے کی ہے۔ حاصل کلام اصولیوں کا کلام دو قول کی طرف راجع ہے اول آپ ملائکہ کے بھی رسول ہیں۔ ثانی آپ ملائکہ کے رسول نہیں۔ صحیح قول جس کی تصحیح امام سبکی وغیرہ نے کی ہے وہ یہ کہ ملائکہ کے بھی رسول ہیں۔

آپ حیوانات ونباتات وجمادات وحجر وشجر کے رسول ہیں

بلاذری نے مزید اضافہ کیا ہے کہ حیوانات نباتات، جمادات، حجر وشجر کل اشیاء کے رسول ہیں۔ اس کو امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ میں ذکر کیا ہے۔ امام سبکی سے بھی یہ نقل کیا ہے کہ آپ نبی الانبیاء ہیں سلطان اعظم کی مانند ہیں اور جملہ انبیاء عساکر کے امراء کی مانند ہیں اگر جملہ انبیاء آپ کا زمانہ بعثت پالیتے تو آپ کی اتباع لازم ہوتی۔ اس لئے آپ حضرت آدم سے تا قیام قیامت تمام مخلوق کے نبی اور رسول ہیں آپ کی جسمانی غیبت میں انبیاء آپ کے نائب ہیں۔ اور آپ کی شریعت میں سے کچھ حصہ سے ہر نبی مبعوث ہوا جس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتا۔

آپ عالم ارواح واجسام دونوں میں رسول ہیں

سید علی خواص علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ عالم ارواح اور عالم اجسام حضرت آدم سے تا قیام قیامت تمام مخلوق کے رسول ہیں میں نے آپ سے سنا ہے کہ فرشتوں کی تین اقسام ہیں۔

ایک قسم

جن کی طرف آپ رسول ہیں امر ونہی دونوں کے یہ ملائکہ زمین پر اور زمین و آسمان کے مابین رہتے ہیں۔

دوسری قسم

جن کی طرف آپ ﷺ صرف امر کے ساتھ مبعوث ہیں یہ آسمانوں کے ملائکہ ہیں جنہیں نہی کی خبر ہی نہیں وہ صرف امر میں ہیں۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ (تحریم:6)

"جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں"۔

تیسری قسم

وہ جو امر ونہی کسی لحاظ سے آپ ان کی طرف مرسل نہیں یہ ملائکہ عالی ہیں۔ جن کی طرف ابلیس کے قصہ میں اشارہ موجود ہے۔

اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ۝ (ص)

"کیا تجھے غرور آ گیا یا تو تھا ہی مغروروں میں"۔

یہ ملائکہ عابدین بالذات ہیں عبادت کی جبلت پر پیدا ہوئے ہیں انہیں کسی رسول کی ضرورت نہیں بلکہ وہ جلال الٰہی میں مستغرق ہیں انہیں تخلیق آدم علیہ السلام کی خبر تک نہیں۔

اس کے بعد امام شعرانی فرماتے ہیں پہلی قسم میں غور کر ان کے کلام میں غرابت پائی جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

اس کے بعد اپنے شیخ حضرت سید علی خواص اور عارف قاشانی سے نقل کیا ہے کہ زمین کے ملائکہ معصوم نہیں اسی لیے نبی کریم ﷺ ان کی طرف امر ونہی کے ساتھ مرسل ہیں۔

عبارت قاشانی کے بعد ذکر کیا کہ بعض نے کہا شائد اس سے مراد زمین و آسمان کے مابین کے ملائکہ ہوں جو جنات کی قسم ہوں اور اصطلاحاً ان کو ملائکہ کہہ دیا گیا ہو۔

حضور علیہ السلام کے احکامات پر اعتراض جائز نہیں

امام شعرانی علیہ الرحمۃ نے سینتیسویں مبحث میں بیان کیا ہے جو کچھ بھی احکامات میں سے آقا علیہ السلام لائے ہیں ان پر یقین اور اطاعت لازم ہے اور ان پر اعتراض کرنا جائز نہیں بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اسے برضا و رغبت قبول کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾ (نساء)

''اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں''۔

شیخ محی الدین نے فتوحات کے حج کے آخر میں ذکر کیا ہے کہ وہ امور جن کو شارح علیہ السلام نے مباح قرار دیا ہے ان کے بارے میں تیرے دل میں کراہت نہ آئے اور نہ ہی ان کے بارے میں تیرے دل میں تنگی آئے اور کہے اگر مجھے اباحت و کراہت کا اختیار دیا جاتا تو اس کو میں مکروہ قرار دیتا اور لوگوں کو اس سے روک دیتا اس کا مطلب یہ ہوا کہ تیری نظر اور عقل اشیاء کو پرکھنے اور شارع علیہ السلام بڑا ہے اور جاہلین کے طریقے پر چلنے لگا ہے ایسی باتیں بعض لوگوں سے کثیر مرتبہ ہوتی رہتی ہیں جو حضور اقدس ﷺ کے ادب کا خیال نہیں رکھتے اور جب لوگ ان مباحات کو کرتے ہیں تو عاجز یہ کہتے ہیں میں کیا کروں اس کو تو شارع نے مباح کیا ہے اب یہاں کسے بولنے کی ہمت ہے پس صبر کرتا ہے اور دل میں بہت تنگی محسوس کرتا ہے یہ سب سے بڑا سوءِ ادب ہے اور ہر وہ شخص مردود درگاہ خداوندی ہے ایسی گفتگو قرن اول کے بعض الناس سے ہونے لگی تھی اب تو اکثر لوگ یہ کہنے لگے ہیں۔

یہ کہنا حرام ہے کہ اگر حضور کے وقت یہ کام ہوتا تو آپ منع کر دیتے

کہ اگر رسول کریم ﷺ اس کو دیکھ لیتے تو ضرور منع کر دیتے حالانکہ ہم جانتے ہیں شارع حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور اس سے کوئی چیز مخفی نہیں اگر ایک قوم کے لیے مباح اور دوسری کے لیے حرام ہوتا تو رسول کریم ﷺ کی زبان پر ضرور بیان فرمادیتا کیونکہ حضور علیہ السلام احکامات الٰہی کے مبلغ ہیں اپنی مرضی سے کبھی گفتگو نہیں فرماتے اور نہ ہی او امر خداوندی سے کچھ بھولتے ہیں۔

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ﴿۴﴾ (النجم)

''وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے''۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا۔ (۳) اور تیرا رب بھولنے والا نہیں۔

تمام مباحات میں امت کے لیے مصلحت اور فائدہ ہے

پس جن کو مباحات قرار دیا گیا تو اس میں جہان کے لیے مصلحت اور فائدہ ہے اور اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی اور نہ ایسے ہوا کہ جس میں مصلحت اور فائدہ ہو حضور اقدس ﷺ نے وہ کام نہ کیا ہو جس

سے احکامات الٰہی میں اختلال واقع ہوا ہو۔

آپ ﷺ شافعِ یوم النشور ہیں

علامہ شعرانی نے سترویں مبحث میں بیان کیا ہے کہ ہمارے رسول کریم ﷺ روز محشر سب سے پہلے شفاعت فرمائیں گے اور پہلے آپ ہی کی شفاعت قبول ہوگی۔

اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ (زادنی روایۃ) وَلَا فَخْرَ۔

''میں روز محشر اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور پہلا شفاعت کرنے والا اور پہلا ہی وہ شخص جس کی پہلے شفاعت مقبول ہوگی اور اس میں فخر نہیں''۔

علماء فرماتے ہیں کہ آپ نے سیادت کو قیامت کے ساتھ مخصوص اس لیے کیا کہ وہ ہر ایک پر ظاہر ہونے کا دن ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ (مومن:16)

''آج ملک کس کے لیے ہے''۔

اور آقا علیہ السلام کی شرف و بزرگی تو دنیا و آخرت دونوں جہاں میں کوئی وقت اس سے خالی نہیں۔

ہمارے سکون و آرام کے لیے حدیث شفاعت بیان فرمائی

شیخ محی الدین نے بیان کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے شفاعت کی حدیث اس لیے سنائی کہ ہم روز محشر ہر نبی کے پاس جانے سے جو مشقت اور تکلیف ہوگی اس سے نجات حاصل کریں کہ جب لوگ انبیاء علیہم السلام کے پاس جائیں گے تو ہم صبر کریں اور رسول کریم ﷺ کی باری کا انتظار کریں اور آپ ہی فرمائیں گے:

اَنَا لَهَا اَنَا لَهَا۔ میں اس کام کے لیے ہوں میں اس کام کے لیے ہوں۔

امت محمدیہ میں سے وہی دیگر انبیاء کے پاس جائے گا جس کو یہ حدیث نہیں پہنچی یا اسے بھول گئی اور جسے یہ حدیث معلوم اور یاد ہوگی وہ آپ کے ساتھ رہے گا سبحان اللہ آقا علیہ السلام کو اپنی امت پر کتنی عظیم شفقت و محبت ہے۔

وَلَا فَخْرَ کا مطلب

یہ حدیث جو بیان کی ہے کہ میں بنی نوع انسان کا سردار ہوں گا اس پر فخر نہیں کرتا بلکہ اس سے میرا مقصد قیامت کے دن تمہیں تکالیف و مشقات سے نجات دینا ہے کہ جب میں نے ہی سب سے پہلے

شفاعت کرنی ہے اور سب سے قبل میری شفاعت ہی قبول ہوگی یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ سے وعدہ ہے پھر تمہیں کسی نبی کے پاس جا کر تکلیف اٹھانے کی ضرورت ہی کیا ہے جیسے نبی اکرم ﷺ نے اپنی عظمت اور برتری ایک مقصد صحیح کے لیے بیان کی ایسے آپ کی امت اولیا کاملین بلکہ جمیع امت کے لیے ضروری ہے بغیر کسی مقصد صحیح کے مخلوق میں سے کسی پر بھی اپنی برتری اور فوقیت کا اظہار نہ کریں۔

شفاعت مصطفیٰ علیہ السلام کی آٹھ اقسام

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا قیامت کے روز حضور اقدس ﷺ کی شفاعت آٹھ قسم کی ہوگی۔

نمبر ۱: شفاعتِ عظمیٰ جو تمام مخلوق کو شامل ہے اور جس سے حساب جلدی شروع ہو جائے موقف محشر سے نجات ہوگی یہ شفاعت آپ کے ساتھ مخصوص ہے۔

نمبر ۲: بلا حساب و کتاب ایک قوم کو جنت میں داخل کروانا امام نووی نے کہا یہ بھی آپ کے ساتھ مخصوص ہے۔

نمبر ۳: جو دوزخ کے مستحق بن چکے ہیں ان کو جنت میں داخل کروانا، امام نووی کو اس کے حضور علیہ السلام کے خاصہ ہونے پر تردد ہے۔

نمبر ۴: جو مجرم نار دوزخ میں داخل ہو جائیں گے وہاں سے نکلوانا اور جنت میں داخل کروانا اس شفاعت میں دیگر انبیا، ملائکہ اور مومنین بھی شامل ہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں تفصیل ذکر کی ہے کہ وہ مجرم جن کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہوگا ان کی شفاعت تو آپ کا خاصہ ہے ان کے علاوہ مجرموں کو دوزخ سے نکلوانے کی شفاعت میں انبیاء ملائکہ مومنین بھی شامل ہیں۔

نمبر ۵: اہل جنت کے ترقی درجات اور افزائش مراتب کے لیے شفاعت کرنا۔ امام نووی نے اس کو بھی آپ کا خاصہ کہا ہے۔

نمبر ۶: جن کی نیکیاں اور بدیاں حسنات وسیأت برابر ہوں گی انہیں جنت میں لے جانا جیسا کہ امام قزوینی نے عروۃ الوثقیٰ میں ذکر کیا ہے۔

نمبر ۷: جو دائمی اور ابدی عذاب کے مستحق ہیں ان کے عذاب میں تخفیف کرانا، اس کو اور آیت کو تطبیق دیتے ہوئے:

لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ (زخرف:75)

''وہ کبھی ان سے ہلکا نہ پڑے گا''۔

جیسا کہ بخاری و مسلم میں ہے کہ یہ ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی اور ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے یہ ابولہب کے حق میں نازل ہوئی۔

میلاد کی خوشی کا کافروں کو فائدہ پہنچتا ہے

کہ رسول ﷺ کی ولادت کی خوشی میں جب کہ اس نے اپنی کنیز ثوبیہ کو آزاد کیا تو اس کے صلے پر ہر پیر کے روز اس کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ ہم پر اعتراض نہیں ہوسکتا کہ آپ کی شفاعت بعض کفار کے لیے عذابِ قبر کی تخفیف میں ہے اس لیے کہ یہ شفاعت مومنین اور برزخ کے بارے میں ہے اور ہمارا کلام قیامت کے روز عام شفاعت کے بارے میں ہے موحدین ہوں یا غیر موحدین (تخفیفِ عذاب میں)۔

نمبر ۸: کفار کے نابالغ بچوں کی شفاعت کرنا کہ ان کو عذاب نہ ہو۔

تین اقسام اور ہیں جن کو بعض حضرات نے ذکر کیا ہے۔

نمبر 1: مدینہ منورہ میں دفن ہونے والوں کی شفاعت کرنا کہ ان کو عذاب نہ ہو روایت کیا اور اس کو صحیح کہا۔

شیخ محی الدین نے تین سو اکہترویں باب میں ذکر کیا ہے حضور اقدس ﷺ کی پہلی شفاعت لوگوں کے لیے شفاعت کا دروازہ کھولنے کے لیے ہوگی تو اس کے بعد ہر شفاعت کرنے والا شفاعت کرے گا جب شفاعت کرنے والے شفاعت کریں گے تو ان کی شفاعت سے جو چاہے گا اللہ تعالیٰ قبول کرے جو چاہے رد کر دے گا اور اس دن شافعین کے دل میں رحمت کی وسعت کر دے گا تو ان کی شفاعت اس لیے رد نہیں کرے گا کہ اس میں نقص ہے یا مشفوع پر رحمت کرنا مقصود نہیں بلکہ بعض بندوں پر اللہ تعالیٰ کا اپنے احسان کا اظہار کرنا مقصود ہوگا۔ ان کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر کے اپنے اسم ارحم الراحمین کی شفاعت کا اظہار فرمائے گا جب کہ نار دوزخ میں داخل کرنا اپنے اسم منتقم اور جبار کا اظہار ہے کہ خالق کائنات کی شفاعت اپنے اسماءِ الٰہیہ کے مراتب کے مطابق ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ

''میری رحمت میرے غضب پر غالب آ گئی''۔

ملائکہ انبیاء اور مومنین شفاعت کریں گے تو خود ارحم الراحمین کی ذات باقی رہ جائے گی تو یہ مفہوم اس پر دال ہے کہ اللہ تعالیٰ شفاعت نہیں کرے گا بلکہ بذات خود موحدین مجرمین کو آتش دوزخ سے نکالے گا جہنم کو اپنے غضب وعقاب سے پر کرے گا جیسے جنت کو اپنی رضا ورحمت سے۔

ارحم الراحمین، انبیاء، مومنین اور ملائکہ کی شفاعت الگ الگ مخصوص جماعت کے لیے ہوگی

شیخ محی الدین نے تین سو چھہترویں باب میں لکھا ہے کہ ارحم الراحمین انبیاءؑ، ملائکہ اور مومنین کی شفاعت الگ الگ جماعت کے لیے ہوگی پس خالق تعالیٰ کی شفاعت ان کے لیے ہوگی جن کے پاس توحید کے علاوہ کوئی نیکی نہ ہوگی فرمایا یہ وہ لوگ ہیں اللہ کی شہادت کے ساتھ اور ملائکہ کی شہادت کے ساتھ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ملائکہ کی شفاعت ان نافرمان لوگوں کے لیے ہے جن کے اخلاق اچھے ہیں اور فرمایا کہ شفاعت ملائکہ بالترتیب ہوگی آخر میں جہنم کے انیس فرشتوں کی شفاعت ہوگی۔

شفاعت انبیاء مومنین کے لیے مخصوص ہے مومنین دو قسم کے ہیں۔

اول: وہ مومن جو دلیل ونظر سے ایمان لایا ان کی شفاعت کرنے والے حضرات انبیاء ہوں گے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی امم کی طرف خبر لائے اور خبر متعلق ایمان ہے۔

دوم قسم: دوسری قسم تقلیدی مومن کی ہے جو اسے اس کے والدین اور قرابت داروں نے دیا۔ ان کی سفارش کرنے والے اعلیٰ درجے کے مومن ہیں جو خود کامیاب ہو گئے بذات خود یا رسول پاک ﷺ کی سفارش سے کامیاب ہو گئے یہ تمام سفارشی عصاۃ موحدین کی مدت مؤاخذہ کے اختتام کے بعد سفارش کریں گے۔

تین سو سینتالیسویں باب میں رسول پاک ﷺ کے فرمان سُحُقًا سُحُقاً (اللہ کی رحمت سے دوری) اس قوم کے حق میں فرمایا جو آپ کے بعد مرتد ہو گئی یہ اس لیے ارشاد ہے ان پر غضب میں اللہ تعالیٰ کی موافقت ہو جائے کہ عالم امر مقتضائے وقت کے خلاف حکم دیتا اسی لیے ان پر شفقت ورحمت فرماتے ہوئے کہا۔

پھر اس حالت کے زوال کے بعد کچھ نرمی وملائمت ہوگی تو اس کی سفارش ہوگی جو فرض اسلام سے مرتد ہوا نہ کہ اصل دین سے۔

تہترویں باب میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے پاس شفاعت میں

صاحب مقام محمود ہیں کہ آپ کو جوامع کلم دیئے گئے اولین وآخرین آپ کی تعریف کریں گے مخلوق کے تمام مقامات اس مقام مصطفےٰ ﷺ پر اختتام پذیر ہو جاتے ہیں۔

جیسے آپ کی بعثت رسالت عام اور شریعت جامع ہے اسی طرح شفاعت عام ہے جیسے کوئی عمل صحیح آپ کی شریعت سے خارج نہیں یونہی کوئی فرد آپ کی شفاعت سے خارج نہیں اور یہاں طویل گفتگو کی۔

پھر اٹھترویں باب میں رقم طراز ہیں کہ رسول کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر سجدہ کریں گے اور طویل سجدہ کریں گے اس لیے کہ اس دن سجود عین جسم محمد ﷺ مامور ہوگا کیونکہ یہ باب شفاعت کے کھلنے کا ذریعہ و وسیلہ ہے اور آپ کے بغیر نہ کھول سکے گا چنانچہ آپ رب کائنات کے پاس حاضر ہو کر طویل سجدہ کریں گے جب کہ آپ کو ابھی سجدہ کی اجازت بھی مرحمت نہ ہوگی تو خالق کائنات فرمائے گا پیارے اپنا سر سجدے سے اٹھائیے مانگیے عطا ہوگا سفارش کیجیے آپ کی سفارش مقبول ہوگی۔

امام شعرانی نے اپنی درر الخواص میں اپنے شیخ سیدی علی الخواص کے منصوص علیہ فتاویٰ میں ذکر کیا ہے کہ میں نے ۹۴۱ھ میں آپ سے سوال کیا کہ کیا میں لوگوں کے حوادث سے محفوظ رہوں گا۔؟

جواب: مجھے امید ہے تو محفوظ رہے گا کیونکہ اکثر لوگ بلا تکلیف اور خسف و مسخ کے مستحق ہوں گے اور ان تمام سے محفوظ رہے گا پھر میں عرض گذار ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ (بقرہ:251)

''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو بعض کو بعض سے رفع نہ کرتا تو ضرور زمین تباہ ہو جاتی۔تو فرمایا صحیح ہے لیکن جس چیز میں قدرت ہوگی''۔

پھر فرمایا تمام اولیاءِ کاملین زندہ ہیں یا اپنی قبور میں سب کے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں صرف رسول اللہ ﷺ کا دروازہ کھلا ہے پس جو کمال بھی تمہیں حاصل ہو رہا ہے اور جس چیز کی وجہ سے مخلوق تیری طرف متوجہ ہے وہ رسول اکرم ﷺ کے درِ دولت سے ہی مل رہی ہے کہ آپ تمام کے شیخ اور سب لوگ آپ کے غلام ہیں جس میں اختلاف کرتے ہیں تو آپ ہی فیصلہ فرماتے ہیں اور فرمائیں گے(1)۔

آپ افضل الخلق ہیں

امام عارف شعرانی اپنی المنن الکبریٰ کے چودھویں باب میں لکھتے ہیں خالق کائنات نے اپنے فضل و کرم سے جو باتیں میرے قلب میں القاء فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضور اقدس

1۔ لا و رب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا — بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی (اعلیٰ حضرت)

ﷺ علی الاطلاق تمام مخلوق سے بزرگ و برتر ہیں زمین و آسمان میں سے کوئی فرد آپ کا ہم مرتبہ نہیں اس کا انکار وہی کرے گا جو بصیرت سے کورا ہو۔ اور اس کی نگاہیں چمگادڑ کی مانند ہیں بدیں وجہ شریعت مصطفوی کا نور دوپہر کے وقت سورج کی روشنی سے زیادہ واضح ہے۔

دلیل نمبر 1: آپ کے فضل و کمال پر یہ دلیل ہی کافی ہے ہر دور اور ہر زمانے کے لوگوں کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ آپ افضل الخلق ہیں اور یہ بات بدیہی ہے جس پر کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں آقا علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔

لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ

''میری امت گمراہی پر اتفاق نہیں کرے گی''۔

ایک شخص کا اس سے انکار

۱۴۰۹ھ میں ایک شخص نے اعلان کیا سیدنا ابراہیم رسول اکرم ﷺ سے افضل ہیں اس پر یہ استشہاد پیش کیا کہ جب صحابہ کرام نے درود شریف پڑھنے کی کیفیت اور طریقہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ صَلِّی عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ ۔ تو اس میں رسول اکرم ﷺ مُشَبَّہ اور ابراہیم مُشَبَّہٌ بِہٖ ہیں مشبہ بہ مُشَبَّہ سے افضل ہوتا ہے۔

اس کا رد: اس شخص کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ صحابہ کرام کے کیفیت صلوٰۃ کے دریافت کرنے پر آپ نے یہ ارشاد فرمایا اس پر غور کیا جائے کہ کسی ولی غوث ابدال نبی سے مثلاً پوچھا جائے کہ آپ مجھے ایسی چیز بتایئے جس سے میں تمہاری تعظیم اور احترام کروں اور لوگوں پر فضیلت و ترجیح دوں تو اس کے جواب میں وہ محترم خاموش رہیں گے یا وہ بیان کریں گے جس میں تواضع و انکساری کا اظہار ہو یہی وجہ ہے کعب بن عجرہ کی روایت میں ہے کہ جب ہم نے آپ سے کیفیت صلوٰۃ دریافت کی تو آپ خاموش ہو گئے اور آپ کا رخ انور غصے سے سرخ ہو گیا یہاں تک، کہ ہم نے تمنا کی کہ کاش سوال ہی نہ کرتے۔

آقا علیہ السلام کا یہ فرمان ہے:

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ۔ وَاَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْاَرْضَ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ۔ قیامت کے روز میں اولاد آدم کا سردار ہوں گا پہلے میری ہی قبر کھلے گی سب سے اول میں شفاعت کروں گا پہلے میری ہی سفارش مقبول ہو گی۔

اس حدیث سے تمام مخلوق پر فضیلت عیاں ہو رہی ہے یہاں تک کہ آدم علیہ السلام پر بھی فضیلت رکھتے ہیں اگرچہ آپ کا نام احتراماً نہیں لیا کیونکہ اولاد کے لیے مناسب نہیں کہ کہے مجھے اپنے باپ پر فضیلت

حاصل ہے یہ حدیث فضیلت خود نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے ارشاد فرمائی اللہ کا فرمان ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ (النجم)

''اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے''۔

البتہ اذن الٰہی ہو تو اولاد کہہ بھی سکتی ہے جیسے حدیث شریف میں ہے:

آدَمُ فَمَنْ دُوْنَهٗ تَحْتَ لِوَائِیْ

''حضرت آدم اور دوسرے میرے جھنڈے تلے ہوں گے''۔

افضلیت مصطفیٰ پر کثیر تصنیف ہوئی

اس شخص کی تردید اور افضلیت مصطفےٰ ﷺ پر علمائے مصر نے بہت کتب تحریر فرمائیں مثلاً سیدی محمد البکری، سیدی محمد الرملی، شیخ ناصر الدین طبلاوی اور شیخ نور الدین طنندائی وغیرہم ان کتب میں آپ کی فضیلت پر بے شمار دلائل ہیں۔

ایک اور منکر افضلیت مصطفیٰ کا ذکر: ایسے ہی علامہ شعرانی طبقاتِ کبریٰ نے سیدی ابوالمواہب الشاذلی کے تذکرہ میں بیان کیا ہے کہ شیخ ابوالمواہب الشاذلی فرماتے ہیں کہ میرا ایک شخص سے الجامع الازہر میں امام بوصیری صاحب قصیدہ بردہ شریف کے اس شعر پر مناظرہ ہوا:

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ وَاَنَّهٗ خَيْرُ خَلْقِ اللّٰهِ كُلِّهِمِ (1)

کمال علم کی انتہا یہی ہے کہ آپ بشر ہیں اور اللہ کی تمام مخلوق سے برتر ہیں۔

تو اس کے خلاف اس کی کوئی دلیل نہ بن پائی تو میں نے کہا اس پر امت کا اجماع ہے تو پھر بھی باز نہ آیا تو میں کیا دیکھتا ہوں۔

آقا علیہ السلام کا تشریف لانا

حضور اقدس ﷺ جامع الازہر کے منبر کے پاس جلوہ افروز ہیں آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق بھی موجود ہیں آپ اپنے اصحاب سے فرما رہے ہیں کہ آج کیا واقعہ رونما ہوا ہے اصحاب کرام عرض کرتے ہیں اللہ ورسولہ اعلم۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا وہ فلاں تعیس و مایوس شخص کا عقیدہ ہے کہ میں ملائکہ سے افضل نہیں ہوں اصحاب کرام بیک آواز عرض کرتے ہیں آپ سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی نہیں تو آپ نے ان سے فرمایا اس رحمت خداوندی سے محروم شخص کا کیا حال ہو جو زندہ ہی نہیں رہے گا اگر زندہ رہا بھی تو ذلت ورسوائی کی زندگی بسر کرے گا جس کا عقیدہ ہے کہ

1۔ لا یمکن الثناء کما کان حقہ   بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

میری افضلیت پر اجماع امت نہیں میں نے اس واقعہ خواب کو ابو المواہب کی کتاب المرائی المنبویہ میں بالتفصیل پڑھا ہے۔

خصائص مصطفیٰ علیہ السلام

امام شعرانی نے اپنی کتاب کشف الغمہ عن جمیع الامۃ میں خصائص مصطفیٰ علیہ السلام کا ذکر امام حافظ جلال الدین سیوطی کے حوالے سے کیا ہے جیسا کہ انہوں نے خود آخر میں فرمایا ہے خصائص کبری کی تلخیص الموذح اللبیب فی خصائص الحبیب سے اخذ کیا ہے ان سب کا تذکرہ میں نے حافظ سیوطی کی کتاب "صاحب جواہر البحار" میں متعدد بار کیا ہے مثلاً شروع کتاب میں امام نووی کے کلام ان کی کتاب تہذیب الاسماءٔ واللغات سے نقل کیا ہے ایسے امام مقری یمنی کے کلام نیز تفصیل کے ساتھ روایات واحادیثِ فضیلت کو خصائص کبریٰ سے ماخوذ کرتے ہوئے امام جلال الدین سیوطی سے نقل کیا ہے۔

امام شعرانی نے اختصار سے صحیح اور حسن روایات کا ذکر کیا ہے لہٰذا ان کے ذکر کو بیان کرنا بھی مناسب سمجھتا ہوں جملہ خصائص محامد اور فضائل جو ابتدائے آفرینش سے تا قیامت اصالۃً ہمارے آقا علیہ السلام کو ملے اور ان کی اتباع اور میراث کے طور پر دوسروں کو میسر ہوئے۔

تعظیم رسول پر کوئی دلیل طلب کرنا اور بحث کرنا ناجائز ہے۔

ہر وہ چیز جو رسول پاک ﷺ کی تعظیم پر دال ہو اس پر دلیل طلب کرنا اور بحث مباحثہ کرنا غلط اور ناجائز ہے کیونکہ یہ سوء ادب ہے حضور علیہ السلام کی شان اور تعریف میں جو چاہتا ہے کہے اس میں کچھ حرج نہیں(1)۔

خصائص کا ذکر علما نے اس لیے کیا ہے کہ اس سے عظمت مصطفیٰ علیہ السلام کا بیان وذکر ہے اور تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ حضور کی یہ فضیلت نہیں ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق کو کسی نے حضرت عمر کے بارے میں کہا کہ ان کی گردن اڑا دی جائے تو حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا حضور اقدس ﷺ کے بعد کسی کو اس کی اجازت نہیں۔

خصائص کی اقسام

علما نے خصائص کو آٹھ اقسام میں منقسم کیا ہے جن کا نہایت اختصار سے ہم ذکر کر رہے ہیں۔

القسم الاول: آقا علیہ السلام خلقت و نبوت کے لحاظ سے تمام انبیاءٔ سے اول ہیں جیسا کہ اس

1- اے رضا خود صاحب قرآن ہے مداح حضور — تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی

حدیث: كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ۔ میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام آب وگل میں تھے۔

سے ظاہر ہورہا ہے نیز آپ کے متعلق انبیاءً سے پہلے میثاق لینا بھی عیاں ہوتا ہے۔

سب سے پہلے بلیٰ آپ نے کہا

اور سب سے پہلے الوہیت کا اقرار کرتے ہوئے آپ نے ہی بلیٰ کہا۔

تمام مخلوق آپ کی وجہ سے پیدا ہوئی

جناب آدم علیہ السلام اور دیگر تمام مخلوق کو آپ کی وجہ سے پیدا فرمایا اور آپ کا اسم گرامی عرش تمام آسمان و جنات اور مافیہا اور جو کچھ ملکوت میں ہے پر درج ہے۔

ملائکہ ہر وقت آپ کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور عہد آدم علیہ السلام میں آذان اور ملکوت اعلی میں آپ کے اسم گرامی کا ذکر ہوتا رہا ہے۔

انبیاء علیہم السلام سے آپ کی نبوت ونصرت کا اقرار لیا گیا۔

کتب سماویہ میں آپ کا اور آپ کی امت کا ذکر موجود ہے

کتب سماویہ میں آپ کے اوصاف آپ کی امت اصحاب وخلفا کے خصائص وفضائل کا ذکر موجود ہے۔

آپ کی ولادت کے وقت سے شیاطین کا آسمان پر جانا موقوف، شق صدر، دل کے محاذی، پشت پر مہر نبوت کے نشان کا ذکر موجود ہے۔

آپ کے دل اور دیگر انبیاء کے دل میں شیطان وسوسہ نہیں ڈال سکتا۔

انگشتری آپ کے داہنے ہاتھ میں ہوگی آپ کے ایک ہزار نام ہوں گے۔

آپ کا نام اللہ کے نام سے مشتق ہوگا(1)۔

ستر کے قریب آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے ایک ہی نام ہیں۔

آپ کا نام احمد اور محمد رکھا گیا جو پہلے کسی کا نام نہیں ہے۔

سفر میں ملائکہ کا آپ پر سایہ کرنا آپ کی عقل کامل مکمل ہے۔

آپ تمام مخلوق سے حسین ترین ہیں

آپ کو مکمل حسن عطا کیا گیا جب کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو حسن کا ایک حصہ ملا ابتداوحی میں

1۔ شَقَّ لَهُ مِنْ اِسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ   فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ

آپ کی عظمت کے لیے اللہ نے آپ کا نام اپنے نام سے تجویز فرمایا ہے کہ صاحب عرش محمود اور آپ محمد ﷺ ہیں

تین دن تک خاموش رہنا، جبریل امین کو اصل حالت میں دیکھنا آپ کی بعثت پر علم کہانت کا اختتام، آسمان سے شیاطین کے گفتگو کرنے کی آواز سننے سے موقوف ہونا، شہاب کا گرنا آپ کے والدین کا موت کے بعد زندہ ہو کر کلمہ پڑھنا لوگوں سے عصمت کا وعدہ، معراج اور اس میں خوارق عادات کا ظاہر ہونا اور مقام قاب وقوسین تک رسائی حاصل کرنا نیز اس مقام پر فائز ہونا جہاں کسی رسول نے رسائی پائی نہ کسی مقرب فرشتے کی پہنچ ہوئی آپ کے لیے انبیأ علیہم السلام کو زندہ کرنا اور ان کی اور فرشتوں کی امامت کرنا جنت و دوزخ پر مطلع ہونا، آیات کبریٰ کا مشاہدہ فرمانا شب معراج دیدار خداوندی میں محو ہوتے ہوئے آنکھ کا کجی سے محفوظ رہنا۔ دو بار خالق کائنات کا دیدار کرنا، ملائکہ کا جہاد میں شریک ہونا اور سفر میں آپ کے پیچھے پیچھے چلنا باوجود امی ہونے کے ام الکتاب کا ملنا جو ہر تغیر وتبدل سے آج تک محفوظ ہے اور جمیع کتب کے علوم واحکام پر حاوی ہونے کے علاوہ مزید علوم پر مشتمل ہے اور جس کا نجماً نجماً سات حروف اور سات ابواب پر نزول ہوا جس کے پڑھنے سے ایک ایک حرف کے عوض دس دس نیکیاں عطا ہوں۔

قرآن کریم باقی کتب سے تیس خصائص کے لحاظ سے افضل ہے

قرآن کریم دیگر کتب سماویہ تیس اوصاف کی وجہ سے افضل ہے جن میں چند ایک درج ذیل ہیں۔

وصف اول: یہ کتاب بیک وقت دعوت بھی ہے اور حجت بھی جب کہ دیگر انبیأ کی پہلے دعوت ہوتی پھر اس کے علاوہ حجت کچھ ہوتی تھی لیکن قرآن عظیم معانی کے لحاظ سے دعوت اور الفاظ کے لحاظ سے حجت ہے دعوت کے لیے یہ شرف کافی ہے حجت اس کے ساتھ ہو اور حجت کی فضیلت کے لیے یہ کافی ہے کہ دعوت اس سے علیحدہ نہ ہو۔

وصف ثانی: آپ کو عرش کے نیچے سے وہ خزانہ دیا گیا جو پہلے کسی نبی کو نہیں ملا۔

وصف ثالث: تسمیہ صرف آپ کو دی گئی۔

وصف رابع: صورۂ فاتحہ صرف آپ کے ساتھ مخصوص ہے۔

وصف خامس: آیۃ الکرسی بھی آپ کے خواص میں سے ہے۔

وصف سادس: سورۂ بقرہ کی آخری دس آیات بھی آپ کے خواص سے ہیں۔

وصف سابع: سات طوال مفصل بھی آپ کی خصوصیات سے ہیں۔

قرآن والا معجزہ تا قیامت باقی رہے گا جب کہ دوسرے انبیأ کے معجزات ختم ہو چکے ہیں اور آپ کے معجزات تمام انبیأ کے معجزات سے زیادہ ہیں۔

دیگر انبیاء کے کمالات وفضائل ومحامد کے جامع ہیں ان کے علاوہ بھی بے شمار حاصل ہوئے مثلاً شق قمر، پتھروں کا سلام کرنا، تنے کا رونا آپ کی انگلیوں سے چشموں کا جاری ہونا، درختوں کا بولنا اور آپ کی نبوت ورسالت کی گواہی دینا آپ کے بلانے پر ان کا حاضر خدمت ہونا۔

آپ خاتم النبیین ہیں آپ کی دعوت تمام لوگوں کے لیے عام ہے بالا تفاق آپ جنات کے بھی رسول ہیں اللہ نے آپ کی حیات اور نبوت ورسالت کی قسم اٹھائی دشمنوں کو آپ سے دور کیا اپنی کلام مجید میں اپنے نام سے آپ کا نام ملایا اور تمام کائنات پر آپ کی اطاعت فرض کی اس میں کسی قسم کا استثناء نہیں کیا۔

آپ کے اعضا کے قرآن کریم میں اوصاف

اور آپ کے ایک ایک عضو کی قرآن حکیم میں تعریف فرمائی

اللہ نے آپ کو نام سے نہیں پکارا

اللہ نے پورے قرآن میں کہیں بھی آپ کو نام لے کر نہیں پکارا بلکہ مختلف اوصاف سے پکارا یَاَیُّهَا النَّبِیُّ، یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ۔ اور امت پر نام لے کر پکارنا حرام کیا ان الطاف سے بھی نوازا جن کے ساتھ سابقہ انبیاءؑ کو نوازا تھا۔

آپ کی حیات ظاہرہ میں آپ کی امت سے ایسی کوئی حرکت ظاہر نہیں ہونے دی جو آپ کو ناگوار ہو بخلاف دیگر انبیاءؑ کے آپ حبیب الرحمٰن ہیں آپ میں محبت وخلت رویت وکلام دونوں کو جمع کر دیا۔

آپ کو سدرۃ المنتہٰی کے پاس ہمکلامی سے نوازا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وادی سیناء میں آپ صاحب قبلتین اور صاحب ہجرتین ہیں۔ ظاہر و باطن دونوں کے حکم کو جمع کر دیا ایک ماہ قبل اور ایک ماہ بعد کے سفر کے ذریعہ رعب سے مدد کی جوامع کلم آپ کو عطا ہوئے زمین کے خزانوں کی چابیاں سندس کے کپڑے میں لپیٹ کر ابلق گھوڑے پر دی گئیں۔

جملہ اقسام وحی سے آپ پر وحی کا نزول ہوا

اسرافیل کا اترنا:

آپ کے پاس اسرافیل آئے جبکہ پہلے کسی نبی کے پاس نہیں آئے۔

آپ میں نبوت وسلطنت یکجا کر دیئے:

آپ کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ کو نبوت ورسالت کے ساتھ سلطنت سے بھی نوازا۔

آپ امور خمسہ کے عالم ہیں

آپ کو ہر چیز کا علم دیا گیا یہاں تک کہ روح اور پانچ امور کا بھی جن کا اس آیت میں ذکر ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (لقمان:34)

''بیشک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا ذاتی علم''۔

دجال کے حالات سے بھی واقف ہیں جب کہ اس کا پہلے کسی نبی کو بھی علم نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ سے حیات ظاہرہ ہی میں مغفرت کا وعدہ فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ (فتح:2)

''تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے سبب اور وسیلے سے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرمائے''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تمام مخلوق میں سے حضرت سرور عالم ﷺ کے علاوہ کوئی بھی حقیقی ایمان نہیں لایا آذان، خطبہ اور تشہد کوئی بھی ایسا مقام نہیں جہاں اللہ نے آپ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ نہ ملایا ہو(1)۔

تمام امت کو آپ پر پیش کیا بلکہ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب سے آگاہ کر دیا نیز سابقہ امتوں کے حالات سے بھی مطلع کر دیا جیسے آدم علیہ السلام کل اشیأ کے اسمأ تعلیم دیئے گئے آپ تمام کائنات کے سردار اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے محترم ومکرم، تمام مرسلین اور ملائکہ مقربین سے افضل ہیں آپ کائنات کے رہبر ہیں۔

آپ کو چار وزیر دیئے گئے دو آسمان پر جبریل ومکائیل اور دو زمین پر حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما اصحاب سے چودہ نجیب عطا ہوئے دیگر انبیأ کو سات سات ملے آپ کا ساتھی (شیطان) مسلمان ہو گیا آپ کی ازواج وبنات آپ کی مددگار اور تمام عورتوں سے افضل ہیں۔

ازواج مطہرات کے نیک اعمال پر دوگنا ثواب اور گناہ پر دوگناہ عقاب ہے۔

آپ کے اصحاب انبیأ کے سوا تمام مخلوق سے برتر ہیں جن کی تعداد انبیأ کے تقریبا برابر ہے اور تمام کے تمام عادل، مجتہد اور مصیب ہیں اسی لیے فرمایا ہے:

اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ

''میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے''۔

1- اذانوں میں خطبوں میں شادی وغم میں — غرض ذکر ہوتا ہے ہر جا تمہارا

ایک دن کے لیے آپ پر مکہ شہر حلال ہوا مدینہ شہر کی حرمت فرمائی اور اس کو عذاب سے امن دینے والا اور اس کی گرد وغبار مرض جذام (کوڑھ) سے شفا والی قرار دیا آپ کے بارے میں قبر میں میت سے سوال ہوتا ہے۔

ملک الموت آپ کے پاس اجازت لے کر آیا

ملک الموت آپ سے اجازت لے کر آیا حالانکہ پہلے کسی نبی کے پاس اجازت لیکر نہیں آیا ازواج مطہرات سے نکاح آپ کے بعد امت پر حرام قرار دیا ہے اور ایسی ہی کنیزات بھی جن سے آپ نے مباشرت کی ہو۔

قبر انور کعبہ سے افضل ہے: زمین کا وہ حصہ جس میں آپ دفن ہیں وہ کعبہ اور عرش سے افضل ہے۔

آپ کی قسم اٹھانا جائز ہے:

اللہ پر آپ کی قسم اٹھانا بھی جائز ہے اور کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں آپ کی شرمگاہ پر کسی کی نظر نہیں پڑی اگر پڑ جاتی تو بینائی سلب ہو جاتی۔

آپ کی امت کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس امت کے علمائے ربانی انبیاءً کے قائم مقام ہیں اور ان کی مثل کام کرتے ہیں۔

عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِی اِسْرَائِیْلَ

''میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیا کی مانند ہیں''۔

نیز ارشاد فرمایا:

اِلاَّ الْعَالِمَ فِیْ قَوْمِهٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِیْ۔

''بیشک عالم اپنی قوم میں اپنی امت میں نبی جیسا ہے''۔

آپ کا نام عبداللہ رکھا اور اس کا اطلاق کسی اور پر نہیں کیا۔ صرف یہ فرمایا:

عَبْدًا شَكُوْرًا ۝۳ (بنی اسرائیل)۔ شکر گذار بندہ۔

اور فرمایا:

نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ (ص:44) اچھا بندہ۔

قرآن اور دیگر کتب میں آپ کے علاوہ کسی پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم نہیں دیا۔

آپ کے اسما توقیفی ہیں: آپ کے تمام اسمائے گرامی اسمائے الٰہیہ کی طرح توقیفی ہیں۔

القسم الثانی

دنیا میں شریعت اورامت کے بارے میں خصوصیات

آپ کی خصوصیات میں سے مالِ غنیمت کا حلال ہونا روئے زمین کو مسجد بنانا دیگر امتوں کے لیے بیع کنیسہ کے باہر نماز جائز نہ تھی۔ زمین کو طہارت بنایا گیا یعنی پانی نہ ہو تو تیمّم کیا جاسکتا ہے یہ بھی پہلی امتوں کے لیے جائز نہ تھا موزوں پر مسح پانی سے نجاست کا دور ہونا بہت سا پانی یعنی کثیر پانی میں نجاست کا مؤثر نہ ہونا ،ڈھیلا وغیرہ سے استنجاہ کرنا، پانی اور ڈھیلوں دونوں کو استعمال کرنا، پانچ نمازوں کا مجموعی طور اور درمیانی وقفہ کے گناہوں کے لیے کفارہ ہونا عشا کی نماز پڑھنا جو کسی نے نہیں پڑھی آذان، اقامت، تکبیر سے نماز شروع کرنا آمین کہنا اللھم ربنا لک الحمد کہنا نماز میں گفتگو کا حرام ہونا نماز میں استقبال کعبہ، نماز میں ملائکہ کی طرح صف بندی، فرشتوں اور اہل جنت کی طرح ایک دوسرے کو السلام علیکم کہنا، روز جمعہ کو عید بنانا جمعہ کے روز اجابت کی گھڑی، عید الضحیٰ، نماز جمعہ، نماز باجماعت، قیام اللیل، نماز عیدین صلاۃ کسوف (سورج گرہن) صلوٰۃ خسوف (چاند گرہن) صلوٰۃ استسقاءٗ، نماز وتر، حالتِ سفر میں نماز قصر سفر بارش اور بیماری کی وجہ سے دو نمازوں کا جمع کرنا، صلوٰۃ خوف یہ تمام اس امت کی خصوصیات سے ہیں یہ پہلوں کے لیے نہ تھیں۔

ماہ رمضان المبارک کا اس خصوصیت کے ساتھ اس میں شیاطین کا قید ہونا جنت کا اس میں مزین ہونا روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں کستوری سے زیادہ پسندیدہ ہونا افطاری کے وقت ملائکہ کا روزہ دار کے لیے دعائے مغفرت کرنا، شب بیداروں کی مغفرت سحری کھانا افطار میں تعجیل، شب رمضان میں اکل وشراب اور جماع کا حلال ہونا جو پہلی امتوں پر نیند کے ساتھ منع ہو جاتی تھیں۔ یوم وصال کا منع ہونا حالت روزہ میں کلام کرنا جو کہ سابقہ امتوں پر جائز نہ تھی نماز میں گفتگو کی ممانعت جو کہ پہلوں کے لیے جائز تھی۔ لیلۃ القدر، یوم عرفہ، یوم عرفہ کے روز سے دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہونا کہ یہ سنت رسول اللہ ﷺ ہے یوم عاشورہ کا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہونا کہ وہ سنت موسوی ہے تناول کھانے کے بعد ہاتھ دھونا دو نیکیاں ہیں کیونکہ یہ اس شریعت اور سابقہ شرائع میں سنت ہے جنابت کا غسل کہ اس سے نقصانات بدنی روحانی دور ہوتے ہیں۔ مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کہنا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہنا قبر کھودتے وقت لحد بنانا شق (نیچے کو سیدھا گڑھا کھودنا) اہل کتاب کے لیے ہیں۔

نحر کرنا(1) اہل کتاب کے لیے ذبح تھا سر کے بالوں کی مانگ کرنا ان کے لیے سدل ہے بال سیدھے کرنا بغیر مانگ کے۔ بالوں کا رنگنا(2) اہل کتاب بڑھاپے کو تبدیل نہیں کر سکتے تھے۔ ڈاڑھی بڑھانا (بقدر مشت) لبوں کا کٹوانا جب کہ اہل کتاب ڈاڑھی چھوٹی اور لبیں لمبی رکھتے تھے۔ اور وہ صرف لڑکوں کا عقیقہ کرتے اور دین اسلام میں لڑکے لڑکی دونوں کا عقیقہ کیا جاتا ہے۔ جنازہ(3) کے لیے قیام کا ترک، نماز فجر و مغرب(4) میں جلدی کرنا، سخت زمین پتھریلی کے استعمال کرنے کی کراہت صرف جمعہ کے روز کی کراہت، یہودی صرف اپنی عید عاشورہ کے دن کا روزہ رکھتے اور ہم یکم محرم تا عاشورا (محرم کے پہلے دس دن) رکھتے ہیں نیز پیشانی سے سجدہ کرنا اہل کتاب چہرے کی ایک طرف سجدہ کرتے، نماز میں ادھر ادھر متوجہ ہونے کی کراہت جب کہ اہل کتاب ادھر ادھر پھر جاتے نماز میں آنکھیں بند کرنے کی کراہت، نماز کا اختصار سے پڑھنا بعد میں دعا کے لیے کھڑا ہونا نماز(5) میں قرآن سے دیکھ کر پڑھنا، عید فطر کے دن کچھ کھا کر نماز عید کے لیے جانا، اور اہل کتاب نماز عید سے قبل نہیں کھاتے تھے۔ موزوں(6) اور پاک جوتوں سمیت نماز کا ہو جانا یہ تمام خصوصیات امت محمدیہ سے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں جب کتاب پڑھی جاتی تو اس کا ساتھ ساتھ جواب دیتے اور ہمارے لیے شریعت ممنوع ہے۔

اِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا

''اور جب قرآن شریف پڑھا جائے تو اسے سنو اور چپ رہو''۔

رسول کریم ﷺ نے ایک شخص کو ہاتھ پر سہارا لے کر نماز میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو اس کو منع کر دیا اور فرمایا یہ یہود کی نماز ہے اسلام (۶) میں عورتوں کو مسجد میں نماز کے لیے آنے کی اجازت ہے جب کہ

1۔ نحر اونٹوں کے ساتھ مخصوص ہے اس کی گردن کو تین جگہ سے کاٹنا

2۔ خضاب کرنا حرام ہے اس کے علاوہ مہندی وغیرہ لگانا جائز ہے

3۔ فقہ حنفی میں جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا مستحبات سے ہے خواہ غیر مسلم ہی کا کیوں نہ ہو

4۔ احناف کے نزدیک فجر میں تاخیر مستحب ہے اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ۔ صبح کی نماز خوب سفید کر کے پڑھو اس میں اجر و ثواب زیادہ ہے

5۔ نماز میں قرآن کریم سے دیکھ کر پڑھنا مکروہ ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے

6۔ آج کل جوتوں کے چمڑے بہت سخت ہوتے ہیں سجدہ میں جائیں جوتے کی نوک زمین پر لگتی اور پاؤں بالکل زمین سے اٹھ جاتے ہیں ایسے جوتوں میں نماز نہیں ہوتی۔

(۶) ہدایہ جلد اول میں یکرہ لھن حضور الجماعات۔ عورتوں (جوان) کے لیے جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے اور بوڑھی عورتوں کے لیے ظہر عصر کی نماز میں شرکت مکروہ ہے حاشیہ میں مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بنی اسرائیل کی عورتوں کو اجازت نہ تھی۔

اہل کتاب کی شریعت میں حکم وفیصلہ کا فسخ جائز تھا جب دوسرے حاکم کے پاس لے جائے جو اس کے خلاف فیصلہ کرتا ہو تو عمامہ میں شملہ رکھنا یہ ملائکہ کی علامت ہے وسط میں تہبند باندھنا، سدل کی کراہت، سبز دستار باندھنا، ایک ہی قمیض پر پٹی باندھنا، قمری مہینے کا اجرأ، وقف، موت کے وقت تہائی حصہ تک مال کی وصیت، جنازہ اٹھا کر تیز تیز چلنا، آپ کی امت تمام امتوں سے افضل و برتر، اور سب کے آخر میں آئی ہے ان کے ہاں پہلی امتوں کی رسوائی و ذلت کا ذکر ہوتا ہے لیکن اس امت کی ذلت ورسوائی کا ذکر کسی کے پاس نہیں ہوا ان کے لیے دونام مومن، مسلم اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سے مشتق کیے ان کے دین کا نام اسلام رکھا جب کہ پہلی امتوں کے لیے تجویز نہیں کیا صرف انبیأ علیہم السلام کے لیے تھا اصر (گناہوں کا بوجھ) کو ان سے اٹھایا۔ زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد خزانہ جمع کرنا جائز ہے دین اسلام میں حرج روا نہیں رکھا۔ اونٹ، شتر مرغ، نیل گائے، بطخ، تمام مچھلیاں، چربی اور دم غیر مسفوح مثلاً جگر، تلی اور رگوں کا کھانا جائز ہے۔ خطأ ونسیان پر مواخذہ نہیں اسی طرح جبر اور دلی وسواس پر بھی مواخذہ نہیں جو گناہ کا ارادہ کرے جب تک عمل نہ کرے گناہ لکھا نہیں جاتا۔ اگر گناہ کرے گا تو ایک گناہ لکھا جاتا ہے اور نیکی کے ارادے پر ایک نیکی اور ادا کرنے پر دس نیکیوں کا ثواب ہے بلکہ سات سو گنا تک ثواب لکھا جاتا ہے توبہ کے لیے خود کو قتل کرنا نا جائز چیز کے دیکھنے پر آنکھ کا نکالنا اور زکوٰۃ چوتھائی حصہ مال دینا معاف کر دیا گیا ہے اولاد کا آزاد کرنا دنیاوی امور سے رکنا، رہبانیت وسیاحت منع ہے۔

لَيْسَ فِيْ دِيْنِيْ تَرْكُ النِّسَاءِ وَلَا اللَّحْمِ وَلَا اِتِّخَاذِ الصَّوَامِعِ۔ میرے دین میں عورتوں اور گوشت کو بالکل ترک کر دینے مساجد میں ہی بیٹھے رہنے کی کوئی حیثیت نہیں۔

یہود میں اگر کوئی ہفتے کے دن کام کرتا تو اسے سولی پر چڑھا دیا جاتا دین اسلام میں جمعہ کے روز کام کرنے پر کوئی ممانعت نہیں (ماسوا اوقاتِ جمعہ کی نماز) اہل کتاب نماز کی طرح وضو کیے بغیر کھانا نہیں کھا سکتے تھے اگر کوئی چوری کرتا غلام بن جاتا جس نے خودکشی کی اس پر جنت حرام ہو جاتی اگر کوئی شہنشاہ ان پر غلبہ حاصل کر لیتا تو انہیں غلام بنا لیتا ان کے مال سے جتنا چاہے لے جاتا۔

اسلام میں چار عورتوں سے بیک وقت نکاح جائز ہے تین طلاق دے سکتا ہے۔ اہل کتاب اور کنیزات سے نکاح جائز ہے حیض کی حالت میں مجامعت کے علاوہ نفع حاصل کرنا جائز ہے عورت کے قبل میں جس طرح چاہے استمتاع کر سکتا ہے قصاص و دیت میں اختیار ہے۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) الفتویٰ الیوم علی کراھتہ حضور ھن فی الصلوۃ کلھا۔ اس دور میں اس پر فتویٰ ہے کہ مطلق عورتوں کے لیے سب نمازوں میں شریک ہونا مکروہ تحریمہ ہے (صفحہ نمبر ۱۲۶)

حملہ آور کا دفاع جائز ہے

حملہ آور کا دفاع کر سکتا ہے جب کہ اہل کتاب پر کوئی حملہ آور ہوتا تو اس کا دفاع نہیں کر سکتا تھا خواہ قتل کر دے یا اپنی مرضی سے چھوڑ دے۔ شرمگاہ کا ننگا کرنا جائز نہیں۔ تصویر، نشہ آور چیز کا پینا، لہو ولہب کے آلات (ڈھول باجے وغیرہ) بہن سے نکاح، سونے چاندی کے برتن، ریشم اور سونا مردوں کے لیے اور غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے پہلے سجدہ کرنا تحیہ تھا اسلام میں اس کے عوض سلام ہے مساجد کے محراب بنانا ہمارے لیے جائز اور پہلوں کے لیے مکروہ تھا امتِ محمدیہ کا ضلالت و گمراہی پر اجماع نہیں ہو سکتا اور اہل باطن اہل حق پر غالب آ سکتے ہیں۔

نبی کی بدعا سے اس امت کو محفوظ رکھا ہے ان کا اجماع حجت ہے اور اختلاف رحمت ہے حالانکہ پہلوں کا اختلاف باعث عذاب تھا طاعون کی موت شہادت اور رحمت ہے جب بھی دعا کریں قبول ہوتی ہے۔ سابقہ کتب اور قرآن کریم پر ایمان لاتے ہیں بیت اللہ کا حج کرتے ہیں کبھی اس سے جدا نہیں ہوتے نیکی پر آخرت کے لیے ذخیرہ ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی صلہ مل جاتا ہے پہاڑ اور درخت ان کی تسبیح و تہلیل کے لیے ان کی گذرگاہ پر امڈ پڑتے ہیں ان کے اعمال اور ارواح کے لیے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں ان کے پاس ملائکہ آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی نزول رحمت

اللہ تعالیٰ ان پر نزول رحمت کرتا اور فرشتے ان کے لیے استغفار کرتے جیسے انبیاء پر صلوٰت بھیجتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ (احزاب:43)

''وہی ہے جو تم پر درود اور رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے''۔

یہ اپنے بستر پر فوت ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ شہید ہوتے ہیں ان کے سامنے مائدہ رکھا جاتا ہے ان کے اٹھانے سے پہلے ان کی مغفرت ہو جاتی ہے جب کپڑے پہنتے ہیں تو کپڑا جھاڑنے سے پہلے ان کی نجات ہو جاتی ہے۔

اس امت کے صدیق تمام صدیقین سے افضل ہیں یہ علما و حکما ہیں، فقاہت و حکمت کی وجہ سے انبیاء کے مقام کو پہنچ گئے حق گوئی میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے مومنین پر مہربان اور کفار پر سخت ہیں۔

ان کا قرب نماز اور ان کی قربانی ان کا خون ہے جو اس امت کا عمل مقبول نہیں اس پر ستر ڈال دیا

جاتا ہے حالانکہ پہلے لوگ رسوا ہو جاتے جب ان کی قربانی کو قدرتی آگ نہ جلاتی، استغفار سے اس امت کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ندامت ان کے لیے توبہ ہے۔

امتِ محمدی کی چار کرامتیں

روایت ہے کہ آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو چار کرامتوں سے نوازا ہے جو کسی اور کو حاصل نہ ہوسکیں۔

پہلی کرامت: میری توبہ مکہ میں ہوئی اور اس کا کوئی فرد جہاں چاہے توبہ کر لے۔

دوسری کرامت: جب مجھ سے خطا سرزد ہوئی تو بدن سے کپڑے اتر گئے لیکن ان کے کپڑے نہیں اترتے۔

تیسری کرامت: مجھے اپنی بیوی سے جدا کیا گیا۔

چوتھی کرامت: مجھے جنت سے نکالا گیا۔

بنی اسرائیل سے جب کوئی گناہ کرتا تو اس پر طیب طعام حرام ہو جاتا اور اس کے دروازے پر اس کی خطا لکھی ہوئی پائی جاتی۔

اس امت سے اللہ نے وعدہ فرمایا ہے بھوک سے نہ کلی طور پر دشمن سے، نہ غرق سے ہلاک کرے گا اور نہ ہی ایسا عذاب آئے گا جس سے پہلے لوگ ہلاک ہوئے۔

اگر دو آدمی کسی کی بھلائی و خیر کی شہادت دیں تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے حالانکہ پہلی امتوں کے لیے ایسا نہ تھا البتہ اگر سو آدمی شہادت دیتے یہ امت کے قلیل عمل پر کثیر اجر اور بھی ان سے کم رکھتی ہے۔

پہلی امتوں کے آدمی کی تیس گنا عبادت ہے اس کی عبادت تیس گنا سے کئی درجے بلند و برتر ہے مصیبت کے وقت نماز رحمت اور ہدایت عطا کی، علم اول علم آخر دیا ہر شے کے خزائن کی چابیاں، یہاں تک کہ علم انساب، اسناد، اعراب کا علم دیا تصنیف کتب کی توفیق دی۔

نبی اکرم ﷺ کی سنت کو ہر دور میں محفوظ رکھا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کا نزول ہوگا۔

امت مصطفےٰ سے اقطاب و ابدال ہیں

آپ کی امت سے اقطاب، اوتار نجباء، ابدال ہوتے ہیں۔

آپ کا امتی عیسیٰ کی امامت کرے گا

وہ آپ کا ہی امتی ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امامت کرے گا۔

آپ کی امت سے وہ لوگ ہوں گے جو تسبیح و تہلیل کے ساتھ فرشتوں کی طرح طعام سے مستغنیٰ ہو جائیں گے اور دجال کو قتل کریں گے ملائکہ ان کی آذان اور تلبیہ کو آسمان پر سنتے ہیں جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے والے اور پستی و بلندی پر جاتے وقت اس کی تکبیر کہتے ہیں جب کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں تو انشاء اللہ، ناراضگی کے وقت تہلیل اور منازعت و اختلاف کے وقت تسبیح پڑھتے ہیں کام سے پہلے استخارہ اور سواری پر سوار ہوتے وقت اللہ کی حمد کرتے ہیں قرآن کریم ان کے سینوں میں ان میں سے سبقت لے جانے والا جنت میں بلا حساب داخل ہوگا ان کا میانہ رو نجات پانے والا جسکا حساب آسان ہوگا اور ان کا ظالم مغفور، امت کا ہر فرد مرحوم جنت کا رنگین لباس پہنے گا نماز کے لیے اوقات نماز کا خاص خیال رکھتے ہیں یہ وسط عادل امت جس کا اللہ تعالیٰ نے تزکیہ نفس فرما دیا ہے۔

جہاد میں فرشتے ان کی مدد کرتے ہیں ان پر وہی اشیاء فرض ہیں جو انبیاءؑ و رسل پر لازم ہیں جیسے وضو اور غسل جنابت حج اور جہاد وغیرہ، نوافل سے جو انبیاء علیہم السلام کو عطا کیا وہی ان کو ملے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے پکارا

اللہ تعالیٰ کی اس امت پر خاص نوازش ہے کہ اس کو یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے وصف ایمان سے پکارا جب کہ پہلوں کو یاایھا المساکین سے۔

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ (بقرہ:152) تو تم میرا ذکر کرو میں اپنی رحمت سے تمہارا پرچار کروں گا، سے بلاواسطہ خطاب کیا اور بنی اسرائیل کو۔

اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ (بقرہ:40)

''میرا وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کیا''۔

چونکہ وہ صرف اللہ کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں ذات خداوندی نہیں۔ اللہ کی نعمتیں خدا کی پہچان کا ذریعہ تھیں اس لیے فرمایا اللہ کی ان نعمتوں کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیں ان میں زیادہ تر غلام تھے۔

جب یہ آیت:

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ (توبہ:100)

''اور سب سے پہلے ایمان والے مہاجر اور انصار وہ لوگ جنہوں نے بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے''۔

نازل ہوئی تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا یہ میری تمام امت کے بارے میں نازل ہوئی۔ رضا

مندی کے بعد ناراضگی نہیں ہوتی۔

ان کا نام اہل القبلہ رکھا اور ان کی شہادت دوسروں کے لیے جائز ہے دوسری امتیں غیر ملت کے لیے شہادت نہیں دے سکتیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس امت میں تجرید مدّ غل اور صفد جائز نہیں۔

تشریح: حد جاری کرتے وقت ننگا اور کھینچا نہیں جائے گا بلکہ بیٹھے ہوئے کپڑوں سمیت حد نافذ کی جائے گی۔

تشدید و تسہیل کے مابین احکام

علماء فرماتے ہیں ابتداء شرائع میں سہولت تھی کہ حضرت نوح حضرت صالح اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کے ادیان میں سختی نہ تھی اور موسیٰ علیہ السلام کے دین میں سختی تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی ایسا ہی کیا لیکن اس شریعت میں موسیٰ علیہ السلام کے دین کی طرح سختی اور نہ ابراہیم علیہ السلام کے دین کی طرح نرمی بلکہ اس کے بین بین ہے لہٰذا یہ دین نہایت ہی معتدل ہے۔

القسم الثالث

وہ خصوصیات جو نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ دار آخرت میں مخصوص ہیں

سب سے پہلے آپ ہی کی قبر کھلے گی صور کے صعقہ سے پہلے آپ ہی کو افاقہ ہوگا ستر ہزار فرشتوں کی معیت میں براق پر محشر میں تشریف لائیں گے میدانِ محشر میں آپ کے نام کا اعلان ہوگا آپ کو روز محشر جنت کا سب سے خوبصورت لباس پہنایا جائے گا عرش کی داہنی جانب اور مقام محمود پر کھڑے ہوں گے آپ کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا جناب آدم اور دیگر سب مخلوق آپ کے جھنڈے تلے ہوں گے آپ امام النبیین قائد اور ان کے خطیب ہوں گے۔

سب سے پہلے آپ کو سجدہ کرنے کی اجازت ہوگی سب سے قبل ہی سجدہ سے سر اٹھائیں گے سب سے قبل اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا سب سے اول ہی سفارش کرنے والے اور پہلے ہی سفارش مقبول ہوگی دوسروں کے حق میں اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے اور دوسرے اپنے بارے میں سوال کریں گے آپ ہی شفاعتِ عظمیٰ کے مالک ہوں گے۔

آپ کی شفاعت سے ایک جماعت بلا حساب، ایک جماعت جو مستحق عذاب ہوگی جنت میں جائے گی اور ایک جماعت کے جنت میں درجات بلند ہوں گے جہنم میں داخل ہونے والے امتیوں کو آپ کی شفاعت سے نکالا جائے گا یہاں تک کہ کوئی بھی آپ کا امتی جہنم میں باقی نہ رہے گا صالحین کی

جماعت جن سے اطاعت وعبادت میں تقصیر ہو چکی ہو گی کی معافی ہو گی آپ کی شفاعت سے حساب میں تخفیف ہو مخلّد فی النار کفار کے عذاب میں بھی تخفیف۔ کفار کے بچے عذاب سے محفوظ۔

اہل بیت جنتی ہیں

آپ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے کہ آپ کے اہل بیت میں سے کوئی بھی جہنم میں نہ جائے تو آپ کا سوال پورا ہو گا سب سے پہلے پل سے اس حال میں گزریں گے کہ آپ کے سر اقدس کے بالوں اور چہرے سے نور چمک رہا ہو گا جب کہ دیگر انبیاءؑ کے دونور ہوں گے۔

سید فاطمہ کی عظمتِ شان

جب سیدہ فاطمہ بنتِ رسول ﷺ کا گذر ہو گا ندا آئے گی اہل محشر اپنی نگاہیں بند کر لو تا کہ بنتِ رسول گزر جائیں۔

سب سے پہلے آپ ہی باب جنت کھٹکھٹائیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے آپ کے بعد آپ کی بیٹی سیدہ فاطمہ زہرا حوضِ کوثر جو کہ سب سے بڑا ہے آپ ہی کے لیے مخصوص ہے دوسرے انبیاءؑ جن کے لیے چھوٹے چھوٹے حوض ہوں گے۔

آپ صاحبِ وسیلہ ہیں

آپ کے لیے مخصوص ہے جو ایک جنت کا درجہ ہے آپ کے منبر کی ٹانگیں جنت میں مضبوط گڑھی ہوئی ہیں اور منبر جنت کے حوضوں میں سے ایک حوض پر رکھا ہوا ہے۔

جنت کا ٹکڑا: آپ کے منبر اور محراب کا درمیانہ حصہ جنت کا ٹکڑا ہے۔ سب انبیاءؑ کی تبلیغ پر گواہ طلب ہو گا لیکن آپ سے کوئی گواہ طلب نہیں کیا جائے گا بلکہ دیگر انبیاءؑ کی تبلیغ پر گواہ ہوں گے۔

قیامت کے روز آپ کے سوا تمام حسب ونسب ختم ہو جائیں گے

حضور اقدس ﷺ کے علاوہ تمام کے حسب ونسب ختم ہو جائیں گے۔

جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت آپ کے نام سے ابو محمد ہو گی۔

اہل فترہ سے آپ کے متعلق امتحان لیا جائے گا

احادیث میں مروی ہے کہ اہل فترہ سے آپ کے بارے امتحان لیا جائے گا جس نے اطاعت کی وہ جنت میں اور جس نے نافرمانی کی وہ دوزخ میں جائے گا۔

آپ کے اجداد اطاعت کریں گے: آپ کے اجداد سب کے سب اطاعت کریں گے تا کہ آپ

کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

درجات جنت بحساب آیات قرآن ہیں

مروی ہے کہ درجات جنت آیات قرآنیہ کے حساب کے مطابق ہیں قاریٔ قرآن سے کہا جائے گا تلاوت کی آخری آیت کا اختتام تیرا مقام ہے اور دوسری کتب سماویہ کے متعلق ایسا نہیں ہوگا۔

جنت میں صرف قرآن کی تلاوت ہوگی

اہل جنت صرف قرآن کریم کی تلاوت کریں گے اور فقط عربی زبان ہی بولیں گے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا تو خازن کھڑا ہو کر کہے گا تو کون ہے؟ میں جواب دوں گا۔ انا محمد۔ میں محمد ہوں۔ تو جواب میں کہے گا میں آپ کے لیے کھڑا ہوں دروازہ کھولتا ہوں آپ سے پہلے کھڑا ہوا ہوں نہ آپ کے بعد کھڑا ہوں گا۔ واللہ اعلم

القسم الرابع

جو آخرت میں آپ کی امت کے لیے مخصوص ہیں

لوگوں میں سے سب سے پہلے آپ کی امت قبروں سے اس حالت میں نکلے گی کہ ان کے اعضاء وضو چمکتے ہوں گے محشر میں بلند مقام پر ہوں گے ان کے لیے انبیاؑ کی مانند دو نور بھی ہوں گے دوسری امتوں کے لیے ایک نور ہوگا ان کے چہروں پر سجدوں کے آثار نمایاں ہوں گے ان کی ذریت ان کے سامنے ہوگی۔

نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا

اس امت کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا پل پر سے بجلی کی مانند گزر جائیں گے ان کے نیک لوگ گنہگاروں کی شفاعت کریں گے وہ مقبول بھی ہوگی ان کے گناہوں کی سزا دنیا اور برزخ میں مل جائے گی تاکہ روز قیامت پاک وصاف ہوں۔ گناہ لے کر قبر میں داخل ہوں گے بغیر گناہوں کے قبر سے نکلیں گے یہ مومنین کے ان کے حق میں استغفار کی وجہ سے ہوگا اس امت میں جس نے نیکی کی اور اس کے لیے جس نے نیکی کی دونوں کا اجر اسے ملے گا۔

سب سے قبل ان کا حساب ہوگا اور لغزشیں معاف کی جائیں گی سب مخلوق سے ان کی نیکیاں وزنی

امت محمدیہ کو حاکم عادل کا مقام حاصل ہوگا

ان کو عادل حاکم سا مقام حاصل ہوگا یہ لوگوں بلکہ انبیاءً کی تبلیغ کی بھی شہادت دیں گے۔
ہر امتی کے عوض ایک ایک یہودی یا عیسائی جہنم میں بھیجا جائے گا۔
سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔
ستر ہزار بلا حساب جنت میں جائیں گے اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ستر ہزار اور ہوں گے ان کی اولاد ان کے ساتھ ہوگی۔

اہل جنت کی صفوف

اہل جنت کی کل ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں چالیس دوسری امتوں اور اسی اس امت کی ہوں گی جب اللہ تعالیٰ ان پر تجلی فرمائے گا تو وہ سجدہ میں گر جائیں گے۔
حضور کی پوری امت جنت میں داخل ہوگی: حدیث شریف میں ہے پہلی امتوں کے کچھ لوگ جنتی اور کچھ لوگ دوزخی ہوں گے لیکن یہ میری امت سب کی سب جنت میں ہوگی۔

القسم الخامس

وہ واجبات جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں اور بعض میں تو دیگر انبیاءً بھی شریک ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چاشت کی نماز، وتر، تہجد، مسواک، قربانی، مشاورت، فجر کی دو رکعت، غسلِ جمعہ، زوال سے قبل چار رکعت اور نماز کے لیے یا جب بھی حدث لاحق ہو وضو کا واجب ہونا مخصوص ہیں بعد میں مسواک کا وجوب منسوخ ہوگیا۔
ایسے استعاذہ، دشمن کے مقابلے میں صبر کرنا، خواہ کتنا ہی کثیر تعداد میں دشمن ہو، جب کوئی مقابلے میں آیا تو قتل ہونے سے پہلے ظاہر نہیں ہوا۔
منکرات کی تغییر کا اظہار، خوف وخطر کا ساقط ہونا، ایفائے عہد، اگر تنگدست مسلمان مرا تو اس کے قرض کا ادا کرنا، فراق میں ازواج کو اختیار دینا ان کے آپ کو پسند کرنے کے بعد آپ کا اختیار کر کے اپنے پاس رکھنا۔
ان پر کسی اور سے نکاح نہ کرنا، ان کی مکافات کے لیے تبدل کرنا، بعد میں آپ کو خوش رکھنے کے لیے یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ بغیر خلل کے کامل ومکمل نماز ادا کرنا احسن طریقہ سے سوالات اور تنقید کا جواب دینا۔

جتنے بھی لوگ علم سیاست کے مکلف ہیں اتنے آپ اکیلے ہی مکلف ہیں۔

مخلوق کے ساتھ میل جول کے ساتھ ساتھ مشاہدہ حق کے بھی مکلف ہیں۔

جس عمل کے لوگ پابند ہیں اس عمل کے آپ بھی پابند ہیں حالتِ وحی میں دنیا سے اخذ و استفادہ کرتے ہیں۔

نبی علیہ السلام کو نماز، روزہ معاف نہیں۔

حضور اقدس ﷺ سے نماز، روزہ اور دیگر احکام ساقط نہیں۔

روزانہ ستر مرتبہ استغفار کرتے۔

آپ ﷺ یومیہ ستر مرتبہ استغفار کے مکلّف تھے۔

آپ کے نوافل زیادتی اجر کے لیے ہیں

فرائض کے تابع نوافل صرف زیادتی اجر کے لیے ہیں فرائض کی تکمیل کے لیے نہیں کیونکہ آپ فرائض کما حقہ ادا کرتے شب معراج کے حکم کے موافق آپ کے لیے ایک شب و روز پچاس نمازیں مخصوص ہیں۔

آپ فرائض کے علاوہ سو رکعت ادا کرتے۔ بعض نے روایت کیا ہے کہ آپ صلوٰۃ خمسہ کے علاوہ روزانہ سو رکعت ادا فرماتے نماز کے وقت سونے والے کو جگانا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ (النحل:125) اے نبی! لوگوں کو اچھی تدبیر اور عمدہ نصیحت کے ذریعے اپنے رب کے راستہ کی طرف بلائیے۔

عقیقہ کا وجوب، ہدیہ پر کچھ عطا کرنا اور اللہ تعالیٰ پر توکل واجب اور ذخیرہ کرنا حرام ہے، تنگ دست والے کے عیال کی کفالت اور تنگ دست کی جنایات اور کفارات ادا کرتے۔ مکروہات پر صبر اور تنگ دست جو صبح و شام رب تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں کی معیت پر صبر کرنا آپ پر واجب ہے اور لوگوں سے کلام ان کے عقل و فراست کے مطابق کرنا بھی آپ پر لازم ہے۔ وصلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

القسم السادس

آپ کی شرافت و بزرگی کی وجہ سے جو اشیا آپ پر حرام ہیں

مال زکوٰۃ، صدقہ، کفارات آپ پر اور آپ کی آل پر اور موالیہ پر اگر ان کے لیے کھانے کو کچھ ہے اور ازواج مطہرات پر بھی بالاجماع حرام ہے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ آپ پر صدقات معینہ حرام تھے اور عامہ جیسے مساجد اور کنوؤں کا پانی حرام نہ تھا آپ کی آل کو عامل بنانا اور ان کو نذر و کفارات

اوران کا فروخت کرنا حرام ہے کتابت، شعر گوئی اور کتاب کو دیکھ کر پڑھنا بھی ممنوع ہے۔

جب ہتھیار پہن لیں تو جب تک جنگ نہ ہو آپ کے اور دشمن کے درمیان اللہ تعالیٰ فیصلہ نہ کردے تو اوزار اتارنا جائز نہیں یونہی دیگر انبیاً علیہم السلام کے لیے بھی ناجائز ہے۔

مَنّ یعنی احسان کا ذکر کرنا تا کہ زیادہ زیادہ سے ثواب مل سکے آنکھ کی خیانت، کتابیہ سے نکاح حرام ہے اس کو دیکھنا حرام ہے تکبیر سن کر پیچھے رہنا بھی حرام ہے۔

شراب قبل از بعثت بھی آپ پر حرام تھی

اعلان نبوت سے بیس سال قبل آپ پر شراب حرام ہوئی۔

حضور اقدس ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کبھی شراب نہیں پی

حضور اقدس ﷺ نے اور حضرت ابو بکر صدیق نے کبھی بھی شراب نہیں پی جاہلیت میں نہ اسلام کے بعد ننگے ہونے اور شرمگاہ کے کھولنے کی ممانعت نبوت سے پانچ سال قبل ہوئی۔

القسم السابع

مباحات جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں

رسول پاک ﷺ کے لیے جنابت کی حالت میں مسجد میں ٹھہرنا، وتر سواری پر پڑھنا یا باوجود واجب ہونے کے بیٹھ کر پڑھنا، وتر میں جہر سے قرأت اس کے علاوہ سری قرأت جائز ہے ایک رکعت کا کچھ حصہ بیٹھ کر اور کچھ حصہ کھڑے ہو کر جائز ہے روزے کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینا، نفس پر مکمل اعتماد و کنٹرول کی وجہ سے اور صوم وصال جائز ہیں۔

کھانے پینے اور لباس کی ضرورت کے باوجود آپ روک سکتے ہیں اور مالک پر ان کا خرچ کرنا لازم ہے اگر ہلاک ہو جائے تو اس کا فدیہ دے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی پسند ہے۔

رسول اکرم ﷺ اجنبیات کو دیکھ سکتے ہیں

رسول اکرم ﷺ غیر محرم عورتوں کے دیکھ سکتے ہیں اور خلوت میں ان کے پاس بیٹھ بھی سکتے ہیں سواری پر اپنے پیچھے بٹھانا بھی جائز ہے۔

چار سے زائد عورتوں سے آپ نکاح کر سکتے ہیں

آپ کے لیے جائز ہے کہ چار سے زیادہ عورتوں سے بھی نکاح کر لیں ایسے پہلے انبیاً پر جائز تھا بغیر مہر ابتداً و انتہاً نکاح جائز ہے کہ چار گواہوں اور عورت کی مرضی کے بغیر بھی آپ نکاح کر سکتے ہیں۔

جب آپ کا کسی عورت سے نکاح کا ارادہ ہو جائے تو صرف رغبت ہی سے کوئی دوسرا آدمی اس عورت کو پیغام نکاح نہیں دے سکتا۔ اگر شادی شدہ عورت کے بارے میں دل میں رغبت ہو جائے تو اس کے شوہر کے لیے لازم ہے کہ وہ اسے طلاق دے دے تا کہ آپ اس سے نکاح کر سکیں (اگر چہ آپ نے ایسا نہیں کیا۔)

اگر کسی شخص نے عورت کو پیغامِ نکاح دیا تو اس کے بعد آپ اسے بھی پیغام عقد کا حق رکھتے ہیں عورت اور مرد کے ولی کی اجازت کے بغیر بھی جس مرد سے چاہیں نکاح کر دیں خود اپنے سے بھی کر سکتے ہیں نیز طرفین کے ولی عورت اور اس کے ولی کی اجازت کے بغیر بھی بن سکتے ہیں۔

حضرت امیر حمزہ کی دختر کا نکاح حضرت عباس جو اس کے چچا اور اقرب تھے کی موجودگی میں کر دیا حضرت ام سلمہ سے فرمایا کہ اپنے بیٹے کو کہو کہ تیرا نکاح کر دے تو اس نے جو کہ وہ نابالغ ہی تھا نکاح کر دیا حضرت زینب کا نکاح اللہ تعالیٰ نے آپ سے کر دیا تو خود عقد کے بغیر ان کے پاس گئے۔

اپنے کلام سے وقفے کے بعد منفصلاً استثنا کر سکتے ہیں۔

مال غنیمت سے تقسیم سے قبل بھی اپنے لیے جو چاہیں رکھ لیں۔

اپنی شہادت خود بھی دے سکتے ہیں

حضور اقدس ﷺ کو خود اپنی اور اپنی اولاد کی شہادت دینا جائز ہے اور یہ شہادت قابل قبول بھی ہے۔

نیز ہدیہ قبول کر سکتے ہیں دیگر حکام کے لیے ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں۔

بلاشہادت حد زنا جاری کر سکتے ہیں

تہمت زنا پر شہادتوں کے بغیر بھی حد جاری کر سکتے ہیں اور دوسروں کے لیے یہ جائز نہیں۔

لفظ صلوٰۃ سے آپ جس کو چاہیں دعا دیں لیکن ہمارے لیے نبی کے علاوہ جائز نہیں آپ نے اپنی امت کی قربانی دی لیکن دوسرے لوگ اس کی اجازت کے بغیر نہیں دے سکتے آپ کے لیے جائز ہے خود اور اللہ تعالیٰ کو ضمیر میں جمع کر لیں۔ دوسروں کے لیے ناروا ہے جو آپ کو گالی دے یا ہجو کرے آپ اس کو قتل کر دیں تو جائز ہے۔

فتح سے قبل اراضی پر قبضہ کر سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام زمین کا آپ کو مالک بنا دیا ہے اور ارض جنت کو قطع کر سکتے ہیں۔

القسم الثامن

فضائل وکرامات جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں

منصب صلاۃ سے مخصوص ہیں اور آپ اور جملہ انبیاء کی میراث کا تقسیم ہونا بلکہ صدقہ کی وصیت کرنا لازم ہے جب نبی جہاد کے لیے تیار ہو کر نکلے تو ہر ایک کے لیے لازم ہے اس کی رفاقت میں تیار ہو کر نکلے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ (توبہ:120)

"مدینہ میں رہنے والوں اور دیہاتیوں کو مناسب نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول سے پیچھے رہ جائیں"۔

یہ حکم بعد میں کسی خلیفہ راشد کے لیے نہیں۔

نبی اکرم ﷺ کی ازواج اور بنات کا کسی کو بھی دیکھنا جائز نہیں اور نہ ہی شہادت وغیرہا اپنا چہرہ اور بازو وغیرہ ننگے کر سکتی ہیں نہ مشافہۃً سوال کر سکتی ہیں۔

ازواج مطہرات اور بنات رسول کو نماز مکان کی چھت پر پڑھنا منع ہے

حضور اقدس ﷺ کی ازواج اور بنات کا مکان کی چھت پر نماز پڑھنا ممنوع ہے وہ مومنین کی مائیں ہیں۔

ازواج مطہرات حضور علیہ السلام کے بعد نکاح نہیں کر سکتیں

ازواج مطہرات کے لیے لازم ہے کہ آپ کے بعد آپ کے گھر میں رہیں دوسرے مرد سے نکاح نہیں کر سکتیں۔

ازواج مطہرات وآل رسول کے لیے جنابت وحیض وغیرہا کی حالت میں بھی مسجد میں بیٹھنا جائز ہے۔

آپ اگر بلا ناغہ بیٹھ کر نوافل ادا کریں اس کا ثواب بھی قیام والے نوافل کے برابر ہے۔

نمازی کو نماز کی حالت میں بھی جواب دینا واجب ہے

نمازی نماز پڑھ رہا ہے تو حضور اقدس ﷺ اسے بلائیں تو حالت نماز (1) میں بھی جواب دینا

1۔ قرآن کریم میں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول تمہیں بلائے تو فوراً جواب دو

لازم ہے یہی حکم دیگر انبیاء کے لیے بھی ہے۔

رسولِ علیہ ﷺ کے پیچھے ضحک سے بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ نماز میں ضحک (بلا آواز ہنسنا) سے نماز نہیں ٹوٹتی بلکہ یہ حکم صرف رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے ہے۔

حضور علیہ السلام کو گھر سے بلانا حرام ہے

حضور اقدس ﷺ اگر گھر میں جلوہ افروز ہوں تو دروازے سے آواز نہیں دے سکتے اور نہ ہی دور سے آپ کو آواز دینا جائز ہے۔

آپ کے فضلات طیب ہیں

آپ کا پیشاب، براز، خون و دیگر فضلات طیب و طاہر ہیں بلکہ آپ کے پیشاب کا پینا شفاً ہے جو آپ کو سبّ و شتم کرے اسے قتل کیا جائے گا آپ کی اہانت کفر، آپ کی آل اور اصحاب سے محبت امت پر فرض ہے کسی نبی کی زوجہ فاحشہ نہیں۔

آپ کی بنات کی اولاد آپ کی طرف منسوب ہوتی ہے حدیث شریف میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَمْ یَبْعَثْ نَبِیاً قَطُّ اِلَّا جَعَلَ ذُرِّیَتَهٗ فِیْ صُلْبِهٖ غَیْرِیْ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی جَعَلَ ذُرِیَّتِیْ مِنْ صُلْبِ عَلِیٍّ۔

تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد اس کی صلب سے پیدا فرمائی لیکن میری اولاد علی المرتضیٰ کی صلب سے پیدا فرمائی۔

آپ کی بنات پر دوسری عورت سے نکاح منع ہے

آپ کی بیٹی سے نکاح کرنے کے بعد اس کی موجودگی میں دوسری عورت سے شادی جائز نہیں۔ بعض علما نے قیامت تک کی اولاد کے لیے یہی حکم بیان کیا ہے۔

رشتہ صہر ذریعۂ نجات ہے

جانبین میں سے جس طرح بھی رشتۂ صہر آپ سے قائم ہو گیا وہ دوزخ میں نہ جائے گا

محرابِ رسول میں نماز کے لیے کھڑا نہ ہو

محراب رسول میں کھڑا ہو کر صلوٰۃ نہیں پڑھ سکتا ایسے ہی داہنی جانب نہ بائیں جانب لفظ رحمت سے آپ کے لیے دعا مانگے نہ کہ لفظ دعا کے ساتھ۔

انگشتری پر محمد رسول نقش نہیں کرا سکتا

کسی شخص کو یہ اجازت نہیں کہ اپنی انگشتری پر محمد رسول اللہ کا لفظ کندہ کروائے۔

غضب ورضا کی حالت میں آپ سے حق کلمہ ہی نکلتا ہے

ناراض ہوں یا راضی کسی حالت میں بھی آپ کی زبان حق ترجمان سے حق کے سوا کچھ نہ نکلتا(1)

خواب(2) میں آپ کی زیارت حق ہے ایسے ہی جملہ انبیاء۔

انبیاء کو اغما وجنون نہیں ہوسکتا

انبیاء علیہم السلام بے ہوشی اور جنون وغیرہا کی بیماریوں سے محفوظ ہیں اور نہ ہی عام لوگوں کی طرح ان کی نیند ہوتی ہے۔

انبیاء عیوب ونقائص سے پاک ہیں

حاصل کلام ہر وہ عیب اور نقص جس سے لوگ متنفر ہوں انبیاءؑ اس سے پاک ہوتے ہیں۔

احکام کو کسی کے لیے مخصوص کرنے کا آپ کو حق ہے

حضور اقدس ﷺ کی یہ شان ہے کہ جس حکم کو جس کے لیے چاہیں مخصوص کر سکتے ہیں جیسے خزیمہ کی شہادت دو مردوں کے برابر قرار دینا، خولہ بنت حکیم کو نوحہ کی اجازت دینا، اسماءؓ بنت عمیس کے لیے سوگ کی رخصت دینا، ایک شخص کا دو نماز پڑھنے کی شرط مسلمان ہونے کی لگانا اور آپ کا اسے قبول فرمانا، مہاجرین کی عورتوں کو ان کے مکانات کا وارث قرار دینا کیونکہ وہ مہاجرات ہیں ان کے پاس مکان نہیں جیسا کہ کتاب الفرائض میں اس کا ذکر آ چکا ہے اور حضرت انس بجائے طلوع فجر کے سورج کے طلوع ہونے سے روزہ رکھتے، نیز اپنے اہل بیت کے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے ظاہر ہے یہ ان کی خصوصیت ہے۔

آپ ﷺ ہر طرف اور روز وشب میں یکساں دیکھتے

حضور اقدس ﷺ جس طرح اپنے سامنے دیکھتے ایسے دائیں بائیں اور پیچھے بھی اسی طرح دیکھتے۔ نیز دن کے اجالے کی طرح رات کی تاریکی میں بھی دیکھتے۔ آپ کے لعابِ دہن سے کڑوا پانی شہد کی طرح شیریں ہو جاتا۔

1۔ حضرت عبداللہ بن عمرو سے مسند امام احمد میں حدیث مذکور ہے

2۔ آپ نے فرمایا مَنْ رَآنِیْ فَقَدْ رَآنِیْ ۔ جس نے مجھے دیکھا یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا کہ شیطان میری شکل نہیں بن سکتا۔

آپ کی آواز اتنی دور سنائی دیتی جہاں کسی کی بلند آواز سے بلند آواز بھی سنائی نہیں دیتی تھی۔

آپ کا قلب صمیم ہر وقت بیدار رہتا

آپ کی آنکھیں سو جاتیں لیکن دل کبھی نہ سویا نہ آپ نے جمائی لی اور نہ احتلام ہوا یہ تینوں نبی کی خصوصیت ہیں آپ کے پسینے سے کستوری سے بڑھ کر خوشبو آتی۔

چلتے ہوئے ہر ایک سے بلند نظر آتے

جب آپ کسی طویل قامت شخص کے ساتھ چلتے تو اس سے بھی طویل نظر آتے اور مجلس میں بیٹھتے تو مجمع سے آپ کے کندھے بلند ہوتے۔

آپ کا سایہ نہیں تھا

آپ کا سایہ کبھی زمین پر نہیں پڑا چانداور سورج کی روشنی میں آپ کا سایہ تک نظر نہ آیا(1) کیونکہ آپ نور تھے آپ کے کپڑوں پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی اور نہ آپ کو جوں یا کھٹمل نے ایذا دی۔ جس سواری پر آپ سوار ہوتے تو وہ بول و براز نہ کرتا۔ آپ کا پاؤں مبارک مکمل طور پر زمین پر لگتا۔ پاؤں کی خنصر انگلی بھی پورا کام کرتی عام لوگوں کی طرح اس میں کمزوری نہ تھی جب زمین پر چلتے تو زمین آپ کے لیے سمٹ جاتی۔

آپ میں قوتِ جماع

آپ میں چالیس آدمیوں کے برابر قوت جماع تھی اور سو بہادروں کے برابر قوت شجاعت، غذا میں سب سے زیادہ قناعت کرنے والے۔

آپ کے براز کو زمین نگل جاتی

جو کچھ آپ سے خارج ہوتا فوراً زمین نگل جاتی اور کستوری کی طرح اس سے خوشبو آتی دیگر انبیاء کی بھی یہی شان ہے۔

آپ کے آباؤ اجداد میں کوئی سفاح نہیں

حضور اقدس ﷺ کے آباؤ اجداد میں حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عبداللہ تک کوئی بھی بدکار نہ تھا آپ پاک صلبوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتے چلے آئے آپ کے والدین بھی طیب و طاہر اور ساجدین میں سے تھے۔

1۔ تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ہے ٹکڑا نور کا   سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا   (اعلیٰ حضرت)

آپ کی ولادت کے وقت بت گر گئے

جب آپ پیدا ہوئے تو بت گر گئے(1) آپ ختنہ شدہ ناف بریدہ طیب و طاہر زمین پر سجدہ کی حالت میں تشریف لائے ایک شیر خوار رونے والے بچے کی مانند ایک انگلی اوپر اٹھائی ہوئے تھے۔

آپ کی والدہ کو بوقت ولادت شام کے محلات نظر آئے

آپ کی ولادت کے وقت ایک ایسا نور چمکا جس سے آپ کی والدہ نے شام کے محلات دیکھ لیے یونہی ہر نبی کی والدہ دیکھتی رہی۔

آپ کی تمام رضاعی مائیں مسلمان ہیں

جس عورت نے بھی آپ کو دودھ پلایا وہ مسلمان ہوگئی۔

آپ کا جھولا فرشتے جھولتے

جب آپ جھولے میں ہوتے تو فرشتے جھولا جھولتے۔

چاند آپ کا کھلونا تھا

بچپن میں آپ جدھر انگلی کا اشارہ کرتے چاند ادھر پھر جاتا(2)۔

پہلی گفتگو

جب آپ میں قوت گویائی پیدا ہوئی تو پہلی گفتگو آپ کی یہ تھی:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْراً وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْراً۔

''اللہ بہت بڑا ہے تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں''۔

روح قبض ہونے کے بعد دوبارہ واپس کی گئی

آپ کے جسد اقدس سے روح قبض ہونے کے بعد دوبارہ واپس کی گئی دنیا میں رہنے اور اللہ کی طرف جانے کا اختیار دیا گیا تو آپ کی روح نے رجوع الی اللہ کو ترجیح دی یونہی ہر نبی کے لیے۔ مرض وصال میں جبریل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تین بار بھیجا تاکہ آپ کا حال دریافت کیا جائے۔

اسماعیل فرشتہ

جب ملک الموت آیا تو اس کے ساتھ اسماعیل نامی فرشتہ بھی تھا۔

1۔ تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا — تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

2۔ چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں — کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

اسماعیل فرشتہ رونے لگا

جب اس نے ملک الموت کی آواز سنی تو وامحمداہ، وامحمداہ کہتے ہوئے رونا شروع کر دیا۔

آپ کی نماز جنازہ

آپ کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ اور فرشتوں نے صلوٰۃ پڑھی اور لوگ بغیر امام کے دعائیں مانگ رہے تھے اور یہ کہتے آپ ہی موت وحیات میں یکساں ہمارے امام ہیں اور معروف دعا جنازہ نہیں پڑھی۔

دفن

جہاں آپ کا وصال ہوا اسی جگہ دفن کیا گیا کیونکہ انبیاءؑ اپنی وصال والی جگہ پر ہی دفن ہوتے ہیں باقی لوگوں کے لیے قبرستان میں دفن کرنا افضل ہے آپ کے وصال کے وقت زمین پر تاریکی چھا گئی۔

حیات نبی علیہ السلام

آپ اپنی قبر انور میں زندہ جاوید ہیں اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں ایسے ہی دیگر انبیاءؑ علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں حیات ہیں۔

احادیث کا پڑھنا عبادت ہے

احادیث مبارکہ کی تلاوت باعث ثواب ہے قرآن کریم کی طرح اس پر بھی اجر ملتا ہے حدیث شریف کی تلاوت کے لیے غسل اور خوشبو مستحب ہے۔

فضیلتِ حدیث: حدیث شریف پڑھتے ہوئے کسی کے استقبال کے لیے اٹھنا مکروہ ہے حاملین حدیث کا چہرہ ہمیشہ تروتازہ اور ہشاش بشاش رہے گا۔

آپ کے صحابہ کرام عادل تھے

آپ کے سب کے سب صحابہ عادل ہیں۔

مزار انور کا احترام

روضہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آواز بلند کرنا منع ہے جس طرح حیات ظاہری میں منع تھی۔

امام ایک ہوگا

آپ کی خصوصیت سے ہے کہ آپ کے بعد ہر دور میں امام ایک رہے گا دیگر انبیاء کے بعد امتوں

کے بیک وقت کئی امام تھے۔

آل رسول کا مخلوق میں کوئی کفو نہیں

رسول اکرم ﷺ نکاح کے لئے مخلوق میں کفو اور ہمسر نہیں آل رسول کو اشرف کہا جاتا ہے۔

آل رسول کون ہیں

آل رسول علی، عقیل، جعفر اور عباس رضی اللہ عنہم کی اولاد ہیں سلف صالحین کی یہی اصطلاح ہے صرف حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی شرافت کی خصوصیت مصر میں خلفاۓ فاطمین کے دور میں رواج پذیر ہوئی۔

شان سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

جناب سیدہ فاطمہ زہرئی کو کبھی حیض نہیں آیا اور بچے کی پیدائش کے وقت خون نفاس جس سے آپ کی کوئی نماز رہ گئی ہو اسی لیے آپ کا لقب زہرئی ہے۔

سیدہ کی بھوک ختم ہوگئی

ایک دن جناب سیدہ کو بہت سخت بھوک لگی رسول اللہ ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ پھیرا تو اس کے بعد کبھی آپ کو بھوک کا احساس نہ ہوا۔

سیدہ کی موت کے وقت خود غسل دیا

جب سیدہ کی موت کا وقت قریب آیا تو آپ نے اٹھ کر غسل کیا اور وصیت کی کہ مجھے ننگا نہ کرے چنانچہ علی المرتضٰی نے آپ کو اسی غسل میں کفن دیا۔ اگر رسول اللہ ﷺ نے کسی گنجے کے سر پر ہاتھ رکھا تو اس کے سر پر بال اگ آئے کسی کھجور کے درخت کو بویا تو اس نے اسی سال پھل دیا۔

آپ کے تبسم سے روشنی ہوجاتی

جب آپ اندھیری رات میں تبسم فرماتے تو تاریک مکان روشن ہوجاتا(1)۔

کان کی قوتِ سماع

جب جبریل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ پر اپنے پروں کو ہلائیں تو زمین پر اس کی آواز سن لیتے نزول آیت سے قبل ہی آپ کو آیت کی خوشبو آنی شروع ہوجاتی اور قرآن کریم بالمعنی تلاوت کرتے۔

---

(1) سوزن گمشدہ ملتی ہے تبسم سے تیرے شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا

(اعلیٰ حضرت)

عظمتِ صحابہ

بعض صحابہ کی موت پر عرش عظیم ان کی روح سے ملاقات پر فرط محبت سے جھولنے لگتا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جس راہ چلتے خوشبو آتی

حضور اقدس ﷺ کسی راہ پر چلتے بعد میں آنے والے کو اگر معلوم نہ ہو کہ حضور ﷺ کس سمت تشریف لے گئے ہیں تو راستہ میں آپ کی خوشبو سونگھ کر پیچھے پہنچ جاتا۔

حاصل کلام

آپ کے اوصافِ حمیدہ، خصائص مبارکہ ان گنت اور بے شمار ہیں بقدر اختصار اتنے ہی کافی ہیں۔ امام شعرانی فرماتے ہیں کہ میں نے یہ تمام خصائص خاتم الحفاظ الشیخ امام جلال الدین کے کلام سے اخذ کئے ہیں۔

اس کے بعد عارف شعرانی لکھتے ہیں میں نے ان خصائص مذکورہ کو تیس سال کی مدت میں تحقیق و تجسس کر کے جمع کیا ہے یہ میں نہیں جانتا کہ ان کی حد کہاں ہے واللہ اعلم بالصواب۔

امام الشیخ الشہاب احمد بن حجر الہیتمی ۹۷۳ھ

کے

فرمودات گرامی

ابن حجر ہیتمی نے اپنی شرح ہمزیہ میں امام بوصیری کے مطلع ہمزیہ کے شعر:

كَيْفَ تَرْقَىٰ رُقِيَّكَ الْاَنْبِيَاءُ يَاسَمَاءُ مَا طَا وَلَتْهَا سَمَاءُ

کی شرح میں لکھتے ہیں:

حسی بلندی

تَرْقَىٰ بلند ہوگا رُقِيَّكَ آپ کی حسی بلندی۔ شب معراج جسم اقدس کے ساتھ ہجرت کے ساتھ آسمان کی طرف پھر سدرۃ المنتہیٰ پھر مستوی جہاں تقدیر لکھنے والی اقلام کی آواز سنائی دیتی ہے پھر عرش، رفرف، رؤیت و دیدار اللہ کا خطاب بالمشافہ سننا اور حقیقی کشف وغیرہا جہاں کسی ملک مقرب اور نبی مرسل کی رسائی نہیں۔

معنوی بلندی

معنوی طور پر بلندی کہ ایک صفتِ کمال وخلقِ عظیم سے دوسری صفت خلق کی طرف جو پہلے سے اکمل ہے اسی طرح غیر متناہی سلسلہ تک۔

علامہ بوصیری نے رقی کے دونوں معنوں کے ساتھ حضور اقدس ﷺ کے اختصاص کا ذکر کیا ہے کہ آپ رفعت وشرف کے غایت درجہ کے ساتھ منفرد ہیں۔

معنی اول: حضور اقدس ﷺ اس انداز سے لامکان تک شب معراج جانے میں منفرد ہیں یہ بات تو بالکل واضح ہے۔

دوسرا معنی: کمالات کے ساتھ منفرد ہونا تو یہ بات قرآن میں غور وفکر کرنے سے عیاں ہو جاتی ہے کہ قرآن میں صراحۃً اور کنایۃً دونوں طرح سے ثابت ہوتا ہے کہ کمالات کی ان بلندیوں پر پہنچے، جہاں کوئی پہنچ سکا اور نہ ہی مرتبہ میں اللہ کے ہاں مساوی ہے۔

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ (بقرہ:253)

''اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں میں بلند کیا''۔

کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں اس سے مراد حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

زمخشری کا قول: زمخشری نے کہا کہ نام نہ لے کہ ابہام سے ذکر کرنے سے آپ کی عظمت وشان واعلیٰ منزلت کی طرف اشارہ ہے اس کی شہادت ایسے علم سے ہے جس میں شبہ نہیں اور ایسی تمیز ہے جس میں التباس نہیں۔

درجات سے مراد: آیت مذکور درجات سے مراد آیات و معجزات کثیرہ ہیں کیونکہ آپ تمام انبیاء کے معجزات و کمالات کے جامع ہیں اس کے علاوہ جو معجزات و کمالات عطا ہوئے وہ کسی کو عطا نہیں ہوئے۔

قرآن سب سے بڑا معجزہ ہے: تیرے لیے آپ کی کتاب قرآن ہی کافی ہے کیونکہ اس کے معجزات غیر متناہی اور آیات ان گنت ہیں آپ کی امت سب سے کثیر اور پاکیزہ اور بہتر ہے جیسا کہ قرآن کریم

میں ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران:110)

"تم ان امتوں میں بہتر ہو جو لوگوں میں ہوئیں"۔

امت کا افضل ہونا نبی کے افضل ہونے کی دلیل ہے آپ کی صفت اعلیٰ و اجل اور ذات افضل و اکمل ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ (انعام:90)

"تو آپ انہی کی راہ پر چلئے"۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاءً علیہم السلام کے اوصاف حمیدہ بیان فرمانے کے بعد ان سب اوصاف میں اقتداء کا آپ کو حکم دیا ہے یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ آپ میں وہ متفرق اوصاف یکجا پائے جائیں۔

حدیث شفاعت سے معلوم ہوا ہے کہ سب کے پاس جانے اور ان کے اس حقیقت کے کہ ہم اس کے اہل نہیں کا اعتراف کرنے کے بعد آپ فرمائیں گے۔

اَنَا لَهَا۔ میں اس کے لائق ہوں۔

اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ۔ میں اولاد آدم کا سردار ہوں۔

اور روایت میں ہے۔

اَنَا اَكْرَمُهُمْ عَلَى اللّٰهِ۔ میں تمام انبیاءً سے اللہ تعالیٰ کے پاس زیادہ مکرم و معزز ہوں۔

ترمذی کی حدیث میں ہے۔

اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَبِيَدِىْ لِوَاْلْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِىْ۔

"میں اولادِ آدم کا روز محشر سردار ہوں مجھے اس میں فخر نہیں لواُالحمد میرے ہاتھ میں ہوگا اس

میں فخر نہیں تمام انبیاءٔ علیہم السلام آدم اور دیگر سب میرے جھنڈے تلے ہوں گے''۔

اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام بھی اس میں شامل ہیں۔

جس طرح بخاری وغیرہ کی حدیث۔

اَنَاسَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

''میں قیامت کے روز تمام لوگوں کا سردار ہوں گا''۔

اور حدیث۔

اَنَاَ سَیِّدُالْعَالَمِیْنَ۔ میں سب مخلوق کا سردار ہوں۔

حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ملائکہ پر بھی فضیلت رکھتے ہیں آیت کی نص سے ثابت ہے کہ حضرت آدم فرشتوں سے بزرگ تر ہیں اس کی تائید آئندہ حدیث سے بھی ہوتی ہے کوئی فرشتہ آپ کے ہمسر نہیں۔

حدیث ترمذی حسن ہے جیسا کہ بلقینی نے اپنے فتاویٰ میں ترمذی پر رد کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔

اَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ

''میں اولین وآخرین میں سب سے زیادہ محترم ہوں''۔

اس میں انبیاءٔ وملائکہ سب کے شمول کی واضح تصریح ہے۔

حدیث شریف۔ آدم علیہ السلام نے دعا کرتے ہوئے کہا۔

قَالَ آدَمُ یَارَبِّ اَسْأَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ ﷺ لِمَا غَفَرْتَ لِیْ فِیْہِ اِنَّہٗ قَالَ یَاآدَمُ کَیْفَ عَرَفْتَہٗ وَلَمْ اَخْلُقْہُ قَالَ یَارَبِّ لَمَّا خَلَقْتَنِیْ بِیَدِکَ اَیْ بِقُدْرَتِکَ الْقَاھِرَۃِ وَنَفَخْتَ فِیَّ مِنْ رُوْحِکَ اَیْ سِرِّکَ الْعَجِیْبِ الَّذِیْ لَا یَعْلَمُ حَقِیْقَتَہٗ اَحَدٌ غَیْرُکَ رَفَعْتُ رَاْسِیْ فَرَأَیْتُ عَلٰی قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَکْتُوْباً لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَعَلِمْتُ اَنَّکَ لَمْ تُضِفْ اِلٰی اِسْمِکَ اِلَّااَحَبَّ الْخَلْقِ اِلَیْکَ قَالَ اللّٰہُ صَدَقْتَ یَا آدَمُ اِنَّہٗ لَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَیَّ وَاِذْسَأَلْتَنِیْ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ فَقَدْ غَفَرْتُکَ لَوْ لَا مُحَمَّدٌ مَاخَلَقْتُکَ (صححہٗ الحاکم)

اے اللہ! محمد ﷺ کے صدقہ میں میری خطا معاف فرما۔ اللہ نے فرمایا اے آدم! تو نے

اسے کیسے پہچانا جب کہ میں نے ابھی اسے پیدا نہیں کیا۔عرض کیا اے پروردگار جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا یعنی اپنی قدرت کاملہ سے اور مجھ میں اپنی روح ڈالی یعنی عجیب سر جس کی حقیقت تیرے سوا کوئی نہیں جانتا میں نے اپنا سر اٹھایا تو قائم عرش پر یہ لکھا ہوا دیکھا۔لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔تو مجھے معلوم ہوا کہ تو نے صرف سب سے زیادہ پیارے کا نام ہی اپنے نام سے ملایا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو نے صحیح کہا وہ مجھے تمام مخلوق میں محبوب ترین ہے جب تو نے محمد ﷺ کے توسل سے معافی چاہی تو میں نے معاف کر دیا اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا''۔

حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا اور اعتراض کیا لیکن ابن عباس سے جو مروی ہے وہ مرفوع کے حکم میں ہے۔

وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَاخَلَقْتُ آدَمَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَاخَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَى الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ فَكَتَبْتُ عَلَيْهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَسَكَنَ۔

''اگر محمد کو پیدا نہ کرتا تو آدم کو پیدا نہ کرتا اگر میں محمد ﷺ کو پیدا نہ کرتا تو جنت و دوزخ کو پیدا نہ کرتا اور میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ متذبذب ہوا تو میں نے یہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔اس پر لکھ دیا جس سے وہ سکون پذیر ہوا''۔

دوسری روایات میں ہے۔

لَوْلَاهُ مَاخَلَقْتُ آدَمَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَاخَلَقْتُ سَمَاءً اَوَّلَا اَرْضاً وَلَاالطُّوْلَ وَلَا الْعَرْضَ وَلَاوَضْعَ ثَوَابٍ وَلَاعِقَابٍ وَلَاخَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَانَاراً وَلَاشَمْسَ وَلَا قَمَراً۔

''اگر میں آپ کو پیدا نہ کرتا تو آسمان و زمین کو پیدا نہ کرتا نہ طول و عرض کو اور نہ ثواب و سزا ہوتی اور نہ جنت و دوزخ اور شمس و قمر کو پیدا کرتا''۔

یہ بھی صحیح روایت ہے کہ:

اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْاَرْضَ فَاَلْبَسُ الْحُلَّةَ مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ لَيْسَ اَحَدٌمِنَ الْمَلَائِكَةِ يَقُوْمُ ذَالِكَ الْمَقَامَ غَيْرِیْ۔

سب سے قبل میری قبر کھلے گی میں جنتی لباس پہن کر عرش کی داہنی جانب کھڑا ہوں گا جہاں

میرے سوا کوئی فرشتہ کھڑا نہیں ہو سکے گا۔

ایک اور روایت سراج بلقینی نے اپنے فتاویٰ میں نقل کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا میں نے تجھ پر سات چیزوں سے احسان کیا ہے۔

حضور معزز ترین مخلوق ہیں

میں نے مخلوق میں تم سے زیادہ معزز کوئی پیدا نہیں کیا۔

دوسری روایت میں ہے جس کو بلقینی نے روایت کیا ہے۔

جبریل آمین نے آپ کو بشارت دی کہ آپ خیر الخلق اور بزرگ تر مخلوق ہیں اللہ تعالیٰ جتنی آپ سے محبت کرتا ہے اور کسی سے نہیں کرتا خواہ ملک مقرب ہو یا نبی مرسل (1)۔

بحیرا راہب سے روایت

بحیرا راہب علمأ اہل کتاب سے ہے جو حق بات کہتے ہیں اس سے روایت ہے۔

هَذَا سَيِّدُ الْعَالَمِيْنَ۔ یہ تمام مخلوق کے سردار ہیں۔

حضرت عبداللہ بن سلام جلیل القدر صحابی اور اہل کتاب کے امام تھے حضور اقدس ﷺ سے متعلق ایک روز جمعہ کے دن مختلف امور پر گفتگو فرمائی ان میں سے ایک یہ ہے:

اِنَّ اَكْرَمَ خَلِيْفَةِ اللّٰهِ عَلَى اللّٰهِ اَبُوْالْقَاسِمِ ﷺ۔

"بیشک اللہ تعالیٰ کے مکرم ترین خلیفہ ابوالقاسم ﷺ ہیں"۔

تو آپ سے دریافت کیا گیا ملائکہ سے بھی تو آپ ہنسے اور سائل سے فرمایا:

يَا ابْنَ اَخِيْ هَلْ تَدْرِيْ مَاالْمَلَائِكَةُ اِنَّمَا الْمَلَائِكَةُ خَلْقٌ كَالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ وَالْجِبَالِ وَسَائِرِ الْخَلْقِ الَّتِىْ لَا تَعْصِى اللّٰهَ شَيْئاً وَاَنَّ اَكْرَمَ الْخَلْقِ عَلَى اللّٰهِ اَبُوالْقَاسِمِ۔

"اے بھتیجے کیا تو جانتا ہے کہ ملائکہ کیا ہیں؟ فرشتے بھی ایک مخلوق ہیں جیسے آسمان، زمین، ہوا، بادل، پہاڑ اور دوسری مخلوق ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کبھی نافرمانی نہیں کرتی اس کے پاس معزز ترین ابوالقاسم (محمد ﷺ) ہیں"۔

سراج بلقینی نے بیان کیا ہے کہ یہ مرفوع کا حکم رکھتی ہے اس لیے کہ جلیل القدر صحابی وہی روایت کرتا ہے جو اس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہو یا تورات کی صحیح روایت ہو۔

1۔ خلق سے اولیأ اولیأ سے رسل اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی (اعلیٰ حضرت)

باقلانی اور حلیمی نے افضلیت ملائکہ کی یوں توضیح کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے علاوہ کے لیے ہو اسی پر ان کے بعض اجلاً تلامذہ نے جزم کیا ہے جیسے بدرزرکشی ایک نوع خاص ہیں ملائکہ افضل ہوتو مفضول کا کسی خاص چیز میں افضل سے فضیلت حاصل کرنا افضل کی افضلیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

فضیلت انبیاً پر آئمہ مسلمین کا اتفاق ہے

آئمہ مسلمین میں سے کسی نے انبیاً و مرسلین کی افضلیت میں کوئی توقف نہیں کیا اگر کسی شخص نے اختلاف کیا تو اس کا رد کیا گیا جس نے یہ خیال کیا کہ ہم افضلیت انبیاً و رسل کی معرفت کے مکلّف نہیں تو اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ گمان ووہم باطل ہے یہ اصولِ دین واجبہ سے ہے جس کا اعتقاد رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس پر دلائل ذکر کرنے بھی لازم ہیں اور جس کے ذہن میں اگر کسی قسم کا خلل و خدشہ ہو تو اس کی توضیح بھی ضروری ہے۔

مشہور حدیث ہے۔

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا۔

''تین خصلتیں جس میں موجود ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت پائے گا اللہ اور رسول اس کا کل ماسوا سے زیادہ محبوب ہو''۔

کے الفاظ پر غور کرنے سے صاف اور صراحۃً معلوم ہو رہا ہے کہ آپ کل کائنات سے مکرم و محتشم ہیں۔

انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت دینا جائز ہے

علامہ بلقینی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاً علیہم السلام کو ایک دوسرے پر فضیلت دینا جائز ہے یہ عام علماً کا قول ہے جس طرح سابقہ دلائل صریحہ سے واضح ہے۔

سوال: اللہ کا فرمان ہے:

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ (بقرہ:136)

''ہم ان میں سے کسی ایک میں فرق نہیں کرتے''۔

جواب: تو یہ باعتبار ایمان کے ہے۔

سوال: اور یہ احادیث صحیحہ

لَا تُفَضِّلُوْا بَيْنَ الْاَنْبِيَاءِ۔ لَا تُفَضِّلُوْنِيْ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ۔ لَا تُخَيِّرُوْا بَيْنَ الْاَنْبِيَاءِ

انبیاءٌ کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو۔ مجھے انبیاءٌ پر فضیلت نہ دو۔ انبیاءٌ میں سے کسی کو ترجیح نہ دو۔
اس کے کئی جواب ہیں۔

جواب نمبر 1: یہ اپنے افضل ہونے کے علم سے پہلے ارشاد فرمایا۔

جواب نمبر 2: تواضع وانکساری کے لحاظ سے فرمایا۔

جواب نمبر 3: ایسی فضیلت نہ بیان کرو جس سے کسی نبی کی شان میں تنقیص لازم آئے یا اس کے مقام وشان سے چشم پوشی ہو۔

جواب نمبر 4: ذاتِ نبوت و رسالت کے لحاظ سے فضیلت بیان نہ کرو ایک کی نبوت ذاتی دوسرے کی عرضی ہو نفس نبوت میں سب یکساں فضائل وکرامات ومعجزات کے اعتبار سے فرق ہے۔

جواب نمبر 5: اپنی عقل اور رائے سے فضیلت نہ دو بالاتفاق قیاس سے کسی کو ترجیح دینا منع ہے۔

سوال: دو احادیث صحیح جن میں ہے:

مَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ اَنْ يَقُوْلَ اَنَا خَيْرٌ مِنْ يُوْنَسَ بْنِ مَتّٰى مَنْ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِنْ يُوْنَسَ بْنِ مَتّٰى فَقَدْ كَذَبَ۔

"کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متی سے افضل ہوں جو یہ کہے گا میں یونس بن متی سے افضل ہوں وہ جھوٹا ہے"۔

جواب: حکمت ان دو میں حضرت یونس علیہ السلام کے ساتھ محل ظاہری کے اختلاف سے کوئی یہ خیال نہ کرے شائد مرتبہ وقرب حق میں بھی یہی فرق ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام سمندر کی گہرائی میں اور رسول اکرم ﷺ قاب قوسین کی بلندیوں پر فائز ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سب کی نسبت ایک جیسی ہے اس لیے کہ وہ مکان اور جہت سے پاک ہے اسی میں سے آپ کا قول الانبیاءٌ ہے جو سب انبیاءٌ پر مشتمل ہے خواہ ان کے نام معلوم ہوں یا نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ (مومن:78)

ان میں سے کسی کا حال مفصل ہم نے آپ کو سنا دیا اور کسی کا مفصل حال نہ فرمایا:

انبیاء کی تعداد

جن کا تذکرہ معلوم ہے ان کی تعداد میں علماءٌ کا اختلاف ہے مشہور حدیث ابن مردویہ نے ابوذر سے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے ابوذر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ انبیاءٌ کی

تعداد کتنی ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار میں نے رسل عظام کی تعداد کے متعلق سوال کیا تو فرمایا تین سو تیرہ کا جم غفیر میں نے پوچھا پہلا نبی کون ہے؟ تو فرمایا پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں پھر فرمایا:

سریانی انبیاءؑ کی تعداد

سریانی نبی چار ہیں۔ آدم، شیث، نوح، خنوخ یعنی ادریس یہ وہ جنہوں نے سب سے پہلے قلم سے لکھا۔

عرب کے نبی

چار نبی عرب میں ہوئے۔ ہود، صالح، شعیب اور ابوذر، تیرا نبی رسول اکرم ﷺ ہیں۔

بنی اسرائیل کے پہلے نبی

بنی اسرائیل اولاد اسرائیل سے پہلے نبی حضرت یعقوب ہیں اور درمیانے سیدنا موسیٰ اور آخری حضرت عیسیٰ علیہ السلام اول النبیین حضرت آدم اور آخر الانبیاءؑ تیرے نبی ﷺ ہیں۔

اس حدیث شریف کو طوالت کے ساتھ حافظ ابوحاتم ابن حبان نے اپنی کتاب الانواع التقاسیم میں ذکر کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے لیکن ابن جوزی نے اس کی مخالفت کی ہے اپنی موضوعات میں روایت کیا۔

اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن ہشام متہم ہے۔ حافظ ابن کثیر نے کہا کہ اس حدیث کی وجہ سے بہت سے آئمہ جرح وتعدیل نے اُس پر کلام کیا ہے۔

شیخ ابن حجر نے شرح المنہاج فی خطبہ میں بیان کیا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ والی حدیث صحیح ہے اور حدیث کہ تین سو تیرہ رسول ہیں صحیح ہے۔

شیخ ابن حجر نے امام بوصیری کے قصیدہ ہمزیہ کے اس شعر:

لَمْ تَزَلْ فِيْ ضَمَائِرِ الْكَوْنِ تَخْتَا ... اُلْکَ الْاُمَّهَاتُ وَالْآبَاءُ

مخفی وجود میں ہمیشہ کے لیے آباؤ اجداد پاکیزہ رہے۔ کی شرح میں فرمایا:

آپ کے آباؤ اجداد طیب وطاہر ہیں

جس طرح آپ کی ذات اعلیٰ کمال حاصل ہونے کی وجہ سے طیب وطاہر ہے ایسے آپ کا نسب بھی طیب وطاہر ہے۔ یعنی حضرت حوا سے سیدہ آمنہ تک اور سیدنا آدم سے سیدنا عبداللہ تک سب اعلیٰ و برتر پاکیزہ وطیب تھے جس پر بخاری شریف حدیث نمبر ایک شاہد ہے:

بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ آدَمَ قَرْناً فَقَرْناً حَتّٰی كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ

الَّذِیْ کُنْتُ مِنْہُ۔

''میں بہتر زمانوں میں مبعوث ہوتا رہا زمانہ درزمانہ یہاں تک کہ وہ زمانہ جس میں اب ہوں''۔

مسلم شریف کی حدیث ہے

(2)اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی کِنَانَۃَمِنْ وَلَدِ اِسْمَاعِیْلَ وَاصْطَفٰی قُرَیْشاًمِنْ کِنَانَۃَ وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ ھَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ۔

''بیشک اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل سے کنانہ کو پسند کیا کنانہ سے قریش۔قریش سے بنی ہاشم اور ان سے مجھے پسند کیا''۔

ترمذی کی حدیث حسن ہے

(3)اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِ قَرْنِھِمْ ثُمَّ تَخَیَّرَ الْقَبَائِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِ قَبِیْلَۃٍ ثُمَّ تَخَیَّرَ الْبُیُوْتَ فَجَعَلَنِیْ مِنْ خَیْرِ بُیُوْتِھِمْ فَاَنَاخَیْرُھُمْ نَفْساً اَیْ رُوْحاً وَذَاتاً وَخَیْرُھُمْ بَیْتاً اَیْ اَصْلاً۔

''تحقیق اللہ نے مخلوق پیدا کی تو مجھے بہتر میں بنایا پھر قبیلے بنائے تو مجھے بہتر قبیلے میں رکھا پھر گھر پسند کیے تو مجھے بہترین گھر میں رکھا تو میں سب سے بہتر ہوں روح اور ذات کے لحاظ سے اور افضل ہوں گھر کے اعتبار سے بھی''۔

عبرانی کی حدیث میں ہے۔

(4) اِنَّ اللّٰہَ اِخْتَارَا لْخَلْقَ فَاخْتَارَمِنْھُمْ بَنِیْ آدَمَ ثُمَّ اخْتَارَمِنْ بَنِیْ آدَمَ فَاخْتَارَمِنْھُمْ الْعَرَبَ ثُمَّ اخْتَارَنِیْ مِنَ الْعَرَبِ فَلَمْ اَزَلْ خِیَاراً مِنْ خِیَارٍ اَلَامَنْ اَحَبَّ الْعَرَبَ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَ الْعَرَبَ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ۔

''اللہ نے مخلوق کو پسند کیا تو ان سے بنی آدم کو پسند کیا پھر بنی آدم سے عرب کو اور عرب سے مجھے پسند کیا میں ہمیشہ بہتر سے بہتر میں رہا خبردار جو عرب سے محبت کرے گا وہ میری محبت کی وجہ سے جو ان سے بغض وعداوت رکھے وہ میرے ساتھ بغض وعداوت کی وجہ سے''۔

حضرت حوا کے بطن سے اولاد

حضرت آدم علیہ السلام کے حضرت حوا کے بطن سے چالیس جڑواں بچے پیدا ہوئے لیکن حضرت شیث علیہ السلام تنہا پیدا ہوئے یہ عظمت مصطفےٰ کی وجہ سے۔

آدم علیہ السلام کی وصیت

جب حضرت آدم علیہ السلام کا وصال ہوا تو حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت کی کہ نور مصطفیٰ کو مطہرات میں ودیعت کرنا پھر حضرت شیث علیہ السلام نے اپنے وصی کو یہی وصیت کی قرنا فقرنا یہاں تک کہ یہ نور حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں چمکا اور آپ حضرت عبداللہ کے ہاں متولد ہوئے۔

اللہ نے آپ کے نسب کو سفاح سے محفوظ رکھا

حضرت حق تعالیٰ نے اس نسب شریف کو سفاح جاہلیت سے محفوظ و مامون رکھا جیسا کہ احادیث مبارکہ میں ہے مثلاً سنن بیہقی میں ہے:

حدیث نمبر 1:

مَاوَلَدَ نِیُ مِنْ سِفَاحِ الْجَاهِلِيَّةِ شَيْئٌ مَاوَلَدَ نِیُ اِلَّا نِكَاحُ الْاِسْلَامِ۔

"میں سفاح جاہلیت سے پیدا نہیں ہوا میں نکاح اسلام سے پیدا ہوا"۔

سفاح سین کے کسرہ کے ساتھ بمعنی زنا کے ہیں۔ چنانچہ جاہلیت میں رواج تھا پہلے عورت سے زنا کرتے رہتے پھر اس سے نکاح کر لیتے۔

حضور علیہ السلام کے نسب میں یکصد مائیں ہیں جو سب پاک تھیں

ابن سعد و ابن عساکر نے محمد سائب بن کلبی سے اس نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے:

(۲) قَالَ كَتَبْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ مِأَةَ اُمٍّ فَمَا وَجَدْتُ فِيْ سِفَاحٍ وَلَا شَيْئًا مِمَّا كَانَ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ۔

"میں نے رسول اللہ ﷺ کی سو مائیں لکھی ہیں جو سفاح اور امر جاہلیت سے پاک وصاف تھیں"۔

طبرانی، ابن عساکر اور ابو نعیم نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے۔

(۳) قَالَ خَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ وَلَمْ اَخْرُجْ مِنْ سِفَاحٍ مِنْ لَّدُنْ آدَمَ اِلٰى اَنْ وَلَدَنِيْ اَبِيْ وَاُمِّيْ وَلَمْ يُصِبْنِيْ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّتِ شَيْئٌ۔

"آپ نے فرمایا میں نکاح سے پیدا ہوا سفاح سے نہیں آدم علیہ السلام سے میرے ماں باپ تک مجھے امر جاہلیت سے کسی چیز کے شیبہ تک کا تعلق نہیں ہوا"۔

ابو نعیم نے حضور علیہ السلام کا قول نقل کیا میرے نسب میں کوئی ماں باپ سفاح پر جمع نہیں ہوا۔

(۴) لَمْ يَزَلِ اللّٰهُ تَعَالٰی يَنْقُلُنِیْ مِنَ الْاَصْلَابِ الطَّيِّبَةِ اِلٰی اَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ مُصَفًّی مُهَذَّباً لا تَنْشَعِبُ شَعْبَتَانِ اِلَّا كُنْتُ فِیْ خَيْرِ هِمَا۔

''ہمیشہ اللہ تعالیٰ مجھے پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف منتقل فرماتا رہا جو مہذب و مصفی تھے جہاں دو گروہوں میں تقسیم کیا تو مجھے ان میں بہتر میں رکھا''۔

ابن مردویہ نے یہ روایت کیا ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت یوں پڑھی:

لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ۔(۱)

''اے لوگو! تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول تشریف لائے''۔

(5) وَقَالَ اَنَا اَنْفُسُكُمْ نَسَباً وَصِهْراً وَحَسَباً وَلَيْسَ فِی اٰبَائِیْ مِنْ لَدُنْ آدَمَ سِفَاحٌ كُلُّنَا نِكَاحٌ۔

''میں تم سب سے حسب و نسب اور مہر کے اعتبار سے اشرف ہوں جناب آدم سے لے کر ہم سب نکاح سے ہیں کوئی سفاح سے نہیں''۔

شیخ ابن حجر نے اس کے بعد ذکر کیا۔

ابن حجر کا حضور علیہ السلام کے آباؤ اجداد کے متعلق نظریہ

تجھے علامہ بوصیری کے کلام سے واضح ہو رہا ہے جو مجھے احادیثِ مبارکہ کے الفاظ سے اکثر اور معنوی طور پر تمام سے تصریح ملی ہے۔

کہ حضور اقدس ﷺ کے شجرۂ نسب میں کوئی مرد یا عورت کافر نہیں تھا بلکہ تمام مسلمان اور موحد تھے کیونکہ کافر مختار کریم اور طاہر نہیں بلکہ نجس ہوتا ہے جیسا کہ آیت میں ہے۔

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (توبہ:28)

''حقیقت یہ ہے کہ مشرک نرے نجس ہیں''۔

احادیثِ مذکورہ سے صاف عیاں ہے کہ وہ مختار و اشرف اور آبا کرام کریم اور امہات طاہرات سے ہے۔

اہل فترۃ مومنین کے حکم میں ہیں

حضرت عبداللہ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام تک اہل فترۃ ہیں ایسے ہی دو رسولوں کے درمیان کا زمانہ بھی فترۃ ہے اہل فترۃ آیت درج ذیل سے مسلمانوں کے حکم میں ہیں۔

نیز قرآن کریم میں ہے:

وَ تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ (شعراء)

''اور نمازیوں میں تمہارے دورے''۔

بعض تفاسیر میں ہے کہ آپ کا نور ساجد سے ساجدہ کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

آپ کے والدین مسلمان اور جنتی ہیں

اس سے بھی تصریح ہو رہی ہے کہ آپ کے والدین حضرت عبداللہ وسیدہ آمنہ اہل جنت سے ہیں کہ وہ حضور علیہ السلام کے قریبی مختارین سے ہیں یہی حق ہے بلکہ کثیر حفاظ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور اعتراض وطعن کرنے والے کی طرف دھیان نہیں کیا۔

اِنَّ اللّٰہَ اَحْیَاھُمَا لَہٗ فَاٰمَنَابِہٖ خُصُوْصِیَّۃً وَ کَرَامَۃً لَہٗ ﷺ۔

''بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کو زندہ کیا وہ دونوں آپ پر ایمان لائے یہ آپ کی خصوصیت اور معجزہ ہے''۔

جیسا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ آپ کی دعا سے غروب شدہ سورج لوٹا اور حضرت علی نے نماز عصر ادا کی یہاں بھی ایسا ہی ہے اس حدیث کی صحت پر بعض کا اعتراض کرنا ان کے لیے سودمند نہیں۔

سوال: روایت ہے کہ اللہ نے والدہ کے استغفار کی اجازت نہیں دی۔

جواب 1: عدم اذن کے احیا اور ان کے ایمان لانے سے قبل کا واقعہ ہے۔

جواب 2: یا کسی مصلحت کے تحت اس وقت اجازت نہ دی اور بعد میں مل گئی۔

سوال: جب آپ کا قول ہے کہ آپ کے والدین اہل فترۃ سے ہیں اہل فترت کو عذاب نہ ہوگا تو پھر ان کے احیاَ میں کیا مصلحت وفائدہ ہے۔

جواب 1: اس فائدہ کا حصول ہے جو اہل فترت کو میسر نہیں۔

جواب 2: ثواب علیا کے مراتب کے حصول کے لیے جس کے اہل فترت مستحق نہیں اس کے مزید جواب بھی ہیں جو میں نے اپنے فتویٰ میں ذکر کیے۔

سوال: آپ کے آباؤ اجداد بتامہ سب مسلمان تھے کیسے ہوسکتا ہے۔ آذر کا کفر قرآن سے ثابت ہے نیز اس میں ابوہ آذر ابراہیم کا باپ آذر کے الفاظ موجود ہیں۔

جواب: اہل کتاب کا اس پر اتفاق ہے کہ آذر حضرت ابراہیم کا حقیقی باپ نہیں تھا بلکہ چچا ہے۔ عربی میں چچا پر اَبٌ کا لفظ استعمال ہوتا رہتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔

وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ (بقرہ:133)

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے چچا ہیں پر ابٌ کا لفظ استعمال ہو رہا ہے اگر اس پر اجماع نہ ہو تو احادیث مذکورہ متعارضہ میں تطبیق ضروری ہے۔

علامہ بیضاوی وغیرہ نے جو احادیث کو ظاہر پر محمول کیا ہے یہ ان سے تساہل ہوا ہے اور مسلم کی حدیث کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوا کہ میرا باپ کہاں ہے تو آپ نے فرمایا تیرا باپ جہنم میں ہے جب واپس لوٹا تو آپ نے اسے آواز دے کر فرمایا تیرا اور میرا باپ دونوں دوزخ میں ہیں۔ اس کی تاویل بھی ضروری ہے احسن تاویل یہ ہے

کہ آپ نے اس کی تالیف قلب کے لیے فرمایا ابٌ سے مراد چچا ابو طالب لیا جس نے حضرت عبدالمطلب کی کفالت کی کہیں وہ مرتد نہ ہو جائے اس مجاز کا قرینہ درج ذیل آیت ہے یا اس کی تاویل یوں ہو سکتی ہے کہ اس آیت کے نزول سے قبل ارشاد فرمایا آیت یہ ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ (بنی اسرائیل:15)

''ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں''۔

ایسے ہی اطفالِ مشرکین کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے آبا کے ساتھ جہنم میں ہوں گے پھر فرمایا وہ جنت میں ہوں گے۔

اس حدیث مسلم کی توجیح امام نووی نے یوں کی، اہل فترت میں سے عرب کے رسم ورواج کے مطابق جو بت پرست ہے وہ جہنمی ہے تبلیغ سے قبل مواخذہ والا اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا کہ انہیں دعوت ابراہیم پہنچی ہے یہ توجیح بعید از قیاس ہے کیونکہ حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل کے بعد عرب میں کوئی نبی و رسول مبعوث نہیں ہوا جو کہ ان کے وصال پر ختم ہو گئی بدیں وجہ رسول اکرم ﷺ کے علاوہ کسی نبی کی بھی نبوت عامہ نہیں کہ وصال کے بعد بھی نبوت جاری رہے۔

بعض نے تاویل یوں کی ہے کہ جن کے متعلق فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہیں وہ بت پرست تھے۔

امام نووی کی تاویل سے فخر الدین رازی کے کلام کی تردید ہوتی ہے پھر میں نے اپنے والد کی شرح مسلم دیکھی تو انہوں نے نووی کی بہت سخت تردید کی ہے اس طرح اہل فترت کے لیے متعارض حکم ہے کہ وہ اہل فترت ہیں اور انہیں دعوت پہنچی ہے بایں وجہ اہل فترت کہتے ہیں دو رسولوں کے درمیانے زمانے کے لوگ جنہیں پہلے نبی کی دعوت پہنچی اور نہ دوسرے نبی کی یہ اصول قطعیہ سے ہے کہ جب تک دعوت نہ پہنچے عذاب نہیں ہوتا تو اس کے مطابق وہ اہل تعذیب نہیں۔ (انتہیٰ کلام)

یہ میری تاویل ذکر کردہ کے موافق ہے۔

بعض علماءؒ نے کتنی اچھی بات کی کہ حضور اکرم ﷺ کے والدین کا کسی نقص وعیب سے بالکل ذکر نہ کرنا کہ اس سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے۔

طبرانی کی حدیث میں ہے۔

لَا تُؤْذُوا الْاَحْیَاءَ بِسَبَبِ الْاَمْوَاتِ۔ متوفین کے ذریعہ احیا کو تکلیف مت دو۔

اہل فترت میں جن کے بارے میں صحت سے ثابت ہے کہ ان کو عذاب ہوگا اس سے اشاعرہ اہل کلام اہل اصول اور فقہائے شافعیہ کے قول کے مطابق اہل فترت کو عذاب نہ ہوگا۔

یہ جواب اس جواب سے بہتر ہے کہ یہ احادیثِ عذاب خبر آحاد جو کہ عدم عذاب کے قطعیت کے متضاد نہیں۔

یا یہ کہ احادیث عذاب ان کے لیے جنہوں نے تغیر وتبدل کیا جیسا کہ بت پرستی وغیرہ ہے یہ ان کے نزدیک ہے جو عقل سے توحید کے وجوب کے قائل نہیں لیکن اکثر اہل سنت کے نزدیک ارسال رسل کے بعد تعذیب ہوتی ہے اور یہ حتمی وقطعی بات ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد عرب کی طرف کوئی نبی ورسول نہیں آیا اور اس کی رسالت ان کے وصال سے ختم ہوگئی لہٰذا صرف اہل فترت سے انہیں کو عذاب ہوگا جن کے بارے میں احادیث میں تصریح ہے۔

ابوحیان کا قول رافضی حضور اقدس ﷺ کے آباؤ اجداد کے مسلمان ہونے کے قائل اس آیت سے:

وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ (شعراء:219)

''اور نمازیوں میں آپ کے دور سے استدلال کرتے ہیں''۔

ابوحیان کا قول علم نحو میں صرف مستند ہے۔

لیکن مسائل اصولیہ میں ان کا قول معتبر نہیں صرف روافض کی طرف منسوب کرنا درست نہیں حالانکہ اشاعرہ اہل سنت وغیرہ بھی مومن ہونے کے قائل ہیں اور ان سے تساہل سرزد ہوا ہے۔

ابن حجر شرح قصیدہ ہمزیہ کے شعر۔

مَامَضَتْ فَتْرَةٌ مِنَ الرُّسُلِ اِلَّا بَشَّرَتْ قَوْمَهَا بِکَ الْاَنْبِيَاءُ

''کسی نبی کا زمانہ نہیں گزرا مگر اس میں انبیاءؑ نے اپنی اپنی قوم کو آپ کی بشارت دی''۔

''میں لکھتے ہیں:

آپ کے کمال شرف اور انبیاءؑ کی زبان پر رفعت وعظمت شان پر واضح استدلال ہے اور آپ نبی

الانبیاء اوران کے اوران کے متبعین کے مقتدا ہیں اس کی شہادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول سے ہوتی ہے۔

وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ (صف:6)

''اور ایک عظیم الشان رسول جو میرے بعد تشریف لائیں گے جن کا نام احمد ہے خوشخبری دیتا ہوں''۔

اسی لیے آپ کا ارشاد گرامی ہے۔

اَنَا دَعْوَةُ اَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ فِیْ آیَةٍ

میں اپنے باپ حضرت ابراہیم کی دعا ہوں جو آیت میں مذکور ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ وَبَشَارَةُ عِیْسیٰ۔

''اے ہمارے رب اوران میں سے ایک رسول انہیں میں سے بھیج اور عیسیٰ کی بشارت ہوں''۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ (اَیْ وَاُمَمِهِمْ) (آل عمران:80)

''اس وقت کو یاد کرو کہ جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا (اوران کی امتوں سے)''۔

ان کا ذکر بایں وجہ نہیں کیا تابع کا ذکر متبوع کے ضمن میں آجاتا ہے۔

لَمَا مفتوحہ قسم کی تمہید ہے جس کا اخذ میثاق میں ذکر ہے اور لَتُؤْمِنُنَّ جواب کے قائم مقام، ماشرطیہ کا جواب یعنی اس وجہ سے۔

لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ (آل عمران:80)

''جب میں تم کو کتاب اور حکمت عطا فرماؤں جو کچھ تمہارے پاس ہے اس کی تصدیق کے لیے ایک رسول تشریف لائے تو تم اس پر ضرور بہ ضرور ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا''۔

مفسرین کا اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ، ابن عباس اور اس کی اتباع میں حسن، قتادہ اور طاؤس نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہر نبی سے عہد لیا کہ تم میں سے جو بھی نبی کریم ﷺ کا زمانہ پائے وہ ان پر ایمان لائے اوران کی مدد کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر نبی نے اپنی اپنی امت سے عہد و پیمان لیا کہ جو حضور اقدس ﷺ کا زمانہ

پائے وہ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی مدد و نصرت کرے۔
میثاق انبیاءٔ اس کے متضاد نہیں کہ انہیں اس بات کا علم ہے کہ آپ کا زمانہ نہیں پائیں گے اور اسی طرح نہ میثاق امم متضاد ہے اس لیے کہ ان کے بعد وہ فسق و فجور میں مبتلا ہو کر اس سے منحرف ہو جائیں گے بایں وجہ تعلیق شی وقوع کو مستلزم نہیں۔
کیا اس آیت کو نہ دیکھا۔ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ (زمر:65)
وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾ (حاقہ)
اور اگر یہ نبی ہم پر ایک بات بھی (اپنی طرف سے) بنا کر کہتے تو ضرور ہم ان سے زبردست قوت سے بدلہ لیتے۔
مقصد اس سے یہ ہے کہ اگر فرض کر لیا جائے کہ نبی آپ کے زمانہ میں زندہ ہے جیسا کہ ان دو آیتوں میں فرض و تقدیر مفروضہ ہے۔
اسی لیے امام تاج الدین سبکی نے کہا کہ یہ اس پر دال ہے کہ اگر آپ کے زمانہ بعثت میں کوئی نبی زندہ ہو تو آپ اس کے مرسل ہوں گے جس سے ثابت ہوا کہ آپ کی نبوت تمام مخلوق کو شامل ہے یہ حکم تا قیام قیامت ہے۔

انبیاء سے میثاق لینے میں حکمت

انبیاء علیہم السلام سے میثاق لینے میں حکمت یہ ہے کہ سب پر واضح ہو جائے کہ نبی الانبیاءٔ دنیا میں میں شب معراج اور روز محشر و نشر آپ کے لواءُ الحمد کے سائے تلے جمع ہونے سے بلکہ نزول عیسیٰ علیہ السلام سے اس کا ظہور اور وقوع ہو گیا۔
شرح ہمزیہ سے جواہر امام ابن حجر شعر ہذا کی شرح میں۔

تَتَبَاهَىٰ بِكَ الْعُصُوْرُ وَتَسْمُوْ بِكَ عُلْيَاءُ مَابَعْدَ هَا عُلْيَاءُ

''زمانوں نے آپ کے ذریعے فخر کیا بعد میں آنے والے زمانے آپ کے قرب کے ذریعے برتری حاصل کرتے ہیں''۔

طویل زمانے آپ کے وجود کے ذریعے آدم علیہ السلام سے تا قیامت اور مابعد فخر کرتے رہیں گے تو ہر زمانہ اپنے سے پہلے جو آپ کے وجود سے قبل ہیں فخر کرتے ہیں کہ وہ اعلیٰ و اشرف ہیں اگرچہ آپ کے آباؤ اجداد کا زمانہ ہے آپ ان سے اصلاب میں موجود ہونے کے کی بنا پر لیکن سب سے اشرف و برتر وہ زمانہ ہے جس میں آپ دنیا میں جلوہ گر ہوئے پھر آپ کے نشو و نما کا زمانہ پھر بعثت کا

زمانہ پھر مخلوق کو دعوت دینے کا زمانہ پھر ہجرت اور جہاد اور اسلام کے غلبہ کا زمانہ آپ کے صحابہ پھر تابعین پھر تبع تابعین کا زمانہ اسی طرح روز محشر تک جیسا کہ حدیث مشہور لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ۔ اس پر دال ہے تو ہر زمانہ میں حضور علیہ السلام کی حیات طیبہ سے شرافت و بزرگی ہے اسی طرح آپ کی امت کا زمانہ دوسرے زمانوں پر برتری رکھتا ہے اور ان کے اعمال بھی پہلوں کے اعمال سے کئی گنا زیادہ فضیلت رکھتے ہیں۔

بایں وجہ نیکی پر راہنمائی کرنے والے کو اس پر عمل کرنے والے کے مساوی ثواب ملتا ہے آپ سے جتنا زمانہ بعید ہوتا چلا جائے گا اتنے ہی راہنمائی کرنے والے بڑھتے جائیں گے نیز عاملین میں بھی اضافہ ہوگا تو لامحالہ ان کے ثواب میں بھی اضافہ ہوگا جب حضور اقدس ﷺ کی تعلیم کے مطابق تبلیغ اور عمل ہوا لہٰذا تمام امت کی نیکیوں کے برابر آپ کو بھی ثواب حاصل ہوگا اور اضافہ ایسا ہوگا جس کا احاطہ عقل نہیں کر سکتی۔

روز محشر میں مقام محمود اور شفاعتِ عظمیٰ کا زمانہ پھر بقیہ شفاعت کا وقت پھر حوض کا وقت وزمانہ پھر آپ کی فضیلت ووسیلہ کا زمانہ جو اللہ تعالیٰ آپ کو جنت میں عطا کرے گا اسی طرح غیر متناہی زمانہ تک۔ الغرض تمام زمانے جہاں وہ وقوع پذیر ہیں اپنے اندر کمال کے وقوع کی وجہ سے دوسرے زمانے پر فوقیت و برتری حاصل کرتا رہے گا کیونکہ ہر زمان ومکان کو اپنے اندر وقوع پذیر ہونے والے کے شرف سے شرافت و بزرگی ملتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بعض علماءنے فرمایا شبِ ولادت رسول پاک ﷺ شب قدر سے افضل ہے اور یہی حق اور صحیح ہے۔

مزید برآں شب قدر آپ کی خصوصیات سے ہے اور اسے آپ کی وجہ سے شرافت ملی ہے۔
وَتَسْمُوْبِکَ عُلْیًا بَعْدَ هَا عُلْیًا۔ یعنی زمانے میں ازمنہ سے آپ کے ذریعے ماقبل سے بلندی مراتب حاصل کرتا ہے اور مابعد قبل سے اشرف ہے ہکذا غیر متناہی زمانہ تک۔

یہ آپ کے تفاوتِ مراتب پر دلیل ہے (کمافی القرآن)

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (طٰہٰ:)

"اور یوں دعا کریں اے میرے رب میرا علم اور زیادہ فرما"۔

بلاشک وشبہ آپ کے علوم ومعارف غیر متناہی زمانہ تک متزائد ہوتے رہیں گے حدیث پاک۔

اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ فَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ

''بیشک وہ میرے دل پر غلبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں''۔

عارف قطب الاقطاب ابوالحسن شاذلی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد غین انور ہے نہ غین اغیار یعنی رسول پاک ﷺ دائمی طور پر ترقی پذیر ہیں جب ہی علوم ومعارف کا قلب اقدس پر غلبہ ہوتا ہے تو اس اعلیٰ درجہ پر فائز ہوجاتے ہیں تو پہلے درجہ کو جس پر فائز تھے۔شانِ اقدس سے کم پاتے تو استغفار کرتے تاکہ مزید ترقی کمال حاصل ہو۔ناظم (علامہ بوصیری) کے قول تَسْمُوْ الخ بلند ہوتے ہیں وہ مدائح جن کا وقوع عظیم ہے یعنی بلند مراتب حضور اقدس ﷺ کے ساتھ بلند ہوتے ہیں۔

کیونکہ آپ کو عالم امر میں ان بلند ترین درجات وکمالات کے ساتھ پیدا کیا جو کسی اور کو نہیں دیئے پھر انہیں مراتب وکمالات کے ساتھ عالم خلق میں ظاہر کیا تاکہ ان کمالات ودرجات کو آپ کے ذریعے شرافت وبزرگی حاصل ہو نہ اس لیے آپ کو ان مدارج کے ذریعہ بزرگی حاصل ہو اس لیے آپ ان کمالات کے وجود سے بھی کامل واکمل ہیں۔

شرح ہمزیہ میں اس شعر کے تحت ابن حجر کا کلام

لَیْلَۃُ الْمَوْلِدِ الَّذِیْ کَانَ لِلدّ ۔۔۔ یْنِ سُرُوْرٌ بِیَوْمِہٖ وَازْدِھَاءٌ

میلاد کی رات جس کے دن سے دین کو سرور اور روشنی حاصل ہوئی۔

روز شب میلاد کی عظمت

یہ درخشاں شب جس کے دن میں آپ مولد ہوئے جس کی وجہ سے دین اہل دین کو تمام ادیان اور ایام پر فوقیت ملی۔

نکتہ۔ناظم وشاعر (بوصیری) نے میلاد کی روز اور شب دونوں کی طرف نسبت کی ہے کیونکہ بعض نے کہا کہ آپ کی ولادت رات کو ہوئی۔ابن السکن کی عثمان بن عاص عن امہ کی حدیث سے استشہاد کیا آپ فرماتی ہیں کہ شب ولادت میں موجود تھی۔

قَالَتْ فَمَا شَیْئٌ اَنْظُرُ اِلَیْہِ مِنَ الْبَیْتِ اِلاَّ نُوْرٌ وَاِنِّی لاَ نْظُرُ اِلَی النُّجُوْمِ تَدْنُوْحَتّٰی اِنِّی لَاَ قُوْلُ یَقْعُنَ عَلَیَّ۔

''فرماتی ہیں میں گھر کی ہر چیز روشن دیکھتی ہوں اور ستاروں کو دیکھتی ہوں کہ وہ اتنے قریب ہوگئے کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ کہیں مجھ پر گر نہ جائیں''۔

بیہقی نے اس کو روایت کیا اِلاَّ النُّوْرُ وَتَدْلِیَ النُّجُوْمُ۔کا ذکر نہیں کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ کی تصریح یوں ہی ہے جیسا کہ حاکم نے روایت کیا ہے۔

بعض علماً نے وقت ولادت دن قرار دیا ہے جیسا کہ بوصیری کے اگلے مصرع یوم نالت بوضعہ ابنۃ وھب۔ میں تصریح موجود ہے۔

(ابن حجر فرماتے ہیں) یہ زیادہ صحیح ہے جیسا کہ حدیث مسلم وغیرہ میں تصریح ہے لیکن بعید الفجر اگر چہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر فضائل ومناقب میں بالاتفاق حجت ہے۔

دونوں روایات میں ابن حجر کی تطبیق

جنہوں نے رات بیان کی تو اس شب سے مراد طلوع شمس ہے یا مجاز یا مجاورت ہے ایک روایت میں ستاروں کے قریب آنے کا ذکر نہیں اور دوسری روایت میں ذکر ہے کہ طلوع فجر کے بعد بھی ستاروں کا نزدیک آنا ممکن ہے بلکہ سورج کے طلوع ہونے کے بعد بھی خرق عادت ممکن ہے۔

شب میلاد کی روایت کے مطابق بعض نے فرمایا:

شب میلاد شب قدر سے افضل ہے

کہ شب ولادت لیلۃ القدر سے افضل ہے ان پر کثیر دلائل قائم کیے جن کو عالم وفاضل جانتا ہے لہٰذا ذکر کی ضرورت نہیں دن کو ولادت ہوئی کے قول کے مطابق کون سا دن تھا تو اس پر جمیع کا اتفاق ہے کہ وہ پیر کا دن ہے جس کی صحت حدیث مسلم سے ہو رہی ہے۔

کون سے ماہ میں پیدا ہوئے

مہینے میں علما کا اختلاف ہے کون سا ماہ ہے بعض نے کہا غیر معین ہے اور بعض نے معین کہا پھر معین ماہ کے بارے میں کہا کہ وہ صفر یا ربیع الاول یا ربیع الآخر یا رجب یا رمضان یا یوم عاشورہ مختلف اقوال ہیں اصح قول کے مطابق شہر ربیع الاول ہیں اس کی دو تاریخ تھی بعض نے آٹھ ربیع الاول لکھی اس کو اکثر محدثین وغیرہ نے اختیار کیا ہے بلکہ مؤرخین نے اس پر اتفاق کیا ہے بعض نے دس اور بعض نے بارہ بیان کی اور یہی مشہور ہے اور اس پر عمل ہے بعض نے سترہ اور بعض نے بائیس لکھی۔

زمانے کو آپ سے شرافت ملی

بابرکت دن مثلاً جمعہ اور بابرکت مہینے محرم، رمضان میں ولادت نہیں ہوئی تا کہ کوئی یہ خیال نہ کرلے کہ آپ کو زمانے اور وقت سے شرف ملا بلکہ وقت اور زمانے کو آپ سے فضیلت ملی جیسا کہ برکات وانوار والے مشہور مکہ میں دفن نہ ہوئے تا کہ غیر شرف والے کو آپ کے ذریعے شرافت و بزرگی ملے۔

نیز لوگ آپ کے روضہ اقدس اور مسجد نبوی کا مستقل طور پر قصد کر کے سفر کریں کہ اس میں مزید

فضل وکرامت کا اظہار ہے۔

سن ولادت میں بھی اختلاف ہے کہ اکثر کا قول عام الفیل ہے بلکہ اتفاق بھی روایت ہے اور مشہور ہے کہ واقعہ فیل کے پچاس دن بعد پیدا ہوئے اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں اڑھائی سال دس پندرہ سال بعد ہوئی واقعہ فیل کے بعد ہونے میں تائید ملتی ہے یہ واقعہ ارہاس نبوت اور ظہور نبوت کے لیے مقدمہ ہے۔

مکان ولادت

آپ کی ولادت باسعادت مکہ میں شعب (ابی طالب) روم اور مشہور مسجد کے پاس ہے جو کہ اب مولد کے نام سے مشہور ہے بعض عفان کا گمان ہے یہ شاذ ہے جس کی طرف کوئی کان نہیں دھرتا۔

بعض نے تصریح کی کہ والدین کے لیے ضروری ہے کہ اپنی اولاد کو بتائیں کہ ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ کی مکہ میں پیدائش اور مدینہ منورہ میں وصال ہوا بعض نے کہا اس کا انکار کفر ہے کہ اس سے وجود رسول اکرم ﷺ کا انکار لازم آتا ہے۔

شرح ہمزیہ میں اس شعر

يَوْمَ نَالَتْ بِوَضْعِهٖ اِبْنَةُ وهْبٍ مِنْ فَخَارٍ مَالَمْ تَنَلْهُ النِّسَاءُ

''آپ کی ولادت کے دن بنت وہب (حضرت آمنہ) کو یہ شرف ملا جو دوسری عورتوں کو نصیب نہ ہوسکا''۔

کی تشریح کرتے ہیں۔

عظمت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

ان کمالات میں سے جو حضرت آمنہ کو ملے ایک وہ جو ابونعیم خرائطی ابن عسا کرنے روایت کیا حضرت عبدالمطلب نے اپنے خواب کی وجہ سے جو آپ نے دیکھا تھا حضرت عبداللہ کی شادی کا ارادہ کیا انہیں ایام میں ایک کاہنہ جو کتب سماویہ کی عالمہ تھی نے آپ کی پیشانی سے نور محمدی چمکتا ہوا دیکھا نیز آپ تمام عرب سے زیادہ حسین وجمیل بھی تھے تو فریفتہ ہو کر پیغام وصل دیا اور کہا کہ اس کے ساتھ یک صد اونٹ بھی دوں گی تو آپ نے فرمایا حرام کاری سے تو موت بہتر ہے۔

حضرت عبدالمطلب کا رابطہ حضرت وہب سے ہوا تو ان کی بیٹی حضرت آمنہ سے آپ کی شادی کر دی کیونکہ جناب آمنہ حسب ونسب اور طہارت کے اعتبار سے قریش کی تمام عورتوں سے افضل تھیں۔

دونوں کی جمرہ کے پاس ایام حج میں پیر کی رات ملاقات ہوئی تو وہ نور محمدی جناب عبداللہ کی

پیشانی سے شکمِ مادر میں منتقل ہو گیا کچھ دنوں بعد اسی عورت سے آپ کا گذر ہوا تو اس نے آپ کی طرف کوئی التفات نہ کیا آپ نے وجہ دریافت کی تو کہنے لگے میں تو نورِ محمدی پر فریفتہ تھی جس سے آپ کی جبین اقدس دمک رہی تھی جو آج نظر نہیں آرہا۔

نورِ محمدی کے شکمِ مادر میں منتقل ہونے کی برکات

جس رات استقرار نطفہ زکیہ مصطفوی صدف رحم آمنہ میں منتقل ہوا اس صبح تمام دنیا میں بت سرنگوں زمین سرسبز و شاداب اور درخت پھل آور ہو گئے قریش جو شدید قحط اور عظیم تنگی میں مبتلا تھے کو مسرت و خوشی حاصل ہوئی کہ انہوں نے اس سال کا نام سنۃ الفرح والا بتہاج رکھا۔ سارے عالم میں ندا کی گئی کہ آج وہ نور مکنون بصد عقل باہر اور فضل ظاہر کے ساتھ صدفِ رحم آمنہ میں منتقل ہوا کہ انہیں حبیب خدا ﷺ کی والدہ ہونے کی خصوصیت سے نوازا گیا ہے کیونکہ اپنی قوم سے حسباً افضل اصل وفرع کے اعتبار سے پاکیزہ ہیں۔

ابن اسحاق کی حدیث میں ہے کہ جب آپ سید المرسلین ﷺ سے حاملہ ہوئیں تو آپ کی ندا آئی اے آمنہ تو اس امت کے سردار سے حاملہ ہے۔

آپ فرماتی ہیں عام عورتوں کی طرح کسی قسم کی گرانی، بار، درد، بدمزگی محسوس نہ کی لیکن بعض روایات میں ہے کہ فرمایا کچھ بوجھ سا معلوم ہوتا ہے دونوں روایتوں کی جمع اور تطبیق یوں ہے کہ ابتدائے علوق میں ثقل محسوس ہوتا تھا مگر مدت گزر جانے کے بعد حمل میں خفت محسوس ہونے لگی۔

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ میں خواب و بیداری کی درمیانی حالت میں تھی کہ کسی نے ندا دی اے آمنہ! کیا تجھے معلوم ہے کہ تو سید الناس سے حاملہ ہے اس کے بعد جب ولادت کا وقت نزدیک ہوا تو پھر خواب میں کسی نے کہا یہ کہہ۔

أُعِيذُهُ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ ثُمَّ سَمِّيهِ مُحَمَّداً

"اس نومولود کے لیے ایک کے ساتھ ہر حاسد کی شر سے پناہ اور اس کا نام محمد رکھ"۔

اس بیت (شعر) کے بعد اور بھی ابیات مشہور ہیں جن کی کوئی اصل نہیں جیسا کہ شیخ زین عراقی نے بیان کیا۔

ابو نعیم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ سیدہ آمنہ کے رسول اللہ ﷺ سے حاملہ ہونے کے فضائل میں ایک بات یہ تھی کہ قریش کے ہر چوپایہ نے اس رات گویائی کی اور کہا قسم ہے خانہ کعبہ کے رب کی آج رات اللہ تعالیٰ کا رسول حمل میں تشریف لایا جو ساری دنیا کا امام اور تمام علماً کا آفتاب ہے

دنیا کے تمام بادشاہوں کے تخت الٹ دیئے گئے مشرق کے جانوروں نے مغرب والوں کو اور مغرب کے جانوروں نے مشرق والوں کو بشارت دی دریائی اور سمندری جانوروں نے ایک دوسرے کو بشارت دی اسی طرح حمل کے ہر مہینے زمین و آسمان سے ندأ آتی کہ تمہیں مبارک ہو وہ قریب آ گیا ہے کہ ابوالقاسم ﷺ دنیا میں جلوہ افروز ہونے والے ہیں جو صاحب خیر و برکت ہوں گے۔

ابونعیم سے مروی ہے سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ حمل کے چھ ماہ بعد کسی نے ندأ کی کہ اے آمنہ! تو تمام مخلوق سے افضل سے حاملہ ہوئی جب یہ بچہ پیدا ہو تو اس کا نام محمد (ﷺ) رکھنا اور اس کی شان کو مخفی رکھنا۔

ولادت مبارک

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ جب مجھ پر وہ حالت طاری ہوئی جو عام طور پر عورتوں پر وضع حمل کے وقت درد وغیرہ ہوتا ہے تو میں گھر میں تنہا تھی تو میں نے دیکھا ایک سفید مرغ اپنا بازو میرے سینے پر مل رہا ہے تو میرا خوف و وحشت جاتا رہا پھر میرے پاس ایک سفید شربت کا پیالا لایا گیا میں نے اسے پیا تو سکون و قرار حاصل ہوا پھر میں نے ایک بلند نور دیکھا اس کے بعد اپنے پاس بلند قامت والی عورتیں دیکھیں جن کا قد عبد مناف کی لڑکیوں کی مانند کھجور کے درختوں کی مانند ہے میں نے تعجب کیا کہ یہ کہاں سے آ گئیں اس پر ان میں سے ایک نے کہا میں آسیہ زوجہ فرعون ہوں اور دوسری نے کہا میں مریم والدہ عیسیٰ بنت عمران ہوں اور یہ عورتیں حورعین ہیں پھر میں نے دیکھا کہ ایک فرش زمین و آسمان کے درمیان کھینچا گیا اور میں نے دیکھا کہ زمین و آسمان کے درمیان بہت سے لوگ کھڑے ہیں جن کے ہاتھوں میں چاندی کے آفتابے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ پرندوں کی ایک ڈار میرے سامنے آئی یہاں تک کہ میرا کمرہ ان سے بھر گیا ان کی چونچیں زمرد اور بازو یاقوت کے تھے حق تعالیٰ نے آنکھوں سے پردہ اٹھایا تو میں نے مشارق و مغارب کو دیکھا اور میں نے دیکھا کہ تین علم ہیں ایک مشرق میں ایک مغرب میں ایک خانہ کعبہ کے اوپر نصب ہے پھر مجھے دردزہ ہوا اور محمد ﷺ متولد ہوئے اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ سجدے میں ہیں اور دونوں انگشتہائے مسبحہ آسمان کی جانب اٹھائے ہوئے ہیں اس کے بعد میں نے ایک سفید ابر دیکھا جس نے انہیں میری نظروں سے اوجھل کر دیا اور میں نے کسی کی آواز سنی جو یہ کہہ رہا تھا انہیں زمین کے مشارق و مغارب کی سیر کراؤ اور اس کے شہروں کی گشت کراؤ تا کہ وہاں کے رہنے والے آپ کے اسم مبارک اور نعت و صورت کو پہچان لیں اور جان لیں کہ آپ کی صفت ماحی ہے جو شرک کے آثار محو و فنا کر دیں گے پھر فوراً ابر زائل ہو گیا۔

خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک ابر عظیم نورانی دیکھا جس میں گھوڑوں کے ہنہنانے اور بازوؤں کے پھڑ پھڑانے اور لوگوں کی آوازیں سنیں یہاں تک کہ اس ابر نے حضور کو ڈھانپ لیا اور میری نظروں سے غائب ہو گئے اس وقت ایک منادی کو میں نے ندا کرتے ہوئے سنا وہ کہہ رہا تھا حضور اقدس ﷺ کو زمین کے جملہ گوشوں میں پھراؤ اور جن وانس کی روحوں پر گشت کراؤ فرشتوں، پرندوں اور چرندوں کو زیارت کراؤ اور تمام نبیوں کے دریائے اخلاق میں غوطہ دو اس کے بعد وہ ابر مجھ سے کھل گیا تو میں نے دیکھا سبز ریشمی کپڑے میں حضور خوب لپٹے ہوئے ہیں اور چشمہ کی مانند اس حریر سے پانی ٹپک رہا ہے اور کوئی کہہ رہا ہے کہ ماشاء اللہ حضور کو دنیا میں کس شان سے بھیجا گیا دنیا کی کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جو آپ کی تابع فرمان نہ ہو سب ہی کو آپ کے قبضہ قدرت میں دے دیا گیا میں نے تین شخص کھڑے ہوئے دیکھے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ اور دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت ہے اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید حریر ہے اس کے بعد انہوں نے ایک انگشتری نکالی جس سے دیکھنے والوں کی نظریں جھپک جاتی تھیں پھر اسے سات مرتبہ دھویا اور اس انگشت سے آپ کے شانوں کے درمیان مہر کیا اور حریر لپیٹ کر اٹھالیا اور کچھ دیر اپنے آغوش میں لے کر میرے سپرد کر دیا۔

ابن حجر نے امام بوصیری کے اس شعر کی تشریح کی

فَاسْتَبَانَتْ خَدِیْجَةُ اِنَّهُ الْكَنْز الَّذِیْ حَاوَلَتْهُ وَالْكِیْمِیَاءُ

"حضرت خدیجہ کو واضح ہو گیا کہ آپ پوشیدہ خزانہ اور کیمیا ہیں"۔

یہ اس حالت کے ذکر کی طرف اشارہ ہے جو حضرت خدیجہ الکبریٰ کو آپ کی ابتداء بعثت میں ظہور پذیر ہوا۔ حاصل واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی عمر مبارک چالیس برس ہوئی بعض نے چالیس برس سے کچھ اوپر بیان کی ہے۔ دوشنبہ کے روز اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت سے نوازا۔ مسلم کی روایت کے مطابق رمضان کی سترہ کی تاریخ تھی ایک قول آٹھ ربیع الاول اور ایک قول رجب کا ماہ تھا یہ دونوں قول شاذ و نادر ہیں۔

آپ کو تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا ظہور نبوت کی ابتدا رویا صادقہ سے ہوئی جو صبح صادق کی طرح یقینی اور روشن تھے مکہ شہر سے باہر غار حرا میں تشریف لے جاتے اور عبادت الٰہی کرتے پھر جناب سیدہ خدیجہ کے پاس تشریف لے جاتے اور ان سے چند دنوں کی قوت وغذا لے جاتے اور زیادہ وقت خلوت نشینی میں بسر کرتے اس لیے کہ اگر اچانک فرشتہ آتا تو قوائے بشریہ اس کی متحمل نہ ہوتی۔

جب حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں جبرئیل وحی لے کر حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔ پڑھیے آپ نے فرمایا۔

مَا اَنَا بِقَارِیءٍ اَیْ لَسْتُ بِقَارِیءٍ۔ میں پڑھنے والا نہیں یعنی میں ناخواندہ ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ میں امی ہوں کسی سے میں نے پڑھنا لکھنا نہیں سیکھا۔

جبریل نے آغوش میں لے کر اپنی پوری قوت صرف کی جتنی کہ میری اس کے ساتھ تھی پھر جبریل نے حضور ﷺ کو چھوڑ کر دوبارہ کہا پڑھیے میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں جبریل نے پھر آغوش میں لیا اور بھینچا پھر کہا پڑھیے میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں پھر جبریل نے تیسری مرتبہ آغوش میں لیا اور بھینچا اور کہا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝۱ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝۳ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝۵ (العلق)

"پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا پڑھیے اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدم کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا"۔

جبریل علیہ السلام کا آغوش میں لے کر دبانا یہ ایک قسم کا حضور اکرم ﷺ کے وجود گرامی میں ملکوتی انوار داخل کر کے تصرف کرنا تھا تاکہ آپ وحی کے قبول کرنے پر آمادہ اور اس کے ماسوا سے خالی اور بے التفات ہو جائیں۔

جب آپ نے مکہ مراجعت فرمائی تو آپ کا قلب مبارک لرز رہا تھا تو حضور ﷺ حضرت سیدہ خدیجہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ۔ مجھے کمبل اڑھاؤ مجھے کمبل اڑھاؤ۔ جب خوف دور ہوا تو آپ نے سیدہ خدیجہ سے سارا حال بیان کیا اور فرمایا مجھے ڈر ہے کہ میں کہیں خطرے میں نہ پڑ جاؤں اس خطرے کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ بار رسالت کو اٹھانے کی استطاعت نہیں رکھتا یا مجھے میری قوم نہیں چھوڑے گی قتل کے درپے ہوگی سیدہ خدیجہ نے عرض کیا کہ آپ غم نہ کھائیے اور خوش رہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو کسی خطرے میں نہ ڈالے گا اور نہ آپ کو کسی کے آگے ذلیل و رسوا کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں نادار کا بوجھ اٹھاتے، ریاضت ومجاہدہ کرتے، مہمان نوازی فرماتے، بیکسوں اور یتیموں کی دستگیری کرتے، غریبوں اور محتاجوں کی بھلائی کرتے ہیں۔

اس کے بعد سیدہ خدیجہ اس حالت کی تائید وتقویت کی غرض سے حضور اکرم ﷺ کو اپنے چچازاد

بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں ورقہ بن نوفل بہت بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے جو عرب کے طور و طریق اور جاہلیت کی رسوم سے نکل کر حقیقی دین عیسوی کے موحد بن گئے تھے ان کو انجیل کا علم تھا ان سے سیدہ خدیجہ نے کہا اے میرے چچا زاد بھائی! اپنے بھتیجے کی بات سن وہ کیا فرماتے ہیں ورقہ بن نوفل نے حضور سے دریافت کیا کیا بات ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے سارا حال دریافت فرمایا۔ یہ سن کر ورقہ نے کہا یہ وہ ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوتا تھا۔ اے محمد ﷺ آپ کو مبارک اور خوشی ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اے کاش میں اس دن تک زندہ اور جوان وقوی رہتا جب آپ کی قوم آپ کو اس جگہ سے نکالے گی حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ مجھے یہاں سے نکال دیں گے ورقہ بن نوفل نے کہا ہاں آپ جو کچھ لے کر تشریف لائے اس کی مانند کوئی ایک لے کر کبھی نہیں آیا اس کے باوجود ان سے دشمنی کی گئی اور انہیں ایذائیں پہنچائی گئیں اگر میں آپ کا وہ دن پاؤں تو میں اس دن آپ کی پوری پوری مدد و نصرت کروں گا پھر کچھ عرصہ بعد ورقہ بن نوفل نے وفات پائی۔ پھر وحی کا نزول رک گیا جس سے آپ سخت غمگین ہو گئے اس وجہ سے کئی دفعہ پہاڑ کی چوٹی پر تشریف لے جاتے کہ نیچے چھلانگ لگا کر خود کو ہلاک کر ڈالوں تو اچانک جبریل امین ظاہر ہو کر عرض کرتے اے محمد ﷺ آپ اللہ کے پکے سچے رسول ہیں لہٰذا آپ اطمینان رکھیے۔

بخاری و مسلم وغیرہما کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ ایک ماہ غار حرا میں خلوت نشین رہے یہ خلوت نشینی صرف ذکر و فکر کے لیے تھی نہ کہ طلب نبوت کے لیے کیونکہ نبوت وہبی چیز ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ۔

"اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنے رسالت رکھے"۔

جب توشہ ختم ہوا تو میں نیچے اترا تو آواز سنائی دی کوئی کہنے والا نظر نہ آیا میں نے سر اوپر اٹھایا تو جبریل کو زمین و آسمان کے درمیان کرسی پر بیٹھے دیکھا تو مجھ پر خوف طاری ہو گیا میں نے خدیجہ کے پاس آ کر کہا دثرونی دثرونی۔ مجھے چادر اڑھاؤ مجھے چادر اڑھاؤ۔

مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو تو یہ آیت نازل ہوئی۔

یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴿۱﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ﴿۲﴾ (مدثر)

"اے بالا پوش اوڑھنے والے کھڑے ہو جاؤ"۔

یہ آیت کا اقراء اور فترت وحی کے بعد نزول ہوا اصح قول بلکہ صواب یہی ہے کہ سب سے پہلے اِقْرَاْ

باسم ایک آیت کا نزول ہوا۔

اور شعبی نے کہا چالیس سال کی عمر میں اظہار نبوت کیا اور تین سال اسرافیل آپ کے مصاحب رہے آپ کو کلمہ کی تعلیم دیتے لیکن اس کی زبان پر قرآن کا نزول نہیں ہوا۔ نزول قرآن فقط جبریل کی زبان پر ہوا نزول قرآن پاک کا زمانہ بیس سال ہے (تین سال فترت کے ہیں) فترت وحی کی وجہ یہ تھی کہ نزول سے جو آپ کے دل میں خوف و حواس پیدا ہو گیا تھا وہ دور ہوا اور دوبارہ نزول کے لیے اشتیاق میں اضافہ ہوا۔

اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے سیدہ خدیجہ سے سارا ماجرا بیان کیا تو انہوں نے عرض کیا جب وہ دوبارہ تمہارے پاس آئے تو مجھے اطلاع دینا آپ نے فرمایا ضرور، جب جبریل امین آئے تو آپ نے سیدہ کو بتا دیا کہ وہ آگیا ہے تو انہوں نے عرض کیا میری بائیں ران پر بیٹھیے آپ نے یونہی کیا انہوں نے دریافت کیا وہ نظر آتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں پھر عرض کیا اب میری دائیں ران پر بیٹھ جائیے آپ نے ایسے ہی کیا تو جناب سیدہ خدیجہ نے پوچھا اب بھی نظر آتے ہیں تو فرمایا ہاں تو پھر عرض کیا جناب اب میری آغوش میں بیٹھ کو دیکھیے تو فرمایا اب بھی بدستور نظر آرہا ہے انہوں نے آپ پر اپنا دوپٹہ ڈال دیا اور کہا اس کو دیکھتے ہیں فرمایا نہیں تو عرض کرنے لگیں ثابت قدم رہیے خوش و شاد رہیے بخدا فرشتہ ہے شیطان نہیں۔

ابن حجر کے جواہر میں سے بوصیری کے اس شعر کی تشریح

كُلُّ وَصْفٍ لَهُ ابْتَدَأْتُ بِهِ اسْتَوْ عَبَ اِخْبَارَ الْفَضْلِ مِنْهُ ابْتِدَاءُ

"جب بھی آپ کے وصف کے ساتھ شروع کرتا ہوں اور جس پر صراحۃً مشتمل ہے غور کرتا ہوں تو اس وصف کو فضل و کمال کے جمیع اقسام کا جامع پاتا ہوں۔

یہ کوئی بعید از عقل اور قرین قیاس سے دور نہیں اس لیے آپ کے اوصاف میں سے ہر وصف بقیہ اوصاف سے کامل ہوگا مثلاً حلم یہ اسی وقت کامل ہوگا جب بقیہ اوصاف مثلاً علم، کرم، شجاعت، خلق حسن وغیرہا بھی کامل ہوں لہٰذا آپ کی ہر صفت اپنے معنی پر حقیقۃً اور صراحۃً دلالت کرتی ہے اور بقیہ اوصاف اشارۃً اور التزاماً دلالت کرتے ہیں جیسا کہ عقل مند پر یہ بات مخفی نہیں۔

یہ بات ایمانیات سے ہے اس پر یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی حسین جمیل ترین صورت پر پیدا کیا جو اس پر کسی کو پیدا کیا اور نہ پیدا کرے گا۔

حسنِ ظاہری حسنِ باطنی کی دلیل ہے

حضور اقدس ﷺ کا حسن ذات عمدہ اخلاق اور روشن صفات کی دلیل ہے کیونکہ آپ اوصاف و کمالات کی انتہاء پر پہنچے جہاں کسی نبی کی بھی رسائی نہیں اس لیے قصیدہ بردہ میں علامہ بوصیری نے کہا:

هُوَالَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُوْرَتُهُ فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْقَسِمِ

"وہ ذات جس کا ظاہر و باطن مکمل ہے لہٰذا آپ کا حسن نا قابل تقسیم ہے"۔

اس سے معلوم ہوا کہ حسن کامل کی حقیقت آپ ہی ہیں جو اور کسی میں تقسیم نہیں ہوتا اور اگر اس کو تقسیم کر دیا جائے تو وہ کامل و مکمل نہیں رہتا بعض کا یہ قول کتنا اچھا ہے:

لَمْ يَظْهَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ وَالا لَمَا اَطَاقَتْ اَعْيُنُنَا النَّظْرَ اِلَيْهِ۔

"اگر حضور علیہ السلام کا پورا حسن ظاہر و نمایاں ہوتا تو ہماری آنکھیں اسے دیکھ نہ سکتیں"۔

تنبیہ۔تَمَّ مَعْنَاهُ کی تشریح اوپر ہو چکی ہے کہ باطناً حسن اخلاق و اوصاف میں آپ کامل و اکمل ہیں اور حسنِ ذات کی تشریح نہیں کی اس کی طرف برویۃ وجہ الخ اور ضِحْكُهٗ اَلتَّبَسُّمُ الخ اور بِتَقْبِيْلِ رَاحَةٍ کے ساتھ صرف اشارہ ہی کیا لہٰذا ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی بساط کے مطابق اس کی وضاحت کریں۔

آپ کا چہرہ انور

حضرت براُرضی اللہ عنہ سے صحیح روایت ہے:

كَانَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَاَحْسَنَهُمْ خُلْقًا

"آپ تمام لوگوں سے حسین چہرہ اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے"۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے۔

مَارَاَيْتُ شَيْئاً اَحْسَنَ مِنْهُ ﷺ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ۔

"میں نے آپ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا گویا کہ سورج آپ کے رخ انور میں چمک رہا تھا"۔

حضرت براُ سے روایت ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کا رخ انور تلوار کی مانند چمکتا تھا؟ فرمایا نہیں بلکہ فجر صادق کی مانند یعنی تلوار میں طول اور چمک کم ہوتی ہے بلکہ چاند کی مانند گول اور روشن تھا۔حضرت جابر بن سمرۃ فرماتے ہیں کہ رخ انور تلوار کی طرح نہیں بلکہ شمس و قمر کی مانند مستدیر تھا تو اس تشبیہ میں حسنِ اشراق، ملاحت و استدارت (گولائی) کو جمع کر دیا گیا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ بِالْمُكَلْثَمِ يَعْنِيْ شَدِيْدَاِسْتِهْدَارَةِ الْوَجْهِ

"آپ کا رخ انور مکلثم یعنی انتہائی گول نہ تھا"۔

بلکہ گولائی مائل تھا اور ایسا چہرہ عرب کے نزدیک بہت خوب صورت لگتا ہے اور یہی ابو ہریرہ کے قول کا معنی ہے کہ:

كَانَ اَسِيْلَ الْخَدَّيْنِ۔ آپ کے رخساروں میں طول تھا۔

اور بہت زیادہ اٹھاؤ تھا نہ اندر کو داخل بہت سے اصحاب نے چاند کے ایک طرف کے ساتھ تشبیہ دی اور بعض نے چاند میں سیاہی کی وجہ سے تشبیہ دینے سے احتراز کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق نے چاند کے ہالہ سے تشبیہ سے منع کیا ہے۔

حاصلِ کلام

یہ ہے آپ کا رخ انور خوشنما آئینہ کی مانند جس میں دیواروں وغیرہا کی تصاویر دکھائی دیتی ہیں۔

ایک روایت میں ہے۔

يَتَلأْ لَؤُ وَجْهُهٗ تَلأْ لُؤَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ

"آپ کا رخ انور چودھویں کے چاند کی مانند تاباں و درخشاں تھا"۔

اکثر حضرات نے قمر سے تشبیہ دی ہے اور کیونکہ قمر کو مکمل طور پر دیکھا جا سکتا ہے اور مانوس ہوتا اور ایذا نہیں دیتا بخلاف شمس اسی لیے آپ کے اسماءً گرامی میں سے ایک ہے یہی وجہ ہے کہ غزوہ تبوک سے واپسی پر اہل مدینہ نے آپ کا استقبال کرتے ہوئے کہا:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوِدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِيْ

"ہم پر بدر (چودھویں کا چاند) ثنیات الوداع پہاڑی سے طلوع ہوا ہم پر شکر لازم ہے جو جب تک اللہ کی طرف بلانے والے ہیں"۔

یہ تمام تشبیہات عرب کے رسم و رواج کے مطابق دی گئیں ورنہ کوئی چیز آپ کے صفاتِ خلقیہ و خلقیہ میں سے کسی کے عشر عشیر کے برابر کبھی نہیں ہو سکتی۔

چشم مبارک

آپ کی بصارت و بینائی کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہی فرمان کافی ہے۔

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ﴿۱۷﴾ (النجم)

''نبی کریم ﷺ کی آنکھ نہ اِدھر اُدھر پھسلی اور نہ حد سے بڑھی''۔

چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرَى بِاللَّيْلِ فِي الظُّلْمَةِ كَمَا يَرَى بِالنَّهَارِ فِي الضَّوْءِ۔

''حضور اقدس ﷺ رات کی تاریکی میں بھی ایسا ہی دیکھتے جیسا دن کی روشنی میں''۔

آپ نماز میں آگے اور پیچھے یکساں دیکھتے تھے یعنی آنکھ سے کیفیت صلوٰۃ کا ادراک کرنا یہ آپ کے معجزات میں سے ہے ورنہ بصارت کے لیے روشنی ومجازات کا ہونا ضروری ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان سوئی کے ناکہ کی مانند دو آنکھیں تھیں جن سے آپ پسِ پشت بھی دیکھ لیا کرتے تھے آپ انہیں کپڑوں سے نہیں ڈھانپتے تھے۔

یا یہ کہ قبلہ کی دیوار پر مثل آئینہ مقتدیوں کی صورتیں منعکس ہوتی تھیں اور آپ ان کے افعال کا مشاہدہ فرما لیا کرتے تھے ان دونوں کی کوئی اصل ثابت نہیں یا یہ رویت قلبی ہو یا وحی والہام سے علم ہو جاتا ہو۔

اور یہ حدیث کہ مجھے دیوار کے پیچھے کا علم نہیں اس کی بھی کوئی سند معلوم نہیں ابن جوزی نے اپنی بعض کتب میں بغیر سند کے روایت کیا اگر بالفرض یہ حدیث صحیح بھی ہو تو ہمارے خلاف نہیں کیونکہ اس سے اس علم غیب کی نفی ہو رہی ہے جو بغیر وحی والہام ہو ایسے ہی وہ حدیث جو اونٹنی کی گمشدگی کے سلسلے میں منقول ہے چنانچہ منافقوں نے کہا تھا کہ محمد ﷺ آسمان کی خبر تو دیتے ہیں مگر (معاذ اللہ) اتنا نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟ جب منافقوں کی یہ بدگوئی حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ میں (ازخود) نہیں جانتا اور نہ (ازخود) پاتا ہوں مگر اتنا ہی جتنا اللہ نے مجھے علم دیا اور عنایت فرمایا اور آپ برابر یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے آپ کی رہنمائی فرمائی کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے اور اس کی مہار ایک درخت کے پاس الجھی ہوئی ہے چنانچہ لوگ وہاں پہنچے تو اونٹنی کو اسی مذکورہ حالت میں پایا اگر بالفرض تعارض مان لیا جائے تو تطبیق یوں ہوگی یہ نماز کے ساتھ مخصوص ہو اور عدم رویت والی خارج صلوٰۃ پر محمول ہو۔

جب آپ کسی طرف التفات فرماتے تو مکمل طور پر گھوم جاتے دائیں بائیں پہلو بدلتے یا محض گردن گھما لینے اور دزدیدہ نظری سے آپ گریز کرتے کہ یہ سہل نگاروں کا شیوہ ہے۔

خلقت کے لحاظ سے چشم مبارک

یہاں تک تو بینائی وبصارت کا ذکر تھا اب دوسری وجہ خانہ چشم اور اس کی شکل کے وصف میں ہے کہ آپ کی چشم مبارک بڑی اور بھنویں دراز تھیں۔ مسلم کی روایت میں اَشْکَلُ الْعَیْنَیْنِ ہے۔ آپ کی چشم مبارک سفیدی میں سرخی لیے ہوئے تھیں (آنکھوں کی باریک رگیں تھیں) اور روایت اَشْھَلُ الْعَیْنَیْنِ اَشْھَلُہٗ حُمْرَۃٌ فِیْ سَوَادٍ۔ حضور کی دو چشم مبارک شہل شہیلہ سیاہی میں سرخی کو کہتے ہیں اور روایت میں ہے گہری سیاہ آنکھوں والے۔ اَدْعَجُ الْعَیْنَیْنِ لمبی بھنویں۔

گوشہائے مبارک

حضور اکرم ﷺ کی سماعت شریفہ کے متعلق ترمذی کی یہ روایت ہی کافی ہے:

اِنِّی اَرٰی مَالاَ تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالاَ تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَاءُ وَحَقٌّ لَهَااَنْ تَئِطَّ لَیْسَ مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّامَلَکٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِداً لِلّٰهِ تَعَالیٰ۔ وَفِیْ رَوَایَةٍ اَوْ قَائِماً۔

آپ نے فرمایا میں ان چیزوں کو دیکھتا ہوں جن کو تم نہیں دیکھ سکتے اور میں ان آوازوں کو سن (1) سکتا ہوں جن کو تم نہیں سن سکتے آسمان اطط (خاص قسم کی آواز) کو سن رہا ہوں آسمان کو لائق ہے کہ آواز نکالے کیونکہ آسمان میں چار انگلی کی بھی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں کسی فرشتے نے سجدہ نہ کیا ہو ایک روایت میں ہے جہاں کوئی فرشتہ کھڑا ہو۔

موئے مبارک

آپ کے بال مبارک نرم تھے اور جلد ٹوٹنے والے نہ تھے۔

لَاسَبْطَ وَلاَ جَعْدَ قَطِطَ۔ بہت زیادہ نرم بہت دراز اور بہت زیادہ گھونگریالے نہ تھے۔

سبط بفتح سین وسکون باوکسر ہاً نرم ولٹکے ہوئے۔ قطط فتح قاف کسر طاً ایسے بال جو سخت اور پیچیدہ ہوں (اردو میں انہیں گھونگریالے بال کہا جاتا ہے۔ مترجم)

آپ کے بالوں کی لمبائی کانوں اور شانوں کے درمیان کبھی کانوں کی لو تک کبھی لوؤں سے کچھ زیادہ اور شانوں تک تھی ان سب میں باہمی مطابقت اس طرح ہے کہ آپ کنگھی فرماتے تو دراز ہو جاتے ورنہ اس کے برعکس رہتے یا بال ترشوانے سے پہلے دراز بعد میں اختصار ہوتا رہتا تھا۔ سر کے بالوں کو چھوڑتے پھر مانگ نکالتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ علمائے کرام فرماتے ہیں مانگ نکالنا سنتِ نبوی ﷺ ہے۔

1۔ دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان   کان لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

آپ کے سر اقدس اور ریش مبارک میں بیس سے کم بال سفید تھے اور اس سے کبھی زیادہ سفید نہ ہوئے کیونکہ یہ نور اور وقار ہے۔ سب بالوں کے سفید ہونے سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا کہ اکثر عورتیں اس کو ناپسند کرتی ہیں جو آپ کی کسی چیز کو ناپسند اور مکروہ سمجھے وہ کافر ہو جاتا ہے۔

بالوں کا رنگنا

کبھی کبھی آپ بالوں کو مہندی وغیرہ سے رنگ کرتے اور اکثر اپنے حال پر چھوڑتے یہی ہمارے لیے سنت ہے۔

لحیہ شریف

حضور اکرم ﷺ کی ریش مبارک اس کثرت سے تھی کہ سینہ مبارک بھر گیا تھا ایک روایت میں ہے:

كَانَ يَأْخُذُ مِنْ عَرْضِ لِحْيَتِهٖ وَطُوْلِهَا غَرِيْبَةٌ۔

اپنی ریش کے طول و عریض میں سے بال تراشتے(1)۔

اور اس کے خلاف ایک روایت۔ وَاعْفُوْا اللُّحیٰ۔ ڈاڑھی بڑھاؤ کے باوجود ہمارے آئمہ مٹھی سے زائد بال کٹواتے ہیں۔

بالوں کی نگہداشت

حضور اکرم ﷺ سر اقدس پر اکثر اوقات تیل لگاتے اور ریش مبارک میں کنگھی کرتے۔ نیز آتا ہے کہ آئینہ دیکھتے اور کنگھی کرتے۔

1۔ ان دونوں میں باہمی مطابقت یوں ہے کہ یکمشت سے زائد تراشے اور قدر مشت تک بڑھاؤ جیسا کہ دوسری روایت میں ہے سفر السعادت میں ہے لبیں تراشو ریش بڑھاؤ اور مجوسی کی مخالفت کرو یعنی ان کی عادت تھی لبیں بڑی ریش چھوٹی رکھتے تو آپ نے اس کی مخالفت میں یہ فرمایا: کتاب الآثار میں امام محمد امام اعظم کی سند سے ابن عمر کی حدیث نقل کرتے ہیں كَانَ يَقْبِضُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَيَأْخُذُ مَا فَضَلَ عَنِ الْقَبْضَةِ۔ اور انہیں الفاظ میں ابوہریرہ سے بھی روایت کیا ہے کہ ڈاڑھی کو مشت میں پکڑ کر جو زائد بال ہوتے انہیں تراشتے۔ وَالْاَصْلُ اَنَّ الْقَدَرَ الْمَسْنُوْنَ فِي اللِّحْيَةِ هُوَ الْقَبْضَةُ۔ قدر مسنون ڈاڑھی میں ایک مشت ہے۔ اَمَّا تَقْصِيْرُ اللِّحْيَةِ بِحَيْثُ مِنَ الْقَبْضَةِ فَغَيْرُ جَائِزٍ فِي الْمَذْهَبِ الْاَرْبَعَةِ۔ مشت سے چھوٹی کرنا آئمہ اربعہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ حاشیہ ترمذی باب اللحیۃ جلد ثانی، لمعات شرح مشکوٰۃ میں عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ وَالظَّاهِرُ مِنْ كَلَامِهِمْ حُرْمَةُ حَلْقِ اللِّحْيَةِ وَنُقْصَانِهَا مِنَ الْقَدْرِ الْمَسْنُوْنِ۔ فقہا و محدثین کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے ریش کا منڈھانا اور قدر مسنون سے کمی کرنا حرام ہے اور مدارج النبوت میں لکھتے ہیں مذہب حنفی میں ڈاڑھی کی مقدار چار انگلیوں کے برابر ہے جس سے مراد ہے اس سے کم نہ ہو لیکن ایک روایت یہ ہے کہ اس سے زائد بالوں کا کاٹنا واجب ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں اگر علماء و مشائخ اس سے زائد بڑھائیں تو بھی درست ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری میں کتاب اللباس کے آخر میں یہ مذکور ہے سیدنا ابن عمر اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں لیکر اس سے زائد بال کٹوا دیا کرتے تھے۔ (مترجم)

سر کے بال حج عمرہ کے علاوہ کبھی نہ منڈواتے

حضور اقدس ﷺ کے متعلق کسی روایت میں ذکر نہیں کہ آپ حج وعمرہ کے سوا کبھی سر کے بال منڈواتے ہوں۔

سرمہ سنتِ رسول ہے

آپ روزانہ آرام فرمانے سے پہلے اثمد کا سرمہ ہر آنکھ میں تین تین سلائی ڈالتے۔

پیشانی مبارک

آپ مقرون الحاجبین تھے (بھنویں ملی ہوئی تھیں) یعنی ان کے بال آپس میں ملے ہوئے تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ملے ہوئے نہ تھے اس کو ابن اثیر نے ترجیح دی ہے ان کو باہمی مطابقت یوں دی جاتی ہے کہ بھنوؤں کے بال کثیر تھے بظاہر یہ اتصال بہت گہرا نہ تھا کہ جس سے دونوں ابرو آپس میں پیوست ہو گئے ہوں اور نہ اتنی جگہ خالی تھی کہ جس سے فاصلہ نظر آئے بلکہ چند خفیف بالوں کا اتصال تھا اور عدم اتصال کا اطلاق بادی النظر والخیال میں صحیح ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

بینی شریف

حضور اکرم ﷺ کی بینی مبارک کے بارے میں اَقْنَی الْاَنْفِ وَاَقْنَی الْعَرَ نَیْنِ وَدَقِیْقِ الْعَرَنِیْنِ وارد ہے۔ اَقْنَی کی تفسیر سَائِلُ الْحَاجِبَیْنِ مرتفع الوسط سے کی گئی ہے۔ سائل سیلان سے مشتق ہے جس کے معنی ناک کی لمبائی اور باریکی میں ایک گونہ ہموار کے بھی منقول ہیں دقیق دقت سے مشتق ہے جو سیلان کے ہم معنی ہے جس کا مطلب ناک کے موٹاپے کی نفی کرتا ہے۔

دہن شریف

آپ کے دہن شریف کے بارے میں صحیح روایت میں یَفْتَحُ الْکَلَا مَ وَیَخْتَمُہٗ۔ وارد ہے یعنی حضور اکرم کلام کو کشادگی دہن سے آغاز فرماتے اور شدق سے ختم فرماتے۔ شدق کے معنی فراخی دہن کو کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے دہن مبارک سے کلام تام کامل اور بھرا ہوا نکلتا تھا جو اہل عرب کے نزدیک باعث تعریف اور اس کی ضد باعث ذلت ہے۔ آپ اَشْنَبُ مُفْلِجُ الثَّنَایَا تھے سامنے کے دانت روشن تر، آبدار اور کشادہ تھے۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو ایسا لگتا گویا کہ سامنے دندانہائے مبارک کی کشادگی کے درمیان سے نور نکل رہا ہے (1)۔

---

1. کَاَنَّمَا اللُّؤْلُؤُ الْمَکْنُوْنُ فِیْ صَدَفٍ　مِنْ مَعْدِنِیْ مَنْطِقٍ وَمُبْتَسَمٍ (بوصیری)

ترجمہ: گویا کہ دندانہائے مبارک صدف میں چھپے ہوئے موتی ہیں جو اپنے معدن سے بولتے ہیں اور تبسم فرماتے ہیں۔ (بقیہ آگے)

اور ایک روایت میں مُفْلِجُ الْاَسْنَانِ ہے کہ سامنے کے دانت کشادہ تھے۔

لعابِ دہن مبارک

آپ کا لعابِ دہن شریف بیماروں کے لیے شفائے کامل تھا چنانچہ وہ حدیث جس میں روز خیبر حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہٗ کی آنکھوں کے آشوب میں لعابِ دہن لگانا اور اسی وقت تندرست و صحیح ہو جانا مذکور ہے صحیح اور مشہور ہے کہ اس دن آپ کو عَلَم عطا فرمایا تو آپ کے دست پر قلعہ فتح ہوا۔

آپ کے حضور ایک ڈول پانی کا لایا گیا تو آپ نے پانی کا گھونٹ لے کر اس میں کلی کر دی پھر جب اس ڈول کے پانی کو کنویں میں ڈال دیا گیا تو اس کنویں سے کستوری کی مانند خوشبو آنے لگی اسی طرح ایک اور کنویں میں جب آپ نے لعابِ دہن ڈالا تو مدینہ طیبہ میں اس سے بڑھ کر کوئی اور کنواں شیریں نہ تھا۔

ایک مرتبہ عاشورہ کے دن آپؐ کی خدمت میں شیر خوار بچے لائے گئے تو آپ نے ان کے منہ میں لعابِ دہن ڈال دیا پھر تو وہ ایسے سیراب ہوئے کہ اس دن انہوں نے دودھ ہی نہ پیا۔

ایک دن امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سخت تشنگی میں تھے آپ نے اپنی زبان اقدس ان کے منہ میں دی وہ چوستے رہے پھر وہ سارا دن سیراب رہے۔

ایک مرتبہ آپ نے گوشت کا ٹکڑا منہ میں چبا کر پانچ عورتوں کو کھانے کے لیے دیا تو اس گوشت کے کھانے کے بعد کبھی ان عورتوں کے منہ سے بو نہ آئی جب کہ پہلے ان کے مونہوں سے ہمیشہ بو آیا کرتی تھی۔

بیان و فصاحت شریف

حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک کی فصاحت، جوامع کلم، انوکھا اظہار اور عجیب و غریب حکم و فیصلے اتنے زیادہ ہیں کہ شائد ہی کوئی فکر و اندیشہ کا محاسب اس کے حصر و احاطہ کے گرد پھر سکے۔ آپ کے اوصاف کا بیان اور ان کے بیان کا زبان کے ساتھ اظہار ممکن ہی نہیں یہاں تک کہ بعض علماء نے کہا کہ آپ کا کلام قرآن کریم کی مانند معجز ہے۔

آواز مبارک

حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک غایت درجہ پیاری تھی آپ سے بڑھ کر کوئی خوش آواز اور

(بقیہ صفحہ گزشتہ) ایک روایت میں ہے عَظِيْمُ الْاَسْنَانِ۔ دندانہائے مبارک عظیم تھے۔ طبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے لبہائے مبارک اور دہن مبارک کا مہرا تمام لوگوں سے زیادہ حسین و لطیف تھا ان تمام روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ دہن شریف حسن و جمال کے مطابق درست و صحیح تھا (مدارج النبوت جلد اول) احمد الدین توگیروی۔

شیریں کلام نہ تھا ابن عساکر نے روایت کیا ہے:

مَابَعَثَ اللّٰهُ نَبِیاً اِلَّابَعَثَهٗ حَسَنَ الْوَجْهِ وَحَسَنَ الصَّوْتِ حَتّٰی بَعَثَ نَبِیَّکُمْ ﷺ فَبَعَثَهٗ حَسَنَ الْوَجْهِ وَحَسَنَ الصَّوْتِ(1)۔

اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو نہ بھیجا مگر خوش آواز اور خوش رو حتیٰ کہ تمہارے نبی ﷺ کو ان سب سے بڑھ کر خوش الہان اور خوبرو بنا کر بھیجا۔

بیہقی میں ہے جب رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے تو آپ کی آواز سب کو سنائی دیتی جہاں تک کہ دوسروں کی آواز نہ پہنچ سکتی تھی وہاں تک آپ کی آواز بے تکلف پہنچ جاتی تھی چنانچہ پردوں میں بیٹھی ہوئی مستورات بھی آپ کی آواز کو باآسانی سن لیتی تھیں۔

ابو نعیم نے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ رسول پاک ﷺ نے جمعۃ المبارک کا خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا: اِجْلِسُوْا۔ بیٹھ جاؤ

فَسَمِعَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ وَهُوَفِیْ بَنِیْ تَمِیْمٍ فَجَلَسَ فِیْ مَکَانِهٖ۔

''تو عبداللہ بن رواحہ نے قبیلہ بنی تمیم کے مقامات پر اس آواز کو سنا تو فوراً وہیں بیٹھ گئے''۔

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ آپ نے ایام حج میں منیٰ میں جو خطبہ دیا تھا جس نے تمام لوگوں کے کان کھول دیئے تھے ہر ایک نے اس خطبہ کو اپنی اپنی منزلوں میں (منیٰ میں دور و نزدیک جہاں بھی تھا ہر ایک نے سنا)

تبسم مبارک

آپ ﷺ اولین و آخرین کے چونکہ سردار ہیں جیسا کہ پہلے تفصیلاً گزر چکا ہے کبھی ضحک اور تبسم فرماتے تھے ضحک کہتے ہیں دانتوں کے ساتھ ڈاڑھیں بھی نظر آئیں اور تبسم میں صرف سامنے کے دانت ہی نظر آتے ہیں اور دونوں میں آواز سنائی نہیں دیتی (اگر آواز سنائی دے تو اسے قہقہہ کہتے ہیں جو شایانِ شان انبیاء نہیں ہے)

لہٰذا جو ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب ہنستے تو آپ کے اطراف والے دانت (اضراس) بھی ظاہر اور نظر آجاتے۔ اور دوسری حدیث میں ہے جب آپ ہنستے تو صرف سامنے کے دانت نمایاں ہوتے ان دونوں احادیث میں تضاد نہیں۔

1۔ در دل ہر امتی گر حق مزہ است روئے و آواز پیغمبر معجزہ است (نامعلوم)

زیادہ ہنسا مکروہ ہے

زیادہ ہنسا مکروہ ہے خواہ قہقہہ کی صورت میں ہو یا ضحک کی۔
امام بخاری نے ادب المفرد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ آپ نے زیادہ ہنسنے سے منع کیا ہے کہ اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

گریہ مبارک

آپ کثرت سے گریہ کناں ہوتے تھے لیکن اس میں شہیق (اُوں اُوں کی آواز) ہوتی اور نہ آواز بلند ہوتی صرف آنسو برستے تھے اور سینہ مبارک سے ازیز (دیگ کے کھولنے کی مانند آواز) کی آواز آتی تھی گریہ میت پر شفقت، امت پر خوف وشفقت، خشیتِ الٰہی کے لیے ہوتا اور سماع قرآن کے وقت بھی اکثر و بیشتر نماز تہجد میں۔

آپ نے جماہی نہ لی

حضور اقدس ﷺ نے کبھی جماہی نہ لی بلکہ کسی نبی نے بھی نہ لی۔

دستِ مبارک

کثیر روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ شَثِنُ الْكَفَّيْنِ۔ کف (ہتھیلی) بہت سخت تھیں۔
بازو موئے فراخ ہتھیلی تھے (مطلب ہتھیلی بھر پور اور مکمل تھی) یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کے ہاتھ ریشم سے زیادہ نرم تھے اور دونوں میں منافات نہیں کہ دستِ مبارک کی نرمی و سختی وقت و حالات پر موقوف تھی۔ چنانچہ جب آپ گھر میں دستِ مبارک یا جہاد میں آلات اسلحہ استعمال کرتے یا کاروبار کرتے تو ہتھیلیاں سخت ہو جاتیں جب چھوڑ دیتے تو وہ اپنی اصلی وجبلی حالت نرمی اور ملائمت کی حالت میں آجاتیں۔
اصمعی نے کہا سختی کے ساتھ تفسیر کرنا درست نہیں کہ نرمی اور سختی یکجا نہیں ہو سکتی بلکہ نرمی اور فربہی جمع ہو سکتی ہیں لہٰذا سختی کے ساتھ فربہی کے ساتھ تفسیر کرنی چاہیے۔
ابوعبید نے تفسیر کی کہ آپ کی انگلیاں فربہ اور چھوٹی تھیں درست نہیں بلکہ دوسری روایت میں ہے۔
كَانَ سَائِلَ الْاَطْرَافِ۔ اعضاء کی گرہیں دراز تھیں۔
تحقیق یہ ہے ششن کا معنی پست اور سختی کے علاوہ کے ہیں (لہٰذا فربہ کے معنی میں ہوا)

معجزات دستِ مبارک

آپ کے دست مبارک کے صفات و معجزات اتنے زائد ہیں کہ ضبط تحریر میں نہیں لائے جا سکتے۔

ایک روایت میں ایک صحابی (جابر بن سمرہ) کے رخساروں پر دستِ اقدس پھیرا تو آپ کے دست اقدس سے ایسی ٹھنڈک محسوس ہوئی جیسے ابھی آپ نے عطار کی ڈبیہ سے اپنا ہاتھ نکالا ہے۔

صحیح روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ ابی زید انصاری کے سر اور ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: اَللّٰهُمَّ جَمِّلْهُ۔ اے اللہ! اسے اچھا رکھ۔

ابوزید کی ایک سو سے زائد عمر ہوئی لیکن ان کے سر اور ریش کے بالوں میں کوئی بال سفید نہ ہوا اور نہ ان کے چہرے پر بڑھاپے کے آثار وارد ہوئے۔

امام احمد وغیرہ نے روایت کیا کہ آپ نے عتبہ کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا تجھ میں نور ہے اس کے بعد رسول پاک ﷺ کے ہاتھ کی برکت سے اگر وہ اس جگہ کو کسی متورم جگہ پھیر دیتے تو وہ ورم دور ہو جاتا۔

بغل مبارک

کثیر صحابہ کرام سے مروی ہے کہ آپ کی بغل شریف سارے بدن کی مانند سفید تھی۔ یہ دوسری حدیث صحیح کے خلاف ہے جس میں ہے کُنْتُ اَنْظُرُ عَفْرَ اِبْطَیْهِ، عفرہ اس سفیدی کو کہتے ہیں جو واضح نہ ہو اب دونوں میں تطبیق یوں ہوگی کہ پہلی حدیث میں سفیدی کو ایسی سفیدی پر محمول کیا جائے گا جو واضح نہ ہو بعض روایات میں ہے کہ آپ کی بغل میں بال نہ تھے لیکن یہ روایت ثابت نہیں ہے آپ کی بغل میں خوشبو مہکتی تھی۔

سینہ کے موئے مبارک

حضور اکرم ﷺ کے سینہ کے بالوں کے بارے میں آتا ہے۔

کَانَتْ لَهٗ مَسْرَبَةٌ۔ آپ کے بال مسربہ تھے۔ مسربہ کہتے ہیں جو سینہ کے اوپر سے ناف تک ہوں یہ باریک تھے لہٰذا اسے خیط (ڈور یا شاخ) سے تعبیر کرتے ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ گردن کی ہڈی سے لے کر ناف تک ڈور کی مانند بال تھے اور اس کے علاوہ کہیں نہیں تھے۔

بطن اطہر و پشت شریف

روایت میں آتا ہے کہ آپ کا شکم اطہر سینہ کے برابر تھا اور بعض میں جس کا معنی ہے کشادہ شکم جو کہ عریض الصدر کو لازم ہے۔

اور بعض (حضرت ابن ام ہانی) نے آپ کے بطن شریف کی تعریف میں کہا ہے کہ وہ گویا کاغذ تھا جنہیں لپیٹ کرتہ کر کے ایک دوسرے پر رکھ دیا گیا ہے۔

قلبِ انور

آپ کے قلبِ اطہر نے اسرار الٰہیہ معارفِ ربانیہ کی امانات کو سب سے پہلے قبول کیا ہے لہٰذا یہ سب سے پہلے مخلوق ہوا جیسا کہ پہلے اس کا ذکر ہو چکا ہے اور صورت سب انبیأ علیہم السلام سے آخر میں بنی۔ لہٰذا آپ بیک وقت اول بھی ہیں اور آخر بھی اور کمالات خلقیہ وخُلقیہ کے جامع ترین بھی۔

آپ کو معلوم ہونا چاہئے جو بار امانت آپ کے قلبِ اطہر نے اٹھایا وہ کوئی نہیں اٹھا سکا متعدد بار شقِ قلب ہوا اور نور وحکمت سے پر کیا گیا خون کا وہ لوتھڑا جو شیطان کا حصہ ہے اسے نکالا گیا چنانچہ اس کی تفصیل رضاعت کے مبحث میں گزر چکی ہے محاسن ظاہر یہ جو کہ اخلاق باطنہ کی علامت ہوتے ہیں مخلوق میں سے کوئی ان میں آپ کے مساوی نہ ہوسکا تو کوئی قلب آپ کے قلبِ اطہر کے بھی مساوی نہیں ہوسکتا۔

ازدواجی زندگی مبارک

حضور اکرم ﷺ کا اپنی بیوی سے مباشرت فرمانا اور آپ میں قوتِ جماع اس کے متعلق حضرت انس سے صحیح روایت سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہم آپس میں گفتگو کیا کرتے تھے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تیس مردوں کی طاقت عطا فرمائی ہے امام اسماعیل بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے چالیس جنتی مردوں کی طاقت دی گئی۔ ترمذی کی روایت کے مطابق جنتی آدمی کی طاقت سو مردوں کے برابر ہے۔ اور اسے غریب کہا اگر چالیس کو سو سے ضرب دیں تو چار ہزار بنتا ہے (تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ میں چار ہزار مردوں کی طاقت تھی) اس کے باوجود آپ نہایت قلیل غذا تناول فرماتے یہ دونوں چیزیں خرقِ عادت آپ میں جمع تھیں۔

آپ احتلام سے محفوظ تھے

حضور اکرم ﷺ اور جملہ انبیأ علیہم السلام کو کبھی احتلام نہیں ہوا کیونکہ یہ شیطان کا فعل ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ رمضان المبارک میں فجر کے وقت حضور اکرم ﷺ بغیر احتلام کے جنبی ہوتے تھے (بیوی سے شب باشی کرنے کے بعد وجوب غسل کا نام جنبی ہے) پھر آپ غسل فرماتے اور روزہ رکھتے۔ اس عبارت میں ''بغیر احتلام'' کی قید سے مفہوم پیدا ہوتا ہے کہ آپ پر احتلام کی نسبت جائز ہے ورنہ استثناء کرنے کا کیا فائدہ؟ (اس کا جواب یہ ہے کہ استثنأ کی بنیاد عدم جواز پر ہے۔ اور یہ قید اتفاقی ہے) اس حدیث میں احتلام کا مطلب یہ ہے کہ خواب میں بغیر کچھ دیکھے انزال ہو جائے اور جو خواب میں دکھائی دیتا ہے وہ شیطان ہے۔

قدم مبارک

حضور اکرم ﷺ کے قدم کی توصیف میں کثیر روایت میں شَثِنُ الْقَدَمَیْنِ وارد ہے۔
(دونوں قدم مبارک نرم اور فربہ تھے) ای غلیظ اصابع فربہ و نرم پاؤں کی انگلیاں۔
آپ کے پائے اقدس کی انگشت سبابہ پاؤں کی تمام انگلیوں سے بڑی تھی جو آپ کے دست مبارک کی انگشت شہادت بہ نسبت بیچ کی انگلی کے دراز تھی جس کسی نے یہ کہا وہ غلط ہے:
کَانَا لَا اَخْمَصَ لَهُمَا۔ آپ کے پاؤں زمین سے بلند نہ تھے (یعنی دونوں قدم مبارک ہموار تھے)۔
ایک روایت میں مَسِیْحَ الْقَدَمَیْنِ۔ (ہموار قدم) آتا ہے یعنی آپ کے قدم مبارک نرم اور پورے زمین پر لگتے تھے۔

قامت مبارک

حضور اکرم ﷺ کا قامتِ زیبا لطیف، درست اور چست تھا نہ کوتاہ نہ بہت دراز لیکن مائل بہ درازی تھا جب آپ کسی قوم میں تشریف لاتے تو انہیں چھپا لیتے اور ان کے پست و کوتاہ قد لوگ آپ کے قریب چھپ جاتے اگر دو آدمی دائیں بائیں ہوتے تو آپ دونوں سے بلند نظر آتے اور جب ان کے درمیان سے جدا ہو جاتے تو پھر منسوب بہ متوسط اقامت ہوتے۔

رفتار مبارک

حضور اکرم ﷺ کی رفتار مبارک کے متعلق حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کی حدیث ہے:
کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا مَشٰی تَكَفَّأَ كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صُلُبٍ۔ رسول اللہ ﷺ کی رفتار جب چلتے تو جھک جھک کر چلتے گویا کہ اوپر سے اتر رہے ہیں۔
آپ چلتے تو زمین سے پورا قدم اٹھاتے اور کشادہ رکھتے اور آسان و سبک اور تیز بغیر حرکت کے چلتے۔ ناظم علامہ بوصیری نے والمشیُ رفتار الهُوینا سکون و اطمینان کی رفتار کہا ہے ایسی رفتار والوں کی تعریف اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (فرقان:63)

''رحمٰن کے خاص بندے تو وہی ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں''۔

ترمذی میں ہے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو راہ میں حضور اکرم ﷺ سے زیادہ تیز تر چلتے ہوئے نہیں دیکھا گویا کہ زمین آپ کے قدموں کے نیچے سے لپٹی جاتی تھی اور ہم آپ کی ہمراہی میں تکان اور محنت محسوس کرتے تھے آپ کے ساتھ رہنے کے لیے ہمیں دوڑنا پڑتا تھا جس سے

ہمارے سانس پھول جاتے تھے لیکن آپ کو کچھ محسوس نہ ہوتا تھا اور آپ معمول کے مطابق بے تکلف چلتے تھے اور اصلاً اضطراب نہ فرماتے تھے یہ چلنا اولوالعزم، اہل ہمت اور شجاعت کا آئینہ دار ہے یہ چلنا اقسام رفتار میں قوی واعتدال پر ہے اس سے اعضا کو راحت و آرام ملتا ہے۔

کثیر لوگ تعادت افتاد یعنی افسردہ اور مریل مانند خشک لکڑی کے مٹھی چال ہے یا ازعاج یعنی طیش وخفت، سبک سیری اور پریشانی کی چال چلتے ہیں جو کہ مذموم وقبیح اقسام رفتار میں سے ہیں۔

اور جب آپ صحابہ کرام کے ساتھ چلتے تو صحابہ کو اپنے آگے آگے چلاتے اور خود ان کے پیچھے رہتے آپ ﷺ فرماتے: خَلُّوْا ظَهْرِیْ لِلْمَلَائِكَةِ۔ میری پشت کو فرشتوں کے لیے خالی چھوڑ دو۔

بے سایہ وسائبانِ عالم

حضور اکرم ﷺ کا سایہ نہ تھا نہ آفتاب کی روشنی میں نہ ماہتاب کی ضیائ میں ہوسکتا ہے کہ آپ کی دعا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ نُوْرًا۔ کا سبب ہو(1)۔ اے اللہ مجھے نور فرما۔

رنگ مبارک

نبی اکرم ﷺ کا رنگ مبارک روشن وتاباں تھا جمہور صحابہ کا اتفاق ہے کہ آپ کا رنگ مبارک مائل بہ سفیدی تھا۔ سفیدی کے ساتھ ہی آپ کی توصیف کی ہے ایک روایت میں ہے کہ آپ کا رنگ سرخ وسفید تھا بعض نے کہا کہ جو شخص کہے کہ آپ کا رنگ سیاہ تھا وہ کافر ہو جائے گا ایک قول ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے کیونکہ سیاہی سے توہین ہوتی ہے۔

پسینہ وفضلات کی خوشبو

سرکار دو عالم ﷺ کی عجیب صفات میں سے ایک پاکیزہ وطیب خوشبو ہے یہ آپ کی ذاتی تھی کسی قسم کی خوشبو استعمال کیے بغیر ہی دنیا کی کوئی خوشبو آپ کے جسم اطہر کی خوشبو سے ہمسری نہ کر سکتی تھی۔

ابو یعلیٰ اور طبرانی نے روایت کیا ہے ایک شخص کو اپنی لڑکی کو اس کے شوہر کے گھر بھیجنے کے لیے خوشبو کی ضرورت تھی بہت جستجو کی مگر نہ مل سکی تو اس نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرضِ حال کیا کہ حضور کوئی خوشبو عطا فرمائیں مگر کوئی خوشبو موجود نہ تھی تو حضور نے شیشی طلب فرمائی تاکہ اس میں خوشبو ڈال دی جائے پھر آپ نے اپنے جسم اقدس سے پسینہ لے کر اس شیشی میں ڈال دیا اور فرمایا جا کر اسے اپنی بیٹی کے جسم پر مل دو جب اسے ملا گیا تو سارا مدینہ خوشبو سے مہک گیا اور اس گھر کا نام ہی ''بیت المطیبین'' خوشبو والا گھر رکھ دیا۔

1۔ ای دو دقیقہ دان عالم بے سایہ وسائبان عالم (ابوالفضل فیضی)

حضرت انس سے منقول ہے کہ جب کوئی صحابی بقصدِ حضوری آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا اور آپ کو کاشانۂ اقدس میں نہ پاتا تو وہ راستہ میں آپ کی اس خوشبو کو سونگھتے جو آپ کی گزرگاہ ہونے کے سبب راہ میں پھیلی ہوئی تھی مدینہ کے جس کوچہ میں وہ خوشبو محسوس کرتے چلتے جاتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ اس راہ سے گزرے ہیں۔

بوقت قضائے حاجت زمین کا شق ہو جانا

غریب روایت میں ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو زمین میں شگاف پڑ جاتا اور زمین آپ کا بول و براز اپنے اندر سمو لیتی اور اس جگہ خوشبو پھیل جاتی تھی اس براز کو کسی نے نہ دیکھا حافظ عبدالغنی نے اس کی تائید کی ہے۔

پیشاب مبارک

اب رہی پیشاب کی کیفیت تو اس کا کثرت صحابہ نے مشاہدہ کیا ہے اور صحابہ کرام اس سے شفا حاصل کرتے اور ایسے ہی خون مبارک بھی بطور شفا نوش کیا گیا۔

آپ کے فضلات طیب و طاہر ہیں

اسی لیے ہمارے آئمہ کرام نے کہا کہ آپ کے فضلات (خون، بول براز وغیرہا طیب و طاہر ہیں)

نیند مبارک

حضوا اکرم ﷺ پر خفیف نیند آتی تھی اور نیند کا غلبہ نہ ہوتا تھا کہ وہ غفلت قلب جو بکثرت اکل طعام سے ہوتا ہے دیگر انبیأ علیہم السلام پر بھی نیند کا غلبہ نہ ہوتا تھا کہ جس سے دل میں غفلت پیدا ہو آپ کی چشمانِ مبارک سوتیں اور قلب اطہر ہمیشہ بیدار رہتا اسی لیے تو نیند سے آپ کا وضو نہ ٹوٹتا جس کی وجہ سے آپ کا قلب اطہر دائمی بیدار مشاہدہ حق تعالیٰ میں محو رہتا اسی لیے آپ کو بیدار نہ کیا جاتا کہ شائد اس حالت میں وحی کا نزول ہو رہا ہو۔

یہ اس حدیث کے منافی نہیں جس میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے رات گئے تک سفر جاری رکھا آخر شب میں آرام کیا تو نماز ادا کرنے سے قبل سورج طلوع ہو گیا کیونکہ سورج کے طلوع ہونے کا احساس وغیرہ ظاہری چشم کے ساتھ ہے ہوسکتا ہے کہ دل مشاہدہ حق میں مستغرق اور چشمانِ مبارک محوِ خواب جس کی وجہ سے وقت معلوم نہ ہوسکا تاکہ احکامِ شریعت کی تشریع ہوسکے نماز میں سہو کا واقع ہونا بھی اسی پر محمول ہے۔

بعض نے تاویل کی کہ خواب ایسا تھا اس میں دل بھی غافل ہو گیا لیکن یہ تاویل سر درد ہے کہ

غفلتِ قلب کا ثبوت نہیں ملتا یونہی لاینام کی بلا دلیل ظاہر سے عدول کر کے تاویل مردود ہے۔

یہاں محاسن ذات کا ذکر ختم ہوا اب ہم محاسن اخلاق وصفات کا ذکر کرتے ہیں۔

خلقِ عظیم

حضور اکرم ﷺ کے اتنے اعلیٰ، اشرف، اور پاکیزہ اخلاق تھے کہ کوئی آپ کا ہمسر نہیں ہو سکتا آپ کے کمالات وصفات جلال و جمال کا احاطہ اور حیطۂ تحریر میں نہیں لائے جا سکتے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ۔(۱)

"اور بیشک تمہاری خو بُو بڑی شان کی ہے"۔

خلق کی صفت عظیم کے ساتھ بیان کی اور علیٰ جو استعلاءً کے لیے آتا ہے جس سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ آپ اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں جہاں دوسرے کی رسائی تک نہیں ہے اور کریم کے ساتھ وصف بیان نہیں کی کیونکہ اس سے مراد سخاوت و ایثار ہے اور اس کا انحصار نہیں جس طرح مومنین پر رحمت کی انتہا اور کفار پر غلظت کی انتہا لہٰذا انعام و انتقام مساوی ہوئے لہٰذا اکرم کی ہمت اللہ کے سوا کسی کو نہیں بایں وجہ عظیم صفت ذکر کی جس کا تعلق قلب سے ہے۔

مروی ہے:

بَعَثَنِیۡ بِتَمَامِ مَکَارِمِ الۡاَخۡلَاقِ وَکَمَالِ مَحَاسِنِ الۡاَفۡعَالِ

"اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارم اخلاق کی تمام اور محاسنِ افعال کی تکمیل کے لیے بھیجا ہے"۔

اور موطا کی روایت میں ہے:

بُعِثۡتُ لِاُ تَمِّمَ مَکَارِمَ الۡاَخۡلَاقِ

"میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا ہوں"۔

چنانچہ آپ ہر عمدہ خلق کے جامع ہیں اس لیے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔

کَانَ خُلُقُهُ الۡقُرۡآنَ۔ آپ کا خلق قرآن تھا۔

شیخ شہاب الدین عوارف المعارف میں اِس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ آپ صفاتِ الٰہیہ سے متخلق تھے بحالتِ جلال اور لطیف مقال کی حیا فرماتے ہوئے قرآن کہہ دیا اس میں کمال ادب ہے بعض عارفین نے کہا آپ کا خلق اعظم اس لیے ہے کیونکہ آپ نے جمیع مخلوق کی طرف مبعوث ہونا تھا۔

ام المومنین کے کلام سے معلوم ہوا کہ جو کچھ قرآن کریم میں اخلاق وصفات محمودہ مذکور ہیں آپ ان سب سے متصف تھے جس طرح قرآن کریم کے معانی لامتناہی ہیں اور جزئیات کا انحصار نہیں ہوسکتا نبی اکرم ﷺ کے اخلاقِ کریمہ سب کے سب فطری جبلی اور پیدائشی ہیں نہ کہ ملکی اور اعمال سے حاصل کردہ ہیں بلکہ اول خلقت اور اصل فطرت میں بغیر اکتساب وریاضت کی محنت اٹھائے سے حاصل ہیں اور سب وجود الٰہی کے اجتباً اور اس کے لامتناہی فضل کے فیض سے ہیں۔

کمال خلق کمال عقل سے مسترشح ہوتا ہے کہ فضائل کو حاصل کرتی ہے اور نقائص سے اجتناب کرتی ہے عقل روح کی لسان ترجمان ہے لہٰذا آپ جوہر انسان اور جوہر بصیرت ہیں مشہور حدیث:

اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ۔ موضوع ہے ہمارے نبی اکرم ﷺ کا عقل کمال کی انتہا پر فائز ہونا جہاں کسی کے عقل کی رسائی نہیں۔

آپ کا بے مثل عقلِ مبارک

اسی لیے ابونعیم اور ابن عساکر وہب سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اکانویں کتب کا مطالعہ کیا ہے جن میں درج ہے ابتدائے آفرینش سے تا اختتام دنیا تمام لوگوں کے عقول کو جمع کیا جائے تو آپ کے عقل مبارک کے سامنے ایسا ہے گویا کہ ریگستان کے مقابلے میں ریت کا ایک ذرہ ہو۔

چنانچہ اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ عرب کے وحشی درندوں جیسے لوگ جو ایک دوسرے کے قتل کے درپے اور باہمی منافرت رکھتے تھے اور سابقہ امم کے حالات سے نابلد تھے کو کمال عقل عطا کر کے دنیا کا راہنما بنا دیا۔

ابن حجر کے جواہرات میں سے امام بوصیری کے اس شعر کے تشریح:

كُلُّ فَضْلٍ فِي الْعَالَمِيْنَ فَمِنْ فَضْلِ النَّبِيِّ اِسْتَعَارَهُ الْفُضَلَاءُ

ہر فضل جو کائنات میں موجود ہے وہ فضیلت والوں نے نبی کریم ﷺ کے فضل سے مستعار لیا ہے۔

شرافت وبزرگی میں تمام انسان آپ کے گداگر ہیں

تمام کمالات ومحامد، اوصاف حمیدہ آپ اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتے ہیں اور آپ کے توسط سے جملہ انسانوں کو ملتے ہیں پس جس کامل کو بھی کوئی کمال حاصل ہوا تو وہ آپ کے کمال کا حصہ ہے تمام آیات ومعجزاتِ انبیاء آپ کے نور سے مستفاد ہیں۔

آپ فضل وکمالات کے آفتاب اور انبیاً علیہم السلام ستارے ہیں جس طرح ستاروں کا ذاتی نور

نہیں ہوتا بلکہ ان کی روشنی آفتاب سے مستنیز ہوتی ہے جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو ستاروں کی روشنی مدہم اور غائب ہو جاتی ہے ایسے ہی حضرات انبیاءؑ کرام آپ کی بعثت سے قبل اپنے انوار و تجلیات سے دنیا کو روشن کر رہے تھے وہ انوار و تجلیات آپ کے نور سے مستفیض تھے۔

چنانچہ خلافتِ آدم علیہ السلام کا ظہور اور ان کا کل اسماءؑ کے علم کا احاطہ کرنا حضور اکرم ﷺ کے جوامع الکلم سے مستفاد ہے یونہی ہر نبی کا کمال و معجزہ آپ کے کمالات سے مستفاد ہے یہاں تک کہ تمام مخلوق کا وجود آپ کے وجود سے مستعار ہے جب آفتاب کمالات وصفات محمودہ کا طلوع اور تاباں ہوا تو اس کے نور میں تمام انوار گم ہو گئے۔ لہٰذا جو کمال بھی کسی نبی و رسل کو عطا ہوا وہ ان سے بڑھ کر آپ کو عطا ہوا جیسا کہ اصحابِ سیر نے اس کی تصریح کی ہے۔

اگر جناب آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں تو آپ ابوالانبیاء ہیں

ان کمالات میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جناب آدم علیہ السلام کو اپنے دستِ قدرت سے سے تخلیق فرمایا اور ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کا شقِ صدر اور نور و حکمت سے پر کرنا عطا فرمایا اگر جناب صفی اللہ علیہ السلام سے بشریت و جسمیت کی ابتدا ہوئی تو سرور کائنات ﷺ سے نبوت و رسالت کی ابتدا ہوئی چنانچہ آدم علیہ السلام کو مسجود ملائکہ بنایا کہ آپ کی جبین مبارک میں نور مصطفیٰ ﷺ جلوہ گر تھا جیسا کہ امام فخر الدین رازی نے تصریح کی ہے۔

جامع کمالات انبیاء

اور حضرت ادریس علیہ السلام کو مکانِ علیا سے نوازا تو رسول اکرم ﷺ کو شب معراج ان سے بھی مقامِ علیا عطا کیا جناب نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کو طوفان سے نجات دی تو امتِ محمدیہ کو عذابِ عام سے محفوظ رکھا۔

نیز تفسیرِ کبیر میں رازی نے روایت نقل کی ہے کہ سفینہ نوح کے عوض اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو یہ اعجاز عطا فرمایا کہ آپ کے پکارنے سے پتھر پانی پر تیرتے ہوئے آپ کے حضور حاضر ہوا اور آپ کی نبوت و رسالت کی شہادت دی۔

کلیم و حبیب میں فرق

جناب خلیل علیہ السلام کے لیے نار نمرود گلزار کی تو آپ پر نار حرب و قتال کو ٹھنڈا کیا جس کی شہادت قرآن کریم دیتا ہے:

كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ (مائدہ:64)

جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو بجھا دیتا ہے۔

نسائی میں ہے کہ ایک بچہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا جو آگ میں جھلس گیا تھا تو آپ نے دستِ اقدس پھیرا تو وہ تندرست وشفایاب ہو گیا۔

○ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقامِ خلت سے شرف یاب کیا تو ہمارے نبی پاک ﷺ کو مقامِ محبت ومودت اور شانِ محبوبی سے مشرف کیا جو اس سے بھی ارفع و اعلیٰ ہے اسی سبب سے جب ابراہیم علیہ السلام نے شفاعت عظمیٰ کا سوال کیا تو پردۂ غیب سے انہیں اس سوال سے باز رکھا۔

○ خلیل اللہ علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی تو حضور اقدس ﷺ نے حجر اسود کو اپنے مقام پر نصب کیا جب قریش کو اس کے بارے سخت نزاع تھا۔

○ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ اعجاز عطا کیا کہ ان کا عصا اژدھا بن گیا تو ہمارے نبی اکرم کے ہجر میں استن گریہ ونالہ کناں ہوا جو اس سے بھی عجیب تر ہے۔

○ امام رازی وغیرہ نے ذکر کیا کہ ایک مرتبہ جب ابوجہل نے آپ پر پتھر پھینکنے کا ارادہ کیا تو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان سے دو سانپ نمودار ہوئے تو وہ مرعوب ہو کر واپس مڑ گیا۔

○ جناب کلیم اللہ علیہ السلام کو ید بیضا عطا کیا جس سے آنکھ کی روشنی چنگھلا گئی تو رسول پاک ﷺ نے ایک رات عباد بن بشر اور اسید بن حضیر کے لیے ایک چھڑی پر ہاتھ پھیرا تو روشن ہو گئی اس کی روشنی میں وہ گھر جا رہے تھے جب ان کے راستے جدا ہوئے تو دوسرے نے اپنے عصا کو اس سے مس کیا تو وہ بھی روشن ہو گیا اس کو حاکم نے صحیح کہا۔

امام بخاری نے اپنی تاریخ، بیہقی اور ابونعیم نے حمزہ اسلمی سے روایت کیا ہے کہ ہم ایک تاریک رات میں حضور اقدس کی معیت میں سفر کر رہے تھے کہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تھے تو آپ نے میری انگلیوں کو پکڑا تو وہ روشن ہو گئیں میں نے ہاتھ اوپر اٹھایا سب لوگ اس روشنی پر جمع ہو گئے۔

○ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کو فلق بحر (دریا میں راستہ بنانا) دیا تو آپ کو شق قمر دیا۔ جو اس سے بھی اعلیٰ ہے کیونکہ اس میں تسخیر علویات ہے مزید برآں زمین وآسمان کے مابین ایک سمندر جس کو مکفوف کہتے ہیں اس زمینی سمندر کی نسبت اس کے مقابلے میں ایک قطرہ ہے جن کا انفلاق شب معراج ہوا۔

نیز آپ کے انگشتہائے دستِ مبارک سے پانی جاری ہونا پتھر سے پانی نکلنے سے عجیب تر ہے کیونکہ پتھر زمین کی جنس ہے جس سے پانی نکلتا رہتا ہے۔

○ موسیٰ علیہ السلام کو ہمکلامی سے مشرف کیا تو آپ کو مقام قاب قوسین پر بلا کر ہمکلامی اور چشم

ظاہری سے دیدار عطا کیا۔ کلیم اللہ کو جبل طور پر ندا آئی تو آپ کو مافوق العرش پر ندا آئی۔

○ حضرت ہارون علیہ السلام کو فصاحت دی تو رسول اکرم کو اس سے بڑھ کر فصاحت و بلاغت عطا کی ان کی زبان عبرانی تھی اس سے عربی زبان زیادہ فصیح ہے اس لیے ان کی فصاحت معجزہ نہ تھی جب کہ ہمارے نبی پاک ﷺ کی فصاحت معجزہ بلکہ اعجز تھی یہ سب کے نزدیک مسلمہ ہے اس وجہ سے بھی آپ کا کلام معجزہ ہے کہ یہ مغیبات پر مشتمل ہے جو صرف رسول اکرم ﷺ کو عطا ہوا۔ اس بنا پر بعض صحابہ نے عرض کیا ہم نے آپ سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا تو آپ نے فرمایا کیوں نہ ہوتا جب کہ عربی زبان میں فصیح و بلیغ قرآن حکیم میری زبان میں نازل ہوا ہے۔

○ سیدنا یوسف علیہ السلام کو حسن کا ایک حصہ و جزء عطا ہوا اور آپ کو کل حسن عطا کیا گیا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے ان کو تاویل رویا کا کمال ملا تو آپ کو بھی تعبیر رویاً میں کمال عطا کیا گیا جیسا کہ قرآن حکیم سورت یوسف میں ہے حضرت یوسف علیہ السلام کی تین اشخاص تعبیر رویاً اور حضور اقدس ﷺ کو بے شمار اشخاص کی تعبیر رویاً بیان کی جس طرح تعبیر بیان کی اسی طرح وقوع ہوا۔

داؤد علیہ السلام اور آپ کے معجزات میں تقابل

حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا موم ہو جاتا ہے تو آپ کے دستِ حق میں خشک لکڑی سرسبز و شاداب ہو جاتی اور امِ معبد کی بکری کے خشک تھنوں میں آپ کے دستِ رحمت کی برکت سے دودھ اتر آیا اور نہ ہی اس نے کوئی بچہ جنا تھا۔

کمالات سلیمان علیہ السلام اور آپ میں تقابل

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی زبان کی پہچان عطا فرمائی تو آقا علیہ السلام سے پتھر نے کلمہ پڑھا۔ آپ کی مٹھی میں کنکروں نے تسبیح پڑھی زہر آلود طعام نے کلام کی۔ ہرن اور اونٹ نے شکایت کی۔

سلیمان علیہ السلام ہوا پر صبح و شام ایک ماہ کا سفر طے کرتے تو آپ براق پر جو ہوا سے بھی تیز تر ہے سوار ہو کر ایک لحظہ میں فرش سے عرش پر پہنچے جس کی مسافت کم از کم سات ہزار برس ہے اور اس سے مستوی اور رفرف تک جس کی مسافت بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا آپ تشریف لے گئے۔

ہوا سلیمان علیہ السلام کو اطراف زمین پر لے جاتی اور حضور اقدس ﷺ کے لیے زمین سمیٹ دی گئی تو آپ نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھا زمین کے اطراف کے دیکھنے اور زمین آپ کے لیے سمٹنے میں کتنا فرق ہے۔

جناب سلیمان علیہ السلام کو تسخیر جنات عطا ہوئی تو آپ نے وہ جن جو نماز میں مخل ہونا چاہتا تھا کو پکڑ کر مسجد کے ستون کے ساتھ باندھنے کا ارادہ کیا اور جنات کی طرف مبعوث ہوئے اور جنات آپ پر ایمان لائے جب کہ سلیمان علیہ السلام کے لیے صرف عمل کی تسخیر تھی۔

سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں پرندے آپ کے مسخر تھے تو آپ کے لیے غارِ ثور کے دھانے پر کبوتر نے انڈے دیئے اور عنکبوت نے جال بُنا۔ یہ معجزہ اس سے عجیب تر ہے کہ قلیل شئی کے ساتھ کثیر دشمن سے آپ کو محفوظ رکھا۔

کمالات عیسیٰ اور محمد رسول اللہ علیہما السلام میں فرق

عیسیٰ علیہ السلام نے پیدائشی اندھوں، برص والوں کو شفادی اور مُردوں کو زندہ کیا تو ہمارے رسولِ معظم ﷺ نے آنکھ سے باہر نکلے ہوئے ڈھیلے کو اصل مقام پر رکھ کر بصارت عنایت کی۔

امام فخر الدین رازی نے روایت کیا کہ آپ نے برص والوں کو شفادی۔

بیہقی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں اس شرط پر ایمان لاتا ہوں کہ آپ میری مردہ بیٹی کو زندہ کر دیجیے تو آپ اس کی قبر پر تشریف لا کر مخاطب کیا تو اس نے جواب دیا۔ کنکروں کا کلمہ پڑھنا اور استن حنانہ مُردوں کے کلام کرنے سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ وہ کلام کرنے والوں کی جنس سے ہیں۔

حاصل کلام۔ الغرض جتنے کمالات و معجزات و محامد جملہ انبیاءً کرام علیہم السلام کو ملے وہ سب آپ کی ذات میں مجتمع ہیں اس کے علاوہ بھی لامحدود کمالات وصفات محمودہ عطا کئے جو حیطۂ تحریر میں نہیں آسکتے۔

خلقت رسول اللہ ﷺ

امام ابن حجر کے وہ جوہرات جو امام ترمذی کے شمائل میں باب ان احادیث میں جو رسول پاک ﷺ کی خلقت کے متعلق آئی ہیں کی شرح میں بیان کیے ہیں آدمی کا ایمان اس وقت مکمل ہوتا ہے جب یہ اعتقاد رکھے کہ جتنے بھی محاسن ظاہرہ انسان میں جمع ہو سکتے ہیں وہ باحسن و جوہ حضور اکرم ﷺ میں موجود ہیں جس کی وجہ یہ ہے محاسن ظاہرہ دلیل ہیں محاسن باطنہ اور اخلاق ذکیہ کی جب اخلاق ذکیہ و محاسن باطنہ میں آپ کا کوئی ہمسر نہیں تو ان کی دلیل یعنی محاسن ظاہرہ میں بھی آپ کا ہمسر نہیں۔

آپ کا حسن مستور ہے

قرطبی نے بعض کے حوالے سے نقل کیا کہ آپ کا حسن مکمل ظاہر نہیں ہوا اور نہ کسی کو دیکھنے کی طاقت ہوئی آپ کی تخلیق پر کلام کا تقاضا ہے پہلے آپ کی ابتدائے وجود کے متعلق گفتگو کی جائے اگر چہ

اس کے متعلق مصنف نے کچھ بیان نہیں کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل تقدیر کو پیدا کیا اس وقت عرش الٰہی پانی پر تھا جو ام الکتاب میں لکھا گیا ان میں سے ایک یہ ہے حدیث صحیح میں ہے:

اِنَّ مُحَمَّدًا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ اِنِّی عِنْدَاللّٰہِ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ لَخَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَاِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ۔

"بیشک رسول پاک ﷺ خاتم الانبیاءؑ ہیں تحقیق میں اللہ تعالیٰ کے حضور ام الکتاب میں خاتم النبیین تھا جب کہ آدم علیہ السلام مٹی میں تھے"۔

یعنی روح ڈالے جانے سے قبل آپ کا جسم گرمی وتپش میں رکھا ہوا تھا صحیح حدیث میں ہے کہ:

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَتٰی کُنْتَ نَبِیًا فَقَالَ وَآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ

"یارسول اللہ ﷺ آپ کب سے نبی ہیں، فرمایا جب ابھی آدم علیہ السلام روح وجسم کے مابین تھے۔"

ایک روایت میں مِتٰی کَتَبَتْ کتابت سے ہے آپ کب سے نبی مقرر ہوئے یہ حدیث کی کُنْتُ نَبِیًّا وَ آدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ میں نبی تھا جبکہ آدم آب وگل میں تھے۔۔

بعض حفاظ ان الفاظ سے کسی حدیث پر مطلع نہ ہوئے اور مصنف کی روایت حسن ہے۔

مَتٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّۃُ قَالَ وَآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔

یارسول اللہ آپ کو نبوت کب ملی تو فرمایا ابھی آدم علیہ السلام روح وجسم میں تھے۔

وجوب وکتابت نبوت کا مطلب

نبوت کے وجوب اور کتابت کا مطلب اس کا خارج میں ظہور ہے جیسے کَتَبَ اللّٰہُ لَأَغْلِبَنَّ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ میں ظہور اور تقرر مراد ہے یہاں حدیث میں مراد ہوگا کہ آپ کا ملائکہ پر ظہور اور عالم ارواح میں آپ کی روح کا ظہور تا کہ جملہ انبیاء کرام علیہم السلام پر برتری شرف اور بزرگی کا اظہار ہو۔

اس اظہار تخلیق کے ساتھ مخصوص کرنے میں حکمت یہ ہے کہ تخلیق آدم ارواح کا عالم اجساد میں داخل ہونے کا وقت ہے۔ اس وقت امتیاز اتم واکمل ہوگا جب مبدأ ظہور بشریت پر شرف و بزرگی حاصل ہے تو دوسروں پر بطریق اکمل شرافت حاصل ہوگی۔

امام غزالی نے یہ حکمت بیان کی اس حدیث میں اپنے وجود سے قبل نبوت کے ساتھ اتصاف

فرماتا اور اسی طرح حدیث شریف کہ:

اَنَا اَوَّلُ الْاَنْبِیَاءِ خَلْقاً وَّآخِرُھُمْ بَعْثاً

میں تخلیق کے اعتبار سے پہلا اور بعثت کے لحاظ سے آخری نبی ہوں۔

تو یہاں تخلیق سے تقدیر مراد ہے اگرچہ بشریت کی ابتداً سے قبل لوگ موجود نہ تھے مگر کمالات و غایات تقدیر میں ضرور موجود تھے۔ جس بنا پر آپ نے یہ ارشاد فرمایا اس کی توضیح یوں کی جاسکتی ہے کہ ایک کاریگر مکان تعمیر کرنے سے بیشتر ان کا نقشہ ذہن میں تیار کرتا ہے پھر اس کے مطابق مکان تعمیر کرتا ہے۔ بلاتمثیل خالقِ کائنات نے پہلے تقدیر لکھی، پھر اس کے موافق مخلوق پیدا کی۔ یہ امام غزالی کے کلام کا ملخص ہے۔

امام سبکی نے اس کی احسن وابین توجیح کی کہ اجساد سے بیشتر ارواح کو تخلیق کیا تو آپ نے اس فرمان سے اپنی روح شریفہ یا اپنی حقیقت کی طرف اشارہ کیا جن کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے یا جن کو اس نے ان پر مطلع کیا پھر حق تعالیٰ نے ہر حقیقت کو جو چاہا اور جس وقت ارادہ عطا کیا تو حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا التسلیم کو بوقت تخلیق آدم وصفِ رسالت وختم ونبوت سے متصف کیا یعنی حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا التسلیم کی تخلیق کے ساتھ ہی وصف نبوت ورسالت کو موصوف کردیا تو تخلیق آدم سے پہلے ہی آپ نبی تھے۔ اور ان کی تخلیق سے بیشتر ہی عرش پر آپ کا اسم گرامی لکھا تاکہ فرشتوں پر آپ کی بزرگی وعظمت ظاہر ہوجائے تو حقیقت محمدیہ اس وقت موجود تھی اگرچہ وجود عنصری متاخر ہے تو آپ کے تمام کمالات واوصاف محمودہ، حکمت نبوت ورسالت پہلے ہی سے آپ میں موجود تھے اور ان کا اظہار بعد میں ہوا۔

چنانچہ یہی حقیقت ہی اصلاب مقدسہ سے ارحام طاہرہ میں منتقل ہوتی رہی تا آنکہ سیدہ آمنہ سے ظہور قدسی ہوا۔

ایک غلط تفسیر

بعض علماء نے غلط تفسیر کی کہ یہ علمِ الٰہی میں نبی تھا علم الٰہی میں نبی ہونے کی حضور اقدس ﷺ کے ساتھ تخصیص نہیں بلکہ جملہ انبیاً علیہم السلام اپنی تخلیق سے قبل علمِ الٰہی میں نبی تھے۔

ابن سعد نے شعبی سے نقل کیا:

مَتٰی اِسْتَنْبَئْتَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ وَآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ حِیْنَ اَخَذَ مِنِّیْ الْمِیْثَاقَ۔

یارسول اللہ ﷺ آپ کب نبی بنے تو فرمایا جب آدم علیہ السلام روح اور جسد کے مابین تھے

جب مجھ سے عہد لیا۔

یہ اس پر دال ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی صلب سے نکال کر دیوار پر مٹی کی صورت میں دکھائی گئی تو اس وقت آپ کو نبوت عطا کی گئی اور آپ سے میثاق لیا گیا۔ پھر صلب میں واپس لوٹے اپنے وقت پر ظہور ہوا لہٰذا آپ خلقت کے اعتبار سے اول انبیاءؑ ہیں آدم علیہ السلام کو بنایا تو پہلے ان کے جسد میں روح نہ تھی بعد میں القا کی گئی حالانکہ نبی اکرم ﷺ اس وقت بھی زندہ تھے اور نبی تھے اور آپ سے میثاق لیا گیا۔

یہ اس روایت کے منافی نہیں جس میں کہ آدم علیہ السلام کے جسد میں روح ڈالنے کے بعد ان کی صلب سے ان کی ذریت نکالی گئی کہ یہ استخراج اول صرف آپ کے ساتھ مخصوص ہو دوسری ذریت کا استخراج بعد میں ہوا۔

تفسیر ابن کثیر میں حضرت علی اور ابن عباس اس آیت:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ (آل عمران: 81)

''اور اس وقت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ سے عہد لیا''۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ عہد لیا کہ اگر ان کی زندگی اور زمانہ نبوت و رسالت میں رسول اکرم ﷺ ظہور پذیر ہوں تو ان پر ایمان لا کر ان کی مدد کرنا اور ہر نبی نے اپنی اپنی امت سے عہد لیا۔

تاج الدین سبکی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر بالفرض ان کی زندگی میں آپ تشریف لائیں تو ان کی طرف مرسل ہیں جس سے معلوم ہوا کہ آپ کی نبوت و رسالت تمام مخلوق کو آدم علیہ السلام تا قیامت کے لیے عام ہے انبیاءؑ و رسل اور دیگر تمام مخلوق آپ کی امت ہیں جس کا اظہار شب معراج نماز پڑھنے اور بروز حشر آپ کے جھنڈے تلے جمع ہونے سے ہو رہا ہے اور اسی کی طرف ان احادیث میں اشارہ ہے کہ میں تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہوا ہوں اس سے كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ کا مطلب بھی ظاہر ہو گیا۔

امام عبد الرزاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ نُوْرَ مُحَمَّدٍ قَبْلَ الْاَشْيَاءِ مِنْ نُوْرِهٖ فَجَعَلَ ذَالِكَ النُّوْرُ يَدُوْرُ بِالْقُدْرَةِ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ فِيْ ذَالِكَ الْوَقْتِ لَوْحٌ وَلَا قَلَمٌ (الحدیث بطولہ)

"تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے بیشتر نور محمد کو اپنے نور سے پیدا کیا پس وہ نور اس کی قدرت سے جہاں اللہ نے چاہا گھومتا رہا اور اس وقت لوح و قلم کچھ نہ تھا"۔

اس میں اختلاف تھا کہ نور محمدی کے بعد کس چیز کو پیدا کیا کچھ علما نے کہا عرش، چونکہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی پیدائش سے پچاس ہزار برس بیشتر مخلوق کی تقادیر کو پیدا کیا اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا دوسرا قول ہے کہ پہلے قلم کو پیدا کیا جیسا کہ حدیث میں ہے:

اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ قَالَ لَهٗ اُكْتُبْ قَالَ رَبِّ مَا اَكْتُبُ قَالَ اُكْتُبْ مَقَادِيْرَ كُلِّ شَيْءٍ

"سب سے قبل اللہ تعالیٰ نے قلم کی تخلیق کی قلم سے کہا لکھ اس نے کہا کہ میرے رب کیا لکھوں تو فرمایا ہر شی کی تقدیر لکھ"۔

لیکن مرفوع حدیث میں ہے کہ پانی کو عرش سے پہلے بنایا۔ ان روایات میں باہمی مطابقت کہ حقیقتاً سب سے پہلے نور محمدی کی تخلیق ہوئی۔

پھر پانی پر عرش پھر قلم یہ سب اشیا قلم کی تخلیق سے قبل موجود تھیں تو ایک روایت کے مطابق فرمایا مَاکَانَ جو کچھ ہو چکا ہے پانی، عرش، قلم میں اولیۃ اضافیہ یعنی بعد کی اشیا کی نسبت سے اول کہا گیا۔

مروی ہے کہ جب سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی نور محمدی ان کی صلب میں رکھا جس سے ان کی جبین مبارک تاباں و درخشاں ہوگئی بوقت وصال اپنے فرزند جلیل اور وصی کو اس نور کی حفاظت کی وصیت کی اور جناب شیث علیہ السلام نے اپنے باپ کی وصیت کے مطابق اپنے فرزند کو اس نور محمدی اصلاب وارحام طاہرات میں رکھنے اور منتقل کرنے کی وصیت کی چنانچہ یہ وصیت بالترتیب سلسلہ وار حضرت سیدنا عبداللہ تک پہنچی اور نور پاک سفاح جاہلیت سے محفوظ رہا جیسا کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے بالتفصیل اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

پھر جناب عبدالمطلب نے اپنے لخت جگر سیدنا عبداللہ کا سیدہ آمنہ جو کہ تمام مستورات قریش سے افضل تھیں عقد کیا ان کی شب باشی سے وہ نور مقدس صدف رحم سیدہ میں منتقل ہوا استقرار حمل و وقت ولادت خوارق عادت کا ظہور ہوا جن سے آپ کی نبوت و رسالت کی شہادت ملتی ہے۔

اگر لوگ جو استقرار حمل، ولادت اور رضاعت سے متعلق روایات ذکر کرتے ہیں ان میں زیادہ تر ضعیف اور موضوع ہے اور صحیح روایات قلیل ہیں جیسا کہ حدیث صحیح ہے کہ رسول پاک ﷺ کی والدہ ماجدہ نے بوقت ولادت ایک نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے اور یہ سیدہ آمنہ کی

خصوصیت ہے کیونکہ زمین پر تمام عورتوں سے افضل تھیں ایسے ہی یہ بھی حدیث صحیح ہے کہ آپ کی جائے ولادت حرمین کے بعد افضل ترین جگہ ہے اور یہ پہلا مقام ہے جہاں آپ کا ملک کا ظہور ہوا۔

یہ روایت کہ آپ کا مختون (ختنہ شدہ) پیدا ہونا کہ بیشک ضیا مختارہ اور اشرف میں ہے کو صحیح کہا اور حاکم نے کہا اس پر متواتر احادیث ہیں لیکن ذہبی نے اس پر تعاقب کیا کہا متواتر کے کہا میں تو اس کی صحت کو ہی نہیں جانتا زین عراقی کے اقرار سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ مختون والی احادیث ضعیفہ ہیں۔

سنِ ولادت

رسول پاک ﷺ کے سن ولادت میں اختلاف ہے اکثر نے عام الفیل بتایا اور بعض نے کہا کہ اس پر اتفاق ہے۔ اور مشہور ہے کہ واقعہ فیل کے پچاس دن بعد آپ کی ولادت ہوئی بعض نے چالیس اور بعض نے بیس برس بعد بتائی ہے۔

ماہِ ولادت

جمہو علما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں ہوئی دو تاریخ تھی بعض نے آٹھ کہا کثیر نے اس کو اختیار کیا ہے اکثر محدثین کا بھی یہی قول ہے بعض نے دس اور بارہ جو کہ مشہور ترین ہے اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔

آپ ماہ ربیع الاول اور پیر کے دن کیوں تشریف لائے

خالقِ کائنات جل مجدہٗ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو رمضان، محرم کے بجائے ربیع الاول میں جمعہ کی جگہ پیر کے دن پیدا کر کے یہ بتا دیا کہ زماں و مکان خوبیاں و بزرگیاں آپ سے وابستہ ہیں نہ یہ کہ کسی جگہ یا کسی وقت کی خوبی سے آپ کو عظمت ملی بلکہ جس وقت اور جس مکان میں تشریف لائے وہ سب زمان سے بڑھ کر بابرکت ہو گیا۔

اصح بلکہ صواب یہ ہے کہ پیر کے دن جلوہ افروز ہوئے چنانچہ مسلم کی حدیث ہے کہ رسول پاک ﷺ دوشنبہ کو پیدا ہوئے یہ حدیث اس پر تصریح ہے کہ دن کو ہی دنیا میں تشریف لائے یعنی فجر کے بعد جیسا کہ ضعیف حدیث میں مذکور ہے۔ اسی لیے علامہ بدر زرکشی نے کہا صحیح یہ ہے کہ آپ دوشنبہ کو پیدا ہوئے۔ ابن دحیہ کا یہ کہنا کہ آپ کی ولادت کے وقت ستاروں کا گرنا والی احادیث ضعیف ہیں درست نہیں کیونکہ سقوط نجوم خارق عادت ہے تو جس طرح ستارے خرق عادت رات کو گر سکتے ہیں اسی طرح دن کو بھی خرق عادت گر سکتے ہیں تو اس روز شب میں کوئی فرق نہیں۔

مدت استقرار حمل

رسول کریم ﷺ کے استقرار حمل کی مدت نو ماہ یا دس یا آٹھ یا سات یا چھ ماہ مختلف اقوال کے مطابق ہے آپ کی ولادت صحیح بلکہ صواب یہ ہے کہ مکہ شہر میں ہوئی اور مشہور تر بھی یہی قول ہے عسفان روم اور شعب کے بھی قول ہیں اور حضرت حلیمہ سعدیہ نے آپ کو دودھ پلایا۔

آپ کے والد ماجد کا انتقال

مشہور ہے کہ آپ کی ولادت سے بیشتر ہی آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا اور مدینہ منورہ میں اپنے ننھیال بنی نجار میں مدفون ہوئے بعض نے کہا کہ ان کا انتقال آپ کی شیر خوارگی کی حالت میں ہوا۔

والدۂ ماجدہ کا مدفن

آپ کی والدہ محترمہ کا انتقال بھی مدینہ منورہ کے قرب و جوار میں ہوا اور مقام ابواء میں مدفون ہوئیں بعض نے حجون لکھا ہے اس پر ان کے احیا والی حدیث دلالت کرتی ہے اگرچہ ضعیف ہے لیکن موضوع نہیں جیسا کہ بعض کا خیال ہے جب کہ بعض متاخرین حفاظ حدیث نے اسے صحیح قرار دیا۔

والدہ محترمہ کے وصال کے وقت آپ کی عمر شریف

جب رسول اللہ ﷺ کی مادرِ محترمہ کا انتقال ہوا اس وقت آپ کی عمر چار برس پانچ، چھ، سات، نو، بارہ ماہ یا دس دن تھی مختلف اقوال ہیں۔

آپ کی کفالت

حضرت عبد المطلب نے آٹھ، نو، دس یا چھ سال تک کفالت و پرورش کی پھر ان کا انتقال ہو گیا آپ کے شفیق عم محترم جناب ابو طالب نے پرورش کا ذمہ لیا آپ بارہ برس کے تھے جب آپ نے باصرار خود اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ بغرض تجارت شام کا سفر کیا بصریٰ میں بحیرا راہب سے ملاقات ہوئی تو اس نے آپ کے دست اقدس کو پکڑ کر کہا:

هَذَا سَيِّدُ الْعَالَمِينَ هَذَا يَبْعَثُهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

''یہ سید العالمین ہیں ان کو اللہ تعالیٰ رحمت اللعالمین بنا کر مبعوث فرمائے گا''۔

یہ اس نے اس طرح استدلال کیا کہ جب قافلہ بلند مقام پر چڑھا تو:

لَمْ يَبْقَ شَجَرٌ وَلَا حَجَرٌ اِلَّا خَرَّ سَاجِداً وَلَا تَسْجُدُ اِلَّا لِلنَّبِيِّ

''جس درخت اور پتھر سے گزرتے وہ آپ کو سجدہ کرتا شجر و حجر صرف نبی ہی کو سجدہ کرتے ہیں''۔

اور آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر ختم نبوت دیکھ کر ابو طالب سے کہنے لگا ان کو واپس لے

جایئے مجھے خطرہ ہے کہ یہود اسے کوئی گزند پہنچائیں اسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ایک اور روایت میں ہے کہ ابر آپ پر سایہ کرتا جاتا تھا۔

سیدہ خدیجہ کے مال سے تجارت

حضور اکرم ﷺ جب پچیس برس کے ہوئے تو آپ کی دیانت وامانت داری کو دیکھ کر حضرت خدیجہ جو کہ مکہ کی مالدار خاتون تھیں نے اپنے غلام میسرہ کے ساتھ مال دے کر شام روانہ کیا اس بار تجارت میں بہت زیادہ نفع ہوا واپس آ کر حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ نے آپ کی دیانت داری کی بہت توصیف کی تو تین ماہ بعد حضرت خدیجہ نے آپ کو پیغام نکاح دیا اور اس طرح چالیس برس کی خاتون حضرت خدیجہ سے آپ کی شادی ہوئی۔

تعمیر کعبہ کا واقعہ

آپ کی عمر پینتیس برس کی ہوگی جب سیلاب کی وجہ سے کعبہ کی دیواروں میں دراڑیں پڑ گئیں تو کعبہ شریف شہید کر کے قریش نے تعمیر کیا جب حجر اسود لگانے کا وقت آیا تو قریش میں شدید اختلاف ہوگیا ہر قبیلے کا سردار کہتا تھا کہ میں اسے اپنے ہاتھوں سے نصب کروں گا قریب تھا قتل وغارت کا بازار گرم ہو جاتا تو آپ کے انتہائی دانش مندانہ فیصلے سے سب خوش ہو گئے ہر قبیلے کے سردار سے مل کر حجر اسود کو نصب کیا۔

بعثت

جب رسالت مآب ﷺ کی عمر شریف چالیس برس ہوئی چالیس دن یا دو ماہ سے زائد ہوئی تو بروز دوشنبہ ماہ رمضان المبارک میں آپ کو ساری کائنات کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیا۔ بعض نے ربیع الاول کا مہینہ لکھا ہے بعثت کے بعد تیئیس برس مکہ اور دس برس مدینہ منورہ میں قیام فرمایا (ابن حجر کا کلام ختم ہوا) اس کلام میں کچھ حصہ ابن حجر کے شرح ہمزیہ میں مذکور ہو چکا ہے لیکن اتمام فائدہ کے لیے اختصار کے ساتھ اسی طرح دوبارہ نقل کیا ہے اسی طرح درج ذیل کلام بھی دوبارہ منقول ہو رہا ہے۔

شمائل ترمذی بَابُ مَاجَاءَ فِيْ تَعَطُّرِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ کی شرح میں ابن حجر کے جواہرات۔

آپ کے پسینہ مبارک اور جسم مقدس سے خوشبو

رسول اللہ ﷺ کی ذاتی خوشبو ایسی تھی کہ کسی قسم کی خوشبو استعمال کئے بغیر ہی دنیا کی کوئی خوشبو مقابلہ نہیں کرسکتی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ہر ایک خوشبو خواہ مشک ہو یا عنبر سونگھی ہے لیکن نبی اکرم ﷺ کی خوشبوئے اطہر سے زیادہ کوئی نہ تھی اس کو امام بخاری نے لفظ مِسْكَةٌ

وَلَا عَنْبَرَۃً (کستوری اور نہ عنبر) سے روایت کی۔ نیز امام احمد نے بھی روایت کیا مصنف نے باب الخلق میں یہ الفاظ منقول کیے ہیں۔

مِسْکًا وَلَا عِطْرًا کَانَ اَطْیَبَ مِنْ عَرْقِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ۔

''مشک اور عطر رسول اللہ کے پسینہ سے زیادہ خوشبو نہ سونگھی''۔

طبرانی نے روایت کیا ہے کہ عتبہ کی زوجیت میں چار عورتیں تھیں ان میں سے ہر ایک کوشش کرتی کہ خوب سے خوب تر خوشبو استعمال کرے لیکن کسی کی خوشبو عتبہ کی خوشبو تک نہ پہنچتی تھی جس کی وجہ یہ ہے کہ رسول پاک ﷺ کے زمانے میں ان کے جسم پر پت کے دانے نکل آئے تھے جن کی وجہ سارے جسم پر آگ کی چنگاریاں سی لگی رہتیں تو آپ نے ان کے پشت اور شکم پر دستِ رحمت پھیرا اس وقت سے یہ خوشبو پیدا ہو گئی تھی۔

طبرانی اور ابو یعلیٰ نے روایت کیا کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی اس کے شوہر کے ہاں بھیجنے کے لیے خوشبو کی جستجو کی تھی مگر نہ مل سکی تو حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض گزاشت کی لیکن خوشبو نہ تھی تو آپ نے ایک شیشی طلب فرمائی اور اپنے جسم اقدس سے پسینہ لے کر اس شیشی میں بھر دیا اور فرمایا جا کر اسے اپنی بیٹی کے جسم پر مل دو جب اسے ملا گیا تو سارا مدینہ اس کی خوشبو سے مہک گیا تھا اور اس گھر کا نام ''بیت المطیبین'' رکھ دیا۔

درامی، بیہقی اور ابو نعیم سے روایت ہے کہ اگر کوئی صحابی دارِ اقدس پر حاضر ہوتا اور آپ کو کاشانہء اقدس میں نہ پاتا تو وہ راہ میں آپ کی اس خوشبو کو سونگھتے جو آپ کی گزرگاہ ہونے کے سبب راہ میں پھیل جاتی تھی اور صحابہ اس خوشبو سے معلوم کر لیتے کہ حضور علیہ السلام اس راہ سے گزرے ہیں اور جس حجر سے آپ کا گزر ہوتا وہ آپ کو سجدہ کرتا۔

ابو یعلیٰ اور بزاز نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا کہ آپ کا جس راستہ سے بھی گزر ہوتا صحابہ کرام محسوس کر لیتے کہ آپ کا یہاں سے گزر ہوا ہے۔

مسلم شریف میں ہے کہ ایک روز رسول اکرم ﷺ ام انس (انس کی والدہ) کے گھر تشریف لائے اور دوپہر کے وقت قیلولہ فرمایا چونکہ حضور کو خواب میں بہت پسینہ آیا کرتا تھا تو حضرت انس کی والدہ نے شیشی لے کر آپ کا پسینہ مبارک اس میں جمع کرنا شروع کیا تو آنحضور ﷺ کی آنکھ کھل گئی فرمایا اے ام سلیم! کیا کر رہی ہو؟ عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ آپ کا پسینہ مبارک جمع کر رہی ہوں تاکہ بطور خوشبو اسے استعمال کروں کیونکہ یہ سب سے زیادہ خوشبودار ہے۔

اس کے بعد ابن حجر نے وہ احادیث ذکر کی ہیں جو آپ کے فضلات کی طہارت پر دلالت کرتی ہے اوران کے آخر میں ذکر کیا کہ اس سے ہمارے آئمہ شافعیہ وغیرہ کی جماعت نے طہارتِ فضلات پر استدلال کیا ہے اور یہی مختار مذہب ہے ان کی موافقت میں آئمہ متاخرین نے ادلہ کثیرہ ذکر کیے اور کہا کہ یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے اور بعض نے کہا کہ آپ کے شکم اطہر کو شق کر کے غسل دیا گیا تھا جس کی وجہ سے فضلات طاہر ہیں۔

ابن ہالہ کی حدیث کی تشریح میں ابن حجر کے جواہرات:

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَكَلَّمُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ كَلَامُهٗ فَصْلٌ وَلَا فُضُوْلَ وَلَا تَقْصِيْرَ۔

حضور اقدس ﷺ جوامع الکلم کے ساتھ گفتگو فرماتے آپ کا کلام جدا جدا اور منفصل ہوتا نہ الفاظ زائد ہوتے اور نہ اتنے مختصر کہ کلام میں ابہام واشتباہ پیدا ہو جائے۔

یعنی آپ کا کلام حق و باطل کو بیان کرنے والا ہوتا جس میں ضرورت سے زائد اور نہ مقصود سے کم کوئی لفظ ہوتا بلکہ مقتضائے حال کے عین مطابق ہوتا طناب اور مساوات میں جو کہ ایک فصیح و بلیغ کی شان اور فصاحت و بلاغت میں آپ کا کوئی ہمسر نہیں ہوسکتا۔

علماء نے اپنی وسعت وطاقت کے اعتبار سے بعض ایسے کلمات جمع فرمائے ہیں جو آپ سے بیشتر کسی نے جمع نہیں کیے چنانچہ چند ایک درج بطور نمونہ کلمات پیش کیے جاتے ہیں۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔

اَسْلِمْ تُسْلِمْ وَاَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ

"اسلام لا سلامتی میں رہے گا اور لوگوں کو سلامتی میں رکھ اللہ تعالیٰ دوگنا اجر دے گا"۔

اَلسَّعِيْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَيْرِهٖ۔ نیک اور خوش بخت وہ جو غیر سے نصیحت حاصل کرے۔

لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ(رواہ احمد)۔ سننا دیکھنے کے مساوی نہیں ہے۔

اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ(رواہ العقیل)۔ محافل کی باتیں امانت ہوتی ہیں۔

اَلْبَلَاءُ مُوَكَّلٌ بِالْمَنْطِقِ(رواہ جماعۃ)۔ گفتگو سے مصائب پیدا ہوتے ہیں۔

ابن جوزی نے اسے موضوع نہیں کہا۔

اَیُّ دَاءٍ اَدْوَىٰ مِنَ الْبُخْلِ(رواہ البخاری)۔ بخل سے بڑی کوئی بیماری نہیں۔

لَا يَنْتَطِحُ فِيْهَا عَنْزَانِ اَیْ لَا يَقَعُ فِيْهَا نِزَاعٌ۔ اس میں جھگڑا نہیں ہوتا۔

اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ۔ حیا کامل بھلائی ہے۔

اَلْخَيْلُ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ۔ گھوڑا اس کی پیشانی بھلائی ہے۔

اَلْوَلَدُ لِلْفَرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ

"بچہ صاحب فراش کا ہے اور زانی کے لیے محرومی ہے"۔

اَلْحَرْبُ خَدْعَةٌ۔ جنگ دھوکا ہی ہے۔

لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرْعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِیْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ (متفق علیہ)

"جوان وہ نہیں جو پچھاڑ دے طاقت ور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے پر کنٹرول کرے"۔

يَا خَيْلَ اللّٰهِ ارْكَبِیْ۔ (رواہ جماعة) اے اللہ کے گھوڑو (شاہسوار) سوار ہو۔

كُلُّ الصَّيْدِ فِیْ جَوْفِ الْفَرَاءِ وَهُوَ مُرْسَلٌ جَيِّدٌ الفراء فا کے فتح سے بمعنی نیل گائے۔ ہر شکار نیل گائے کے پیٹ میں ہے اور وہ کھلا چھوڑا ہے۔

اِيَّاكُمْ وَخَضْرَاءَ الدِّمَنِ الْمَرْءَةِ الْحَسْنَاءِ فِی الْمَنْبَتِ السُّوْءِ۔ (رواہ الجماعة) حسین عورتوں کے شر سے بچو۔

لَا يَجْنِیْ جَانٍ اِلَّا جَنٰى عَلٰى نَفْسِهٖ۔ زیادتی کرنے والا اپنے ہی نفس پر زیادتی کرتا ہے۔

اِسْتَعِيْنُوْا عَلَى الْحَاجَاتِ بِالْكِتْمَانِ فَاِنَّ كُلَّ ذِیْ نِعْمَةٍ مَحْسُوْدٌ۔ (اپنی ضروریات کو مخفی رکھو کیونکہ ہر صاحب نعمت پر حسد کیا جاتا ہے)۔

اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ۔ جس نے مشورہ طلب کیا وہ امانت دار ہے (رواہ الطبرانی)

اَلنَّدَامُ تَوْبَةٌ۔ گناہوں پر افسوس توبہ ہے۔

اَلدَّالُ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ۔ (عسکری) نیکی پر رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی مانند ہے۔

حُبُّكَ الشَّيْئَ يُعْمِیْ وَيُصِمُّ۔ شی کی محبت تجھے بہرہ اور اندھا بنا دیتی ہے۔

لَا تَرْفَعْ عَصَاكَ عَنْ اَهْلِكَ اَدَبًا۔ (ابوداؤد) ادب کے لیے لاٹھی اپنی اہل سے نہ اٹھاؤ۔

مَنْ اَبْطَأَ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ۔ (مسلم) عمل کی کمی نسب وحسب سے پوری نہ ہوگی۔

زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا۔ (طبرانی) زیارت کرنا غہ کے ساتھ محبت میں اضافہ کر۔

اِنَّكُمْ لَنْ تَسَعُوْا النَّاسَ بِاَمْوَالِكُمْ فَاسْعَوْهُمْ بِاَخْلَاقِكُمْ (رواہ ابویعلیٰ والبزاز)

"بیشک اپنا مال لوگوں پر خرچ نہیں کر سکتے تو اپنے حسن اخلاق سے ان سے معاملہ کرو"۔

مَنْ شَادَ هٰذَا الدِّيْنَ غَلَبَهٗ۔ جو اس دین سے محبت کرتا ہے اس پر غالب آ جائے گا۔

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ الْاَمَانِیَّ

"مالدار وہ ہے جو اپنے نفس پر غالب ہو اور قبر اور حشر کے لیے اعمال کیے۔ تنگ دست وہ ہے جس کی خواہشات اس کے نفس پر غالب ہوئیں اللہ تعالیٰ سے امیدیں وابستہ رکھتا ہے"۔

حاکم نے اسے صحیح کہا اور اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ اس کی سند میں انتہائی کمزوری ہے۔

اَلشِّتَاءُ رَبِيْعُ الْمُؤْمِنِ قَصَرَ نَهَارُهٗ فَصَامَهٗ وَطَالَ لَيْلُهٗ فَقَامَ۔ (بیہقی)

موسم سرما مومن کی بہار ہے کہ اس کے دن چھوٹے ہیں کہ وہ روزے رکھتا ہے اور راتیں طویل ہیں تو وہ ان میں قیام کرتا ہے۔

اَلْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا يَنْفَدُ وَكَنْزٌ لَا يَفْنِىْ۔ (طبرانی)

قناعت نہ ختم ہونے والا مال اور فنا نہ ہونے والا خزانہ ہے۔

اَلْاِقْتِصَادُ فِي النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِيْشَةِ وَالتَّوَدُّدُ لِلنَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ وَحُسْنُ السُّؤَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ (رواہ کثیرون)

اخراجات میں میانہ روی نصف معیشت ہے لوگوں سے محبت نصف عقل اور عمدہ سوال نصف علم ہے۔

بیہقی نے اسے ضعیف کہا لیکن اس کے شواہد ہیں:

اَلْاِقْتِصَادُ نِصْفُ الْعَيْشِ وَالتَّوَدُّدُ لِلنَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ نِصْفُ الدِّيْنِ۔ (طبرانی)

میانہ روی نصف زندگی لوگوں سے محبت نصف عقل اور اچھا اخلاق نصف دین ہے۔

اَلسُّؤَالُ نِصْفُ الْعِلْمِ وَالرِّفْقُ نِصْفُ الْمَعِيْشَةِ وَمَا عَالَ امْرُءٌ اِقْتِصَادٍ۔ (عسکری)

سوال نصف علم، نرمی نصف معیشت، جس نے میانہ روی سے تجاوز کیا وہ تنگدست ہوا۔

لَا عَقْلَ كَالتَّدْبِيْرِ وَلَا وَرَعَ كَالْكَفِّ وَلَا حَسَبَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ۔

(ابن حبان)

تدبیر جیسی عقل نہیں روکنے جیسی پرہیزگاری اور حسن اخلاق جیسا حسب و نسب نہیں۔

اَلتَّدْبِيْرُ نِصْفُ الْمَعِيْشَةِ وَالتَّوَدُّدُ نِصْفُ الْعَقْلِ وَالْهَمُّ نِصْفُ الْهَرَمِ وَقِلَّةُ الْعِيَالِ اَحَدُ الْيَسَارَيْنِ۔

تدبیر نصف معیشت محبت ودوستی نصف دانائی، غم نصف بڑھاپہ اور اولاد کی قلت دو خوشحالیوں میں سے ایک ہے۔

اَدِّ الْاَمَانَةَ اِلٰی مَنِ ائْتَمَنَکَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَکَ۔

جس نے تیرے پاس امانت رکھی وہ امانت اسی طرح واپس کر اور جو تیرے ساتھ خیانت کرے تو اس کے ساتھ خیانت نہ کر۔

یہ حسن حدیث ہے اگر چہ اس میں ایک جماعت نے اختلاف ونزاع کیا بلکہ امام احمد نے اسے باطل کہا۔

اَلنِّسَاءُ حِبَائِلُ الشَّيَاطِيْنِ۔ (دیلمی) عورتیں شیاطین کی رسیاں ہیں۔

حُسْنُ الْعَهْدِ مِنَ الْاِيْمَانِ۔ (حاکم)

حسنِ عہد ایمان کا حصہ ہے۔ (حاکم نے اسے صحیح کہا)

جَمَالُ الْمَرْءِ فَصَاحَةُ لِسَانِهٖ۔ (رواہ جماعت)

آدمی کی زینت اس کی زبان کی فصاحت ہے۔

مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ طَالِبُ عِلْمٍ وَطَالِبُ دُنْيَا

(دوسرے طرق کے ساتھ حسن ہے) دو حریص کبھی سیر نہیں ہوتے ایک علم کا طالب اور دوسرا دنیا کا طالب۔

لَا فَقْرَ اَشَدُّ مِنَ الْجَهْلِ وَلَا مَالَ اَعَزُّ مِنَ الْعَقْلِ وَلَا وَحْشَةَ اَشَدُّ مِنَ الْعُجْبِ

غربت جہالت سے بری نہیں اور نہ مال دانائی سے زیادہ عزیز اور نہ وحشت فخر وغرور سے بری ہے۔

اَلذَّنْبُ لَا يُنْسٰى وَالْبِرُّ لَا يُبْلٰى وَالدَّيَّانُ لَا يَمُوْتُ فَكُنْ كَيْفَ شِئْتَ۔ (دیلمی)

گناہ بھلایا نہیں جائے گا اور نیکی ختم نہیں ہوگی اور رب تعالیٰ پر فنا نہیں جیسے تیری مرضی ہے زندگی بسر کر۔

مَا جُمِعَ شَيْءٌ اِلٰی شَيْءٍ اَحْسَنُ مِنْ حِلْمٍ اِلٰی عِلْمٍ۔ (عسکری)

علم کے ساتھ حلم سے بڑھ کر دو چیزوں کی اجتماعی حالت حسین نہیں۔

اَفْضَلُ الْاِیْمَانِ اَلتَّحَبُّبُ اِلَی النَّاسِ۔ افضل ایمان لوگوں کے ساتھ محبت کرنا ہے۔

ثَلَاثٌ مَنْ لَمْ یَکُنْ فِیْهِ فَلَیْسَ مِنِّی وَلَا مِنَ اللّٰهِ حِلْمٌ یُرَدُّ بِهٖ جَهْلُ الْجَاهِلِ وَحُسْنُ خُلُقٍ یَعِیْشُ بِهٖ فِی النَّاسِ وَوَرَعٌ یُحْجِزُ عَنْ مَعَاصِیْ اللّٰهِ تَعَالٰی۔ (عسکری)

"جس شخص میں تین چیزوں میں سے کوئی بھی نہیں اس کا میرے اور اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ایک حلم (بردباری) جس سے جاہل کی جہالت دور کی جاسکے۔ دوسرا حسن خلق جس سے لوگوں سے اچھی زندگی بسر کرسکے۔ تیسرا تقویٰ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچائے"۔

کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْعَابِرِیْ سَبِیْلٍ وَعُدَّ نَفْسَکَ مِنْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ (بیہقی)

دنیا میں مثل مسافر یا راہ چلنے والے کی مانند رہو۔ اور خود کو صاحب قبر شمار کر۔

صَنَائِعُ الْمَعْرُوْفِ تَقِیْ مَصَارِعَ السُّوْءِ وَصَدَقَةُ السِّرِ تُطْفِیْ غَضَبَ الرَّبِّ وَصِلَةُ الرَّحِمِ تَزِیْدُ فِی الْعُمْرِ۔ (سندہ حسن)

"نیکیوں کے کام برائی کے راستوں سے محفوظ رکھتے ہیں اور خفیہ صدقہ دینا غضب الٰہی کو ٹھنڈا کرتا ہے اور صلہ رحمی سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔

مَانَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَازَادَ اللّٰهُ عَبْداً بِعَفْوٍ اِلَّا عُزّاً وَ مَاتَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ۔ (مسلم)

صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا اور نہ غلام (ملازم) کو معاف کرنے سے فرق پڑتا ہے مگر دونوں میں اضافہ ہوجاتا ہے اور جو اللہ کے لیے انکساری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بلند کردیتا ہے۔

اِنَّ الدُّنْیَاعَرْضٌ حَاضِرٌ یَاْکُلُ مِنْهُ الْبِرُّ وَالْفَاجِرُ وَاِنَّ الْآخِرَةِ وَعْدٌ صَادِقٌ یَحْکُمُ فِیْهَامَلِکٌ عَادِلٌ قَادِرٌ یُحِقُّ فِیْهَا اَلْحَقَّ وَیُبْطِلُ الْبَاطِلَ فَکُوْنُوْا اَبْنَاءَ الْآخِرَةِ وَلَا تَکُوْنُوْا اَبْنَاءَ الدُّنْیَا فَاِنَّ کُلَّ اُمٍّ یَتْبَعُهَا وَلَدُهَا۔ (ابونعیم)

تحقیق دنیا ایک حاضر سامان ہے جس سے نیک و فاسق دونوں کھاتے ہیں اور آخرت ایک سچا وعدہ ہے جس میں منصف قدرت والا بادشاہ فیصلے کرے گا۔ احقاق حق اور ابطال باطل کرے گا تم آخرت

والے بنو اور دنیا دار نہ بنو۔ بیشک ہر بچہ اپنی ماں کی اتباع کرتا ہے۔

اَلْيَمِيْنُ حَنِثٌ اَوْ نَدِمٌ۔ (ابو یعلیٰ)

قسم (ٹوٹنے پر) حانث ہوتا یا (نہ توڑنے پر) ندامت ہوتی ہے۔

لَا تَظْهَرُ الشَّمَاتَةَ بِاَخِيْكَ فَيُعَافِيْهِ اللّٰهُ وَيُبْتَلِيْكَ۔ (ترمذی)

اپنے بھائی کو شرمسار نہ کر اسے معاف کر دے گا اور تیری گرفت فرمائے گا۔

مَنْ يَضْمَنُ لِيْ مَابَيْنَ لِحْيَيْهِ وَبَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنُ لَهُ الْجَنَّةَ۔ (بخاری)

جو مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کی ضمانت دے گا میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

آپ کے جوامع الکلم میں سے چار احادیث ایسی ہیں جن میں شریعت کے مختلف احکام کو جمع کر دیا۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ تحقیق اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ۔

شہادت مدعی کے ذمہ اور قسم مدعیٰ علیہ پر ہے۔

لَا يَكْمُلُ اِيْمَانُ الْمَرْءِ حَتّٰى يُحِبُّ لِاَخِيْهِ مَايُحِبُّ لِنَفْسِهٖ (بخاری و مسلم)

آدمی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں جب تک کہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہ چیز پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ۔ (مسلم)

حلال (اشیاء) بیان شدہ ہیں اور حرام (اشیاء) بھی واضح ہیں۔ شمائل ترمذی باب ماجاء فی عیش رسول اللہ کی شرح سے ابن حجر کے جواہرات۔

ایسے کلمہ کا آپ پر اطلاق جائز نہیں جو لوگوں مٰیں اوصاف ضعف میں شمار ہوتا ہو

حلیمی سے شعب الایمان میں مذکور ہے کہ آپ کی تعظیم میں سے ہے کہ ایسے کسی اوصاف سے آپ کو متصف نہ کیا جائے جو لوگوں میں اوصاف ضعف و کمزوری میں شمار ہوتی ہو۔ لہٰذا آپ کو فقیر کہنا جائز نہیں چنانچہ بعض نے کہا آپ پر زہد کا اطلاق جائز نہیں۔

محمد بن واسع سے کہا گیا کہ فلاں زاہد ہے تو اس نے کہا دنیا تنگ نہیں ہوتی جب تک اسے نہ چھوڑے۔

سبکی نے شفا سے نقل کیا کہ فقہا اندلس نے فتویٰ دیا کہ جو شخص حضور اقدس ﷺ کے حق میں ادنیٰ سی خفت کرے اس کو قتل کر دیا جائے گا ان کا یتیم نامی شخص سے مناظرہ ہوا اور وہ کہتا تھا کہ آپ کا فقر

قصداً نہیں تھا اگر آپ کے پاس طیبات ہوتیں تو ضرور تناول کرتے تو علمائے اندلس نے اس کے قتل کا حکم دیا۔

علامہ بدرزرکشی نے بعض علمائے متاخرین سے نقل کیا ہے کہ آپ نہ مال کی وجہ سے فقیر تھے اور حالت فقر میں کوئی حالت فقیرانہ تھی بلکہ تمام لوگوں سے زیادہ غنی باللہ تھے۔ دنیا سے اتنا ہی لیتے جو اپنے اعیال کی کفالت کرسکتا تھا اور دعا فرماتے: اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْناً۔ اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھنا۔

تو اس سے استکانت قلب مراد ہے مسکنت شرعی جو اس کے خلاف نظریہ رکھتا تھا اس کا بہت سخت انکار کرتے۔

شرح ترمذی بَابُ مَاجَاءَ فِیْ تَوَاضُعِ رَسُوْلِ اللّٰہ ﷺ کی شرح سے ابن حجر کے جواہرات۔

آپ کی تواضع

انسان تواضع جو تذلل وخشوع کا نام ہے کی حقیقت کو نہیں پاسکتا جب تک کہ اس کا قلب مشاہدہ کے نور سے منور نہ ہو جس کی وجہ نفس کو تہذیب سکھانا ہے۔ تکبر وغرور کے کھوٹ سے محفوظ رہتا ہے اور حق وخلق کے لیے مطمئن ہو جاتا ہے ان کے آثار کے محو ہونے ان کے بھڑکنے کا سکون حقوق کے نسیان اور قدر ومرتبہ کے لحاظ سے صرف نظر کے ساتھ جب ان کا وافر حصہ حضور اکرم میں موجود ہے تو سب لوگوں سے زیادہ متواضع ہیں اس پر یہی شہادت ہی کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہنشاہ نبی اور عبد نبی ہونے کا اختیار دیا تو آپ نے نبی عبد ہونے کو پسند کیا۔

چنانچہ زندگی بھر آپ نے تکیہ لگا کر کبھی کوئی چیز نہ کھائی اور نہ آپ نے کسی خادم کو ناموافق کام کرنے پر اف کہا اور نہ غلام یا کسی کنیز کو مارا یہ ایسی چیز ہے جو طاقت بشری سے مافوق ہے البتہ اگر تائید الٰہی حاصل ہو۔

مسلم شریف میں ہے:

مَارَأَیْتُ اَحَداً اَرْحَمَ بِالْعِبَادِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ

مخلوق پر رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مہربان میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا گھر میں آپ کیسے تھے تو آپ نے فرمایا سب لوگوں سے زیادہ نرم فرخندہ رو تھے آپ نے اپنے اصحاب کی طرف پاؤں دراز نہ کیے۔

ام المومنین سے ہی مروی ہے کہ آپ کے اخلاق حسنہ کا کوئی شخص ہمسر نہیں جب بھی کسی صحابی نے آپ کو پکارا تو آپ نے لبیک ہی فرمایا۔ دراز گوش سوار ہوتے تو اپنا ردیف بنا لیتے۔

ابوداؤد میں ہے حضرت قیس بن سعد آپ کا ہمسفر ہوتے تھے اور دراز گوش ان کے والد کا تھا حضور علیہ السلام نے فرمایا میرے پیچھے سوار ہو جاؤ تو انہوں نے اعراض کیا تو فرمایا سوار ہو جاؤ ورنہ واپس چلے جاؤ۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا آگے سوار ہو جا کیونکہ مالک سواری کے آگے بیٹھنے کا زیادہ حقدار ہے۔

محب طبری کی مختصر سیرت میں ہے ایک دفعہ کا ذکر ہے حضور اقدس ﷺ نے ابو ہریرہ کے ساتھ قبا تک تشریف لے جانا تھا تو آپ دراز گوش کی ننگی پشت پر سوار ہوئے اور ابو ہریرہ سے فرمایا آپ بھی سوار ہوں گے انہوں نے عرض کی حضور جیسے آپ کی مرضی تو آپ نے فرمایا پیچھے بیٹھ جایئے تو وہ بیٹھنے کے لیے اچھلے لیکن بیٹھ نہ سکے تو حضور اقدس ﷺ نے ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچا تو دونوں گر گئے دوبارہ آپ سوار ہوئے اور ابو ہریرہ کو سوار کرانا چاہا تو پھر دونوں گر گئے تیسری بار آپ سوار ہوئے اور فرمایا سوار ہونے کی کوشش کرو تو عرض کی یا رسول اللہ ﷺ نبی کو تیسری بار نہیں گراؤں گا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ سفر میں تھے تو اصحاب سے بکری ذبح کر کے گوشت پکانے کے متعلق مشورہ کیا اور اپنا اپنا کام کرنے کو کہا کہ کون کیا کرے گا تو ایک صحابی نے کہا میں بکری ذبح کروں گا۔ دوسرے نے کہا میں کھال اتاروں گا۔ تیسرے نے کہا میں پکاؤں گا تو آپ نے فرمایا میں لکڑیاں جمع کر کے لاؤں گا تو اصحاب نے عرض کی ہم سب کام کر لیں گے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کام کر لیں گے لیکن میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ تم میں ایک ممتاز حیثیت رکھوں بیشک اللہ تعالیٰ اس بندے کو ناپسند کرتا ہے جو اپنے دوست و احباب میں امتیازی حیثیت رکھے۔ ابن عساکر نے اس کو مختصر روایات کیا۔

سیرت طبری میں یہ بھی لکھا ہے ایک دفعہ حضور علیہ السلام کا دوران طواف تسمہ ٹوٹ گیا ایک صحابی نے عرض کیا مجھے دیجیے میں درست کر دوں تو آپ نے فرمایا یہ خود پسندی اور خود غرضی ہے جسے میں پسند نہیں کرتا۔ اثرۃ فاء کے فتح سے جس کا معنی خود غرضی ہے۔ شفا شریف میں ہے جب نجاشی کا وفد حضور اقدس ﷺ کے حضور حاضر ہوا تو آپ نے خود ان کی مہمان نوازی اور خاطر تواضع کی۔ اصحاب نے عرض کی کہ ہم ان کی خدمت کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا وہ ہمارے لئے محترم ہیں تو میں ہی ان کی مکافات کروں گا۔

ابن حجر کا ایک فتویٰ جوان کی کتاب فتاویٰ حدیثیہ میں مذکور ہے

سوال: آپ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال ہوا جس نے کہا کہ فاتحہ سے نبی اکرم ﷺ کے فضل وشرف میں زیادتی ہوتی ہے تو ایک اہل علم نے کہا ایسی بات رسول کریم ﷺ کی طرف منسوب نہ کر کہ اس سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ حل طلب بات ہے کہ کیا ایسا انکار جائز ہے اور تکفیر جائز ہے؟ اگر نہیں تو منکر کے لیے کیا حکم ہے؟۔

جواب: امام ابن حجر (مَتَّعَ اللّٰهُ بِحَيَاتِهِ) نے جواب دیا کہ یہ انکار جائز نہیں یہ منکر کی کم علمی، سوء حافظہ اور دین اسلام میں رائے دہی کی دلیل ہے۔ ایسا کلام جس میں کفریہ اور غیر کفریہ دونوں شقیں موجود ہوں تو کفر کی تاویل تحکم وسینہ زوری ہے العیاذ باللہ بلا وجہ کسی مسلمان کو کافر کہنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے جیسا کہ آئمہ کرام نے اس اصول کی تصریح کی ہے لہٰذا اس انکار کی حرمت یا کفر دو ہی صورتیں حرام یقینی اور کفر مشکوک ہے کہ شرط کفر متحقق نہیں۔ بایں وجہ منکر تعزیز کا مستحق ہے کہ حاکم شریعت مطہرہ کو چاہیے کہ دین اسلام میں اس نے چونکہ جرأت کا مظاہرہ کیا ہے اس کی تعزیر میں مبالغہ کرے تا کہ آئندہ کسی شخص کو ایسی جرأت نہ ہو بلکہ آئمہ کرام نے اس کے خلاف تصریح کی ہے بلکہ کتاب وسنت سے ثابت ہے کہ آپ کے کمالات و مدارج میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور زیادتی مطلوب بھی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ کہہ دے اے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔

مسلم شریف میں ہے ایسے دعا میں ذکر کیا کرتے تھے نیز دعا مانگتے کہ:

وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِّیْ فِیْ كُلِّ خَيْرٍ۔

اے پروردگار ہر بھلائی کو میری زندگی میں اضافہ فرما۔

لہٰذا فاتحہ وغیرہا سے شرف وفضل میں زیادتی کی طلب حقیقت میں عمل اور کمالات علیا میں ترقی کا سبب ہے اگر چہ مدارج و کمالات مقام نہایت کو پہنچ چکے ہیں جہاں کسی اور کے کمالات کی رسائی نہیں تو آیت وحدیث سے جو کمالات و مدارج میں زیادتی وترقی ثابت ہو رہی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے علم، ثواب اور تمام مراتب و مدارج میں ترقی ہوتی ہے نیز مدارج و کمالات کی کوئی انتہا نہیں بلکہ ہمیشہ ترقی پزیر رہتے ہیں اور ان کی حقیقت کو خدائے برتر کے علاوہ کوئی جانتا ہی نہیں۔

نیز آپ کے کمالات ترقی کے محتاج نہیں بلکہ اس کے فضل وکرم اور جود ذاتی سے بلا احتیاج اضافہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں آپ کا مقصد یہ بھی نہیں کہ اس سے بیشتر ان میں نقص تھا اس لیے آپ کا علم تمام

کے علوم سے اکمل ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں طلبِ زیادتی کا حکم بھی دیا ہے۔

ہمیں یہ حکم استحبابی ہے کعبہ شریف کو دیکھتے وقت دعا کریں اس دعا میں یہ بھی ہے کہ اے اللہ اس کو زیادتی عطا کر جس نے اس کی تعظیم وتشریف کی یا حج یا عمرہ کیا الخ حضور اقدس ﷺ نے دیگر انبیاء کی مانند حج بیت اللہ کیا تو اس میں تمام انبیاء شامل ہیں صرف ایک قلیل فرقہ اس کے خلاف ہے انبیاء علیہم السلام کا اس دعا میں شمول دلالۃ ظنیہ یا قطعیہ سے ہے کہ ہم حضور اقدس ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے لیے دعا مانگیں اور یہ امر مستحسن ہے واجب نہیں اور اس کی تائید طبرانی کی حدیث جو حضرت علی المرتضیٰ سے روایت کردہ ہے سے ہوتی ہے لیکن اس کی سند میں نظر واعتراض ہے آپ علی المرتضیٰ لوگوں کو حضور اقدس ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا طریقہ وکیفیت کی تعلیم دیتے اور اس میں آپ کے لیے مضاعفات خیر اور عطائے جزیل میں طلب زیادت کی تصریح موجود ہے۔

یہ دلائل میں نے ذکر کیے ہیں اگر چہ میں نے پہلے کسی کے نہیں دیکھے اس سے شیخ الاسلام صالح بلقینی کا رد ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اس پر کوئی دلیل ضروری ہے کہ ان سے یہ کہنا چاہیے کہ قرآن وسنت سے اعلیٰ کون سی دلیل ہے میں نے جو ذکر کیا ہے قرآن وحدیث زیادہ شرف کی طلبِ دعا پر دلالت کر رہی ہیں شرف کا معنی لغت میں علو مرتبت ومکان ہے ان میں علو علم، خیر اور دیگر مراتب و مدارج کی زیادتی سے ہوتا ہے علم وخیر کی زیادتی کی دعا پچھلے کلام سے ثابت ہو چکی ہے تو ہم طلبِ زیادتِ شرف کے ماجور ہیں اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کی تردید ہوگئی کہ وہ کہتے ہیں یہ دعا اس زمانے کی اختراع ہے اگر نووی کے کلام کو دیکھا یاد ہوتا تو یہ نہ کہتے بلکہ نووی سے قبل اس مسئلہ میں ابو عبداللہ حلیمی جو ہمارے اکابرین سے ہیں اور ان کے صاحب امام بیہقی ہیں سبقت لے گئے اس کا قول لا اصل له فی السنة کہ سنت میں اس کی اصل نہیں ان سے بھی یہی گزارش ہے کہ اس کی اصل قرآن وسنت میں موجود ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے شائد ان کا یہ قول پہلے کا ہو جب اس پر مطلع نہیں ہوئے تھے تحقیق ان دونوں اماموں کا نزاع جواز میں نہیں بلکہ اس میں ہے کہ کیا ایسی دلیل ہے جو اس کی طلب پر دلالت کرے جو یہ کیا جائے ورنہ رکنا چاہیئے اور تمہیں اس کی اصل معلوم ہو چکی ہے جو طلب زیادتی شرف پر دلالت کرتی ہے۔

چنانچہ امام نووی جو عاملِ سنت تھے اور اتنے پابند سنت تھے کہ بعد میں اتنا کوئی متبع سنت نہیں ہوا جیسا کہ بعض حفاظ نے اس کی تصریح کی ہے انہوں نے اپنی دو کتابوں منہاج اور روضۃ کے خطبوں میں کہا ہے وَزَادَهُ فَضْلاً وَشَرْفاً لَدَيْهِ۔ اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کے فضل وشرف میں اضافہ کرے

یہ دونوں کتب علماء کے ہاتھوں تقریباً عرصہ تین سو سال سے متداول ہیں اور کسی نے کوئی اعتراض نہ کیا۔
شائد دونوں امام اس سے غفلت میں رہے ہوں دوسرے کی اس قول کی بنا پر کہ یہ دعا اس زمانے کی اختراع ہے اس لیے کہ اگر ان کو امام نووی کا کلام یاد ہوتا ہے تو یہ بات کبھی نہ کہتے اور ان سے قبل امام مجتہد ابوعبداللہ حلیمی اور مصاحب بیہقی نے یہی کہا دونوں کی عبارت کو افتاء میں سبط سے ذکر کیا ہے۔
اول (حلیمی) کی تصریح میں سے ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو اجر وثواب دینا اور اولین وآخرین پر مقام محمود سے فضیلت دینا اور تمام مقربین پر برتری دینا اگرچہ خالق کائنات نے پہلے ہی سے آپ کے لیے مخصوص کر دی ہیں لیکن ہر ایک چیز کے مدارج ہوتے ہیں جب آپ پر کوئی امتی صلوٰۃ بھیجتا ہے اس کی دعا مقبول ہوتی ہے تو حضور اقدس ﷺ کا درجہ مراتب بڑھ جاتا ہے (یہاں تک اس کا کلام ختم ہوا)
تو اس کلام میں تصریح ہے کہ آپ کے شرف میں طلبِ زیادہ کرنا صلوٰۃ (درود شریف) میں داخل ہے جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے جیسا کہ امام نے تصریح کر دی۔
حلیمی کی تصریحات میں سے ایک یہ بھی ہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ کا معنی سَلَّمَكَ اللّٰهُ مِنَ الْمُذَامِّ وَالنَّقَائِصِ۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مذمومات اور نقائص سے محفوظ رکھے اور اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ کا مطلب ہے کہ اے اللہ ان کی دعوت اور امت میں ہر نقص سے سلامتی لکھ دے اور مرور ایام کے ساتھ آپ کی دعوت کو بلند کر اور امت کو زیادہ اور ذکر کو علو کر۔ (انتہیٰ کلام) مِنَ الْمُذَامِّ وَالنَّقَائِصِ۔ اور مِنْ كُلِّ نَقْصٍ کے قول پر غور وخوض کر کہ اس میں تصریح ہے کہ آپ کے لیے زیادت شرف کی طلب کا ہمیں حکم ہے اور جاہل منکر کے دعویٰ پر اس کے پاس کوئی چیز نہیں زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہے طلبِ زیادت کمال مطلق کی نفی پر دال ہے اس میں کوئی قباحت نہیں کہ کمال مطلق صرف اور صرف رب تعالیٰ کے لیے ہے اور نبی اکرم ﷺ اگرچہ مخلوق میں سے اکمل ہیں لیکن مطلق کمال نہیں پس زیادتی ہو سکتی ہے تو مراتبِ زیادت کو اپنے مافوق کی نسبت سے عدمِ کمال کہہ سکتے ہیں۔

حافظ سخاوی نے شیخ ابن حجر سے انہوں نے اپنے حضرت ابی سے روایت کیا اس کے آخری الفاظ ہیں۔
اِجْعَلُ لَكَ صَلَوَاتِيْ كُلَّهَا اَيْ دُعَائِيْ كُلَّهٗ۔ میں اپنی پوری دعا آپ کے لیے کرتا ہوں۔
جس طرح روایت میں ہے کہ تیرے تمام غم دور اور گناہ معاف ہو جائیں جب دعا کے بعد کہے گا:
اِجْعَلْ ثَوَابَ ذَالِكَ لِسَيِّدِنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔
"اے اللہ اس تمام کا ثواب سید نا رسول اللہ ﷺ کو پہنچا"۔

گویا اس کلام سے الحافظ شیخ ابن حجر نے اپنے شیخ الاسلام سراج البلقینی کا رد کیا ہے۔
اس کا قول کہ اس پر کوئی دلیل ضروری ہے اس کے بیٹے علم الدین نے اخذ کیا جس کی تردید ہو چکی ہے۔

امام سخاوی نے اپنے استاد ابن حجر سے یہ بھی نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کے ثواب سے آپ کے شرف میں زیادتی ہوتی ہے اس علم کے باوجود کہ آپ اعلیٰ کمالات پر فائز ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس قراءت کو قبول کر کے ثواب عطا فرمائے جب اسے ثواب ملا تو اس کے معلم (ثواب بتانے والا) کو بھی ثواب عطا ہوگا۔

تو سب کے معلم اول حضور اقدس ﷺ کی ذاتِ اقدس کو تمام تلامذہ کا اور تمام امت کی نیکیوں کا ثواب آپ کو بھی عطا ہوگا یہی معنی ہے کہ آپ کے شرف وفضل میں زیادتی فرما۔ اگرچہ مستقل طور پر پہلے ہی آپ کو میسر ہے تو اس کا مطلب ہوا کہ اس عمل کو قبول کرتا کہ اس کا ثواب حضور اقدس ﷺ کو بھی پہنچے نیز اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ آپ کے متبعین میں کثرت فرما خصوصاً علما و مشائخ میں تاکہ جس سے آپ کے مدارج و مراتب علیا مزید بلند ہوں یہ جس طرح حلیمی سے گزر چکا ہے۔

شیخ الاسلام ابو عبداللہ قابانی نے علم الدین اور اس کے باپ سے مذکور ہو چکا ہے تو روضہ میں فرمایا: قاریٔ قرآن تلاوت کر کے اسے میت کو بخشتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے اس کا ثواب میت کو پہنچے تاکہ وہ اس سے مستفیض ہو(1)۔

اذکار میں ہے مختار مذہب یہ ہے اجعل کا مطلب ہوتا کہ اس کلام وغیرہا کا ثواب فلاں میت کو پہنچا جب کوئی چیز قدرتِ الٰہیہ سے متعلق ہوتی ہے تو وہ ختم نہیں ہوتی پس خیر الٰہی ختم نہیں ہوتی اور کمالات ابدالآباد تک ترقی پذیر رہتے ہیں۔

شیخ الاسلام شرف مناوی نے ان کی موافقت کی اور اس دعا کے مستحسن ہونے پر فتویٰ دیا ان کے ہمعصر امام الحنفیہ کمال ابن ہمام (صاحب فتح القدیر شرح ہدایہ) نے بھی استحسان کا فتویٰ دیا بلکہ اس دعا کی عظمت شان میں مبالغہ کیا فرمایا کہ درود شریف میں جتنی کیفیات وارد ہوتی ہیں وہ سب ایک ہی کیفیت میں موجود ہیں ان دعاؤں میں سے ایک یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ اَبَدًا اَفْضَلَ صَلٰوتِكَ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُوْلِكَ وَآلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا وَزِدْ تَشْرِيْفًا وَتَكْرِيْمًا

1۔ شیخ ابن حجر کے پورے فتویٰ سے ایصال ثواب کا ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے جن دلائل سے طلب زیادت شرف کا ثبوت ملتا ہے حقیقت میں وہ تمام ایصال ثواب کے دلائل ہیں۔

وَاَنْزِلْهُ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

''اے اللہ! ہمیشہ ہمیشہ افضل صلوٰت بھیج ہمارے سردار محمد پر جو تیرے بندے نبی اور رسول ہیں اوران کی آل پر اور خوب سلام پہنچا ان کی تشریف وتکریم میں اضافہ کر روز حشر تیرے پاس اعلیٰ مقام ہے وہ ان کو عطا کر''۔

امام ابن ہمام نے طلب زیادت شرف وفضل کو ان اسباب سے بنایا جو اس کیفیت کی مقتضی ہیں اور جو کیفیات آپ سے واردہ ہونے والی ہیں ان کے معانی پر مشتمل ہے۔

ابو یحییٰ زکریا انصاری کا فتویٰ

اسی طرح ان کے ہمعصر شیخ الاسلام خاتمۃ المحققین ابو یحییٰ ذکریا انصاری کا فتویٰ ہے کہ ایک واعظ نے کہا کہ بالاتفاق کسی کے لیے جائز نہیں کہے کہ اے اللہ! اس قرآن وحدیث کا ثواب رسول پاک ﷺ کے صحائف میں ہدیہ کر۔ یہی متقدمین ومتاخرین کا فتویٰ ہے۔

تو اس کے جواب میں فرمایا کہ واعظ صاحب کا قول مسائل کی (عدم جواز) عدم معرفت پر مبنی ہے اجماع پر افتراء کی وجہ سے تعزیر کا مستحق ہے بڑا تعجب خیز امر ہے یہ کہہ دینا کہ اس پر اجماع امت ہے حالانکہ اس کا جواز اعصار وامصار میں شائع وذائع ہے۔

سوال: حضور اقدس ﷺ کے لیے زیادتی شرف کی طلب ممتنع ہے کیونکہ اس کی طلب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ میں اس کی ضد پہلے موجود ہے یہ محال ہے؟

جواب: حضور اقدس ﷺ میں ارفع واعلیٰ کمالات موجود ہیں آپ اکمل المخلوقات ہیں لیکن ہر کمال کے درجات ومراتب ہیں جن کی کوئی انتہا نہیں اوران کی حقیقت کو سوا باری تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ کمالات کے درجات ومراتب کی ترقی کی طلب کرتے ہیں کہ کمال کے جس اعلیٰ درجہ پر آپ فائز ہیں اس سے بھی اعلیٰ وارفع درجہ پر فائز ہوں۔

زیادتِ شرف کی طلب کے فوائد

حضور اقدس ﷺ کے لیے زیادت شرف کے طلب سے بہت سے ہمیں فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

فائدہ نمبر ا: حضور اکرم ﷺ کے شرف وعظمت قدر اور رفعتِ شان عظمت توقیر کا اظہار ہوتا ہے۔

فائدہ نمبر ۲: آپ کے امت پر احسانات عظیمہ کے تشکر کا اظہار

فائدہ نمبر ۳: اس پر ہمیں ثواب ملتا ہے۔

ہمارے مذکورہ بالا قول کی تائید اس حدیث سے بھی ملتی ہے کہ:

كَانَ اَجْوَدَالنَّاسِ۔رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔
اس حدیث پاک کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو اس میں تخصیص در تخصیص بر سبیل ترقی شرف وفضل کے دلائل موجود ہیں اول سب لوگوں سے زیادہ جود سخا کا موجود ہونا۔دوم جود کے اوقات میں سے رمضان المبارک میں جود کا زیادہ ہونا۔سوم پھر رمضان المبارک میں سے بوقت ملاقات جبریل علیہ السلام جود کے زیادہ شرف وفضل کا ہونا تو اس میں باعتبار نفس زیادتی اور فضل بر سبیل ترقی موجود ہے اور یہی ہمارا مدعیٰ ہے ہمارے مدعیٰ کی نظیر یہ دعا بھی ہے:

اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَاالْبَیْتَ تَشْرِیْفاً۔اے اللہ اس گھر بیت اللہ کی شرافت میں زیادتی فرما۔

زیادت شرف کے ساتھ دعا کرنا مامور بہ ہے کسی نے نہیں کہا کہ یہ ممنوع ہے۔ان دلائل سے آپ پر عیاں ہو گیا کہ منکر کا انکار خبطہ وزلتِ قدم سے ہے شائد اس کا دین بھی محفوظ رہا یا نہیں کیونکہ مباح بلکہ حسن و ترقی کا انکار ہے جس کو کفر کی طرف منسوب کرنا خطا عظیم و جرم کبیر ہے وہ دنیا وآخرت میں سزاوعقوبت کا مستحق ہے۔

علاوہ ازیں منکر نے اس دعائیہ کلمہ اَلْفَاتِحَۃُ زِیَادَۃٌ فِیْ شَرُفِہٖ ﷺ کی ترکیب پر بھی غور نہیں کیا۔کیا مبتدا و خبر سے جملہ اسمیہ بنتا ہے یا فعل مقدر۔اِقْرَؤُا کا مفعول یا اِجْعَلُوْا کا مفعول ثانی ہے۔ان تین صورتوں میں الگ الگ معنی بنتا ہے منکر کو انکار سے بیشتر یہ تفصیل دریافت کرنی چاہیے تھی ہر صورت پر الگ الگ حکم لگاتا لیکن ظاہر ہے کہ منکر ان صورتوں میں معانی کے مختلف ہونے کو نہیں سمجھتا تو حکم الگ کیسے بیان کرتا۔

اس کے بعد ابن حجر نے سوال و جواب طویل ذکر کیے جن کے نقل کرنے کو میں مناسب نہیں سمجھتا جو تفصیل دیکھنا چاہے تو وہ فتاویٰ حدیثیہ کا مطالعہ کرلے۔

ابن حجر کا افضلیت و ولایت مصطفیٰ وغیرہا پر آٹھ سوالات کے متعلق فتویٰ

فتاویٰ حدیثیہ سے ابن حجر کا ایک اور فتویٰ کہ رسول اکرم ﷺ کی رسولانِ عظام پر افضلیت عامہ ہے یا خاصہ یا نہیں؟(۲)ولایت مخصوصہ مرتبہ نبوت میں ہے یا نہیں؟ کیا نبی کی ولایت نبوت سے افضل ہے یا نبوت اس کی ولایت سے افضل ہے یا دونوں مساوی ہیں۔(۳) کیا آپ نے بعثت سے قبل یا بعد کسی نبی کی شریعت کے موافق عبادت کی یا نہیں۔

(۴) کیا آپ ملائکہ سمیت تمام مخلوق کے لیے مبعوث ہوئے یا ثقلین (جن وانس) کی طرف؟
(۵) کیا خلفا اربعہ راشدین کے مابین فضیلت قطعیہ ہے یا ظنیہ کیونکہ عقل کے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں

جس سے بعض آئمہ کی بعض پر افضلیت ثابت ہو۔ان کے فضائل میں احادیث متعارضہ ہیں۔(۶) کیا وہ شخص جو بعثت سے قبل اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے جنتی ہے یا نہیں؟ (۷) جو شخص کہے کہ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے وہ مشرک ہے یا نہیں (۸) اور عقل کافر کو ثواب دینے اور مومن کو عقوبت دینے کو جائز سمجھتی ہے یا نہیں؟۔

اول سوال کا جواب کہ آپ افضل الخلق ہیں

جس شخص کو کتاب وسنت سے ادنیٰ سا شغف ومطالعہ ہے اس کے لیے اظہر من الشمس کہ رسول پاک ﷺ جمیع انبیاء ومرسلین پر خصوصاً وعموماً دونوں طرح فضیلت رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ (بقرہ:253) اَیْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔ان میں سے کسی سے اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ کلام کیا یعنی موسیٰ علیہ السلام اور کوئی وہ ہے جس کو سب پر درجوں میں بلند کیا یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ۔

حضور اکرم ﷺ کو برتری تین طرح سے حاصل ہے اول بذات معراج کے ذریعہ۔دوم جمیع مخلوق پر سیادت سے۔سوم غیر متناہی اور غیر فانی معجزات کے ساتھ بالخصوص قرآن کریم جو قرب قیامت تک ہمیشہ محفوظ رہے گا اور اس میں رسول اکرم ﷺ کے بے شمار معجزات وفضائل موجود ہیں۔

علامہ جار اللہ زمخشری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ رَفَعَ کے مفعول ظاہر نہ کرنے میں آپ کی عظمت وفضیلت بلندیٔ قدر کی طرف اشارہ ہے کیونکہ یہاں التباس واختلاط کا کوئی شبہ نہیں بلکہ بلا شبہ آپ کی طرف اشارہ ہے۔

فضیلت کی دوسری آیت

آپ کی فضیلت میں آیت یہ ہے۔

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ (بنی اسرائیل:55)

''اور بیشک ہم نے نبیوں میں ایک کو ایک پر بڑائی دی''۔

علماء نے معتزلہ کے اس قول کی بڑی شدت سے تردید کی ہے جو وہ کہتے ہیں کہ کوئی نبی دوسرے نبی سے افضل نہیں بلکہ انبیأ علیہم السلام کے مابین فضیلت دینے سے احادیث میں ممانعت ہے۔

تو ان کا جواب دیتے ہیں کہ یہ احادیث ان فضیلت پر محمول ہیں جس سے دوسرے کی توہین و تنقیص ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ آدم علیہ السلام سب سے افضل ہیں کہ وہ ابوالبشر ہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فضیلت نفس ابوت کے اعتبار سے ہے تو مسلم ہے اگر معجزات وفضائل ونبوت کے اعتبار سے ہے تو غیر مسلم اور بلا دلیل قول ہے۔

بلکہ افضلیت مصطفیٰ ﷺ میں احادیث کثیرہ ہیں چنانچہ ترمذی شریف میں ہے کہ:

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ وَبِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَامِنْ نَبِیٍّ آدَمُ فَمَنْ سِوَاہُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

میں اولاد آدم کا سردار ہوں اس میں کوئی فخر نہیں میرے ہاتھ میں لواء الحمد (حمد کا جھنڈا) ہوگا اس میں کوئی فخر نہیں تمام بنی آدم علیہ السلام اوران کے علاوہ روز محشر میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔

تو ''آدَمُ فَمَنْ سِوَاہُ'' سے آپ کا افضل واکمل ہونا اظہر من الشمس ہے وَلَدَ آدَمَ مَقَامِ اُبُوَّۃ کا ادب کرتے ہوئے فرمایا لَا فَخْرَ کا مطلب ہے کہ بطور فخر و بڑائی کے نہیں بلکہ اظہار حقیقت کے لیے بیان کررہا ہوں۔ یوم القیامۃ روز محشر سے تخصیص اس لیے کہ اس دن تمام انبیاء پر فضیلت ظاہر ہوگی خصوصاً مقام محمود عطا کیا جائے گا جو کہ شفاعتِ عظمیٰ ہے جب مخلوق اولوالعزم پیغمبر موسیٰ علیہ السلام، ابراہیم، نوح علیہم السلام سے مایوس ہو کر آپ کے پاس آئے گی کہ انبیاء نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے اور آپ اَنَا لَھَا اَنَا لَھَا فرمائیں گے۔ بخاری شریف میں ابو ہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے:

اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ میں روز محشر سب لوگوں کا سردار ہوں گا۔

اس میں آدم علیہ السلام اوران کی جمیع اولاد انبیاء ومرسلین پر فضیلت ثابت ہورہی ہے بیہقی شریف کی حدیث میں ہے:

اَنَا سَیِّدُ الْعَالَمِیْنَ۔ میں تمام کائنات کا سردار ہوں۔

وہ جن وانس اور فرشتے ہیں تو یہ بھی تمام مخلوق پر افضل ہونے کی دلیل ہے۔ مسلم شریف کی حدیث بھی اس کی مؤید ہے:

وَاُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً۔ میں تمام مخلوق کا رسول ہوں۔

رسول کی شان جن کا رسول ہو ان سے اعلیٰ وارفع وافضل ہوتی ہے۔

امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اس آیت:

اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدَاھُمُ اقْتَدِہْ۔

یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے راہ دکھائی تو آپ انہی کی راہ پر چلئے۔

سے حضور اقدس ﷺ کے افضل البشر وافضل الانبیاء ہونے پر استدلال کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو

اوصاف حمیدہ سے موصوف کیا پھر نبی پاک ﷺ کو حکم دیا کہ ان سب کی اقتداء کریں تو یقیناً ان سب کی اقتداء کی یعنی ان سب کے کمالات کو جمع کرلیا ورنہ مقتضائے امر کا ترک لازم آئے گا جو شانِ نبوت کے خلاف ہے۔ جب آپ تمام انبیاء کے متفرق کمالات کے جامع ہوئے تو سب سے افضل ٹھہرے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی نے آپ کی افضلیت کا اس آیت سے استدلال کیا:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران: 110)

''تم ان سب امتوں میں بہتر امت ہو''۔

یقیناً امت کی برتری ان کے دین میں کمال حاصل کرنے کی وجہ ہوتی ہے اور یہ کمال نبی کے تابع ہے جس کی وہ اتباع کر رہی ہے جب یہ امت افضل الامم ہوئی تو ان کا نبی افضل الانبیاء ہوا کیونکہ ان کے درمیان ظاہر واضح ہے۔

دوسرے سوال کا جواب کہ ولایت مخصوصہ نبوت میں ہے یا نہیں؟

سائل کا یہ سوال کہ ولایت مخصوصہ مرتبہ نبوت میں ہے یہ کلام مجمل محتاج بیان ہے کہ ولایت سے کیا مراد ہے ولایت افضلیت سے ولایات اولیاً ہے جو انبیاء کے علاوہ ہے۔

تو حق یہی ہے کہ ولی کسی نبی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا جو ولی کی ولایت کو نبی سے افضل خیال کرے وہ کافر واجب القتل ہے مگر یہ کہ توبہ کرے اور اگر وہ سبب مراد لیا ہے جو افضلیت مصطفیٰ ﷺ کا متقاضی ہے وہ نبوت سے افضل ہے تو یہ سابقہ سوال کے جواب کے بعد محتاجِ بیان نہیں رہتا کہ پہلے متحقق ہو چکا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ ہر وصف میں افضل الانبیاء ہیں اسی بنا پر آپ کو نام لے کر نہیں پکارا جب کہ دیگر انبیاء کو ناموں سے پکارا بلکہ ان القابات سے نوازا کہ: یَاۤاَیُّهَا النَّبِیُّ، یَاۤاَیُّهَا الرُّسُلُ، یَاۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ، یَاۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ اور انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا گیا کہ تمہاری موجودگی میں وہ نبی تشریف لائیں تو ان کی اتباع اطاعت و نصرت لازم ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (آل عمران: 81)

''اے نبی اس وقت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب و حکمت عطا فرماؤں پھر جو کچھ تمہارے پاس ہو اس کی تصدیق کے لیے ایک رسول تشریف لائے تو تم اس پر ضرور بہ ضرور ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا''۔

ابن عبدالسلام سے یہاں جو لغزش ہوئی اس سے اجتناب کر۔ اور اگر ولایت النبی سے مراد ابن

عبدالسلام کا مشہور مسئلہ ہے کہ نبوت رسالت سے افضل ہے کیونکہ نبوت میں تعلق اللہ کی طرف اور رسالت میں تعلق مخلوق کی طرف ہوتا۔ تعلق باللہ مخلوق کے تعلق سے افضل ہے یہ انتہائی سقیم استدلال ہے اسی لیے کثیر متاخرین نے اس کی تضعیف کی ہے اس کی وجہ ضعف یہ ہے کہ رسالت میں صرف مخلوق کی طرف ہی تعلق نہیں ہوتا بلکہ تعلق الی اللہ بھی ہوتا ہے کیونکہ رسول احکام الٰہی کو مخلوق تک پہنچاتا ہے احکام کا اللہ تعالیٰ کی جناب سے حاصل کرنا تعلق الی اللہ ہوا اور مخلوق کو اس کی تبلیغ کرنا تعلق الی الخلق ہوا تو رسول خلیفۃ اللہ ہوا لہٰذا وہ مجرد نبی سے افضل ہوگا کہ وہ اس درجہ عالیہ پر فائز نہیں ہمارا مبحث رسول کی نبوت ورسالت میں کون افضل ہے بہر کیف رسول نبی سے بالاتفاق اشرف ہے۔

بعض علماء کا قول کہ انبیاء ورسل میں ایک دوسرے پر فضیلت نہیں دینی چاہیے تو اس کی تاویل یہ ہوگی کہ نفس نبوت ورسالت میں سب انبیاء یکساں ہیں اس میں تفضل نہیں برتری وبزرگی صرف مدارج ومراتب میں ہے۔

تیسرے سوال کہ نبی اکرم ﷺ نے بعثت سے قبل یا بعد کسی نبی کے دین کی پیروی کی؟ کا جواب

یہ سوال کہ رسول اکرم ﷺ نے بعثت سے بیشتر یا بعد کسی رسول و نبی کے دین کی اتباع کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ کسی کے دین کی اتباع نہیں کی اس پر استدلال یہ کیا کہ آپ سے اس بارے میں کوئی روایت نہیں ملتی تو اس بات سے یقین ہو گیا کہ کسی نبی کی اتباع نہیں کی۔

ایک جماعت نے اس پر عقلی دلیل پیش کی اگر اتباع کرتے تو آپ تابع اور وہ نبی متبوع ہوتا حالانکہ آپ تمام مخلوق کے متبوع ہیں اور اس کی شریعت کے متبعین بھی اس پر فخر کرتے۔

ایک جماعت نے اس بارے میں توقف کیا اور قطعی حکم سے احتراز کیا اسی طرف امام الحرمین گئے ہیں اور ایک جماعت نے کہا پہلی شریعت کے متبوع تھے پھر اس میں اختلاف ہے کہ کس نبی کے دین کے تابع تھے۔ تو ایک جماعت نے تعین میں توقف کیا اور بعض نے جسارت کر کے کچھ نے نوح بعض نے حضرت ابراہیم بعض نے حضرت موسیٰ بعض نے حضرت عیسیٰ اور بعض نے حضرت آدم علیہم السلام کے متبع کہا یہ تمام مذاہب اس مسئلہ میں ہیں۔ پہلا جمہور کا مذہب اظہر ہے اور تعین والوں کا مذہب بعید از عقل ہے اس لیے اگر کچھ ہوتا تو اسے ضرور نقل کیا جاتا۔

بعض کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری نبی ہیں تو ظاہر ہے بعد میں آنے والا انہی کی

اتباع کرے گا یہ دلیل مضبوط ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی عمومِ دعوت ثابت نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی نبی کی دعوت عامہ نہیں اسی لیے آپ کے علاوہ کوئی نبی جنات کی طرف نہ آیا سورت احقاف کے آخر میں جو جنات کا تورات پر ایمان لانے کا ذکر ہے وہ ایمان تبرع ہے فرضی نہیں جیسا کہ بعض عرب وغیرہ کا انجیل پر ایمان نفلی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا بنی اسرائیل اور قبطہ کے علاوہ ثابت نہیں اور نہ عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت بنی اسرائیل کے علاوہ ثابت ہے۔

بعض کا خیالِ باطل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ شریعت ابراہیم علیہ السلام کے متبع تھے کوئی الگ شریعت نہ تھی بلکہ شریعت ابراہیمی کے احیائ کے لیے تشریف لائے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ (النحل:123)

''پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ آپ ابراہیم کے دین کی پیروی کیجیے جو ہر باطل سے جدا رہے''۔

یہ گمان سراسر باطل وخرافات پر مبنی ہے اور قرآن وسنت پر دسترس نہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اس آیت میں توحید خاص جو مقام خلت جو کہ ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہے کے مطابق ہو اس کی اتباع کا حکم دیا جا رہا ہے اس طرف اشارا ہے:

حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾ (انعام:79)

''اس ذات کی طرف منہ پھیر لیا اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے''۔

اس توحید خاص کا سبب یہ ہے کہ جب آپ کو نارِ نمرود میں ڈالا گیا تو اعانت کے لیے جبریل امین حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

اَمَا اِلَیْکَ فَلَا۔ مجھے تیری مدد کی کوئی ضرورت نہیں۔

یہ فرما کر استعانت سے انکار کر دیا تسلیم کے اس درجہ پر فائز ہوئے جس پر آپ سے قبل یا بعد کوئی نبی نہ پہنچ سکا مگر رسول اکرم ﷺ اس سے بلند ترین مرتبہ پر پہنچے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس درجہ تک پہنچے جس کو خالق ومالک کے سوا کوئی نہیں جانتا اسی بنا پر روز حشر مخلوق خدا جب مختلف انبیاء سے ہوتی ہوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو گی تو یوں گویا ہو گی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقام خلت سے نوزا ہے بیشک آپ خلیل ہیں تو ابراہیم علیہ السلام اگر چہ خلیل اللہ ہیں لیکن ہمارے نبی پاک ﷺ کا مقام ومرتبہ اس سے بھی ورااُلوراُ ہے جس کی نظیر سابقہ آیت:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ (انعام:90)

''یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے راہ دکھائی تو آپ انہیں کی راہ پر چلئے''۔

اس امرِ اقتدا توحید اور مقام علیا جو اصول کی طرف راجع ہیں نہ فروع اس لیے کہ بعض نبی مثلاً یوسف علیہ السلام ایک قول کے مطابق بالکل رسول نہ تھے شرائع میں فروعات تو مختلف ہیں تو ان فروع میں اقتداء محال ہے۔

سوال: توحید تو دلائل قطعیہ سے ہے تو اس میں اقتداء کیسے ہو سکتی ہے؟۔

جواب: ہم نے اس تردید کی طرف مقامات علیا سے جو لائق ہیں اشارہ کر دیا ہے ان میں ایک کیفیت دعوت توحید ہے نرمی آسانی کے ساتھ حق کی دعوت اور دلائل واضحہ ظاہرہ بار بار مختلف انداز سے بیان کرنا تا کہ قلب میں راسخ ہو جائے۔

آپ کی قبل از بعثت کیفیت عبادت معلوم نہیں

شیخ الاسلام سراج بلقینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ احادیث میں ایسی کوئی روایت نہیں ملتی جس سے آپ کی بعثت سے قبل کی کیفیت عبادت معلوم ہو لیکن ابن اسحاق وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سال میں ایک ماہ غار حرا میں عبادت الٰہی میں مصروف ہوتے دور جاہلیت کی عبادت یہ تھی کہ جو مسکین بھی آئے اسے کھانا کھلانا جب گھر واپس تشریف لاتے تو گھر میں داخل ہونے سے قبل بیت اللہ کا طواف کرتے۔

بعض علماء کہتے ہیں آپ کی عبادت تفکر و تدبر تھی۔

اور کہا انہوں نے کہ میرے نزدیک (شیخ الاسلام سراج بلقینی) عبادت مختلف اقسام پر مشتمل تھی ایک خلوت و یکسوئی جیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے تنہائی اختیار کی، دوم توجہ الی اللہ کیونکہ یہ بھی عبادت ہے جس طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے، سوم تفکر و تدبر اسی لیے بعض علماء نے کہا کہ غار حرا میں آپ کی عبادت تفکر تھی۔

چوتھا سوال کیا آپ تمام مخلوق کی طرف رسول ہیں کا جواب

یہ سوال کہ کیا حضور اکرم ﷺ تمام مخلوق کے رسول ہیں یہ اکثر لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا ہے اور اس کا جواب مبسوط اور مختصر طور پر پہلے گزر چکا ہے معتمد قول کا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتوں کے بھی ہیں اس میں دو قول ہیں ایک قول جس کو شیخ الاسلام تقی سبکی وغیرہ متاخر محققین نے ترجیح دی۔ امام رازی نے جو تفسیر کبیر میں بیان کیا ہے اس کی تردید کی اسی طرح حلیمی اور بیہقی کی بھی تردید کی انہوں نے کہا کہ آپ فرشتوں کے رسول ہیں اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا (فرقان:1)

''تاکہ وہ سارے جہان کو ڈرسنانے ولا ہو''۔

وہ جن وانس اور فرشتے مراد ہیں۔

بعض نے کہا کہ بعض فرشتوں کے رسول ہیں یہ قول بلادلیل ہے جس طرح یہ قول کہ آپ کسی فرشتے کے رسول نہیں بلادلیل ہے ان کے لیے آپ کا نذیر ہونا ان کے معصوم ہونے کے منافی نہیں کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی طرف رسول ہونے کا مقصد ان کو آپ پر ایمان لانے کے ساتھ مکلف کرنا آپ کی سیادت ورفعت کا اقرار آپ کے حضور ان کا عاجزی وانکساری کرنا آپ کے متبعین میں اضافہ کرنا تاکہ آپ کے شرف میں زیادتی ہو۔

پھر یہ انداز شب معراج سب فرشتوں پر ظاہر ہوا یا بعض کے لیے شب معراج اور بعض کے لیے دوسرے کسی مقام پر مخصوص چیز میں اخراج سے تمام شریعت کا اخراج مستلزم نہیں۔

ایک شاذ قول ہے فرشتے جنات سے ہیں اور جنات ساویہ مسلمان ہیں اگر اس قول کو تحقیقی قول کے ساتھ ملایا جائے تو اس سے ثابت ہوگا کہ آپ تمام ملائکہ کے رسول ہیں اور محتاج بیان نہیں اور یہی ظاہر آیت سے ثابت ہے اور مسلم شریف کی یہ حدیث جس کی صحت میں کوئی نزاع نہیں کہ:

اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً۔ میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

خلق اور کافۃ کا لفظ بتارہے ہیں کہ آپ سب کے رسول ہیں یہی شیخ جمال بارزی نے کہا کہ آپ تمام مخلوق کے رسول ہیں یہاں تک کہ جمادات کے بھی رسول ہیں کہ ان میں فہم وعقل مخصوص عطا کی گئی کہ انہوں نے آپ کو پہچانا آپ پر ایمان لائے اور کمالات وفضائل کا اعتراف کیا۔

جس کی شہادت حدیث مؤذن سے ملتی ہے کہ مؤذن کی آواز جہاں تک جاتی ہے روز حشر اس کے حق میں ہر شجر وحجر وغیرہا ہر چیز شہادت دے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (الحشر:21)

''اگر ہم قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور آپ اس کو اللہ کے خوف سے جھکا ہوا پاش پاش دیکھتے''۔

اور وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (بنی اسرائیل:44)

''ایسی کوئی چیز بھی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی نہ بیان کرتی ہو''۔

جب ان جمادات کو یہ ادراکات حاصل ہیں تو بارزی کے قول کا انکار نہیں کیا جاسکتا بالخصوص جب حدیث مسلم سے بھی تائید ہو رہی ہے۔

سوال: جمہور مفسرین نے عالمین کی تفسیر جن وانس سے کی ہے اور آپ اس میں ملائکہ کو بھی شامل کر رہے ہیں؟۔

جواب: اس سے فرشتوں کی طرف مطلق ارسال کی نفی ہوتی نہیں کیونکہ جن وانس شریعت کے مکلّف ہیں تو ان کی طرف رسالت تکلیفی ہے دوسروں کی طرف تکلیفی نہیں تو مفسرین نے مکلّف بالشریعت ہونے کی وجہ سے جن وانس کے ساتھ تفسیر کی۔

حاصلِ کلام۔ فریقین دونوں کے پاس دلائل ہیں ان میں کوئی بھی امر یقینی نہیں۔

پانچواں سوال کہ خلفاء اربعہ کے مابین افضلیت قطعی ہے یا نہیں کا جواب

یہ سوال کہ خلفائے راشدین میں افضلیت قطعی ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی خلفاء ثلاثہ پر افضلیت قطعی اور یقینی ہے پھر حضرت عمر بن خطاب دونوں سے افضل ہیں لیکن حضرت عثمان کی حضرت علی سے افضلیت تو ظنی ہے اس لیے بعض اکابر اہل سنت مثلاً سفیان ثوری وغیرہا حضرت علی کو حضرت عثمان پر ترجیح دیتے ہیں تو جس میں اہل سنت کا آپس میں اختلاف ہوا تو وہ امر ظنی ہے۔

اس مسئلہ پر احادیث متعارض ہیں جتنی کثیر احادیث حضرت علی المرتضی کے فضائل میں مروی ہیں اتنی دیگر اصحاب ثلاثہ کے فضائل میں نہیں۔

اس کا بعض آئمہ نے یہ جواب دیا کہ ان کے دور خلافت میں کثرت سے فتنے بپا ہوئے اور آپ کے اعداء بکثرت ہو گئے جو آپ کی شان میں تحقیر اور تنقید کرتے تھے تو ان فساق و فجور کو جواب دینے کے لیے آپ کی شان میں بکثرت احادیث روایت کیں اور اصحاب ثلاثہ کے دور میں ان کے مخالف کثیر تعداد میں نہ تھے۔ اس لیے ان کے فضائل روایت کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔

چھٹا سوال کہ اہل فترت کو توحید پر ایمان لانا فرض تھا یا نہیں

اصح مذہب ان کے لیے توحید پر ایمان لانا لازم تھا بلکہ اصح مذہب میں اہل فترت جن کے پاس کوئی رسول نہیں آیا وہ جنت میں جائیں گے جیسے آیت کریمہ ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ (بنی اسرائیل:44)

"اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک کہ رسول نہ بھیج لیں"۔

یہ آیت قبل از بعثت لوگوں کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ پہلے رسول آدم ہیں یا نوح علیہما السلام۔ بعض حضرات نے کہا جو شخص آدم علیہ السلام یا نوح علیہ السلام کی بعثت کے بعد ایمان نہیں لاتا وہ دوزخی ہے یہ قول ظاہر آیت کے مخالف ہے لہٰذا یہ قول معتبر نہیں۔

ساتواں سوال کہ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے یا نہیں کا جواب

حقیقی تخلیق (کسی چیز کا عدم سے وجود میں لانا) غیر اللہ کے لیے کسی چیز میں ثابت کرنا صریح کفر ہے وہ شخص واجب القتل ہے لیکن اپنے افعال کا خالق ہونا کے نظریہ سے معتزلہ کے نظریہ کی مانند بدعت، ضلالت اور فسق ہے اصح قول کے مطابق وہ مسلمان ہے۔

آٹھواں سوال کہ کافر کو ثواب اور مومن کو عذاب دینے کو عقل جائز سمجھتی ہے کا جواب

مومن کو عذاب دینا اس کو عقل جائز سمجھتی ہے بلکہ اس کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے انبیاء و رسل اور دیگر بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز لازم نہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔

قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ (مائدہ:17)

"آپ ان سے فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم اور ان کی ماں اور زمین کے سب رہنے والوں کو ہلاک کرنا چاہے تو اس کے مقابلے میں کوئی کیا کر سکتا ہے"۔

مطیع کو ثواب اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دیتا ہے اور سزا بھی دے سکتا ہے لیکن وہ مقتضائے وعدہ عذاب نہ دے گا اور کبھی اپنے وعدہ کے خلاف نہ کرے گا۔

عاصی اور گناہوں کے مرتکب کو محض اپنے عدل سے سزا دے گا اور معاف کر کے ثواب بھی دے سکتا ہے کیونکہ وعید کے خلاف کر سکتا ہے خلف وعدہ نہیں کہ وہ جھوٹ بن جاتا ہے جو اس کی شان کے خلاف ہے اور منصوص ہے کہ اپنے وعدہ کے خلاف نہ کرے گا۔ وعدہ صرف خیر میں ہوتا ہے اس کا تقاضا ہے کہ وعید کا بھی خلاف نہ کرے کیونکہ خلف وعدہ اور خلف وعید میں نسبت تقابل ہے۔

مذکورہ بالا کلام مومن کے بارے میں تھا کافر کو ثواب نہیں دے سکتا کہ اس نے خبر دی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ (نساء:116)

"بیشک اللہ تعالیٰ اس گناہ کو نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے لیے

اور گناہوں میں سے جو کچھ چاہے معاف فرما دیتا ہے"۔

لہٰذا کافر کو ثواب دینے کو جائز نہیں رکھتا اس وجہ سے اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص کافر کو ثواب دینے کو جائز رکھے وہ کافر ہے۔

ابن حجر کے فتاویٰ حدیثیہ سے ایک فتویٰ

درود شریف سے متعلق۔ایک جماعت جامع از ہر مکہ اور بعض دیگر مقامات پر شب دوشنبہ اور جمعرات کو درود شریف پڑھتے ہیں الفاظ اور درود شریف میں سے ایک کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ اَفْضَلَ صَلَاةٍ عَلٰی اَفْضَلَ مَخْلُوْقَاتِکَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ۔الخ

"اے اللہ افضل صلاۃ تیری مخلوق میں سے افضل شخصیت سیدنا محمد ﷺ پر نازل فرما"۔

اس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا اور کہا کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے لہٰذا یہ درود شریف نہیں پڑھنا چاہیے کیا یہ مانعین حق پر ہیں یا نہیں؟۔

مانعین سخت خطا پر ہیں بلا دلیل اور بلا وجہ مادحین پر اعتراض کیا ہے اسی طرح بعض لوگ مادحین کے اس قول اگر آپ نہ ہوتے تو کوئی ملک ہوتا نہ فرشتہ پر اعتراض ہے کہ یہ بغیر دلیل کے ہے یہ نہیں کہنا چاہیے نیز اسی طرح ہے اس قول کہ آپ ﷺ اشرف الخلوق میں سے کوئی ایک ہمسر نہیں پر بھی اعتراض بلا دلیل ہے بلکہ حضور اقدس ﷺ نے اپنی افضلیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اولاد آدم کا سردار ہوں۔

کیا صالحین فرشتوں سے افضل ہیں

رہا یہ مسئلہ کہ صالحین بشر ملائکہ سے افضل ہیں؟ تو اس کا جواب امام الائمہ (سراج الامہ) امام ابوحنیفہ نے دیا لَاۤ اَدْرِیْ میں نہیں جانتا (ابن حجر فرماتے ہیں) یہی صحیح جواب ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان:

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا۠ ۝ (بنی اسرائیل)

"اور بیشک ہم نے اولاد آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو پاکیزہ رزق دیا اور ہم نے ان کو بہت سی مخلوق پر بزرگی اور فضیلت عطا کی"۔

اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر نہیں فرمایا بنی آدم میں رسول اللہ ﷺ بھی ہیں اس قسم کی معلومات کے ہم

مکلف نہیں اس پر بحث اور کلام کرنا فضول ہے اور سکوت جواب ہے (معترض کا کلام ختم ہوا) اس نے بھی اس معترض کی تقلید کی ہے دونوں خطاء پر ہیں علماء مُصیب رائے والوں پر تنقید اور شیطن کے خرافات کی تائید کی ہے۔

دونوں معترضین کے بطلان کے لیے ہے اَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَیَّ کے الفاظ اظہر من الشمس ہیں جس کو حاکم نے صحیح کہا اور روایت کیا۔

قَالَ قَالَ آدَمُ یَارَبِّ اَسْأَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ ﷺ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی یَا آدَمُ وَکَیْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ اَخْلُقْهُ قَالَ یَارَبِّ لَمَّا خَلَقْتَنِیْ بِیَدِکَ وَنَفَخْتَ فِیَّ مِنْ رُّوْحِکَ رَفَعْتُ رَاسِیْ عَلٰی قَوَائِمِ الْعَرْشِ وَجَدْتُ مَکْتُوْبًا لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَعَلِمْتُ اَنَّکَ لَمْ تَضِفْ اِلٰی اِسْمِکَ اِلَّا اَحَبَّ الْخَلْقِ اِلَیْکَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی یَا آدَمُ اِنَّهٗ لَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَیَّ وَاِذْسَأَلْتَنِیْ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ قَدْ غَفَرْتُ لَکَ وَلَوْ لَا مُحَمَّدٌ مَاخَلَقْتُکَ۔

''فرمایا آدم علیہ السلام نے عرض کیا اے پروردگار! محمد ﷺ کے توسل سے میری خطا معاف فرما اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم! تو نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا جب کہ ابھی وہ پیدا بھی نہیں ہوئے تو وہ عرض گویا ہوئے اے میرے پروردگار جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے بنایا اور مجھ پر روح کا القا کیا تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو ساقِ عرش پر لکھا ہوا پایا لاالٰه الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں) تو مجھے یقین ہو گیا تو اپنے نام کے ساتھ مخلوق میں سے اسی کا نام ملاتا ہے جو تجھے سب سے زیادہ عزیز ہو تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے پیارے آدم! وہ واقعی سب سے زیادہ عزیز ہیں جب تو نے (حضرت) محمد ﷺ کے وسیلہ سے استغفار چاہی تو میں نے تجھے معاف کر دیا اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا''۔

اس کی سند میں سقم ہے ابن عدی نے کہا اس حدیث کو بیان کرتے ہیں اس کے غیر کا اس حدیث کی تضعیف کرنا قلیل ہے ان احادیث سے جن کو حاکم نے صحیح کہا ایک حدیث یہ بھی ہے:

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَوْحَی اللّٰهُ تَعَالٰی اِلٰی عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ یَاعِیْسٰی آمِنْ بِمُحَمَّدٍ وَمُرْ مَنْ اَدْرَکَهٗ مِنْ اُمَّتِکَ اَنْ

يُؤْمِنُوْا بِهٖ فَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ آدَمَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَاخَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَى الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ فَكَتَبْتُ عَلَيْهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَسَكَنَ۔

''ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی اے عیسیٰ محمد (ﷺ) پر ایمان لا اور اس امت کو حکم دے کہ ان میں سے جو اس کو پالے وہ آپ پر ایمان لائے اگر محمد نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا اگر محمد کو پیدا نہ کرتا تو جنت و دوزخ کو پیدا نہ کرتا میں نے عرش کو پانی پر بنایا تو وہ مضطرب ہوا تو میں نے اس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا تو اس کو سکون ملا''۔

اس قسم کا ذکر انسان اپنی عقل سے بیان نہیں کر سکتا اور ابن عباس سے جب صحت کی روایت ہو تو یہ مرفوع کے حکم میں ہوگی کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے سن کر بیان کی ہے جیسا کہ آئمہ اصول وحدیث وفقہ نے بیان کیا۔

اگر پہلی حدیث کو سقیم تسلیم کر لیا جائے تو اس کی کمزوری اس حدیث سے پوری ہو جاتی ہے کیونکہ یہ تنہا ہی حجت کے کافی ہے تو اگر اس کے ساتھ پہلی کو ملا لیا جائے تو مزید قوت پیدا ہوگی۔

صاحب شفاالصدور وغیرہ نے حدیث روایت کی ہے:

قَالَ اللّٰهُ يَا مُحَمَّدُ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَوْلَاكَ مَاخَلَقْتُ اَرْضِيْ وَلَا سَمَائِيْ وَلَا رَفَعْتُ هٰذِهِ الْخَضْرَآءَ وَلَا بَسَطْتُ هٰذِهِ الْغَبْرَآءَ۔

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم اگر تو نہ ہوتا تو میں زمین وآسمان نہ بناتا اور نہ سبزیات کو بلند کرتا اور نہ اس کے گرد فرش بناتا''۔

ایک روایت میں ہے:

مِنْ اَجَلِكَ اَسْطَحُ الْبُطْحَآءَ وَاَمُوْجُ الْمَاءَ وَاَرْفَعُ السَّمَاءَ وَاَجْعَلُ الثَّوَابَ وَالْعِقَابَ وَالْجَنَّةَ وَالنَّارَ۔

''تیری وجہ سے وادی کو پھیلاتا ہوں پانی کا تموج، آسمان کو رفعت ثواب وعقاب اور جنت ودوزخ کو بناتا ہوں''۔

قاضی عیاض شفا میں ذکر کرتے ہیں۔

فَقَالَ آدَمُ لَمَّا خَلَقْتَنِيْ بِيَدِكَ رَفَعْتُ رَأْسِيْ اِلَى الْعَرْشِ فَاِذَا هُوَ فِيْهِ

مَکْتُوْبٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَعَلِمْتُ اَنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ اَعْظَمُ قَدْرًا عِنْدَکَ مِمَّنْ جَعَلْتَ اِسْمَهٗ مَعَ اِسْمِکَ فَاَوْحَی اللّٰهُ اِلَيْهِ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ اِنَّهٗ لَاٰخِرُ النَّبِيِّيْنَ مِنْ ذُرِّيَّتِکَ وَلَوْ لَاهُ لَمَا خَلَقْتُکَ۔

''آدم علیہ السلام نے عرض کیا جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے بنایا میں نے عرش کو دیکھا تو اس پر یہ کلمہ لکھا ہوا دیکھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو مجھے یقین ہو گیا کہ تیرے ہاں ان سے زیادہ کوئی معزز نہیں اسی لیے تو نے ان کے نام کو اپنے نام سے ملایا تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی اے آدم! مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم وہ تیری اولاد سے آخری رسول ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا''۔

ان تمام احادیث سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ پہلے معترض کا اعتراض باطل ہے اور دوسرے معترض کا اعتراض کہ آدم حضور اقدس ﷺ سے افضل ہیں تو اس کا بطلان بھی اسی روایت کردہ حدیث سے ہو جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا میں روز حشر اولاد آدم کا سردار ہوں گا اس میں فخر نہیں اور ہر نبی آدم ہوں یا کوئی اور میرے جھنڈے تلے ہو گا۔

اس حدیث میں حضور اقدس ﷺ کی آدم علیہ السلام پر فضیلت ثابت ہو رہی ہے آدم علیہ السلام کی فضیلت فرشتوں پر تو یہ قرآن سے صراحتہً ثابت ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ (بقرہ:34)

''اے نبی ﷺ یاد کیجیے جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی کریں''۔

اور آیت:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾ (آل عمران)

''بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم اور نوح اور ابراہیم کے خاندان اور عمران کے خاندان کو تمام عالم پر برگزیدہ کیا''۔

فرشتے بھی بالاتفاق کائنات میں شامل ہیں۔

جب ادلہ صحیحہ سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء سے افضل ہیں جیسا کہ چند سطور بالا سے بیشتر مذکور ہوا کہ ہر نبی روز محشر حضور کے جھنڈے تلے ہو گا اور مندرجہ بالا

دوآیات سے ثابت ہوا آدم، نوح، آل ابراہیم و آل عمران فرشتوں سے افضل ہیں (مذکورہ حدیث اورآیات کو جوڑ کر صغریٰ کبریٰ ملانے سے نتیجہ اخذ ہوتا ہے) کہ حضور اقدس ﷺ آلِ ابراہیم و آلِ عمران اور جملہ انبیاء اور تمام فرشتوں سے افضل تر ہیں۔

اسی طرح بخاری و مسلم کی حدیث ہے:

اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ روزِ حشر میں تمام لوگوں کا سردار ہوں گا۔

تمام مخلوق پر افضلیت اس آیت سے بھی ثابت ہے:

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ؀ (انشراح) اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کیا۔

قاضی (بیضاوی) نے کہا اس سے رفع عظیم مراد ہے اسی لیے مفسرین نے ذکر کیا۔ اس سے مراد ہے کہ جب بھی میرا ذکر ہوگا ساتھ تیرا ذکر بھی ہوگا اس رفع عظیم سے تمام مخلوق پر آپ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ جن پر رفعت و بلندی دی ان کا ذکر نہیں کیا اور اصل اس میں عدم تخصیص ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی تمام مخلوق پر رفعتِ شان پر یہ آیت دلالت کر رہی ہے:

عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ؀ (بنی اسرائیل)

"قریب ہے کہ آپ کو آپ کا رب ایسے مقام میں کھڑا کرے کہ جہاں سب لوگ آپ کی تعریف کریں"۔

اس کی تفسیر حضور اقدس ﷺ نے حدیثِ حسن میں شفاعتِ عظمیٰ کے ساتھ بایں وجہ کہ اس وقت اولین و آخرین اس کی حمد و ثناء کریں گے لیکن آپ حمد و ثناء میں سب پر برتری حاصل کریں گے۔

آپ کی فضیلت پر دلالت کرنے والی حدیث میں سے ایک جس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا:

ثَلَاثٌ مَنْ کُنَّ فِیْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ مَنْ کَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِمَّنْ سِوَاهُمَا۔ الخ۔

"تین خصلتیں جس میں ہوگی وہ ایمان کی حلاوت اور مٹھاس پائے گا۔ ایک کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہر چیز سے اس پیارے ہوں"۔ الخ۔

اس میں تفکر کر تجھے اس سے افضلیت ثابت ہو جائے گی اسی طرح صحیح حدیث کہ:

"سب سے پہلے میری قبر کھلے گی میں جنتی لباس پہن کر عرش کی داہنی طرف کھڑا ہوں گا جہاں میرے سوا کوئی فرشتہ بھی کھڑا نہ ہوسکے گا"۔

اس نے الحدیث الحسن کہا اور ترمذی نے اسے غریب جیسا کہ شیخ الاسلام سراج بلقینی نے بیان کیا:

اَنَاحَبِیْبُ اللّٰہِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَاحَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَوَاَنَااَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ یَوْ مَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یُحَرِّکُ حَلْقَ الْجَنَّۃِ فَیَفْتَحُ اللّٰہُ لِیْ وَمَعِیَ فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنَااَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ وَلَا فَخْرَ۔

''میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اس پر فخر نہیں میں روز محشر حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں اس میں فخر نہیں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا اور جس کی شفاعت قبول ہوگی اس میں کوئی فخر نہیں سب سے بیشتر باب جنت کھٹکھٹاؤں گا تو اللہ تعالیٰ میرے لیے کھولے گا میرے ساتھ مومن فقرا ہوں گے میں اولین وآخرین کا سردار ہوں اور اس میں کوئی فخر نہیں''۔

ان احادیث کے الفاظ پر غور کیجیے۔''لَیْسَ اَحَدٌ غَیْرِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ اَنَا اَکْرَمُ اَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ'' یہ تمام ملائکہ انبیاء ومرسلین کو شامل ہیں آپ کی افضلیت تمام مخلوق پر دلالت کر رہی ہے قصہ آدم علیہ السلام اَنَّہٗ لَاحَبُّ الْخَلْقِ بھی آپ کی افضلیت پر صریح دال ہے۔

اس کے موافق ہے کہ جو امام بلقینی نے بعض محدثین سے روایت کیا اور کہا کہ اس کی سند کا ذکر نہ کرنا نقصان دہ نہیں کیونکہ آئمہ محدثین نے بکثرت احادیث ایسی روایت کی ہیں جو اس کے موافق اور شواہد ہیں ان میں ایک حدیث جبریل ہے جس کو اسی محدث نے روایت کیا:

قَالَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ عَنْ جِبْرَئِیْلَ عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی لِنَبِیِّہٖ ﷺ وَقَدْ مَنَنْتُ عَلَیْکَ بِسَبْعَۃِ اَشْیَاءَ اَوَّلُھَا اِنِّیْ لَمْ اَخْلُقْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَکْرَمَ عَلَیَّ مِنْکَ۔

''نبی کریم ﷺ نے بواسطہ جبرئیل اللہ تعالیٰ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا میں نے تجھ پر سات اشیا سے احسان کیا ایک ان میں سے یہ ہے کہ تجھ سے زیادہ معزز میں نے زمین وآسمان میں کسی کو پیدا نہیں کیا''۔

دوسری حدیث:

عَنْہُ ﷺ قَالَ قَالَ لِیْ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَبْشِرْ فَاِنَّکَ خَیْرُ خَلْقِہٖ وَصَفْوَتِہٖ مِنَ الْبَشَرِ حَبَاکَ اللّٰہُ بِمَالَمْ یُحِبَّ اَحَدٌ مِّنْ خَلْقِہٖ لَامَلَکًا مُقَرَّبًا وَلَا نَبِیًّا مُرْسَلًا وَلَقَدْ قَرَّبَکَ الرَّحْمٰنُ اِلَیْہِ مِنْ قُرْبِ عَرْشِہٖ مَکَانًا لَمْ یَصِلْ اِلَیْہِ اَحَدٌ مِّنْ اَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَلَامِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ

فَهَنَّأَكَ اللّٰهُ بِكَرَامَتِهٖ وَمَاحَبَّاكَ بِهٖ۔

''رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے جبرئیل نے کہا آپ کو مبارک ہو کہ آپ اللہ کی مخلوق سے بہتر و برتر ہیں اسے جتنی آپ سے محبت ہے مخلوق میں سے کسی سے نہیں نہ مقرب فرشتہ سے اور نہ نبی مرسل سے۔ رحمٰن نے عرش کے قریب مقام عطا کیا جہاں زمین وآسمان والوں میں سے کوئی نہ پہنچ سکا۔ اللہ تعالیٰ نے تکریم سے تہنیت فرمائی اور مرحبا کہا''۔

اور کہا معلوم و مشہور حدیث ہے تحقیق نبی کریم ﷺ آگے گزر گئے اور جبرئیل اپنے مقام پر ٹھہر گئے اور ایک فرشتہ ملا اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آگے ہوں میں نے کہا تو آگے ہو اس نے جواب دیا آپ کا حق ہے کہ آپ مجھ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز و مکرم ہیں۔

حدیث سواد مشہور میں ہے یا خیر مرسل۔ اے مرسلین سے اشرف یہ فرشتوں کو شامل ہے کہ فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرسل (پیامبر) ہیں۔

مشہور بحیرا کی حدیث صحیح میں ہے:

هٰذَا سَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ۔ یہ رسولوں کے سردار ہیں۔

حاکم کے نزدیک مندرجہ ذیل حدیث صحیح کہ بشر بن سعاف کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جمعہ کے روز حضرت عبداللہ بن سلام کے پاس مسجد میں بیٹھے تھے حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا دنیا کے تمام ایام سے جمعہ کا روز افضل ہے کہ اس میں آدم کی تخلیق ہوئی اور اسی میں قیامت برپا ہوگی اور تحقیق اللہ تعالیٰ کے پاس خلفاء میں سے خلیفہ ابو القاسم (محمد مصطفیٰ) ﷺ سب سے زیادہ مکرم و محتشم ہیں راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا فرشتے کہاں گئے تو آپ نے میری طرف دیکھ کر مسکرا کر کہا اے بھائی کے بیٹے کیا جانتا ہے فرشتے کہاں ہیں؟ بیشک فرشتے زمین وآسمان کے مانند ایک مخلوق ہیں، ہوا، بادل، پہاڑ کی مخلوق اور دیگر مخلوق میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے پاس معزز و مکرم نہیں بلکہ تمام مخلوق سے بزرگ تر ابو القاسم ﷺ ہیں۔

اس قسم کی روایت بالعقل نہیں ہو سکتی تو عبداللہ بن سلام جیسی شخصیت جو کہ اکابر صحابہ سے ہیں کا بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے یقیناً انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہوگا (تو مرفوع کے حکم میں ہوئی) یہ احتمال کہ انہوں نے تورات سے بیان کیا ہو کہ آپ احبار یہود سے تھے اگر تورات سے نقل کردہ بھی تسلیم کرلیں تو پھر بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ آپ صحابہ اور اہل کتاب میں سے مومن ہیں تو

منشا حدیث کو سمجھتے ہیں جیسا کہ حدیث رجم زانیہ ان سے مروی ہے اور تورات سے روایت کردہ قرآن کریم کے عین مطابق ہے اور نبی کریم ﷺ نے بھی اس تصدیق کی فرمائی۔

بلقینی کہتے ہیں حضور اقدس ﷺ کی تمام مخلوق پر افضلیت یہ کثیر صحابہ سے مروی ہے کسی صحابی یا تابعی نے اس کی مخالفت نہیں کی بشر بن سعاف کا اَیْنَ الْمَلَائِکَۃُ کہنا امر واقع اور عموم کا اظہار مطلوب تھا اور نہ ہی کسی امام سے اس کی مخالفت ہوئی۔

معتزلہ اور باقلانی اور حلیمی سے جو مخالفت مذکور ہے وہ ممکن ہے نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کے لیے کہا ہو جیسا کہ متاخرین نے بعض اکابر متقدمین سے نقل کر کے اس پر اعتماد کیا۔

زمخشری کے نزدیک جبریل افضل ہیں اور اس کی تردید

سورت تکویر کی تفسیر زمخشری نے جبرئیل امین کی افضلیت کی صریح کی ہے جس کی تردید بھی ہماری سابقہ گفتگو سے ہو گئی۔

باقلانی اور حلیمی کے قول کی ترجیح

ممکن ہے کہ حلیمی اور باقلانی نے ملائکہ کی افضلیت ایک نوع مخصوص میں مراد لی ہو مثلاً ان کا ہمیشہ تسبیح وتہلیل میں مصروف رہنا وغیرہ اور مطلق افضلیت جمیع عبادت میں تو انبیاء کو فرشتوں پر حاصل ہے افضلیت مخصوصہ کی امثلہ بہت ہیں اَقْرَءُ کُمْ اُبَیٌّ۔ تم سے بڑے قاری ابی ہیں اَمِیْنُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَبُوْ عَبَیْدَۃَ۔ اس امت کے امین ابوعبیدہ (بن جراح) ہیں۔

مَااَقَلَّتُ الْغَبْرَاءُ وَلَا اَظَلَّتِ الْخَضْرَاءُ اَصْدَقُ لَھْجَۃٍ مِنْ اَبِیْ ذَرٍّ۔

زمین کے اوپر آسمان کے نیچے ابوذر سے زیادہ سچا کوئی نہیں۔

ان میں فضیلتِ مخصوصہ ہے لہٰذا خلفاء راشدین کی افضلیت کے منافی نہیں دیگر اوصاف میں ان حضرات اور باقی اصحاب پر فضیلت رکھتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ کے قول لاادری کی توجیح

صالحین بشر کی فرشتوں پر فضیلت کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا فرمان لَاادْرِیْ (میں نہیں جانتا) اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ آپ کا ایک قول ہے۔ دوسرا قول ہے انبیاء فرشتوں سے افضل ہے۔

احناف کا معتمد علیہ قول

لیکن علماء احناف کا معتمد علیہ قول ہے کہ خاص بشر یعنی مرسلین تمام فرشتوں سے افضل ہیں خواص

فرشتے انبیاء غیر ملائکہ سے افضل ہیں خواص فرشتے غیر مرسلین انبیاء سے افضل ہیں۔
اس کے مطابق بھی ہمارا مدعا ثابت ہے کہ ہمارے لیے رسول جمیع ملائکہ سے اشرف ہیں۔

ایک مغالطہ کا ازالہ

امام ابو حنیفہ اور دوسرے کسی امام کے بارے میں یہ خیال نہ کیا جائے کہ شائد وہ رسول اکرم ﷺ کی فرشتوں پر فضیلت میں توقف کرتے ہیں۔

امام شافعی کا مسلک

امام شافعی علیہ الرحمہ اپنی کتاب الرسالۃ میں لکھتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ جو وحی کے ساتھ بالخصوص منتخب ہوئے جمیع مخلوق پر بزرگی رکھتے ہیں رحمت اور ختم نبوت کے اعتبار اور آپ کی نبوت ورسالت اولین وآخرین سب کے لیے یکساں ہیں آپ کا ذکر بلند ہے اس طرح کہ اللہ کے ذکر کے ساتھ آپ کا بھی ذکر ہوتا ہے محشر کے روز سب سے قبل شفاعت کرنے والے تمام سے ذات کے اعتبار سے طیب اور نسب ومکان کے اعتبار مختار۔ آپ ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں آپ کا شرف وکرم اور وجود مسعود دین ودنیا میں نعمۃ خاصہ وعامہ ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٨﴾ (توبہ:128)

''بیشک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول تشریف لائے جن کو تمہارا تکلیف میں پڑنا سخت ناگوار ہے وہ تمہاری بھلائی بہت زیادہ چاہنے والے ہیں مسلمانوں پر تو نہایت ہی شفیق اور مہربان ہیں''۔

امام شافعی علیہ الرحمۃ کا تصریح کردہ قول کہ نبی کریم ﷺ تمام مخلوق سے افضل ہیں یہی عام علماء کا قول ہے۔

اور معترضین کا قول کہ لَاۤ اَدْرِیْ سے جواب دینا صحیح ہے بالکل غلط ہے صحیح جواب جس پر علماء کا اتفاق ہے رسول پاک ﷺ کی تمام فرشتوں سمیت کل مخلوق پر فضیلت ہے انبیاء علیہم السلام کی فرشتوں پر برتری ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْۤ اٰدَمَ (بنی اسرائیل:70) بے شک ہم نے اولاد آدم کو عزت دی۔
انبیاء علیہم السلام کی ملائکہ پر فضیلت اس آیت سے واضح طور پر ثابت ہے مگر جو دلیل سے خارج ہو اور اللہ تعالیٰ کا فرمان:

وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل)

''اوران کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا''۔

اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ فضیلت غلبہ کے اعتبار سے ہے اور بعض نے کہا کہ روز محشر میں ثواب وجزا کے لحاظ سے ہے۔

اس پر انسان وفرشتوں کے مابین فضیلت میں اختلاف کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ انسان فرشتہ سے افضل ہے اگر یہ قول ان سے صحیح طور پر ثابت ہو جائے تو اس کا مطلب ہے کہ انبیاء کے علاوہ مخلوق پر محمول ہے بالخصوص ہمارے سید وآقا محمد مصطفیٰ ﷺ جن کی افضیلت تمام مخلوق پر براہین قاطعہ سے مبرہن ہو چکا ہے۔

معترض کا قول ہم اس کی معرفت کے دین میں مکلف نہیں یہ بھی غلط ہے یہ اصول دین سے ہے اور ہم اس کے مکلف ہیں کہ ہم آپ کی عزت وتکریم کریں اور دلائل سے شانِ مرتبہ اور اللہ کے پاس معترض کا قول'' اس میں بحث فضول ہے'' بھی غلط ہے بلکہ اس میں اجر عظیم ہے اس میں صحابہ کرام، علمائے عظام نے گفتگو کی ہے اس میں بحث وگفتگو مطلوب ہے (بلقینی کا کلام تھوڑے سے اضافہ کے ساتھ ختم ہوا)

اس تقریر کے بعد نمازی حضرات کا مساجد میں درود شریف کا اعلان کرنا اور بلند آواز کرنا واضح حق ہے اس پر کسی طرح سے اعتراض نہیں ہوسکتا جو اعتراض کرے تو اسے شیطانی وسوسہ ہوا ہے جن سے اجتناب کرنا چاہئے اور توبہ کرنا چاہیے۔ اختلاج قلب سے دور ہے کہ یہ فساد کبیر تک پہنچا دے گا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ الموافق للصواب۔

امام العلامہ الشیخ علی نورالدین حلبی
صاحب السیرت متوفی سنہ ۱۰۴۴
کے
فرمودات گرامی

شیخ نورالدین حلبی کے جواہرات جو کہ اس کے رسالے تعریف "اہل الاسلام والایمان" کہ کوئی جگہ وزمان حضور اقدس ﷺ سے خالی نہیں سے لیے گئے ہیں یہ آپ کی تالیف ہے جیسا کہ سرورق مکتوب ہے میں نے علامہ ابن علان کے ترجمہ "خلاصہ الاثر" میں دیکھا ہے کہ یہ آپ کی تصنیف ہے۔

رسالہ تعریف اہل الاسلام والایمان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفات اللہ کے لیے جس کے قبضہ سے کوئی چیز خالی نہیں بلکہ تمام اشیاء اسی کے قصد سے وجود میں آئیں جو منکرین کے خرافات سے بلند وبالا ہے۔

صلوٰۃ وسلام اس ذات اکمل جو ہر نبی مقرب سے افضل اللہ کے عبد سیدنا محمد ﷺ نبی رحمت وشفاعت جن کے بعد کوئی نبی نہیں اللہ کی رحمتیں اور سلام آپ پر جمیع انبیاء ومرسلین زمین وآسمان کے جمیع ملائکہ اور جمیع اہل بیت وقرابت دار اور صحابہ کرام وتابعین پر۔ امابعد۔

اس تصنیف کے موضوع بالمعنی پر کئی بار لکھا جا چکا ہے اور اس سے متعلق متعدد سوالات کا بھی جواب دے چکا ہوں اب اس تالیف سے مقصود ایک سوال کا جواب دینا ہے۔ بسم اللہ شریف کے بعد:

سوال: صورت سوال یہ ہے کہ تم اپنی کتب ومجالس میں تصریح وتلمیع سے کہتے ہو کہ محمد (ﷺ) خیر البریہ اور عالمِ علیا وسفلیہ میں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں آپ کی ذات جلوہ گر نہیں تو حل طلب یہ ہے کہ پھر آپ قبر انور میں جلوہ افروز ہیں یا نہیں اگر قبر انور میں موجود ہیں تو ہر جگہ جلوہ گر ہونے کا مطلب کیا ہوا اور ہر جگہ موجود ہونے کی کیا صورت ہوگی؟۔

جواب: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَلْهَمَنَا اِلْهَاماً وَهِدَايَةً لِاِصَابَةِ الصَّوَابِ۔ اے اخی صادق اور اے مرید صادق اللہ تعالیٰ مجھے اور تجھے ہم وغم کی بیماری سے شفا اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا علم وافر عطا فرمائے اس جواب سے قبل ایک:

تمہیدی مقدمہ

تمہیدی مقدمہ ہے عوام مختلف اور اکوان متباین ہیں ایک کون وعالم بطن مادر شکم مادر اس دار فانی دنیا کی مانند نہیں ہے انسان جب شکم مادر میں تھا تو اسے بہت وسیع خیال کرتا تھا لیکن اس دنیا میں آنے کے بعد اسے نہایت تنگ وتاریک محسوس کرتا ہے کہ اب وہاں ایک لمحہ کے لیے رہنا پسند نہیں کرتا اس دنیا سے عالم تفکر کشادہ ہے کیونکہ جب آنکھیں بند کرتا ہے اور اپنے نفس میں فکر کرتا ہے تو اس پر حال کشادہ

ہو جاتا ہے عالم نوم عالم تفکر سے وسیع ہے کہ نیند کے عالم میں روح انسان ہر جگہ فرش تا عرش جاسکتی ہے عالم برزخ نوم سے وسیع تر ہے کہ روح بدن سے مجرد ہو جاتی ہے اور اس کی قوت فرشتہ کی قوت کی مانند ہوتی ہے تو اسے اس دنیا کی وسعت پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اس تمہیدی مقدمہ سے جواب بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

الجواب یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو قوت ملکیہ حاصل ہے جب جنات کو یہ قوت حاصل ہے اس کو ایک شخص بلاتا ہے وہ اگرچہ مشرق میں ہو ایک لحظہ میں اس کے پاس آجاتا ہے۔ دوسرا شخص اگر مغرب میں بیٹھ کر اسے حاضر کرنا چاہے تو ایک لحظہ میں اس کے پاس پہنچ جاتا ہے تو حضرات انبیاء علیہم السلام واولیاء کو ان سے کئی گناہ زیادہ قوت حاصل ہے اس لیے کہ انبیاء واولیاء کی موت وحیات تشریفی ہے اس لیے کہ انہوں نے ایسی گفتگو کی جو انسان کے مقدور سے ماوراء اور ایسے کام کیے اور برداشت کیے جو مقدور سے باہر ہے تو ان میں ثقلین کے فضائل جمع ہوئے بخلاف جنات کے کہ ان کے فضائل صرف طبعی ہیں نیز جن اگر ایک رومال میں متمثل ہوسکتا ہے تو وہ خیال محض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرماتا ہے:

اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُهٗ (اعراف:27)

''بیشک وہ اور اس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں''۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض اولیاء میں یہ صفت بحیثیت خصوصیت ہے تو اس کا معنی یوں ہوگا انبیاء واولیاء کی یہ صفت شرف وبزرگی میں انتہائی قوت کے قبیلہ سے ہے جب کہ جن میں خوبی طبعی طور پر ہے۔

عالم حشر ونشر۔ عالمِ برزخ وسیع اور عالم جنت ودوزخ ان تمام سے وسیع تر ہے تو فضل ورحمتِ الٰہی کی وسعت اس کی وسعت علم ان تمام عوالم سے کئی گناہ زیادہ ہے بایں وجہ یہ عوالم اور جن پر یہ مشتمل ہیں اس کے فضلات سے ایک حصہ اور اس کی معلومات میں سے ایک دقیقہ ہیں جیسے جنت اس کے ثواب ومنایات کا ایک حصہ اور جہنم اس کا عتاب کا بعض وجز ہے۔

دوسرا مقدمہ

دنیا برزخ اور بعثت کی زندگی روح کے اعتبار سے متحد اور قوت کے لحاظ سے مختلف ہے ادنیٰ مقام بطش ادراک، تشکل وتصرف اور حیاتِ دنیا کا احاطہ ہے درمیانہ حیات برزخ ہے میت مرنے کے بعد زندگی بسر کرتی ہے اعلیٰ مقام حیاتِ اخرویہ ہے۔

جواب۔ اس تمہید کے بعد جواب یہ ہے کہ علماء محققین مثلاً قرطبی وغیرہ فرماتے ہیں کہ موت عدم

محض کا نام نہیں بلکہ عالم (ملک دنیا) سے عالم ملکوت کی طرف منتقل کا طریقہ اور اہل دنیا و اہل برزخ کے مابین حجاب کا نام ہے تو میت اس حالت پر نہیں کہ جس طرح کہ دنیا میں اس کو احساس ہوتا تھا یہ مردوں کے متعلق کلام ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ روح امر لطیف ہے اجسام کی طرح ثقیا و کثیف نہیں وہ جہاں چاہیے مشیت ایزدی سے جاسکتی ہے وہ ماذون ہے مقید نہیں اس صورت میں تمام امم متساوی ہیں۔

اور امتِ محمدیہ کو ان کی ارواح کے لیے تصرفات مزید حاصل ہیں جو دیگر امم کے ارواح کو میسر نہیں امتِ محمدیہ سے علماء عاملین اور اولیاء عارفین کو مزید تصرفات حاصل ہیں پھر ان کے آئمہ جیسے امام اعظم، امام شافعی، امام مالک اور زیادہ خصوصیت ان سے تابعین ان کے اوپر صحابہ کرام کے لیے شرف و بزرگی اور کمالِ علم ثابت ہے۔

ان خصوصیات کا اختتام نبی الرحمۃ شفیع امت ﷺ پر ہوتا ہے جیسا کہ ان کی ابتدا بھی آپ سے ہی ہوئی اور آپ کے لیے وہ خصوصیات ہیں جو دیگر انبیاء و مرسلین کے لیے بھی نہیں۔

کیا تجھے معلوم ہے کہ منصبِ شفاعت آپ ہی کیلئے ہے دوسرے کے لیے شفاعت کا منصب آپ کی اجازت سے حاصل ہوگا اور آپ کو منصبِ شفاعت باذن اللہ ملے گا یہ بعض حضرات کا قول ہے۔

انبیاء و اولیاء سے توسل جائز ہے

صحیح و تحقیق یہ ہے کہ جمیع انبیاء کرام و اولیاء کرام سے توسل جائز ہے کیا تو نہیں جانتا کہ آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ اس کا بیان آگے آرہا ہے اور بعض دوسرے انبیاء کو آسمانوں پر دیکھا آپ کا یہ دیکھنا اس معنی کے ساتھ جس کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا اور حق سبحانہٗ نے آپ کے لیے اس کتاب کی وضع کا ارادہ کیا اس گفتگو سے حضور اکرم ﷺ کے تمام تصرف کی معرفت ہوگئی۔

آپ کے وجود کی سیر کا مقصد عون و مدد کائنات ہے اور جسم شریف ہماری مدد بطرق اولیٰ کرتا ہے۔

یہ سوال، کیا آپ اپنی قبر انور میں موجود ہیں؟

کیا آپ روضہ اطہر میں مقیم ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام سیوطی نے اپنی کتاب "تنویر الحلک بامکان رؤیۃ النبی ﷺ والملک" میں حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں نہیں چھوڑے جاتے اس میں یہ بھی ہے کہ بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت انس نے فرمایا:

اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَا یُتْرَکُوْنَ فِیْ قُبُوْرِھِمْ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً

وَلٰكِنَّهُمْ يُصَلُّوْنَ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ حَتّٰى يُنْفَخَ فِي الصُّوْرِ۔

''بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام چالیس رات قبور میں نہیں چھوڑے جاتے بلکہ وہ صور پھونکے جانے تک اللہ تعالیٰ کے حضور نماز میں مشغول رہیں گے''۔

اس میں یہ روایت بھی ہے کہ امام سفیان ثوری نے کہا کہ ہمارے شیخ نے حضرت سعید بن مسیب سے نقل کیا آپ نے فرمایا کوئی نبی اپنی قبر میں چالیس رات سے زیادہ نہیں چھوڑا جاتا یہاں تک کہ اسے اٹھالیا جاتا ہے بیہقی نے کہا اس میں تمام انبیاء یکساں ہیں (اس کا کلام ختم ہوا)

میں (نورالدین حلبی) کہتا ہوں کہ حضور اقدس ﷺ کے لیے رفعت مکان و زمان میں مزید خصوصیت ہے کتاب مذکور میں یہ بھی ہے امام عبدالرزاق اپنی مسند میں ثوری سے اس نے ابی مقدام انہوں نے سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کوئی نبی اپنی قبر میں چالیس دن سے زیادہ نہیں ٹھہرتا۔

نیز اس میں ہے کہ امام الحرمین نے اپنی تاریخ، طبرانی نے کبیر اور ابراہیم نے حلیہ میں جو حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کسی نبی کا وصال نہیں ہوتا کہ قبر میں مقیم رہے مگر چالیس دن تک۔

اسی میں ہے کہ امام الحرمین نے نہایہ اور امام رافعی نے اس کی شرح میں دونوں نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کے پاس سب سے زیادہ مکرم و محتشم ہوں وہ مجھے قبر میں تین دن سے زیادہ نہیں رکھتا امام الحرمین نے اضافہ کیا کہ دو دن سے زیادہ۔ اسی میں ہے کہ ابوالحسن بن زعفرانی حنبلی نے اپنی کتب میں اس حدیث کو ذکر کیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کسی نبی کو نصف دن سے زیادہ قبر میں رکھتا۔

میں (نورالدین حلبی) کہتا ہوں کہ یہ تمام احادیث مشکل ہیں بالخصوص اس دور کے منکرین کے نزدیک جنہوں نے یہ سوال کیا جو وجہ تالیف ہے اس سوال کو جو کتاب مذکور میں موجود ہے کہ واضح کرتی ہے اسے کتاب ''مِصْبَاحُ الظَّلَامِ فِي الْمُسْتَغَشِّيْنِ بِسَيِّدِ الْاَنَامِ فِي الْيَقْظَةِ وَالنَّوْمِ'' جو حافظ ابن نعمان مغربی کی ہے میں روایت کیا کہ۔

روضہ رسول سے بشارت

ایک عربی روضۂ رسول پر حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ آپ نے فرمایا تو ہم نے اسے یاد کرلیا (یہاں تک کہ یہ الفاظ کہے) کہ آپ پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ

الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۶۴﴾ (النساء)

''اور کاش وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا آپ کے پاس آتے اور پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول اللہ بھی سفارش فرماتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے''۔

میں نے اپنی جان پر ظلم کیا استغفار کرتے ہوئے پس حاضر ہوا اور آپ کے استغفار کی آرزو رکھتا ہوں کہ آپ میرے لیے دعائے مغفرت فرمائیں کہ قبر انور سے ندا آئی کہ تحقیق تیری مغفرت ہوگئی حدیث صراحتاً دلالت کررہی ہے کہ آپ قبر انور میں موجود ہیں۔

سلام کا جواب پانا

یہ اشکال کتاب سیوطی سے بھی واضح ہوجاتا ہے کہ سید نورالدین ایجی روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہوا پھر سلام عرض کیا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

''اے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں''۔

تو قبر انور سے ندا آئی جس کو سب حاضرین نے سنا کہ آپ ﷺ نے جواب دیا:

وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَاوَلَدِیْ۔ میرے بیٹے تجھ پر بھی سلام ہو۔

شیخ ابوبکر دیار بکری نے مواجہ کے سامنے کھڑے ہوکر سلام عرض کیا ان کو بھی قبر انور سے جواب ملا۔ ایک ہاشمی عورت مدینہ منورہ میں خاکروبی کرتی تھی بعض خدام اسے ایذاء دیتے اس نے روضہ انور پر شکائیت کی تو اسے جواب ملا کہ جس طرح میں نے مصائب میں صبر کیا تو بھی صبر کریا جس طرح آپ نے فرمایا۔

سید احمد رفاعی کا واقعہ

استاد شیخ احمد الرفاعی علیہ الرحمۃ فریضہ حج ادا کرنے کے بعد درِ رسول پر حاضر ہوئے اور مواجہ شریف کے سامنے کھڑے ہوکر عرض کی:

فِیْ حَالَۃِ الْبُعْدِ رُوْحِیْ کُنْتُ اَرْسَلُھَا تَقَبَّلُ عَنِّیْ وَھِیَ نَائِبَتِیْ
وَھٰذِہٖ دَوْلَۃُ الْاَشْبَاحِ وَحَضَرْتُ فَامْدُدْ یَمِیْنُکَ کَیْ تَحْظٰی بِھَا شَفَتِیْ

دوری میں میری روح حاضر ہوتی اور سلام کے ایجاب کا عرض کرتی جبکہ وہ میری نائب تھی۔ یہ حالت شباح تھی (میں خود موجود ہوں) میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اپنا داہنا ہاتھ نکالیے

تا کہ میرے لب اس سے برکت حاصل کریں۔

تو رسول اکرم ﷺ نے اپنا دستِ مبارک نکالا تو سید احمد رفاعی نے بوسہ لیا۔

اس کے علاوہ بھی کتاب مذکور میں واقعات موجود ہیں جن سے اشکال کی توضیح ہوتی ہے اس سے یہ بھی توضیح ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا شب معراج میں کثیبِ احمر کے مقام پر قبر موسیٰ سے گزرا تو وہ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

اس سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہے کہ مؤرخین نے نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کھود کر انہیں اپنے ساتھ کشتی میں سوار کیا تا کہ طوفان سے محفوظ رہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں قرافہ کے مقام پر اور یوسف علیہ السلام فیوم میں مدفون تھے دونوں کو نکال کر شہر خلیل اللہ علیہ السلام بیت المقدس جوار ابراہیم علیہ السلام میں دفن کیا۔

خلاصہ کلام کہ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ انبیاءؑ اپنی قبور میں ہی ہوتے ہیں اور کہیں اور مقام پر نہیں تو یہ حدیث غایہ اشکال میں ہے۔اور حقوق انبیاءؑ علیہم السلام پر تنقیص لازم آتی ہے جب اولیاءؑ واصفیا اپنی قبور سے نکل کر ان کی اشباح ان کی قبور سے دور دراز علاقوں میں دیکھی جا سکتی ہیں تو انبیاءؑ کیوں نہیں آ جا سکتے اور لوگوں میں یہ خبر تواتر کی حد تک مشہور ہے کہ قطب عالم عارف وکامل سید احمد بدوی جلاد کفار میں قطاف کے نام مشہور ہیں کہ وہ اپنی موت کے بعد افرنگی علاقہ سے قیدیوں میں اپنے وطن مصر لائے گئے۔

مقام وعظمتِ رسول ﷺ

یہ چیز بالکل عیاں ہے کہ رسول اکرم ﷺ بوقت وصال از کی رضوان اور جنت الفردوس کے اعلیٰ مقام اور درجہ وسیلہ کے مقام پر فائز ہوئے تو روضہ اطہر میں پہنچے پھر اللہ کے پاس جو سب سے اعلیٰ درجہ ہے وہاں پہنچائے گئے وہ مقام وسیلہ جن پر اولین وآخرین غبطہ کریں گے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حتمی اذن دیا زمین وآسمان بحر و بر سہل وسخت جہاں چاہیں سیر کریں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کو قوت وہبیہ ایسی عطا کی کہ درجہ وسیلہ میں موجود ہوتے ہوئے اگر کوئی نبی مرسل یا ملک مقرب پکارے تو آپ اس کو جواب دیتے ہیں یہ کیفیت مالانہایہ بعد از قیامت بھی رہے گی یونہی درجہ وسیلہ میں ہوتے ہوئے طالب پکارنے والا اللہ کے حضور اور قبر پر پکارنے والا قبر میں غرض جہاں بھی پکارے گا وہیں آپ کو موجود پائے گا یہاں تک کہ مراقبہ کرنے والا اپنے مراقبہ اور عارف اپنے میں آقا علیہ السلام کو موجود پائے گا یونہی انبیاءؑ علیہم السلام قدس اعلیٰ میں پہنچنے کے بعد ماذون ہیں کہ ان کی شیخ تالیف قلوب اہل ارض کے لیے قبر میں موجود ہو اور اشباح سے مجرد ہو کر جہاں چاہیں جا سکتے ہیں ان کے لیے کوئی ممانعت

نہیں قبر میں شبح کے مقام ہونے کا معنی یہ ہے کہ جب طالب اس کو طلب کرے گا تو وہاں پالے گا جب ان کے حضور زیارت کے قصد سے آئے گا تو ان کی شبح دیکھ لے گا جس کی توضیح موسیٰ علیہ السلام کے بیان میں آئے گی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بجسدہ وروحہ زندہ ہیں

حافظ امام سیوطی نے اپنی مذکور کتاب میں احادیث واکثر اقوال علماء نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اقوال علماء اور وہ احادیث جو خواب اور بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے ممکن ہونے پر دال ہیں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ جسم وروح سمیت زندہ ہیں اطراف زمین اور ملکوت میں تصرف فرماتے ہیں اسی حالت وہیئت پر ہیں جو آپ کی قبل از وصال تھی اس میں ذرہ برابر فرق نہیں صرف یہ ہے لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل جیسے فرشتے نظر نہیں آتے حالانکہ فرشتے اپنے جسموں کے ساتھ زندہ ہیں۔

خوش بخت لوگوں کو زیارت بھی ہوتی ہے

جس شخص پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہو جائے تو اس کے لیے حجاب اٹھ جاتے ہیں تو وہ آقا علیہ السلام کا اس دنیوی زندگی کی کیفیت میں دیدار کر لیتا ہے اور شبح ومثال کی ضرورت ہی نہیں۔ (سیوطی کا کلام ختم ہوا)

میں (نورالدین حلبی) کہتا ہوں ہمارا کلام اسی طرح ہے جس طرح امام سیوطی نے بیان کیا اور اس سے بھی اخص ہے۔

آپ ہر جگہ موجود ہیں

کہ میں آپ کے جسد اقدس کو دیکھتا ہوں کہ آپ زمان، محل، مکان، عرش، کرسی، لوح، قلم، بحر بر، نرم، سخت، برزخ اور قبر ہر جگہ جلوہ افروز ہیں اور کوئی جگہ آپ سے خالی نہیں۔ عالم علیا بھی عالم سفلی کی طرح خالی نہیں یعنی درجہ وسیلہ میں موجود ہوتے ہوئے قبر میں بھی موجود بیت اللہ کا طواف اللہ تعالیٰ کے حضور میں بھی موجود، جس ساعت مشرق والے زیارت سے مشرف ہو رہے بعینہٖ اسی وقت مغرب والے کو بھی شرف دیدار سے نواز رہے ہیں مراقبے والے کے مراقبہ سر والے کے سر میں موجود عالم رویاً میں دیدار کرانے کے وقت عالم یقظہ (بیداری) میں دیدار کرا رہے ہیں دونوں صفات جلال وجمال کے ساتھ موصوف غایت درجہ کمال پر فائز ہیں کسی نے کیا خوب کہا:

لَيْسَ عَلَى اللّٰهِ بِمُسْتَنْكِرٍ　　اَنْ يَجْمَعَ الْعَالَمَ فِيْ وَاحِدٍ

''اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کوئی بڑی چیز نہیں کہ تمام کائنات کو ایک میں جمع کر دے''۔

سوال: کیا سماء فضل کے افق پر اس سے قبل نور طلوع ہوا ہے یا تم اپنی ذاتی رائے سے یہ بات کر رہے ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جسم واحد بیک وقت تمام جگہ موجود ہو جائے۔

جواب: جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افترا باندھے وہ مستحق نار ہے جو آپ کے متعلق کوئی اپنی طرف سے کوئی نئی بات نکالے تو وہ مردود ہے ہم نے جو اپنے مدعیٰ میں ذکر کیا ہے۔ بفیضان الٰہی ہے اس میں کوئی اہل علم وافہام تردد وتوقف نہیں کرتا مگر چند ایک وہم وابہام پرست:

وَلَيْسَ يَصِحُّ فِي الْأَذْهَانِ شَيْئٌ إِذَا احْتَاجَ النَّهَارُ إِلَى دَلِيْلٍ

اذہان میں کوئی چیز صحیح نہیں رہے گی جب دن دلیل کا محتاج ہو۔

وَإِذَا لَمْ تَرَ الْهِلَالَ فَسَلَامٌ لِأُنَاسٍ رَأَوْهُ بِالْأَبْصَارِ

جب چاند نظر نہ آئے تو ان لوگوں کے لیے سلامتی ہے جو آپ کو چشم ظاہر سے دیکھتے ہیں۔

جس نے جانا وہ اس پر حجت ہے جس نے نہیں جانا جس نے سمجھا وہ اس شخص پر حجت ہے جس نے نہیں سمجھا جس نے یاد رکھا وہ اس پر حجت جس نے یاد نہیں رکھا۔

اس کے علاوہ ہم کہتے ہیں کہ صرف جمیل سے فراق ہوتا ہے اور دلیل کے بغیر کوئی قول معتبر نہیں تو ہمارے پاس اس مسئلہ پر صحیح دلائل نقلیہ و براہین قطعیہ ہیں۔

آقا علیہ السلام کے ہر جگہ موجود ہونے پر دلائل

ان دلائل نقلیہ میں سے جو ہم نے اپنے عوالی صحیحہ میں روایت کیا جس کی اسانید ثابتہ رجیحہ ہیں جمیع حفاظ حدیث اور جمیع اہل معانی والفاظ کے نزدیک ثابت محقق ہے۔

کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا جب بیت المقدس پہنچے تو وہاں آپ کا استقبال کرتے ہوئے پھر انبیاءً کے ساتھ آپ کے پیچھے نماز پڑھی پھر بیت المقدس کو چھوڑ کر آسمانوں پر جلوہ گر ہوئے تو چوتھے یا چھٹے آسمان میں موجود پایا اس روایت کی بنا پر جس میں ہے کہ پہلے آسمان پر آدم اور دوسرے پر عیسیٰ، تیسرے پر یوسف ادریس سے چوتھے پر ہارون سے پانچویں پر ابراہیم سے ساتویں پر ملاقات کی۔

دونوں روایات میں تطبیق دیتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام سے دونوں جگہ ملاقات ہوئی اگر موسیٰ علیہ السلام بیک وقت اپنی قبر میں بیت المقدس چوتھے یا چھٹے آسمان پر موجود ہو سکتے ہیں تو ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو نبی الانبیاءً اور سب سے بلند درجہ پر ہیں عالم سفلی وعلوی میں کیوں موجود

نہیں ہوسکتے جب کہ شب معراج اس مقام تک پہنچے جہاں آج تک کوئی ملک مقرب یا نبی مرسل نہیں پہنچ سکا اسی لیے رئیس ملائکہ جبریل آمین علیہ السلام سدرۃ المنتہٰی پر رک گئے اور یہ دلیل پیش کی:

مَامِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ۔ ہم میں سے ہر ایک کا مقام متعین ہے یعنی اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

دوم دلیل

دلائل نقلیہ جو اس پر صریح دال ہیں جس کی اسانید عالیہ صحیحہ اور ثابتہ رجیحہ ہیں ان میں سے دوسری دلیل جو امام الائمہ امام بخاری وغیرہ کے نزدیک صحیح ثابت ہے کہ ہر میت جب قبر میں پہنچتی ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس سے تین سوال کرتے ہیں۔ تیسرا سوال یہ ہوتا ہے کہ:

مَاتَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ؟۔ اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

اس میں ہذا اسم اشارہ ہے جو محسوس مبصر قریب کے لیے آتا ہے یہ معنی حقیقی ہے بعض علماء نے تاویل کی کہ حاضر وقریب ذہنی مراد ہوسکتا ہے لیکن یہ معنی مجازی ہے مجازی اس وقت مراد لیا جاتا ہے جب حقیقی معنی ممکن نہ ہو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر قبر میں بجسدہ تشریف لاتے ہیں۔

حکایت

بعض منقولات میں ہے کہ ایک مالکی شخص کا انتقال ہوا قبر میں جب اس سے سوالات ہونے لگے تو وہ جوابات دینے سے مرعوب ہوگیا اس کے سامنے والے صاحب قبر نے کہا دیکھ تیرے سر کے مقابل حضرت امام مالک بن انس تیری طرف سے جواب دے رہے ہیں مصنف نے کہا کہ میں کہتا ہوں اس بنا پر ہمارے امام اعظم شافعی علیہ الرحمۃ اس سے بھی زیادہ حق دار ہیں اس لیے ہم نے اپنی نظم بدیع میں کہا:

اِذْ سَأَلَا نِیْ مُنْکِرٌ وَنَکِیْرٌ عَنْ   صَحِیْحِ اِعْتِقَادِیْ مَنْ جَعَلْتُ اِمَامِی

اَقُوْلُ لَهُمْ دِیْنَ النَّبِیِّ مُحَمَّد   اَدِیْنُ بِهٖ وَالشَّافِعِیُّ اِمَامِیْ

”جب منکر ونکیر مجھ سے میرے صحیح عقیدے کے متعلق سوال کریں گے جس کو میں نے اپنایا ہے میں انہیں کہوں گا میرا دین، دین محمد اور میرے امام شافعیؒ ہیں“۔

اور ہم نے کہا:

لَاَمْرِیْ الْاِمَامُ الشَّافِعِیُّ مَنْ انْتَهٰی   لَهٗ لَا یَرَیٰ لَوْثاً فَاَسْتَاذُهٗ لَیْثٌ

”میری جان کی قسم حضرت امام شافعی ایسا شخص جو آپ سے نسبت رکھتا ہے اگر ہمت نہیں رکھتا تو اس کے استاذ تو شیر ہیں“۔

وَلَایَخْتَشِیْ ضَیْماً وَلَا یَشْتَکِیْ ضَنًی   فَاِنَّ لَهٗ غَوْثاً مَکَارِمُهٗ غَیْثٌ

''اور نہ ظلم سے ڈرے اور نہ لاغری و بدحالی کی شکائیت کرے کہ اس کا وہ غوث ہے جس کے مکارم (اخلاق) بادل (کی مانند) ہیں''۔

نیز ہم نے کہا:

اِنِّیْ اتَّخَذْتُ طَرِیْقَةً وَعَقِیْدَةً عِلْمَ ابْنِ اِدْرِیْسَ الْإِمَامِ الشَّافِعِیِّ

''بیشک میں نے طریقہ وعقیدہ وہ اختیار کیا ہے جو ابن ادریس امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے علم سے حاصل کیا گیا ہے''۔

وَجَعَلْتُ مَذْهَبَهُ الشَّرِیْفَ وَسِیْلَةً لِیْ فِیْ غَدٍ عِنْدَ النَّبِیِّ الشَّافِعِ

''میں نے آپ کے مذہب شریف کو اپنے لیے قیامت میں شفاعت کرنے والے رسول کے پاس وسیلہ بنایا''۔

اب ہم اپنے موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں امام الائمہ کی مدح میں کلام طویل ہوتے ہوتے قبضۂ اختیار سے باہر نہ ہو جائے یہ دو نقلی دلیلیں جو بیان کی گئی ہیں اس کو ہر سلیم الفطرت انسان قبول کرتا ہے۔

اب ہم دلائل عقلیہ ذکر کرتے ہیں جن کے بعد جس میں انسانیت ہے وہ ضرور اس مسئلہ کو تسلیم کرے گا۔

آپ کے ہر جگہ موجود ہونے پر دلائل عقلیہ دلیل اول

اس میں کوئی شخص بھی مخالفت نہ کرے گا کہ حضور اکرم ﷺ روح الوجود ہیں جس طرح بدنِ انسان کے ہر حصہ میں روح موجود ہوتی ہے بدن انسان کا کوئی حصہ روح سے خالی نہیں ایسے ہی آپ ﷺ کائنات علویہ وسفلیہ کی روح ہیں تو کائنات ارض وسماو مافیہا کا کوئی حصہ آپ کے جسد اقدس سے خالی نہیں ہوگا۔

دوئم دلیل

اولیائے کاملین کی ایک جماعت اس مقام پر فائز ہے اور اس کا مشاہدہ کیا ہے ان میں سے ایک کا امام سیوطی نے اپنی کتاب مذکور میں واقعہ نقل کیا ہے کہ عارف ابو العباس طنجی نے کہا میں شیخ استاذ احمد رفاعی کے پاس گیا تو انہوں نے فرمایا کیا رسول اللہ ﷺ کو پہچانتا ہے اپنے شیخ عبدالرحیم قناوی کے پاس حاضر ہوتا کہ تجھے رسول اللہ ﷺ کی معرفت کرائیں اور تیرا سلوک مکمل ہو جب میں اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے حکم دیا بیت المقدس پہنچ جا تا کہ مقصود حاصل ہو حسب حکم جب بیت

المقدس پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے حجاب اٹھا دیئے تو میں نے رسولِ پاک ﷺ کی اس حالت میں زیارت کی آسمان، زمین، عرش کرسی کائنات کا گوشہ گوشہ آپ سے پر ہے۔

سوم دلیل

اکثر عارفین واولیأ سید المرسلین ﷺ کے حضور عالم رویأ اور عالم یقظہ (بیداری) اکثر حاضر رہتے ان عارفین میں سے ایک عارف باللہ خلیفہ بن موسیٰ ہیں جو اکثر آپ کے پاس حاضری دیتے یہاں تک کہ ایک مرتبہ ایک ہی شب میں سترہ مرتبہ حاضری دی تو آقا علیہ السلام نے فرمایا اے خلیفہ ہم سے اکتانہ جانا بہت سے اولیأ ہمارے دیدار کی حسرت و یاس میں فوت ہو گئے۔

میں کہتا ہوں حاصل کلام کہ حجاب ہماری طرف سے ہے وہ بھی بموجب ہمارے گناہوں کے آپ کی طرف سے کسی قسم کا حجاب نہیں اسی لیے بندہ جب نفس سے جدا ہوتا ہے خواہ عالم نوم میں ہی اور اپنی آنکھیں بند کرتا ہے تو آپ کا دیدار کرتا ہے جب اللہ کی منشا ہو جائے اور جب اپنے نفس پر غالب آجاتا ہے یا اسے معنوی طور پر قتل کر دیتا ہے تو پھر ہمیشہ کے لیے حجاب اٹھ جاتا ہے پھر نیند ہو یا حالت بیداری بہر صورت دیدار سے مشرف ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ ہمارے شیخ نور الدین الشونی زندگی از ہر میں آقا علیہ السلام کے پاس بیداری میں حاضر ہونے کی علامت تھے آپ کھڑے ہو جاتے تو لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو جاتے کبھی آخر شب، کبھی نصف شب اور کبھی عشا کے وقت جب تلاوت شروع کرتے تو فجر تک مسلسل کھڑے رہتے۔

اکثر باب زہومیۃ کے محلہ سیوفہ میں خلوت میں حضور اقدس ﷺ کی مجلس میں دن رات حاضر رہتے۔

کاملین حضور علیہ السلام سے ایک لحظہ کے لیے بھی غائب نہیں ہوتے

حضرت سید ابو العباس مرسی فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں حضور علیہ السلام کے دیدار سے ایک لحظہ کے لیے محجوب ہو جاؤں تو میں اس لحظہ میں خود کو مسلمان نہیں سمجھتا اس قسم کے واقعات بیشمار ہیں جن کا استقصاء ممکن نہیں۔

امام جلال الدین سیوطی وغیرہ کی کتاب مذکور میں بعض اشیا اس قسم کی اور بھی ہیں لہٰذا اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے میں نے ان کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ میرا مقصود اس سوال مذکور کا جواب دینا ہے۔

چہارم دلیل

اس امت کے ابدال کہ ایک کو بدل کہتے ہیں کیونکہ جب سفر کرتا ہے اور اپنی جگہ کسی اور کو چھوڑ

جاتا ہے۔

قضیب البان کا واقعہ

حضرت قضیب البان کے متعلق اتفاق ہے کہ ان کے خلاف قاضی کے پاس دعویٰ کیا گیا کہ نماز نہیں پڑھتے تو قاضی نے ان کو بلا کر دریافت کیا کہ آپ نماز کیوں نہیں پڑھتے تو یکا یک آپ کی سات شکلیں بن گئیں اور فرمایا کہ بتاؤ ان میں سے کون سی شکل نماز نہیں پڑھتی۔

میں کہتا ہوں کہ آپ کی امت کے ابدال کی یہ کیفیت ہے تو رسول اللہ ﷺ کی ایک لاکھ مثالیں کیوں نہیں بن سکتیں۔

شیخ تاج الدین کا کمال

صحیح منقول ہے سیدی تاج الدین بن عطا اللہ سکندری رضی اللہ عنہ وصاحب کتاب ''الحکم'' کتاب ''التنویر'' وغیر ہا کا ایک مرید ایک سال حج کے لیے گیا جن موقف اور جس مشہد پر بھی حاضر ہوا تو وہاں سیدی شیخ تاج الدین کو دیکھا جب وہ آپ کے پاس گفتگو کے لیے آتا تو وہاں آپ کو نہ پاتا جب وہ مصر میں آیا تو اپنے شیخ کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ تندرست ہیں جب مکاشفہ میں اپنے شیخ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کیا فلاں فلاں مقام پر مجھے دیکھا۔

پنجم دلیل

عقل اس چیز کو تسلیم کرتی ہے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے مکان میں قائم کیا جہاں ساری کائنات دیکھتی رہے جیسے چاند ہے کہ مشرق و مغرب والے دونوں یکساں طور پر دیکھتے ہیں اس کی روشنی ہر جگہ موجود ہے ایسے ہی سورج زہری ستارے کہ انسان زمین کے جس خطے پر بھی ہو ان کو یکساں طور پر دیکھتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی جگہ دی ہے جس سے ہر ایک کو نظر آتے ہیں یونہی روضہ رسول ﷺ کو ایسا مقام عطا کیا ہو کہ ہر جگہ نظر آتا ہو مگر جس کی بصیرت سلب ہو وہ نہیں دیکھ سکتا جس طرح ان سیاروں کو نابینا شخص نہیں دیکھ سکتا حالانکہ یہ سیارے بالکل واضح ہیں اس لیے ہم نے اپنی بدیع نظم میں لکھا:

مِثَالُ النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی فِیْ وَجُوْدِہٖ ... بِسَائِرِ اَرْضِ اللّٰہِ وَالْعَجَمِ وَالْعَرَبِ

عَلٰی اَنَّہٗ فِیْ قَبْرِہٖ طَابَ تُرْبَۃً ... بِطِیْبٍ دَامَتْ مِنْہُ فِیْ صِلَۃِ الْقُرْبِ

کَبَدْرِ السَّمَاءِ فِیْ الْاُفُقِ بَادٍ وَضَوْءُہٗ ... یَعُمُّ جَمِیْعَ الْکَوْنِ فِیْ الشَّرْقِ وَالْغَرْبِ

اُنْظُرْ اِلَى الْمُخْتَارِ كَيْفَ وَجُوْدُهٗ مَلَأَ السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ وَالْاَكْوَانَا
فَتَرَاهُ مِثْلَ الْبَدْرِ فِيْ كَبَدِ السَّمَاءِ وَضِيَاءُهٗ مَلَأَ الْوُجُوْدَ عَيَانَا

وجود نبی مصطفیٰ ﷺ کی مثال تمام روئے زمین عرب وعجم میں ہے۔ اس کے باوجود کہ آپ اپنی قبر انور میں موجود ہیں جس کی خاک پاکیزہ اس کی پاکیزگی یا خوشبو سے قرب کا صلہ حاصل ہوتا ہے۔ آسمان کے چاند کی مانند جو افق پر ظاہر ہے اور اس کی روشنی تمام عالم کو شرق وغرب میں عام ہے۔ (نیز ہم نے لکھا) نبی مختار کو دیکھ آپ کے جسدِ اقدس نے آسمان زمین اور تمام عالم کو پر کردیا۔ آپ کو چاند کی مانند دیکھے گا جو آسمان کے دل میں ہے اور اس کی روشنی نے پورے وجود کو ظاہر منور کردیا۔

ششم دلیل

کائنات علویہ وسفلیہ کا تعلق یوں قائم کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو نبی اکرم ﷺ کے سامنے یوں بنا دیا ہو جیسے عزرائیل کے لیے بنا دیا ہے کروڑہا مخلوق کی آن واحد میں روح قبض کرلیتا ہے ایسے ایک اقصائے مشرق اور دوسرا اقصائے مغرب میں ہو تو وہ دونوں کی ایک لحظہ میں روح قبض کرسکتا ہے۔ جب اس کے متعلق عزرائیل سے دریافت کیا گیا تو شرق وغرب والے دونوں اشخاص کو بیک وقت کیسے فوت کرسکتا ہے تو حضرت عزرائیل نے جواب میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کو میرے لیے لپیٹ دیا ہے تو یہ میرے سامنے ایک کھانے والے شخص کے سامنے پیالے کی مانند ہے تو میں جس طرح چاہوں پکڑ سکتا ہوں۔

ہفتم دلیل

دلائل عقلیہ میں سے امر برزخ ہے کہ دو فرشتے منکر ونکیر ہر اہل سے سوال کرتے ہیں باوجود اتنے بڑے حجم ہونے کے ایک تنگ قبر میں کیسے آجاتے ہیں اور پھر چلے بھی جاتے ہیں نیز بیک وقت لکھوکھا کروڑہا انسان مرتے اور دفن ہوتے ہیں کوئی مشرق میں دفن ہوتا ہے اور کوئی مغرب میں تو ان سے ایک وقت میں کیسے سوال کرتے ہیں مزید براں سوالات وجوابات کے بعد انگلی سے قبر میں سوراخ کرکے جنتی کے لیے جنت کی اور دوزخی کے لیے دوزخ کی کھڑکی کھول دیتے ہیں۔ جب کہ جنت سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور جہنم سمندر کے تحت ہے اگر منکر ونکیر فرشتوں میں ایسی قوت پائی جاسکتی ہے تو قادر مطلق جو اعلیٰ وعظیم ہے وہ اپنے حبیب مصطفیٰ مجتبیٰ ﷺ جو فرشتوں کے بھی نبی اور ان سے بلند تر ہیں کو یہ قوت عطا کردی ہے کہ وہ ہر قبر میں موجود ہوں اور کائنات کے ہر فرد کو نظر آسکتے ہیں۔

اس بیان کے بعد انکار کرنا گمراہی ہے۔ جس طرح فلسفی گمراہ ہوئے کہ ایک میت کے ساتھ انہوں نے زیبق (ٹیپ ریکارڈ کی طرح کا آلہ) رکھ دیا تا کہ جب میت سے سوال ہوگا تو اس میں ریکارڈ ہو جائے گا اس کے بعد کھود کر انہوں نے اسے نکالا تو وہ چلا ہی نہیں (1)۔ اس لیے ہم نے اپنی نظم بدیع میں لکھا:

إِذَا رَمَتُ فَرْداً جَامِعاً فِيْهِ جَمْعَتْ عَوَالِمُ خَلْقِ اللّٰهِ فَضْلاً مِنَ اللّٰهِ
لِقَدْرِ النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى اُنْظُرْ وَسَلْ وَقُلْ تَجِدْهُ مَلًا اَبْصَارٍ وَسُمَعٍ و اَفْوَاهٍ

"یہ فرد ان تمام کا جامع ہے جو تمام مخلوق نے جمع کیے یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے۔ عظمت رسول جو مصطفیٰ ہیں کے لیے دیکھ اور کہہ آپ کو پائے گا آنکھیں کان اور منہ آپ کے ذکر سے پر ہیں"۔

اور کہا:

مَا اَبْصَرَتْ قَطُّ عَيْنٌ اَوْوَعَتْ اُذُنٌ اَوْفَاهُ نَطَقَ بِمَدْحٍ اَوْاُشِيْعَ نَدَاً
كَالْمُصْطَفٰى مَنْظَراً اَوْ ذِكْرُهُ خَيْراً اَوْ قَدْرُهُ مَنْصَباً اَوْ رَاحَتَيْهِ نَدَاً

کسی نے نہ دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ زبان نے کسی کی تعریف میں نطق کیا۔ مصطفیٰ ﷺ منظر، ذکر خیر یا آپ کے منصب سے اور آپ کے ہاتھوں کی سخاوت جیسا۔

اور کہا:

اِذَا قَدَرُوْا الْاَشْيَاَ تَقْدِيْرَاَرْبَعٍ وَعِشْرِيْنَ جُزْءً فَاالنَّبِيِّ وَآلُهُ
مُحَمَّدٌ مِنْهُ جُزْءُ اَلْفٍ مُقَوَّمٍ بِسَائِرِ خَلْقِ اللّٰهِ جَلَّ جَلَا لُه
تَقَاصَرَ فَوْقَ الْفَوْقِ وَالْاَوْجِ وَالْعُلَا وَلَمْ يَبْلُغُوْا اَلْمِعْشَارَ مِنْ قَدْرِ آدَمَا
فَكَيْفَ بِمَنْ فَاقَ النَّبِيِّيْنَ رِفْعَةً وَاَضْحٰى سَمَاءً لَا تُطَاوِلُهُ سَمَاً
تَقَاصَرَ مَدْحُ النَّاسِ عَنْ مَدْحٍ مِنْ عُلَا عَلَى الْمَدْحِ عَبْدِاللّٰهِ وَهُوَ حَبِيْبُهُ
مُحَمَّدٌ الْمُخْتَارُ حَتّٰى كَاَنَّمَا مَدْحُ جَمِيْعِ الْعَالَمِيْنَ يُعِيْبُهُ

جب اشیا کی تقدیر کو چوبیس حصوں میں تقسیم کیا تو رسول کریم اور آل ﷺ۔ محمد ﷺ باقی مخلوق کے مقابلے میں ہزار حصے کے مالک ہیں۔ فوق الفوق، اوج اور بلندی سے قاصر ہیں اور قدر آدم کو کوئی نہیں پہنچ سکا۔ پس اس کی بلندی تک کیسے پہنچ سکتے ہیں جو انبیاً سے رفعت ومنزلت میں فائق اور کوئی

1۔ اسی طرح کا ایک واقعہ 1971ء میں پیش آیا اس وقت جامعہ رضویہ جھنگ بازار فیصل آباد دورہ حدیث کا طالب علم تھا کہ میت کے دو دوستوں نے مل کر ٹیپ ریکارڈ لگا کر میت کے ساتھ قبر میں رکھ دی کہ معلوم ہو سکے کہ قبر میں کیا کچھ ہوتا ہے۔ دوسرے دن نکال کر جب سننے کے لیے گھر میں چلائی تو اس سے ایک ایسی دھما کہ دار آواز سنائی دی جس سے کمرہ کی چھت گر گئی۔ (مترجم)

آسمان آپ کی رفعتِ آسمان سے بلند نہیں۔ تمام لوگوں کی تعریف بلندی پر اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندے جو اس کے حبیب ہیں کی تعریف سے کم ہے۔ محمد مختار ﷺ گویا تمام مخلوق کی تعریف آپ کی تعریف کے سامنے عیب لگانے کے مترادف ہے۔

مزید کہا:

لَوْلَمْ يَكُنْ مِنْ جِنْسِنَا مَنْ قَدْرَ قَىْ فَوْقَ الْمَلَكِ
مُحَمَّدٌ مَا فُضِّلُوْا جِنْسُ الْبَشَرِ عَلَى الْمَلَكِ
تَفَكَّرُ فَدَيْتُكَ فِيْ عِزِّ مَنْ رَقٰى فَوْقَ مَا وَصَفَهٗ بِذِكْرٍ
وَلَمَّا اَتٰى سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰى تَدَلّٰى لَهٗ الرَّفْرَفُ الْاَخْضَرُ

اگر آپ ہماری جنس (نسل انسانی) سے نہ ہوتے جو کہ فرشتوں سے برتری لے گئے۔ تو جنسِ بشر کو فرشتوں پر فضیلت نہ ملتی۔ غور کریں تجھ پر فدا اس ذات کی عزت میں جو مذکور وصف سے بھی ترقی کر گئے۔ اور جب سدرۃ المنتہٰی پر پہنچے تو آپ کے لیے سبز رنگ کا رفرف قریب ہوا۔

سوال: رفرف اخضر کی تعریف کیا ہے؟ اور کیا آپ نے تنہا رفرف کو پر کیا؟

جواب: یہ قرب اُفق اعلیٰ کے اوپر تھا اس جگہ فاضل مصنف نے سوالات اور ان کے جوابات اس پر تحریر کیے ہیں آپ کے جسم شریف سے کوئی زمان و مکان خالی نہیں ہمیں عارف و ولی کامل سیدی عبدالعزیز دیرینی کے متعلق باوثوق روایت پہنچی کہ بدیرین کی مشیخیت ان کی طرف منسوب ہوئی تو اس میں اشراف کی ایک جماعت نے منازعت کی تو شہر والوں نے یہ مشہورہ کیا کہ نماز جمعہ کے بعد مسجد میں بیٹھ کر منازعت کرنے والے اشراف باری باری رسول اللہ ﷺ کو پکاریں اور سیدی عبدالعزیز بھی پکاریں جن کا جواب رسول پاک ﷺ دیں وہ مشیخت کا حق دار ہوگا وقت مقررہ پر کثیر تعداد میں لوگ جمع ہو گئے سیدی عبدالعزیز نے اشراف سے فرمایا کہ پہلے تم سے ہر ایک باری باری ندا کرے چنانچہ ایک ایک شریف آگے بڑھا اور یَا جَدِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کہہ کر پکارا تو آپ نے جواب نہ دیا سب کے آخر میں سیدی عبدالعزیز نے آگے آکر پکارا یَاسَیِّدِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ تو اگلی صف والوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا لَبَّیْکَ یَاعَبْدَالْعَزِیْزِ دوبارہ پکارا تو آپ نے جواب دیا پھر سہ بارہ پکارا تو پورے مجمع نے سنا اس میں تدبر کر۔ کہ سیدی عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کا رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں کتنا مقام ہے کہ وہ بدیرین میں آواز دے رہے ہیں اور آپ مدینہ طیبہ مقام امین پر موجود ہوتے ہوئے جواب سے مشرف فرما رہے ہیں اس واقعہ سے یقیناً ثابت ہو گیا کہ ہر جگہ جلوہ افروز ہیں۔

سب سے آخر جن سے ملاقات ہوئی وہ شیخ کامل صاحب تسلیک شیخ نورالدین شونی ہیں جو صاحب حال ہیں جن کی عادت تھی شب وروز رسول پاک ﷺ پر درود شریف پڑھتے اور یہ ان کی ایک علامت بن چکی تھی کثیر اوقات خواب و بیداری میں آپ کی بارگاہ میں شرف حاضری سے باریاب ہوتے اس قسم کے واقعات وامثلہ عوالی صحیحہ اور مسانید رجیحہ کے ساتھ ہم بیان کر چکے ہیں جو امام بخاری ومسلم کے نزدیک مسلم ہیں۔

ابوداؤد میں ابوہریرہ سے روایت ہے:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ رَأٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَةِ وَلَا یَتَمَثَّلُ الشَّیْطَانُ بِیْ۔

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو عنقریب وہ بیداری میں بھی مجھے دیکھ لے گا اور شیطان میری صورت نہیں اپنا سکتا''۔

طبرانی نے اس کی مثل مالک بن عبداللہ خشعمی اور ابی بکرہ سے حدیث روایت کی ہیں۔اور دارمی نے اس جیسی حدیث ابوقتادہ انصاری سے روایت کی ہے۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کو بشارت دی جارہی ہے جس کو خواب میں دیدار مصطفوی کی سعادت حاصل ہوئی کہ اسے خواہ موت سے کچھ وقت پہلے چشم ظاہر سے آپ کا دیدار نصیب ہوگا اس وقت آپ کو سلام عرض کرے گا اور اپنی حاجت بیان کرے گا۔

اکثر اولیا عظام اور علمائے امت نے بیداری کے عالم میں آپ کے پاس اپنی حاجات بیان کیں اور اشیا کی حکمتیں آغاز وانجام دریافت کیا تو آپ نے جواب دیتے ہوئے کچھ امور کے کرنے کا حکم دیا اور کچھ سے منع کیا جس طرح ان کو حضور نبوی سے بشارت ہوئی اسی طرح ہی ہوا اس قسم کی امثلہ کو امام سیوطی نے اپنی کتاب مذکور میں بعینہٖ ذکر کیا ہے اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

ارواحِ مومنین جہاں چاہیں جاسکتی ہیں

یہ بات ثابت ہے کہ ارواح مومنین باذن اللہ جنت،آسمان جہاں چاہیں جاسکتی ہیں اور اپنی قبور کی فنا میں آتی ہیں تاکہ اپنے اجساد کو دیکھیں اپنی قبور کے عین اوپر آسمانِ دنیا کے قریب ہوتی ہیں قبر میں جانے کے بعد مسلمان اپنی زیارت کے لیے آنے والوں کو پہچانتے ہیں اور باذنِ الٰہی سلام کا جواب بھی دیتے ہیں اور اس میں مشغول نہیں ہوتے اور یہ معرفت خمیس کی رات بڑھ جاتی ہے اور یہ روز شنبہ کی صبح تک بدستور قائم رہتی ہے۔

عام مومنین سے اولیاء کی معرفت زیادہ ہوتی ہے

اولیائے کرام اور اصفیاء عظام کی معرفت عام مسلمانوں سے زائد ہوتی ہے ان میں سے علمائے عاملین، صحابہ کرام، شہداء، آلِ رسول و اصحاب قرابت کی معرفت کہیں زیادہ قوی اور مخصص ہوتی ہے۔

انبیاء حج و عمرہ کرتے ہیں

انبیاء علیہم السلام اپنے اشباح وارواح کے ساتھ کائنات میں سیر کرتے ہیں دنیوی زندگی کی طرح باذنِ الٰہی حج و عمرہ کرتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ نے عالم علوی و سفلی کو پڑھ کر دیا کہ وہ تمام مخلوق سے افضل ترین دنیا و مافیہا بفضلِ ایزدی آپ کے مسطورات میں سے ہے۔

سوال: آپ نے جواب تو بہت خوب دیا لیکن ابھی ایک سوال باقی ہے جس کے جواب سے کتاب کا فائدہ مکمل ہوگا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک فرشتہ کی روضہ رسول پر ڈیوٹی ہے کہ صلوٰۃ و سلام بھیجنے والوں کے درود و سلام کو آپ کی جناب میں عرض کرے اور خمیس کی رات اور جمعہ کے دن درود و سلام کو بذات خود سنتے ہیں سوال یہ ہے کہ اگر آپ زمان و مکاں میں ہر وقت موجود ہیں یا قبر انور سے اٹھا لیے گئے ہیں تو پھر فرشتے کو مقرر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔؟

جواب: تمہیں اس کتاب سے معلوم ہو گیا ہے کہ آپ کی قبر انور جو مدینہ طیبہ میں ہے آپ کے وجود مسعود سے خالی نہیں۔ دوسرے مکانات کی طرح اس میں بھی موجود ہیں بلکہ دفن ہونے کی بنا پر اس سے زیادہ تعلق و خصوصیت ہے یہ شان دوسری شان سے زیادہ اور قوی ہیبت ہے۔ جس طرح ہر شہنشاہ کے لیے قلعہ محل اور کرسی اس کی مملکت ہوتی ہے اسی طرح آپ کا محل مدینہ منورہ اور روضہ مطہرہ ہے جب محل خدمت روضۂ انور ہے تو خدام اس کی ظاہری حالت میں خدمت کرتے ہیں اور ملائکہ کرام ظاہراً و باطناً آپ کی خدمت کرتے ہیں تو فرشتے کی ڈیوٹی لگانا حق تبلیغ کے ادا کرنے کا ذریعہ اور سبب ہے تا کہ احترام و توقیر کا واضح اظہار ہو۔

جس کا خیال ہو کہ ہمارے درود و سلام اور آپ کی سماعت کے مابین حجاب (پردہ) ہے تو پھر قبر انور کے در و دیوار وغیرہا اشیأ حسیہ رسول اللہ ﷺ کی سماعت سے مانع ہوں گے جس کا کوئی بھی قائل نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ فرشتہ کا تقرر محض خدمت ادا کرنے اور اظہار تعظیم و توقیر کے لیے اور جمعہ کو خود سننے میں ایک تو جمعرات و جمعہ کی فضیلت بیان کرنا، دوسرے نبی اکرم ﷺ کے لیے زیادتی اور اک مقصود ہے تا کہ آپ کی شان میں اضافہ ہو۔

خدام اور فرشتوں کا ہمہ وقت آپ کی خدمت میں موجود رہنا اس لیے کہ آپ کے جسد اقدس کی

زیارت کا وعدہ معطل نہ ہو اسی لیے آپ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ حَجَّ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ۔ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اس نے مجھ سے جفا کی۔

اس میں اس کی تصریح ہے ہر زمان و مکان میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ اس کا اجتماع ہوسکتا ہے جس پر خصوصی فضلِ الٰہی ہو اور اعلیٰ مراتب پر فائز ہو چکا ہو جیسے ہمارے شیخ نورالدین شونی کو حاصل تھا صبح شام، دن رات اور اطراف روز وشب میں بکثرت درود وسلام کے سبب انہوں نے اس کو اپنی حرز جاں بنالیا تھا ہر تلقین اور ہر وظیفہ کے ساتھ بھی صلوٰۃ وسلام ہوتا تھا۔

ملائکہ ہر روز اعمال امت آپ پر پیش کرتے ہیں

اسی طرح فرشتے جو امت کے اعمال نبی رحمت شفیع امت ﷺ پر ہر روز صبح وشام پیش کرتے ہیں تو یہ ادائے حق خدمت کے لیے ہے نہ یہ کہ آپ اعمال امت سے بے خبر ہیں اور ان اعمال پر ملائکہ کی شہادت سے عدل کا اظہار بھی مقصود ہے ورنہ تنہا آقا علیہ السلام کی شہادت ہی کافی یا اللہ تعالیٰ کی شہادت کافی ہے۔

کبھی تو نے اس طرف توجہ نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ باوجود کل کائنات کے علیم وخبیر ہونے کراماً کاتبین اور براہ حافظین تحریر کے لیے مقرر کیے ہیں۔

حاضر وناظر ہونے پر ایک اور دلیل

دلائل عقلیہ ونقلیہ سے جس طرح کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ آپ ہر جگہ موجود ہیں ان سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بندوں کے اعمال خیر وبد پر شاہد بنایا ہے قرآن پاک میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا (احزاب:45)

"اے غیب کی خبریں دینے والے نبی بیشک ہم نے آپ کو حاضر وناظر گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا"۔

شاہد کے لیے ضروری ہے کہ مشہود علیہ کے پاس موجود اور مشہود علیہ کو دیکھتا ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے کل کائنات کو پر کیا اور ہر زمان ومکان میں موجود ہیں۔

سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ (النساء:41)

"پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہی دینے والا لائیں گے"۔

نیز فرماتا ہے:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا (بقرہ:143)

"اور اسی طرح ہم نے تم کو سب امتوں میں افضل کیا تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو"۔

سوال: اس آیت سے معلوم ہوا کہ شہادت میں نبی اکرم ﷺ اور امتِ محمدیہ مساوی ہیں نیز انبیاء علیہم السلام اور آپ ﷺ کی شہادت میں مساوات ہے۔

الجواب: انشاء اللہ تعالیٰ ان میں مساوات نہیں کہ پہلی آیت میں فرمایا:

وَلَوْ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا۔(۱)

"اور اے نبی آپ کو ان سب پر نگہبان اور گواہ بنا کر لائیں گے"۔

اور دوسری آیت میں فرمایا:

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (بقرہ:143)

"اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ ہوں"۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امتِ محمدیہ جمیع امم پر اور انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ پر شہادت دے گی اور رسول اکرم ﷺ اس کا تزکیہ فرمائیں گے لہٰذا مساوات نہیں رہتی اور نہ ہی کوئی آپ کے مقام کو پہنچ سکتا ہے۔

شہادت انبیاء میں کوئی اشکال نہیں کہ وہ اپنی امت میں بقید حیات اجسام موجود ہیں لہٰذا حسی ومعنوی دونوں لحاظ سے شاہد اور حاضر ہیں۔

اس امت کی شہادت تو یہ شاہد پر شہادت ہے کہ قرآن کریم نے بزبان رسول معظم ﷺ بیان کیا ہے جس سے اس شہادت کا ثبوت ہو رہا ہے اور جب کوئی رسول دنیا سے تشریف لے جاتا تو اس کی شریعت منسوخ ہو جاتی تھی اور اس کی جگہ کوئی اور رسول تشریف لاتا اور ہمارے آقا و مولا ﷺ کی کیفیت اس طرح نہیں بلکہ آپ کی شریعت دائمی اور دعوت تا قیامت باقی وقائم ہے بلکہ قیامت اور بعد از قیامت بھی جاری رہے گی کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تو آپ کی شہادت مستمر اور دائمی ہے جمیع عوالم میں موجود ہونے کی وجہ سے تو اس کی مثال جس طرح ہم نے پہلے بیان کیا آسمان پر چاند موجود ہے اور ہم سب نیچے روشنی میں موجود ہیں جب ہم سے کوئی مشرق میں ہو دوسرا مغرب میں اور تیسرا سمندر کی لہروں میں کشتی پر سوار ہو یا کوئی پہاڑ کی چوٹی پر اور کوئی زمین کے گڑھے میں جہاں بھی ہو جب بھی اوپر دیکھے گا تو چاند کو اوپر سر پر ہی پائے گا اسی طرح رسول اکرم ﷺ چاند کی مانند ہر جگہ موجود

ہیں تو بعض عارفین مقربین مثلاً مصر میں آپ کی محفل میں حاضری زیادہ قوی ہے اس شخص کی بنسبت جو گنبد خضریٰ پر آپ کے حضور موجود ہے اس لیے کہ بعض موجود ہوتے ہوئے غیوبت میں ہیں اور کچھ دور ہوتے ہوئے بھی حاضر ہیں کیا آپ کو عارف کامل واکمل حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کے متعلق معلوم نہیں جب انہوں نے تین بار منسک حج ادا کیا تو مزید قرب میں نہ رہے یہاں تک کہ وہ دوسری مرتبہ وہ غائب ہو گیا اور بالکل فنا ہو گیا اسی لیے فرماتے ہیں کہ میں نے تین حج ادا کیے پہلی بار بیت اللہ دیکھا اور دوسری بار گھر کا مالک دیکھا اور تیسری مرتبہ نہ گھر اور گھر والا دیکھا۔

اس کا مطلب ہے کہ یہ باعتبار حال کے فرمایا کہ پہلا حج عمومی اور عوام کے ساتھ کیا اور دوسرا فنا کے ابتدائی مقامات سے تھا تو ہر محسوس کی رؤیت سے فنا ہوا تو ہر ایک میں خدا کی ذات نظر آئی یہی معنی ہے رأَيْتُ رَبَّ الْبَيْتِ (میں نے بیت اللہ کے مالک کو دیکھا) ورنہ دنیا میں کوئی آنکھ رب کائنات کو نہیں دیکھ سکتی۔ تیسرے حج میں مقام بقاء وعین میں تھے یعنی خدا کے ساتھ موجود تھے اور اسی کے ساتھ دیکھتے تھے اپنی ذات بھی فنا تھی کوئی مرآت (شیشہ) نہ تھا جس کے توسط سے دیکھتے تو قرب حق کے معنی سے بھی کلی طور پر فنا ہو گیا جس کی طرف یہ شعر مشیر ہے:

فَيَفْنِىْ ثُمَّ يَفْنِىْ ثُمَّ يَفْنِى   فَكَانَ فَنَاۤءُهٗ عَيْنَ الْبَقَاءِ

فنا پھر فنا پھر فنا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی فنا عین بقا بن گئی۔

تو اس غیبت میں کمالِ حضور ہوتا ہے۔

سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں:

اے مسکین وہ تھا اور تو نہ تھا وہ ہو گا اور تو نہ ہو گا پس اب جب ہے تو کہہ کہ اب اس طرح ہو جیسے پہلے نہ تھا وہ پہلے کی طرح اب بھی ہے (جس طرح تو فنا میں تھا اب بھی فنا میں ہو اور فناء میں اتنا فناء ہو کہ یہ فناء عین بقاء ودوام بن جائے کہ رب پہلے کی طرح اب بھی موجود ہے تو تو بھی اس کے ساتھ ہمیشہ کے لیے موجود ہو جا)

ان ادلہ میں سے کہ انبیاءً علیہم السلام کائنات میں سیر کرتے ہیں کتاب ''الاعلام بحکم عیسیٰ علیہ السلام'' امام سیوطی کی اس سے روایت کردہ ہے کہ:

ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ ہوا میں سے کسی نے سلام کیا تو آپ نے جواب دیا جب آپ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا میرے بھائی عیسیٰ علیہ السلام نے مجھے طواف بیت اللہ کرتے دیکھا تو انہوں نے مجھے سلام کیا تو میں نے اس کا جواب دیا۔

تو اس سے امام ذہبی کے قول کے مطابق ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی، رسول، صحابی اور

افضل صحابہ سے ہیں ان کے بعد ابوبکر صدیق پھر حضرت عمر بن الخطاب پھر حضرت عثمان بن عفان، ان کے بعد مشکل کشا حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ، ترتیب مشہور کے مطابق ہیں۔

انبیاء کائنات میں لوگوں کو نفع پہنچانے کے لیے سیر کرتے ہیں

حضرات انبیاء اس کائنات میں لوگوں کو نفع دینے کے لیے سیر کرتے ہیں نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ہر جگہ و مکان میں موجود ہیں۔

جان لو کہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کا قول نبی اکرم ﷺ کون و مکان میں سیر کرتے ہیں الخ حروف منطوق اور اس کے حروف دلالت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ ہر جگہ جلوہ افروز ہیں کہ اس طرح نہ ہو تو لازم آئے گا کہ جب کہیں تشریف لے جائیں تو قبر انور خالی ہو جائے اس وقت آپ کے روضہ کی زیارت کرنے والا صرف اینٹوں کی زیارت کر رہا ہے جس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

نیز آپ کا فرمان ہے:

مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَۃِ۔ جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو وہ عنقریب بیداری میں بھی دیکھ لے گا۔

بڑی صریح، قوی دلیل، قوی برہان اور اثبت حجت ہے کہ یہ فرمان مشرق و مغرب جہاں کہیں بھی خواب میں زیارت کرنے والے ہیں سب کو شامل ہے اور جس طرح کہ پہلے کہا گیا ہے کہ اس کی آخرت میں دیدار کرنے کے ساتھ تاویل درست نہیں کہ وہاں تمام امم آپ کا دیدار کریں گی تو پھر اس میں سب برابر ہو گئے جس نے آپ کو دنیا میں دیکھا یا نہ دیکھا۔

خلاصہ کلام

حاصل کلام یہ ہے کہ آپ ﷺ حسی، معنوی، جسم و روح، سر اور برہان کے اعتبار سے ہم میں موجود ہیں۔

سوال: امام سیوطی کے قول لَیَسِیْرُ فِی الْکَوْنِ۔ کائنات میں سیر کرتے ہیں کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شبح مجرد سیر کرتا ہے جسم شریف روضہ انور میں موجود رہے جیسا کہ تمہارے کلام سے مستنبط ہوا۔

جواب: یہ معنی اگرچہ فی نفسہ صحیح ہے جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا لیکن یہ معنی لینا مناسب نہیں کیونکہ یہاں نبی اکرم ﷺ کا دیگر انبیائے علیہم السلام سے امتیاز بیان کرنا مقصود ہے اور مقصد ہماری تفسیر کردہ معنی کے بغیر حاصل نہیں ہوتا اور یہی حق ہے ورنہ جمیع انبیائے علیہم السلام تشکل، مثال، تطور، اشباح کے تعدد بلکہ ابدال میں مساوی ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا ہے کہ وہ اپنی زندگی اور موت میں کرتے ہیں

خاص مومنین بلکہ عام مومنین جن سے گناہ کبیرہ وغیرہا سرزد نہ ہوئے کیا ابن قیم وغیرہا کے قول پر توجہ نہیں کی جو انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت صالح مروزی جمعہ کے روز حاضر نہ ہو سکے جب تلافی مافات کے لیے آئے تو بعض ارواح کو دیکھا کہ قبور پر ظاہری حالت میں بیٹھی ہیں تو انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ جمعہ سے دیر کیوں کی تو آپ نے ان سے پوچھا تم روز جمعہ کو پہچانتے ہو تو وہ کہنے لگے ہاں ہم ضرور پہچانتے ہیں اور جو فضا میں پرندہ بولتا ہے وہ بھی جانتے ہیں صالح مروزی نے دریافت کیا کہ وہ کیا کہتا ہے تو وہ کہنے لگے وہ یوم صالح، سعید دن کہتا ہے۔

اس باب میں کثیر اور غیر متناہی واقعات ہیں کہ اموات قبل از وقوع عالم ملک میں واقعات کو جانتے ہیں اسی طرح روح کا جسم کے ساتھ جو تعلق ہے اسے جانتے ہیں۔

حکایت

بیان کرتے ہیں کہ خلیفہ عباس متوکل علی اللہ کو جب اس کے غلاموں نے اس کے لڑکے کے فریب کی وجہ سے قتل کیا تو لڑکے نے خواب میں دیکھا کہ اس کا باپ کہہ رہا ہے کہ خلاقت کے حصول کی وجہ سے کیا تو مجھے قتل کرتا ہے بخدا نہ تو دنیا میں رہے گا اور نہ تیری خلافت رہے گی اور آخرت میں مستحق عذاب ہوگا تو وہ لڑکا خوفزدہ ہوکر بیدار ہوا، اور اپنا خواب احباب سے بیان کیا تو اس کے بعد تھوڑا عرصہ ہی زندہ رہا پھر مر گیا۔

اس کے ہم معنی اور بھی حکایات بیان کیں ''کتاب الروح'' میں اس بارے جم غفیر سے نقل کیا۔

حافظ سیوطی کے کلام کا ملخص کہ حضور اکرم ﷺ ہر جگہ اور ہر زماں میں موجود ہیں سے مراد ہے یہ اللہ کی عطا یعنی وہبی اور اس قابلیت واہلیت کی بنا پر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی اور اسے آپ کے جسدِ اقدس میں ودیعت کیا۔ قوت ملکیہ آپ کو حاصل تھی چنانچہ فرشتے مثلاً جبریل واسرافیل آپ کو مخاطب فرماتے جو کہ رئیس الملائکہ ہیں اس لیے کہ حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں بیان کیا کہ حضرت جبریل امین سے قبل اسرافیل تین سال تک آپ کی خدمت میں حاضری دیتے رہے اس سے حافظ امام سیوطی کے کلام کا معنی اچھی طرح واضح ہوگیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اللہ تعالیٰ ہم کو تمام مسلمانوں اور جمیع موحدین کو نبی اکرم حبیب خلیل مصطفیٰ نبی رحمت وشفاعت کے ساتھ ہم سب کو جمع کرے اور جنت میں آپ کے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

آل بیت اطہار وصحابہ کبار بالخصوص خلفاء اربعہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ، عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور مولا علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ، کے ساتھ ہمارا حشر ونشر کرے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

امام علامہ شیخ عبدالرؤف مناوی متوفی سنہ ۱۰۳۱ھ

کے

فرمودات گرامی

جو کہ ان کی کتاب "کبیر" شرح جامع صغیر کے فوائد

سے اخذ کیے گئے ہیں

شیخ عبدالرؤف مناوی کے جواہرات میں سے:۔

آتِیْ بَابَ الْجَنَّةِ فَاسْتَفْتِحُ فَیَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ فَیَقُوْلُ بِکَ اُمِرْتُ اَنْ لَا اَفْتَحُ لِاَحَدٍ قَبْلَکَ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ عَنْ اَنَسٍ۔

''میں جنت کے دروازے پر آؤں گا تو دروازہ کھٹکھٹاؤں گا، خازن جنت پوچھے گا تو کون ہے؟ تو میں کہوں گا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ کہے گا تمہارے لیے مجھے حکم ہوا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں (اس کو احمد اور مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا)''۔

اس حدیث کی شرح میں فرمایا:

''آتِیْ بَابَ الْجَنَّةِ'' کہ محشر میں حساب سے فارغ ہونے کے بعد جو سب سے بڑا ذریعہ ہے جنت کی طرف آنے کا تو دار الثواب کی طرف آؤں گا وہ باب رحمت ہے یا باب توبہ جیسا کہ نوادر میں ہے

سوال: آنے کے لیے عربی میں دو لفظ استعمال ہوتے ہیں۔ ایتان اور مجیئی ان دونوں میں سے ایتان کا لفظ یہاں استعمال کرنے میں کیا حکمت و نکتہ ہے۔؟

جواب: دونوں لفظوں میں فرق ہے مجیئی عام ہے سکون و وقار اور اطمینان سے آنے اور تیز تیز اور تھکاوٹ کے ساتھ آنے کو ایتان کے بارے میں جیسا کہ امام راغب نے لکھا ہے۔ مَجِیْئٌ بِسَهُوْلَةٍ۔ آرام کے ساتھ آنا، تو اس لفظ کے لانے میں حکمت یہ ہے کہ آپ بڑے اطمینان، سکون اور آرام کے ساتھ آپ خلعتِ جنت سے ملبوس ہو کر جنت کی طرف تشریف لائیں گے۔

تفسیر کشاف میں زمخشری لکھتے ہیں کہ اہل جنت سوار ہو کر جنت میں جائیں گے جب یہ عام مومنین کی کیفیت ہو گی تو جو ختم المرسلین سید الاولین والآخرین ہیں ان کے متعلق تیرا کیا خیال ہے۔

فَاسْتَفْتِحُ۔ میں سین برائے طلب اس سے تعبیر کرنے کا مقصد اس کے مدخول کے یقینی اور قطعی ہونے کی طرف اشارہ کرنا ہے یعنی میں دروازے کے کھلنے کا مطالبہ کروں گا وہ آواز دے کر نہیں بلکہ دستک دے کر جیسا کہ امام احمد کی روایت میں ہے کہ میں باب جنت کے کنڈے کو پکڑ کر دستک دوں گا۔ بخاری شریف میں حضرت انس سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا میں سب سے پیشتر باب جنت پہ دستک دوں گا تو خازن (محافظ) جو رضوان جنت کے نام سے مشہور ہے اور خازن جنت متعدد

ہیں مگر رضوان ان سب کا سردار ہے تو سید الرسل کے لیے خازنین کے سردار کو ہی استقبال کرنا چاہیے۔ مَنْ اَنْتَ استفہام کا جواب دیا اور اس پر کاف خطاب سے آپ کو مناجات کرنے سے تلذذ حاصل کیا ورنہ ابواب جنت شفاف ہیں اور آپ کی ذات وہ ہے جو مشتبہ نہیں بلکہ متمیز ہے جس میں التباس نہیں اس سے قبل خازن نے آپ کو دیکھا ہوا ہے اور پہچانتا بھی ہے اسی لیے آپ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر خاموشی اختیار کی اگرچہ اس نام کے لوگ کثیر ہیں پھر خازن کہے گا کہ تمہارے لیے مجھے حکم ہوا کہ آپ سے قبل کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ:

لَا اَقُوْمُ بَعْدَ ذَالِکَ لِاَحَدٍ۔ آپ کے بعد کسی کے لیے کھڑا نہ ہوں گا۔

بایں سبب کہ اس خازن کا صرف آپ کے لیے قیام کرنے میں آپ کی عظمتِ شان اور اظہار مرتبت ہے کہ وہ آپ کے سوا کسی کے لیے کھڑا نہ ہوگا بلکہ آپ کے لیے تو تمام خازنین جنت قیام کریں گے تو آپ ان کے لیے شہنشاہ کی مانند ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو آپ کی خدمت کے لیے کھڑا کر دیا یہاں تک کہ اس کی طرف تشریف لائیں اور جنت میں قدم رنجہ فرمائیں وہ آپ کی خوشنودی کے لیے باب جنت کھولے۔

اس میں اشکال ہے کہ آپ سے پہلے کوئی جنت میں داخل ہوا یا نہیں کہ حضرت دریس علیہ السلام وصال کے بعد جنت میں داخل ہوئے اور مسند امام احمد میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال سے فرمایا کہ اے بلال کس عمل کے ذریعہ تو مجھ سے سبقت لے گیا کہ جب میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے تیرے قدموں کی جوتیوں کی آواز سنی۔

اسی طرح ابو یعلیٰ کی حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے میں بابِ جنت کھلواؤں گا تو ایک عورت مجھ پر سبقت لے جائے گی میں پوچھوں گا تو کون عورت ہے؟ تو وہ جواب دے گی کہ میں وہ عورت ہوں جو یتیم بچوں کی تربیت کی وجہ سے دوبارہ نکاح نہ کر سکی۔

بیہقی کی حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے جو باب جنت پر دستک دے گا وہ غلام جس نے حق اللہ اور حق مولیٰ دونوں ادا کیے ہوں گے۔

جواب: اس کے کثیر جواب دیئے گئے ہیں لیکن احسن جواب کہ آپ ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے یہ ہے کہ آپ کا دخول جنت متعدد مرتبہ ہوگا ایک دخول وہ ہوگا جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو سکے گا اور نہ ہی آپ سے قبل جنت میں داخل ہوگا اور اس کے دیگر دخول کے مابین کسی دوسرے کا دخول جنت ہوگا۔

محشر حافظ ابن مندہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس سے مرفوع روایت کیا کہ میں پہلا شخص ہوں گا کہ جس کی قبر عرصات محشر میں سب سے پہلے کھلے گی اور اس پر فخر نہیں۔ روز حشر میں سب لوگوں کا سردار ہوں گا اور فخر نہیں اور میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا اور اس پر فخر نہیں تو میں باب جنت کو کھٹکھٹاؤں گا تو محافظین دریافت کریں گے کہ کون؟ تو میں کہوں گا کہ میں محمد ﷺ ہوں تو وہ میرے لیے باب جنت کھولیں گے تو جبار کو اپنے سامنے پاؤں گا تو اس کے لیے سجدہ میں گر جاؤں گا تو وہ فرمائے گا:

اِرْفَعْ رَاسَکَ وَقُلْ تُسْمَعْ لَکَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ

''اپنا سر سجدہ سے اٹھا لیجیے کہیے آپ کی بات مانی جائے گا سفارش کیجیے آپ کی سفارش قبول ہوگی''۔

تو میں سجدہ سے اٹھ کر کہوں گا اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ۔ میری امت، میری امت تو خالق کائنات ارشاد فرمائے گا اپنی امت کے پاس تشریف لے جائیے جس کے دل میں جو برابر ایمان ہو اس کو جنت میں داخل کر لیجیے تو میں ایسے ہی کروں گا کہ جس کے دل میں بھی جو کی مقدار برابر ایمان ہوگا اسے جنت میں داخل کروں گا پھر رب تعالیٰ کے حضور سجدہ کروں گا۔ الحدیث۔ آپ کے چار بار جنت میں داخل ہونے کا ذکر کیا ہے۔ بخاری شریف میں اس کی مثل حدیث شریف ہے جس سے تمام اشکال دور ہو گئے اور تکلفات میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں۔

ابو داؤد شریف میں ہے حضرت ابو بکر صدیق اس امت میں سے سب سے پہلے شخص جنت میں داخل ہوں گے شاید اس سے مراد ہو کہ مردوں میں سب سے پہلے ورنہ حافظ امام سیوطی نے جزم وتیقن کے ساتھ لکھا ہے کہ:

حضور علیہ السلام کے بعد خاتون جنت جنت میں داخل ہوں گی

کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد سب سے پہلے آپ کی بیٹی سیدۃ فاطمۃ الزہریٰ سلام اللہ علیہا جنت میں داخل ہوں گی۔

ابو نعیم کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا میں سب سے پہلے جنت میں جاؤں گا اور میرے بعد میری لخت جگر فاطمہ داخل ہوگی۔

امام مناوی کے جواہرات میں سے اس حدیث کی تشریح ہے:

اٰکُلُ کَمَا یَاْکُلُ الْعَبْدُ وَاَجْلِسُ کَمَا یَجْلِسُ الْعَبْدُ۔ رَوَاہُ اِبْنُ سَعْدٍ وَاَبُوْ یَعْلٰی وَابْنُ حَبَّانٍ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا۔

''میں تناول کرتا ہوں جیسے غلام کھاتا ہے اور غلام کی طرح ہی بیٹھتا ہوں (اس کو ابن سعد، ابویعلیٰ اور ابن حبان نے ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت کیا)''۔

اس کی شرح میں فرمایا:۔

بیٹھنے اور کھانا تناول کرنے کی کیفیت اور جو کھانا موجود ہو وہی خوش ہو کر تناول فرمالینا خشوع و تواضع کے طور پر ہے یعنی مودب ہو کر طعام تناول کرنے کے لیے بیٹھتا ہوں۔ متکبرین کی طرح تکیہ لگا کر نہیں بیٹھتا اور نہ ہی چوڑا ہو کر تو العبد سے خشوع و خضوع والا انسان مراد ہے۔ اَجْلِسُ میں متواضع انسان کی طرح بیٹھتا ہوں ایک شہنشاہ کی طرح نہیں متخلق باخلاق اللہ ہونا اوصاف بشریہ میں سے اعلیٰ وصف ہے اس وصف میں آپ کے ساتھ بعض دیگر انبیاء بھی شریک ہیں اور حضور اکرم ﷺ کی تخصیص اس لیے کی کہ آپ عبد مطلق ہیں اور دیگر انبیاء اپنے اسماً کے ساتھ عبد مقید ہیں جیسے فرمایا:

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَیْدِ ۚ (صٓ:17)

''اور ہمارے بندے داؤد نعمتوں والے کو یاد کرو''۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَیُّوْبَ (صٓ:41) ''اور یاد کرو ہمارے بندہ ایوب کو''۔

پس کمال عبدیت کائنات ارض وسماً میں آپ کے سوا کسی کو میسر نہیں ماسوا اللہ سے کمال حریت بھی آپ کو ہی حاصل ہے۔

اس حدیث سے مقصود رفق ونرم مزاجی کا حصول اور تشدد وسخت مزاجی سے دوری ہے۔ تو یہ اختصاص کی ابتداء اصطفاً کی بنیاد عبودیت کا تحقق، ماقبل کا ثمر اور مابعد کی بنیاد واساس ہے۔ آقا علیہ السلام نے اسے تعلیم امت کے لیے ارشاد فرمایا کہ چونکہ آپ مربی ہیں اور تربیت کے اعلیٰ مراتب میں سے ہے کہ اپنی ذات میں موجود صفات کی خبر دے کر تربیت دینا حالانکہ انسان کی ذات عبادت وعادت میں مختلف ہوتی ہے۔

آپ کی عبادت

تو آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتے گویا کہ اسے دیکھ رہے ہیں اور اس کے کلام کو سن رہے ہیں آپ کی عادت کریمہ تھی کہ آپ مراقبہ کے طریق پر چلتے تو جو دوسروں کو حاصل ہوتا ہے وہ آپ کو عادت میں حاصل ہوتا انسان کا یہ مقام مقامِ احسان ہے۔

تکیہ لگا کر کھانا تناول کرنا مکروہ ہے

اس حدیث سے عیاں ہوتا ہے کہ تکیہ لگا کر کھانا وغیرہ تناول کرنا مکروہ ہے۔

ام المومنین عائشہ جو اس حدیث کی راوی ہیں۔ امام مناوی نے اس حدیث کی راوی حضرت عائشہ کا ذکر کیا اور یہ عائشہ بنت ابوبکر صدیق ہیں جو ہر عیب سے پاک فقیہ، عالمہ عاملہ، مصطفیٰ ﷺ کی محبوبہ تھیں آپ فرماتی ہیں کہ ایک دن سرور کائنات ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

یَاعَائِشَۃَ لَوْشِئْتُ لَسَارَتْ مَعِیَ جِبَالُ الذَّھَبِ

''اگر میں چاہتا تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلتے''۔

میرے پاس ایک فرشتہ آیا جس کا حجم وجسم بقدر کعبہ شریف تھا عرض گزار ہوا کہ:

اِنَّ رَبَّکَ یَقْرَءُ کَ اَلسَّلاَمَ۔ بیشک آپ کا رب آپ کو سلام بھیجتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

اِنْ شِئْتَ کُنْتَ نَبِیاً مَلِکاً وَاِنْ شِئْتَ عَبْداً۔ آپ بادشاہ نبی بننا چاہتے ہیں یا عبد نبی۔

تو جبرئیل نے میری طرف اشارہ کیا کہ اپنے نفس کو متواضع رکھیئے تو میں نے کہا عبد نبی بننا چاہتا ہوں تو اس کے بعد کبھی تکیہ لگا کر کوئی چیز تناول نہیں فرمائی اور فرمایا کہ میں عبد کی طرح کھاتا ہوں اور عبد کی طرح بیٹھتا ہوں۔

اس حدیث کو بیہقی نے یحییٰ بن کثیر سے مرسل روایت کیا اور اس میں یہ زیادہ روایت کیا کہ اِنَّمَا اَنَاعَبْدٌ۔ بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں۔

ہناد نے عمرو بن مرہ سے روایت کیا اس میں ان الفاظ کی زیادہ روایت کی:۔

لَوْکَانَتِ الدُّنْیا تَزِنُ عِنْدَ اللّٰہِ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ مَاسَقٰی کَافِراً مِنْھَا کَأْساً۔ اگر اللہ تعالیٰ کے پاس دنیا کی مکھی یا مچھر کے برابر بھی قدر و قیمت ہوتی تو اس سے کسی کافر کو ایک پیالہ پانی کا نہ پلاتا۔

سید الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رفعتِ ذکر

امام مناوی نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا:۔

اَتَانِیْ جَبْرِیْلُ فَقَالَ اِنَّ رَبِّیْ وَرَبُّکَ یَقُوْلُ لَکَ تَدْرِیْ کَیْفَ رَفَعْتُ ذِکْرَکَ قُلْتُ اَللّٰہُ اَعْلَمُ قَالَ لَا اُذْکَرُ اِلَّا ذُکِرْتَ مَعِیْ (رَوَاہُ اَبُوْ یَعْلٰی وَابْنُ حَبَّانٍ وَالضِیَاُ فِی الْمُخْتَارِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ)

''میرے پاس جبریل آمین آئے تو کہا بیشک میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے کہ آپ جانتے ہیں کس طرح میں نے تیرا ذکر بلند کیا ہے میں نے کہا اللہ بہتر جانتا ہے اللہ نے کہا جب بھی میرا ذکر ہوگا تو ساتھ تیرا ذکر بھی ہوگا۔ (ابویعلیٰ، ابن حبان اور ضیاً نے مختارہ

میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا)"۔

آتی کا لفظ کمال عنایت پر تنبیہ اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو آپ کی عظمت و رفعت ہے اس کے اظہار کے لیے زیادہ کیا ہے۔

لَا اُذْکَرُ اِلَّا ذُکِرْتَ مَعِیْ سے مقصود رفعتِ ذکر کی کثرت مواطنِ معروفہ میں بیان کیا ہے مثلاً خطبات، تشہد اور اذان وغیرہا کی جہاں توحید کی شہادت بیان ہوگی وہاں شہادتِ رسالت بھی ضرور مذکور ہوگی (1)۔

آپ ﷺ حبیب اللہ ہیں

امام مناوی کے جواہرات میں سے اس حدیث کی تشریح ہے:۔

اِتَّخَذَاللّٰہُ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا وَمُوْسٰی نَجِیاً وَاتَّخَذَنِیْ حَبِیْباً ثُمَّ قَالَ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَاُوْثِرَنَّ حَبِیْبِیْ عَلٰی خَلِیْلِیْ وَنَجِیِّ (رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُ وَالْحَاکِمُ وَالدَّیْلَمِیُ وَابْنُ عَسَاکِرَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ)۔

"اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو خلیل اور موسیٰ کو نجی اور مجھے حبیب بنایا پھر فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم کہ میں اپنے حبیب کو خلیل ونجی پر فضیلت دوں گا (اس کو بیہقی، حاکم، ابن عساکر نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا)"۔

مناوی نے کہا کہ امام راغب خلت کے متعلق رقم طراز ہے کہ یہ بندہ کی طرف ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں۔ لہٰذا ابراہیم کو خلیل اللہ کہا جاتا ہے لیکن اللہ کو خلیل نہیں کہہ سکتے۔

اس میں صرف صداقت ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج بھی ہے اگرچہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے مگر اس وصف سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس لیے مخصوص کیا کہ انہوں نے تمام اعراض دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر کے ذاتِ باری تعالیٰ پر اعتماد کیا یہی وجہ ہے کہ جب آپ کو نارِ نمرود میں ڈالا گیا (2) جبریل آمین مدد کو آئے تو آپ نے فرمایا:

اَمَّا اِلَیْکَ فَلَا۔ مجھے تیری کسی قسم کی مدد واعانت کی ضرورت نہیں۔

خالق و مالک کی رضا کے لیے اپنے لختِ جگر جناب اسماعیل علیہ السلام کے حلقوم پر چھری چلائی۔

مُوْسیٰ نَجِیّ۔ نجیّ کا معنی مناجات کرنے والا، سر طور پر مخاطب ہوئے اللہ تعالیٰ کا فرمان:۔

1۔ اذاں ہی نہیں ہر جگہ دیکھ لو تم — پس ذکر حق ذکر ہے مصطفیٰ کا
2۔ جانتا ہے وہ میرا رب جلیل — کہ آگ میں پڑ رہا ہے اس کا خلیل

وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾ (مریم:52)

''اور اسے ہم نے طور کی داہنی جانب سے ندا دی اور اسے اپنا راز کہنے کو قریب کیا''۔

وَاتَّخَذَ نَبِیْ حَبِیْبًا۔ حبیب بروزن فعیل صفت مشبہ بمعنی اسمِ مفعول ہے جتنے بھی اوصاف انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوئے ان تمام سے یہ اعلیٰ درجہ وصف ہے۔ لَاُثِرَنَّ اَیْ لَاُفَضِّلَنَّ میں اپنے حبیب کو اپنے خلیل ابراہیم اور اپنے نجی موسیٰ پر فضیلت دوں گا تو آپ افضل الرسل، کمال اور جامع جمیع صفات ہیں پس آپ حبیب، خلیل نجی متکلم ومشرف ہیں۔

بعض نے کہا کہ حبیب کو خلیل پر قیاس کرنا بعید ہے کہ حبیب جہت قلب سے ہے محاورہ ہے حَبَبْتُهٗ اَیْ اَصَبْتُ حُبَّةَ قَلْبِهٖ۔ کہ میں نے اس کی محبت قلبی کو پالیا خلیل خلعت سے اس کا معنی حاجت ہے تو نظر کے لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب پر فضیلت دی جیسا کہ طبرانی نے اوسط میں ابن عباس سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے خلت ابراہیم کو، کلام موسیٰ کو اور نظر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دی۔

رسولِ خدا آگے پیچھے یکساں دیکھتے ہیں

امام مناوی کے جواہرات میں سے اس فرمانِ رسول کی توضیح ہے:۔

اَتِمُّوْا الرُّکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِیْ اِذَا رَکَعْتُمْ وَاِذَا سَجَدْتُمْ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالشَّیْخَانِ وَالنَّسَائِیْ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ۔)

رکوع اور سجود کو پورا کرو قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے بیشک میں تم کو پسِ پشت بھی دیکھتا ہوں جب تم رکوع اور سجود کرتے ہو (اس کو امام احمد، شیخین اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔) اس کی توضیح میں مناوی رقمطراز ہے اس روایت سے رؤیت ادراک مراد ہے تو یہ توجیہ مردود ہے کہ الفاظ میں عموم ہے اور یہ رؤیت فرق عادت ہے اور اس سے کوئی استحالہ لازم نہیں آتا کیونکہ جو آنکھ کو قوتِ بینائی عطا کر سکتا ہے وہ جسم کے کسی حصہ میں بھی قوتِ بینائی رکھ سکتا ہے۔

بعض علماء نے توجیہ کی کہ یہ رؤیت قلبی بذریعہ وحی مراد ہے یہ توجیہ مردود ہے کہ الفاظ میں عموم ہے بلا وجہ تخصیص کی ضرورت نہیں لہٰذا یہ ظاہر پر محمول ہے اور یہ ابصار رؤیت حقیقی ہی مراد ہے جو خرق عادت آپ کے ساتھ مخصوص ہے۔

شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالت نماز کے مخصوص ہے اور عموم کا بھی احتمال ہے متقدمین کی ایک جماعت نے عموم کے ساتھ تصریح کی ہے مطامع کے قول کو نہیں دیکھا

کہ حضور اقدس ﷺ اپنے پیچھے دیکھتے کیونکہ آپ ہر جانب سے دیکھتے تھے کہ آپ نور ہیں۔ یہ آپ کا عظیم معجزہ ہے اسی لیے آپ کا سایہ نہ تھا کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا اور ایک دیوار میں آپ کے لیے جنت دوزخ متجلّی ہوئی۔ مطامح قاضی عیاض کی ایک کتاب ہے۔

آپ کو خزائن ارض کی چابیاں دی گئیں

امام مناوی نے اس حدیث پاک کی تشریح کی:۔

اُتِيْتُ بِمَقَالِيْدِ الدُّنْيَا عَلٰى فَرَسٍ اَبْلَقَ جَاءَ نِيْ بِهٖ جَبْرِيْلُ عَلَيْهِ قَطِيْفَةٌ مِنْ سُنْدُسٍ۔ (رواہ امام احمد)

"مجھے ابلق گھوڑے پر رکھ کر زمین کی چابیاں دی گئیں جن کو جبریل امین لائے ان پر سندس کا کپڑا تھا"۔

مقالید دنیا سے زمین کے خزانوں کی چابیاں مراد ہیں جس طرح بخاری و مسلم کی حدیث ہے جس سے اس کی تفسیر ہو رہی ہے۔ مسلم کی روایت میں ہے۔ اُتِيْتُ بِمَفَاتِيْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ۔ خزائن سے زمرد، یاقوت، ہیرا، چاندی کی معدنیات مراد ہیں۔ یا ممالک جو زمین پر ہیں یا وہ ممالک جو مسلمانوں کے ہاتھوں مفتوح ہوئے۔ جَآءَ نِيْ جِبْرِيْلُ۔ ایک روایت میں اسرافیل ہے دونوں میں تعارض نہیں کہ اگر آنے والے متعدد ہوں تو یہ بالکل واضح ہے کہ آنے والے جبریل اور آپ کی صحبت میں اسرافیل پہلے سے بیٹھے ہوں اور نبی عبد یا نبی ملک ہونے کی بشارت دی ہو تو آپ نے پہلے تو اختیار فرمایا اور خزائن ارض کے تصرف کو ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض غروب کے بعد ردِ شمس، قمر، رجم نجوم، اختراق، آسمان، بارش کا روکنا اور اس کا ارسال ہوا کا چلانا اور روکنا اور سایہ کرنا وغیرہا معجزات عطا کیے۔ قَطِيْفَةٌ۔ کا لغت میں معنی ہے مخملی چادر۔ السُّنْدُسُ۔ باریک ریشمی، گھوڑے پر سوار ہونے میں حکمت یہ ہے حضور اقدس ﷺ تمام ممالک سرخ، سیاہ اور سفید کے مالک ہو جائیں گے۔

حدیث شریف اَدَّبَنِيْ رَبِّيْ کی تشریح

اَدَّبَنِيْ رَبِّيْ فَاَحْسَنَ تَاْدِيْبِيْ۔ (رواہ ابن السمعانی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

میرے رب نے مجھے ادب کی تعلیم دی تو خوب دی۔

امام مناوی نے اس کی تفسیریوں کی کہ میرے رب نے مجھے ریاضت نفس اور محاسن اخلاق ظاہرہ و باطنہ کی تعلیم دی۔ ادب کہتے ہیں نفس کو جو اخلاق حسنہ اور علوم مکتسبہ سے حاصل ہو۔ فَاَحْسَنَ تَاْدِيْبِيْ۔ علوم وہبیہ عطا فرمائے جو کسی بشر کو عطا نہ ہوئے بعض نے کہا اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو مبعوث

کرنے کا ارادہ کیا تو اداب عبودیت سکھائے اور مکارم اخلاق ربوبیت سے مہذب کیا تاکہ ظاہر عبودیت کائنات کے لئے نمونہ عمل ہو جیسا کہ رسول پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:۔

صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ۔ نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔

آپ کا حال باطن صادقین اور صدیقین کے لیے متابعت میں آئینہ ہو جیسا کہ فرمایا:

فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران:31)

''میرے فرمانبردار بن جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا''۔

قرطبی رقمطراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی سے آپ کو محفوظ رکھا اور خود تادیب کی تعلیم دی کسی ایک چیز میں غیر کا محتاج نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے احوال جاہلیت سے آپ نے نفرت کی اور ان سے دور رہے یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر کمال لطف ہے کہ جمیع محاسن آپ میں جمع کر دیئے یہ تعلیم شانِ ادب سے ہے مَالَا يَخْفِيْ۔

بعض نے اس کی تشریح کی کہ اللہ تعالیٰ نے روح نبی کو ادب کی تعلیم دی اور محل قرب میں روح کے جسم کے ساتھ اتصال سے قبل لطف و ہیبت کے ساتھ تربیت کی تاکہ لطف کے ساتھ انس اور ہیبت کے ادب کامل ہو جائے۔ روح کے بدن کے ساتھ اتصال کے بعد اور کمالات کا قوت سے فعل کی طرف اخراج ہو اور روح و بدن دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کمالات حاصل کریں اہل کمال کے لیے معیار ہو۔

ادب، قول و فعل میں سے مستحسن کا استعمال کرنا ہے۔

بعض نے کہا مکارم اخلاق کے اخذ کرنے کا نام ادب ہے۔

بعض نے کہا مستحسنات پر مطلع ہونے کو ادب کہتے ہیں۔

بعض نے کہا اپنے مافوق کی تعظیم ماتحت سے شفقت اور بعض نے اس کے علاوہ معانی بیان کیے۔

اس کے بعد سمعانی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ اَدَّبَنِيْ فَاَحْسَنَ اَدَبِيْ ثُمَّ اَمَرَنِيْ بِمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ

''بیشک اللہ نے مجھے ادب کی تعلیم دی تو بہت احسن دی پھر مجھے مکارم اخلاق کا حکم دیا''۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ (اعراف)

''اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو''۔

یہ سمعانی کی روایت کا سیاق مجروفہ ہے اس میں مؤلف یعنی امام سیوطی نے کچھ تصرف کیا ہے جیسا کہ تمہیں معلوم ہو رہا ہے۔

زرکشی نے کہا حدیث اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَاْدِیْبِیْ۔ اس کا معنی صحیح ہے لیکن طریق صحیح سے روایت نہیں ہوئی سبط ابن جوزی نے اسے مرآۃ الزمان میں حضرت علی سے روایت کیا اور اس میں کہا:

فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاکَ تُکَلِّمُ الْوُفُوْدَ بِکَلَامٍ اَوْلِسَانٍ لَا نَفْھَمُ اَکْثَرَہٗ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ اَدَّبَنِیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ وَنَشَاْتُ فِیْ بَنِیْ سَعْدٍ۔

"عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کو دیکھتا ہوں مختلف وفود آپ کے پاس آتے ایسی زبان یا کلام میں گفتگو کرتے ہیں جس کو ہم میں سے اکثر نہیں سمجھتے تو آپ نے فرمایا اللہ نے مجھے ادب کی تعلیم دی اور خوب دی اور بنی سعد قبیلہ میں نشو و نما پائی"۔

تو حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم سب عرب ہیں لیکن آپ سب سے زیادہ فصیح ہیں تو فرمایا جبریل میرے پاس لغت اسماعیل وغیرہا لائے تا کہ وہ مجھے سکھائیں۔ ابوالفضل بن ناصر نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

مؤلف یعنی امام سیوطی نے کہا اور عسکری نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ بنو نہد بن زید قبیلہ مصطفیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر کہنے لگا ہم آپ کے پاس تہامہ سے آئے ہیں اور ان کے خطوں اور جو آقا علیہ السلام نے ان کو جواب دیئے ان کا ذکر کیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم ایک باپ کی اولاد ہیں اور ایک ہی شہر ہے تو آپ عربی ایسی زبان میں تکلم کرتے ہیں کہ ہم اسے اکثر نہیں سمجھتے۔ رسول پاک نے فرمایا: اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ الخ۔

ابن عساکر نے روایت کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! میں نے عرب میں سیر کی فصحاء کے کلام سنے لیکن آپ سے زیادہ فصیح اللسان نہیں پایا آپ کو کسی نے تعلیم دی؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ادب کی تعلیم دی اور بنی سعد میں نشو و نما پائی۔

اپنی اولاد کو تین چیزوں کی تعلیم دو۔

امام مناوی نے اس حدیث:

اَدِّبُوْا اَوْلَادَکُمْ عَلٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ حُبِّ نَبِیِّکُمْ وَحُبِّ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَقِرَآءَ ۃِ الْقُرْآنِ فَاِنَّ حَمَلَۃَ الْقُرْآنِ فِیْ ظِلِّ اللّٰہِ یَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ مَعَ اَنْبِیَائِہٖ وَاَصْفِیَائِہٖ۔

اپنی اولاد کو تین چیزوں کی تعلیم دو اپنے نبی اور اہل بیت رسول کی محبت اور قرآن کی تلاوت اس لیے کہ حاملین قرآن اس دن اللہ کے سایہ میں ہوں گے جس روز کسی کا سایہ نہ ہوگا اپنے انبیاء واصفیاء کے ساتھ۔(رواہ ابو نصر الشیرازی فی فوائدہ والدیلمی وابن النجار عن علی کرم اللہ وجہہ)

کی تشریح میں کہ اس محبت سے محبت ایمانیہ مراد ہے کہ محبت طبعی غیر اختیاری ہے اور یہ واجب ہے کیونکہ آپ کی محبت احکام شرعیہ پر مجبور کرتی ہے۔

سمعانی نے کہا والدین پر اپنی اولاد کو اس بات کی تعلیم دینا واجب ہے کہ نبی اکرم ﷺ مکہ میں پیدا ہوئے ثقلین کی طرف مبعوث ہوئے مدینہ منورہ میں مدفون ہوئے اور آپ کی اطاعت ومحبت فرض ہے۔

ابن قیم نے کہا سب سے قبل جو بچے کے کان میں آواز پہنچے تو معرفت توحید الٰہی کی آواز ہو بنی اسرائیل بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

نبی پاک کے پسندیدہ اسماء

رسول اکرم ﷺ کو وہ اسماء بہت پسند تھے جو اللہ کی طرف منسوب ہوں مثلاً عبداللہ، عبدالرحمٰن کہ جب کچھ سمجھ دار اور عقلمند ہو تو اسے معلوم ہو کہ وہ عبداللہ (اللہ کا بندہ) ہے پھر نبی اکرم ﷺ کی معرفت و محبت لازم ہے۔

فائدہ

اس حدیث سے ثابت ہوا ہے تعلیم دینا واجب اور حق لازم ہے جس طرح والدین کے حقوق اولاد پر اور اولاد کے حقوق والدین پر لازم ہیں بلکہ پہلے تنزیل میں آباء کے لیے اولاد کو تعلیم دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم تھا۔

جو شخص اولاد کو اس کی زندگی وآخرت میں نفع مند وضرر دہ اشیاء کی تعلیم میں کوتاہی کرتا ہے وہ گنہگار اور مجرم ہے اولاد کے نافرمان ہونے کا ایک سبب نفع ونقصان کی اشیا کی تعلیم دینا ہے۔اسی لیے بعض بچے والدین سے کہہ دیتے ہیں آپ نے مجھے بچپن میں ضائع کر دیا اور میں آپ کو بڑھاپے میں ضائع کروں گا یعنی آپ نے بچپن میں میرا خیال نہیں کیا تو میں تمہارا تمہارے بڑھاپے میں کچھ خیال نہ کروں گا۔

اذان سن کر دعائے وسیلہ مانگنے والا مستحق شفاعت مصطفیٰ علیہ السلام ہے

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ کے جواہرات میں سے درج ذیل حدیث کی تشریح ہے:

اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّهٗ مَنْ صَلّٰى

عَلیَّ صَلاَ ةً صَلّٰی اللّٰہ علیہ عَشَراً ثُمَّ صَلُوْا اللّٰہَ لِیْ اَلْوَسِیْلَۃَ فَاِنَّہَامَنْزِلَۃٌ فِیْ الْجَنَّۃِ لاَ یَنْبَغِیْ اِلاَّ لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰہِ وَاَرْجُوْاَنْ اَکُوْنَ اَنَا ھُوَفَمَنْ سَاَلَ لِیْ اَلْوَسِیْلَۃَ حَلَّتْ عَلَیْہِ الشَّفَاعَۃُ (رَوَاہُ الاِمَامُ اَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ وَالتِّرْمَذِیْ وَالنَّسَائِیْ وَاَبُوْدَاوٗدَ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ)۔

''جب تم مؤذن سے آذان سنوتو تم وہی کلمات کہو جووہ کہتا ہے پھر مجھ پر صلاۃ پڑھو کہ جو مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔ پھر میرے لیے وسیلہ کی دعا مانگو کہ وہ جنت میں ایک اعلیٰ مقام ہے جو اپنے مخصوص بندوں میں سے ایک کو عطا کرے گا مجھے امید ہے کہ وہ میں خود ہو گا جس نے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی تو وہ مستحق شفاعت ہو گیا''۔ (اس کو امام احمد، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابوداؤد نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا)

اس میں آقا علیہ السلام اَرْجُوْا اَنْ اَکُوْنَ اَنَا ھُوَ ۔ ترجی کے کلمات ادب وتشریح کی بنا پر ارشاد فرمائے ہیں ورنہ آپ افضل کائنات ہیں اور آپ کو یقین محکم ہے وہ مقام آپ کے لیے مخصوص ہے۔

جس شخص کا نام محمد ہو اس کی توہین ممنوع ہے

امام مناوی نے اس کلام رسول اللہ ﷺ کی تشریح کی:

اِذَا سَمَّیْتُمْ مُحَمَّداً فَلاَ تَضْرِبُوْہُ وَلاَ تُحْرِمُوْہُ۔ (رواہ البزار عن ابی رافع)

''جب تم کسی کا نام محمد رکھو تو اسے نہ مارو اور نہ محروم رکھو''۔

یعنی بغیر تادیب کے نہ مارو، نہ احسان، بھلائی سے محروم کرو۔ رسول اکرم ﷺ کے ہمنام ہونے کے احترام کی وجہ سے۔

حدیث پاک کہ جب تم بچے کا نام محمد رکھو تو اس کی عزت کرو اور مجلس میں اسے جگہ دو اس کے چہرہ کو قبیح نہ کہو اس کو خطیب نے حضرت علی المرتضٰی سے روایت کیا اس کے تحت مناوی رقمطراز ہے یعنی اسے یہ نہ کہو کہ اللہ تعالیٰ تیرے چہرے کو قبیح و برا کرے۔

ابن عدی نے حضرت جابر سے مرفوع روایت کیا میں دستر خوان پر کھانا نہیں کھاتا اور نہ کوئی قوم اس پر بیٹھتی مگر ان میں میرا ہمنام ہو تو روزانہ انہیں دو بار مقدس و مطہر کیا جاتا ہے۔

طبرانی اور ابن جوزی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا جب کوئی قوم مشاورت کے لیے

بیٹھے اور ان میں میرا کوئی ہمنام ہو تو ان کی مشاورت میں برکت ہوتی ہے۔

نبی علیہ السلام بروز حشر خطیب الانبیاء ہو گے

حضور ﷺ فرماتے ہیں:

اِذَاکَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ کُنْتُ اِمَامَ النَّبِیِّیْنَ وَخَطِیْبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَیْرَ فَخْرٍ (رواه احمد والترمذی والحاکم وابن ماجه عن ابی کعب رضی الله عنه)

"روز حشر میں انبیاء کا امام، خطیب اور صاحب شفاعت ہوں گا اور میں کوئی فخر نہیں"۔

علامہ مناوی اس کی شرح میں فرماتے ہیں روز حشر کا ذکر اس لیے کیا وہ آپ کی سیادت کے ظہور کا دن ہوگا۔

جب آپ افضل الاوّلین والآخرین ہیں تو ظاہر ہے کہ ان کے امام ہوں گے اور وہ آپ کے مقتدی اور آپ کے جھنڈے تلے ہوں گے اور آپ ان کے خطیب کہ اللہ تعالیٰ کی ایسی محامد کا خطبہ پڑھیں گے جو کوئی اور حمد نہ کر سکے گا اس وقت کلام فرمائیں گے جب تمام لوگ اپنے عذر بیان کرنے سے ساکت ہوں گے تو آپ ان کے اعتذار رب تعالیٰ کے حضور بیان فرمائیں گے تو آپ خالق کائنات کی حمد وثناء جو اس کی شان کے لائق ہے بیان کریں گے۔ مِنْ غَیْرِ فَخْرٍ یہ بات فخر یہ طور پر نہیں کہتا بلکہ بطور تحدیث نعمت یعنی جو شان مخفی ہے اس کا اظہار مقصود ہے جیسے یوسف نے فرمایا تھا:

اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ (یوسف:55)

"مجھے زمین کے خزانوں پر کردے"۔

جوامع الکلم کا مطلب

آقا علیہ السلام فرماتے ہیں مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے نہایت اختصار کے ساتھ کلام پر قدرت دی۔ اس کو ابو یعلیٰ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

اس کی شرح میں مناوی فرماتے ہیں جامع کا معنی ہے جو کمالات انبیاء علیہم السلام میں متفرق تھے وہ سب آپ میں جمع ہیں اور آپ ان کے جامع ہیں اور اس کے علاوہ غیر متناہی کمالات بھی آپ میں موجود ہیں جوامع میں سے آپ کی فصاحت و بلاغت ہے۔

اُعْطِیْتُ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ مِنَ الذِّکْرِ الْاَوَّلِ کی تشریح

سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں مجھے ذکر اول سے سورت بقرہ اور طٰہٰ، طواسین، حوامیم الواح

موسیٰ سے فاتحہ الکتاب اور خواتیم سورت بقرہ تحت العرش سے اور مفصل زائد عطا کی گئیں اسے حاکم نے معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اس کی شرح میں علامہ مناوی رقمطراز ہیں کہ الذکر الاول یعنی ذکر اول کے عوض کلاباذی نے اپنی بحر میں کہا وہ صحائف عشرہ اور تین کتابیں سورت بقرہ، صحائف اور کتب سماویہ کے علوم و معارف کو متضمن ہے الواح موسیٰ یعنی ان کے عوض ان احکام و مواعظ جو الواح موسیٰ میں درج ہیں کو متضمن ہے ابن حجر فرماتے ہیں کتاب موسیٰ کا ذکر اس لیے کیا کہ یہ کتاب انجیل سے بہت وسیع ہے۔ نافلۃ۔ یعنی زیادہ یہ فاتحہ، خواتیم اور مفصل کی طرف راجع ہے یعنی ان میں جو احکام واسرار وغیرہ مذکور ہیں جو سابقہ کتب سماویہ سے زائد ہیں ان کی مثال کسی نبی پر نزول نہیں ہوا۔ نافلہ صرف مفصل کی طرف راجع نہیں اس کے ذکر سے مقصد اس کی تصریح ہے کہ فاتحہ و خواتیم حضور علیہ السلام کے خصائص سے ہے کثیر علماء نے اس پر جزم کیا آئندہ حدیث میں فُضِّلْتُ بِالْمُفَصِّلُ (مجھے مفصل سے ترجیح دی گئی) یہ دوسری سورت کے ساتھ فضیلت کے منافی نہیں۔

فائدہ

اس میں اشارہ ہے قرآن کریم کا کچھ حصہ کی مثل پہلی کتاب میں موجود ہے بعض آثار میں ہے تورات کا اول اَنْعَامْ اور اس کا آخر ھُوْدُ۔ اور بعض قرآن بعض سے افضل ہے بعض علماء نے کہا کہ قرآن علم الاولین والآخرین کا جامع ہے تو امم ماضیہ کا علم خاص اور اس امت کا علم عام ہے اہل کتاب کا علم قلیل ہے۔

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾ (بنی اسرائیل)

"اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا"۔

اور ابن عباس سے اسے مَآ اُوْتُوْا (نہیں دیئے گئے) اور اس امت کا قلیل ہے۔

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (بقرہ:269)

"جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی"۔

فضیلت آیت الکرسی

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے مجھے آیت الکرسی عرش کے تحت سے دی گئی ہے۔ امام بخاری نے تاریخ اور ابن ضریس نے حسن بصری سے مرسل روایت کیا۔

مناوی نے اس کے تحت کہا عرش کے نیچے خزانے سے جس طرح ایک روایت میں اس کی تصریح موجود ہے بقیہ حدیث "مجھ سے قبل کسی کو عطا نہیں ہوئی"۔

اسی لیے فاضل مصنف یعنی امام سیوطی نے کہا کہ آپ کی خصوصیات سے ہے کہ عرش کے خزانے

سے دیئے گئے جو پہلے کسی کو عطا نہ ہوئے ان میں سے بسم اللہ، فاتحہ، آیت الکرسی، خواتیم سورت بقرہ اور طوالِ سبع اور مفصل ہیں۔

پھر مناوی نے کہا اس کو دیلمی نے مسلسل ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ ہر راوی نے کہا جب سے میں نے اسے سنا کبھی ترک نہیں کیا حدیث ابی امامہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ابوامامہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی سے سنا آپ فرماتے ہیں میں کسی عقل مند کو نہیں دیکھتا جو سونے سے پہلے یہ آیت نہ پڑھتا ہو۔ وہ یہ آیت ہے:

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۚ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ۚ (بقرہ:254) الخ

''اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ اوران کا قائم رکھنے والا ہے''۔

اگر تمہیں اس کی اہمیت کا علم ہوتا یا جو کچھ اس میں ہے تو تم کسی حالت میں بھی اسے ترک نہ کرتے۔ اور پھر حدیث مذکورہ بالا بیان کی۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کوئی رات ایسی نہیں گزری جس میں میں نے یہ آیت الکرسی نہ پڑھی ہو۔ ابوامامہ نے بھی اسی طرح کہا کہ میں نے کبھی اسے ترک نہیں کیا اسی طرح دوسرے روات نے بھی یہی کہا۔

پانچ خصوصیات کا ذکر

حدیث شریف میں ہے کہ مفخر موجودات ﷺ نے فرمایا: مجھے وہ کچھ عطا ہوا جو پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوا۔ میری رعب سے مدد کی گئی۔ مجھے زمین کے خزانے عطا ہوئے۔ احمد نام رکھا گیا۔ میرے لیے مٹی کو پاکیزہ کیا گیا۔ اور میری امت کو خیر امم بنایا گیا۔ اس کو امام احمد نے جناب علی المرتضی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا۔

خَزَائِنُ الْاَرْض یہ استعارہ ہے اس وعدہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ممالک کے فتوح کا آپ سے کیا۔ خزائن خزانہ کی جمع ہے خزانہ کہتے ہیں جس میں کوئی چیز چھپائی جائے یا اس سے مراد تمام کائنات کے خزانے ہیں تا کہ آپ مستحقین کے لیے بقدر استحقاق خزانوں کو نکالیں۔ پس جو کچھ کائنات میں جس کسی کو مل رہا ہے وہ اسی سے مل رہا ہے جس کے دستِ اقدس میں چابیاں ہیں باذن خالق و مالک۔ پس جس طرح علم غیب کل کی چابیاں اللہ کے پاس ہیں اسی طرح موہوبات کے خزائن کی چابیاں اس کے پیارے کے ساتھ مخصوص ہیں۔ لہٰذا جس کسی کو جو مل رہا ہے وہ آپ کے دستِ رحمت سے مل رہا ہے۔

سُمِّیْتُ اَحْمَدَ۔ یہ نام آپ سے قبل کسی کا نام نہ تھا۔ اس لیے کہ کسی ضعیف قلب و شکی کے دل میں یہ احساس پیدا نہ ہوا کہ کتب سماویہ میں جس احمد کی تعریفات ہیں وہ کوئی اور ہو۔ جُعِلَ التُّرَابُ۔ شرعی یا

حسی طور پر پانی موجود نہ ہونے کے وقت مٹی کو پاک بنا دیا۔ جُعِلَتْ اُمَّتِیْ خَیْرَ الْاُمَمِ۔ یہ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران:110)

''تم بہتر ہوان سب امتوں سے جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں''۔

آپ کی امت کا شرف آپ کا شرف ہے۔

خصائص کا ان پانچ میں حصر نہیں کہ مسلم شریف میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر چھ اشیاء سے فضیلت دی گئی۔ ایک روایت میں سات اور دیگر روایات میں اس سے بھی زائد کا ذکر ہے ان میں تعارض نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ آپ پہلے بعض پر مطلع ہوئے، پھر کچھ اور پر یا کچھ مخاطب کو معلوم تھیں اس لیے ان کا ذکر نہ کیا۔

تنبیہ۔ حکیم ترمذی نے کہا کہ زمین کا اس امت کیلئے ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ میلاد النبی ﷺ کے موقع پر خوش ہوئی، تر و تازہ، لمبی اور وسیع ہوئی اور آسمان اور دیگر مخلوق پر فخر کیا کہ رسول اکرم ﷺ مجھ سے پیدا ہوئے میری پیٹھ پر جلوہ افروز ہوئے۔ میرے حصہ پر جبین سجدہ کے لیے رکھیں گے اور مجھ میں ہی مدفون ہوں گے جب اس کا افتخار بڑھا تو اللہ نے اسے امت کے لیے طاہر قرار دیا۔

اس امت کے لیے تیمم ایک عطیہ الٰہی ہے تا کہ ان کے لیے طہارت ہمیشہ رہے۔

اُعْطِيْتُ فَوَاتِحَ الْكَلِمِ وَجَوَامِعَ کی تشریح

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے فواتح الکلم، جوامع اور اس کے خواتم عطا ہوئے اسے ابن ابی شیبہ ابو یعلیٰ اور طبرانی نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ فواتح الکلم، فصاحت و بلاغت غامضہ معانی، بدائع حکم اور محاسن عبارات جو دوسروں کی سمجھ میں نہ آئے ایک روایت میں مفاتح الکلم کرمانی نے کہا قلیل لفظ جو کثیر معانی کا فائدہ دیں یہ بلاغت کا معنی ہے جوامع جو اللہ نے آپ میں جمع کر دیئے تو آپ کا کلام قرآن پاک کی مانند تھا کہ آپ اللہ کے خلیفہ ہیں۔

سبع طوال کا ذکر

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے تورات کے عوض سبع طوال، زبور کے عوض مئین اور انجیل کی جگہ مثانی اور مفصل سے فضیلت دی گئی۔ طبرانی اور بیہقی نے واثلہ سے روایت کیا مکان التورات کا معنی ہے تورات میں جو کچھ ہے اس کے بدلے اسی طرح مابعد کے متعلق فرمایا

سبع طوال کی ابتدا سورت بقرہ سے ہے اور آخری سورت براءت ہے سورت انفال اور براءت

کو ایک بنانے سے زبور کے عوض مئین۔ مئین کی پہلی سورت جو کہف سے ملتی ہے اور اس کی آیات ایک سو سے زائد ہیں۔

مثانی، وہ سورتیں جن کی آیات سو یا سو سے کم ہیں انہیں مثانی اس لیے کہتے ہیں یہ مئین سے چھوٹی اور مفصل سے بڑی ہیں۔ مفصل۔ان کی آخری سورت تو بالاتفاق الناس ہے اور پہلی حجرات، جاثیہ، قاف، صافات، صف مختلف اقوال ہیں امام نووی نے پہلی کو ترجیح دی ہے۔(کتب فقہ میں بھی سورت حجرات ہی پہلی سورت مفصل ہے)۔

أُعْطِيتُ هٰذِهِ الآيَاتِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ کی تشریح

افضل الرسل ﷺ نے فرمایا مجھے سورت بقرہ کی آخری یہ آیات عرش کے نیچے خزانے سے عطا ہوئی ہیں جو پہلے کسی نبی کو نہیں ملیں اس کو امام احمد، طبرانی اور بیہقی نے حذیفہ اور امام احمد نے ابوذر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا امام مناوی رقمطراز ہیں ان آیات کی ابتدا آمَنَ الرَّسُوْلُ ہے۔

حافظ عراقی نے اس حدیث کا معنی بیان کیا یہ آپ کے لیے ذخیرہ اور خزانہ رکھا اور دوسرے کسی کو عطا نہیں کیے گئے۔اور بہت سی آیات قرآنیہ کتب سابقہ میں لفظاً یا معنیً نازل ہوئی ہیں اور یہ آیات پہلے نازل نہیں ہوئیں۔

اس میں اس امت کی خصوصیت ہے وہ بوجھ اور وزن (اصر) جو پہلوں پر کھا گیا ان سے اٹھالیا گیا اسی لیے فرمایا کہ پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں مطالح میں ہے کہ کنز کیا ہے ہوسکتا ہے کہ یہ کنز الیقین ہو جو عرش کے نیچے چھپا ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے اس سے آٹھ مثقال نور یقین کے نکالے جن سے چار مثقال رسول اللہ ﷺ کو دیئے گئے اور باقی رسالت کی خصوصیت کے لیے چنانچہ ایمان رسول کو تمام انسانوں کے ایمان سے ترازو کیا گیا تو آپ کا ایمان وزنی تھا۔مناوی کی عبارت ختم ہوئی قاضی عیاض کی ایک کتاب کا نام "مطامح الافہام فی شرح الاحکام" ہے۔

حدیث أُعْطِيتُ ثَلَاثَ خِصَالٍ کی توضیح

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی کہ مجھے تین خصلتیں دی گئیں۔صفوف اور قطار میں نماز، سلام جو اہل جنت کا تحیہ وسلام ہے۔(السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ) اور مجھے آمین دی گئی جو تم سے پہلے کسی کو نہیں ملی مگر ہارون کو۔جب موسیٰ علیہ السلام رب تعالیٰ سے دعا مانگتے تو حضرت ہارون آمین کہتے۔ حارث اور ابن مردویہ نے حضرت انس سے روایت کیا۔

مناوی نے کہا اس میں تین کا ذکر دوسری روایات میں پانچ یا چھ کے منافی نہیں ہوسکتا ہے پہلے اول

عطا ہوئے تو ان کو بیان فرما دیا پھر ان میں جیسے اضافہ ہوتا گیا ایسے ہی آگاہ فرماتے رہے یا یوں کہ اکثر عطا ہوئے بعض دفعہ کچھ بیان کر دیئے دوسرے اوقات دوسرے حسب حال بیان فرما دیئے شہرت کی بنا پر ذکر عدد حصر پر دلالت نہیں کرتا۔

أُعْطِيْتُ صَلَاةً فِي الصُّفُوْفِ۔ یعنی جس طرح فرشتے صفوف میں رب تعالیٰ کے پاس حاضر ہوتے ہیں یونہی ہمیں حکم ہوا جب کہ امم سابقہ تنہا تنہا نماز پڑھتے اور ان کا منہ ایک دوسرے کی طرف ہوتا۔ أُعْطِيْتُ السَّلَامَ ۔ جس طرح اہل جنت یکے بعد دیگر سلام کہتے ہیں۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ (یونس:10)

''اور ان کے ملتے وقت خوشی کا پہلا بول سلام ہے''۔

سابقہ امتوں میں جب ایک شخص دوسرے سے ملتا تو اس کے سامنے جھک جاتا یہ ان کا سلام تھا اس میں مؤنت و تکلیف ہے اور ہمیں اہل جنت کا سلام عطا کیا جس میں احسان ہے۔

پانچ خصائل کا ذکر

سید الانبیاء علیہم السلام نے ارشاد فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا ہوئیں جو پہلے کسی کو نہیں ملیں۔ رعب کے ساتھ ایک ماہ کی مسافت سے مدد کی گئی۔ میرے لیے زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا پس میرے امتی کو جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے وہیں نماز ادا کر لے۔ میرے لیے غنائم حلال ہوئے جو مجھ سے قبل حلال نہ تھے۔ مجھے شفاعت دی گئی پہلے نبی کسی ایک مخصوص قوم کے لیے نبی تھے لیکن مجھے نبوت عامہ عطا کی گئی۔ بخاری، مسلم، نسائی نے اسے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

امام مناوی رقمطراز ہیں کہ یہ آپ کے خصائص سے ہے لیکن خصائص پانچ میں منحصر نہیں بلکہ آئمہ نے بیان کیا کہ یہ تین سو سے بھی زائد ہیں عدد کی تخصیص زیادتی کے منافی نہیں۔

وَمَسِيْرَةَ شَهْرٍ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے میری نصرت یوں کی ایسے دشمن جن کے اور میرے مابین ایک ماہ کی مسافت ہے مدینہ کے جوار وقرب میں تو ان کے دلوں میں خوف و رعب القا کر دیا۔ ایک ماہ کی تخصیص میں اس طرف اشارہ ہے کہ کوئی دشمن بھی ایک ماہ کی مسافت سے دور نہیں۔ لہٰذا یہ اس کے منافی نہیں کہ آپ کی امت دور دراز علاقوں کو فتح کرے گی یہ بھی آپ کی خصوصیات سے ہے۔ اگرچہ بغیر ہتھیار کے فوج کشی کے خوف جن کے ساتھ سوال نہیں ہو سکتا جیسا کہ حضرت سلیمان کے لیے جنات مسخر تھے۔ کیونکہ تسخیر سے ذاتی قوت و شجاعت نصرت و اعانت کا پہلے ذکر کیا جو کہ دشمنوں پر

کامیابی کو کہتے ہیں کہ قیام دین میں خصوصی اہمیت کی حامل ہے زمین کو مسجود وطہور کے ساتھ تعریف کرنے کا مقصد یہ ہے کہ نماز اپنی شرائط سمیت دین کے اہم ارکان میں سے ہے۔غنائم کے حلال ہونے کا فائدہ ہے کہ آپ ان کو حسب منشا تصرف میں لائیں جیسے ارشاد ربانی ہے:

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (انفال:1)

''تم فرمادو وہ غنیمتوں کے مالک اللہ ورسول ہیں''۔

یا اس کی تخصیص آپ اور آپ کی امت کے ساتھ ہے پہلے انبیاء کے لیے نہ تھی بعض انبیاء کو جہاد کی اجازت نہ تھی تو ان کے لیے کوئی غنیمت نہ تھی اور بعض کو اجازت تھی لیکن اس کا استعمال ممنوع تھا بلکہ آگ ان کو جلا کر خاکستر کر دیتی مگر انسان بچ جاتے تھے۔یہ دوسری توجیہ لَمْ تُحَلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِیْ۔کی طرف راجع ہے اور من قبلی کی تخصیص سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ آپ کا خاصہ اور خصوصیات ہے اور آپ ان سے افضل ہیں شفاعت خاصہ وعامہ دونوں ہی آپ کے ساتھ مخصوص ہیں۔

شفاعت کی پانچ اقسام

امام نووی فرماتے ہیں کہ آپ کی شفاعت کی پانچ اقسام ہیں۔

پہلی قسم: فیصلہ کے لیے شفاعتِ عظمیٰ۔

دوسری قسم: آپ کی شفاعت سے ایک جماعت بغیر حساب کے جنت میں جائے گی۔

تیسری قسم: ایسے لوگ جو مستحق نار ہیں آپ کی شفاعت سے جہنم میں داخل نہ ہوں گے۔

چوتھی قسم: ایسے لوگ کے حق میں جو بداعمالیوں کی بناء پر داخل ہوں گے پھر آپ کی شفاعت سے نکالے جائیں گے۔

پانچویں قسم: ایسے لوگ جن کے درجات شفاعت سے بلند ہوں گے۔

آپ کے ساتھ پہلی اور دوسری قسم مخصوص ہے تیسری اور پانچویں کا اختصاص بھی جائز ہے۔پہلے انبیاء ایک ایک مخصوص قوم کی طرف مبعوث ہوئے ایک وقت میں کئی انبیاء تشریف آئے اور ایک ہی شریعت کی تبلیغ کرتے تھے اور اس میں عام لوگوں کی طرف مبعوث ہوں۔مسلم کی روایت میں عامہ کی جگہ کافۃ (تمام لوگوں) کا ذکر ہے۔

کرمانی نے کہا اَیْ جَمِیْعًا یعنی آپ کے زمانہ سے تا قیامت آپ تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہیں اور جنات کا ذکر نہیں کیا کہ انسان اصل ہے یا مقصود بالذات ہے بلکہ دوسری روایت اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ۔میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ فرشتوں کی طرف مبعوث ہیں

جیسا کہ امام سبکی نے بیان کیا خصائص میں اپنے کلام کو بعثت عام پر ختم کیا تا کہ آپ کی امت کے لیے دارین کی خیر و بھلائی متحقق ہو۔

نیز اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ افضل الرسل ہیں جس طرح کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے پہلے نبی مخصوص قوم کی طرف مبعوث ہوئے اور آپ تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہیں بایں وجہ رسل عظام حق کی ارشاد خلق اور ان کو تاریکیوں سے اجالے میں لانے اور بت پرستی سے عبادتِ الٰہی کی طرف مائل کرنے کے لیے تشریف لائے تو جس میں جتنی زیادہ تاثیر ہوگی وہ اتنا ہی افضل و اشرف ہوگا۔

اس اعتبار سے آپ افضل ہیں کیونکہ آپ کی بعثت ایک قوم یا ایک زمانے سے مخصوص نہیں بلکہ آپ کا دین تو مشرق و مغرب اور ہر مکان میں پھیلا ہوا ہے اور ہر زمان اور ہر مکان میں پھیلا رہے گا تو اس سے آپ کا فضل و شرف بڑھتا رہے گا اور سباق و سیاق سے افضل الرسل ٹھہرے۔

امت محمدیہ سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے

حضور انور ﷺ نے فرمایا مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ میری امت سے ستر ہزار اشخاص بلا حساب جنت میں جائیں گے جن کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح دمکتے ہوں گے جو ایک شخص کے دل کے ہوں گے میں نے اپنے رب سے ان میں اضافہ چاہا تو اس نے میرے لیے ان میں زیادتی فرمائی کہ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ستر ہزار اشخاص ہوں گے۔ اسے امام احمد نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

علامہ مناوی فرماتے ہیں کہ مظہری نے کہا اس سے خصوصِ عدد مراد ہو سکتا ہے اور کثرت بھی مراد لی جا سکتی ہے اور بعض نے اس کو ترجیح دی۔ ابن عبد السلام فرماتے ہیں یہ خصائص مصطفیٰ ﷺ ہے دوسرے کسی نبی کو یہ اعزاز حاصل نہیں۔

آپ ﷺ زمین و آسمان میں امین ہیں

سرور کائنات ﷺ نے فرمایا خبردار بخدا میں زمین و آسمان میں امین ہوں۔ طبرانی نے اسے ابی رافع سے روایت کیا۔ مناوی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں شروع کلام میں اَمَا حرف تنبیہ جو طلائع قسم سے ہے اور اس کے ساتھ حرف قسم ملایا تا کہ مابعد کلام میں پختگی اور ذہن سامع میں یقین پیدا ہو اور اپنے کفر میں معاند پر رد ہو اس کے بعد واضح ہے کہ مصطفیٰ علیہ السلام دور جاہلیت میں امین کے لقب سے ملقب تھے اور امین کا اطلاق صرف آپ کی ذات کے لیے کرتے۔

حضرت ابوبکر خلیل رسول ہیں

رسول پاک ﷺ نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیل بنایا جیسے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور میرے خلیل ابوبکر صدیق ہیں۔ طبرانی نے اسے ابوامامہ سے نقل کیا۔

اس کی شرح میں امام مناوی رقمطراز ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کو رسول پاک ﷺ اور ابراہیم علیہ السلام کے احوال کو ظاہراً و باطناً اور صفاتِ حمیدہ پائے جن کی وجہ سے دونوں حضرات کو وصفِ خلت سے نوازا۔

حضور اکرم ﷺ سب سے اشرف نسب ہیں

فخر موجودات ﷺ فرماتے ہیں بیشک اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل سے بنی کنانہ کو منتخب کیا کنانہ سے قریش اور قریش سے بنی ہاشم اور بنی ہاشم سے مجھے منتخب کیا مسلم اور ترمذی نے اسے واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

مؤلف نے کہا کہ امام شیخ ابن حجر فرماتے ہیں یہ حدیث کئی طرق سے مروی ہے جن کو ہمارے شیخ عراقی نے اپنی کتاب ''محجة القرب فی محجة العرب'' میں جمع کیا۔ علامہ مناوی نے اس کی شرح میں فرمایا کہ اصطفاء وخیریت دیانت کے اعتبار نہیں۔ بلکہ خصائص حمیدہ کے لحاظ سے ہے۔ اس سے ثابت ہوا غیر قریش عرب قریش کے کفو نہیں۔ بنی ہاشم کے غیر بنی ہاشم کفو نہیں۔ یہ مذہب شافعیہ ہے۔ قرطبی نے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق سے کسی اختیار کرنے کا معنی ہے اس نوع کے کمالاتِ صفات کی تخصیص کرنا اور اس نوع کے لیے اسے اصل بنانا اور اس نوع میں معزز گردانا اور اس کا حکم واجب العمل کرنا۔

جیسے قرآن کریم ہے:

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ (قصص:68)

''اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند فرماتا ہے''۔

خالق کائنات نے جنس حیوان سے انسان منتخب کیا اس کے لیے یہی کافی ہے کہ تمام مخلوق اس کے لیے بنائی گئی جیسے فرمایا:

سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (جاثیہ:13)

''تمہارے کام میں لگائے جو کچھ آسمان میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے''۔

پھر انسان سے معدن نبوت ورسالت کو منتخب کیا جس کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے پھر ان

کے نطفہ سے نطفہ کریمہ کو ہمیشہ اصلاب کریمہ سے ارحام طاہرہ میں منتقل کیا جس سے آفتاب عالم ﷺ کا ظہور قدسی ہوا جیسے کہ فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ (آل عمران:33)

"بیشک اللہ نے چن لیا آدم اور نوح اور ابراہیم کو اور ان کی آل کو"۔

اولاد ابراہیم سے اسماعیل واسحاق کو مختار کیا پھر اولاد سیدنا اسماعیل علیہ السلام سے بنی کنانہ کو اور ان سے ان کے خاتم ومشرف آقا ومولیٰ محمد رسول ﷺ جو آخرالانبیاء مگر مراتب ومدارج کے اعتبار سے سب سے اول ہیں۔

ابن تیمیہ رقمطراز ہے کہ عجم سے عرب ان سے قریش ان سے بنی ہاشم افضل اور رسول اکرم ﷺ بنی ہاشم سے افضل ہیں تو آپ افضل الناس ہیں حسب ونسب کے لحاظ سے پس عرب، قریش اور بنی ہاشم کو برتری وفضیلت صرف آپ کی وجہ سے حاصل ہے۔

بنی ہاشم تمام عرب وعجم سے افضل ہیں

حدیث شریف۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم سے سیدنا اسماعیل اور اولاد سیدنا اسماعیل سے بنی کنانہ اور ان سے قریش اور قریش سے بنی ہاشم اور ان سے مجھے فضیلت دی اور انہیں چن لیا۔ ترمذی نے اسے واثلہ سے روایت کیا اور کہا یہ صحیح حدیث ہے اس کی شرح میں امام مناوی تحریر کرتے ہیں ان سے مجھے چن لیا۔ یعنی وہ نور جبین آدم علیہ السلام میں ودیعت تھا اسے جبین عبدالمطلب میں امانت رکھا۔ پھر ان کے بیٹے عبداللہ جو رسول اعظم ﷺ کے پدر بزرگوار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس نسب کو سفاحِ جاہلیت سے محفوظ اور طاہر رکھا۔ بنی اسماعیل کی برتری اخلاق کریمہ کی وجہ سے ہے ورنہ عربی زبان میں سب یکساں ہیں۔ بنی ہاشم اخلاق کے اعتبار سے پاکیزہ اور نفوس کے لحاظ سے طاہر وطیب ہیں جس پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا دلالت کر رہی ہے۔

وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ (بقرہ:128)

"اور ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والا کر"۔ پھر فرمایا:

وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ۔ (بقرہ:128) ہماری اولاد میں سے۔

یہ اولاد اسماعیل کے لیے مخصوص دعا ہے اس کے بعد فرمایا:

وَابْعَثْ فِیْہِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ (بقرہ:129)

"اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے"۔

ابن تیمیہ رقمطراز ہیں اس حدیث سے مستفاد ہے سیدنا اسماعیل اور آپ کی اولاد ابراہیم سے افضل
۔ اولاد اسحاق جو بنی اسرائیل کہلاتے ہیں اور افضل العجم ہیں کہ ان میں کتاب ورسالت رہی ہے
عیل کی اولاد افضل ہے۔ تو دوسروں پر ان کی فضیلت بطریق اولیٰ واحسن ثابت ہے۔
رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یلتِ قرآن

بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے تورات کے عوض سبع انجیل کے عوض براءت سے طواسین تک اور زبور کے
ن طواسین وحوامیم مابین عطا کیا حوامیم اور مفصل زائد عنایت فرمائے جو مجھ سے قبل کسی کو نہیں ملیں محمد
ن نصر نے اسے حضرت انس سے روایت کیا۔
مناوی نے کہا حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ مجھ سے قبل کسی کو نہیں ملیں یعنی مجھ سے پہلے کسی نبی پر
زل نہیں ہوئیں۔ یہ آپ کے خصائص میں سے ہے۔

ضور علیہ السلام کے چار وزیر ہیں

سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری چار وزیروں سے اعانت فرمائی جن میں
و آسمان میں اور دو زمین میں ہیں۔ آسمان والے جبریل ومیکائیل علیہما السلام زمین والے ابو بکر وعمر
ضی اللہ عنہما ہیں اسے طبرانی اور ابو نعیم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔
شارح فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر جبریل کی نرم مزاجی میں اور عمر فاروق شدت وصلابت میں
اسرافیل علیہ السلام کے مشابہ ہیں امور دین اوامر ونواہی میں تو اس میں شیخین کی فضیلت اور روافض کی
تردید ہے۔

حضور علیہ السلام عبد کریم ہیں

سرور کائنات فخر موجودات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَنِیْ عَبْدًا كَرِیْمًا وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا۔

"بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے عبد کریم بنایا اور سخت نہیں بنایا"۔

(رواہ ابو داؤد وابن ماجه عن عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنه)

شارح کہتے ہیں کہ حدیث کے راوی عبداللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک بہت بڑا
پیالہ تھا جسے غراء کہا جاتا تھا جسے چار شخص اٹھاتے تھے صبح نماز چاشت کے بعد لایا گیا اور اس میں ثرید بنایا
اور لوگ جمع ہوئے تو آقا علیہ السلام تشریف لائے ایک اعرابی آیا اور پوچھا کہ یہ لوگ کیسے جمع ہوئے

ہیں۔ اسے حدیث بیان کی گئی پھر آپ نے فرمایا اس کے اطراف سے کھاؤ اور درمیان سے نہ کھاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اس میں برکت فرمائے گا یہ متن کا بقیہ حصہ ہے جس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ کے مخرجین نے بیان کیا۔

آپ لحان نہیں

حضور اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے لحن کرنے والا نہیں بنایا میرے لیے خیر کلام اپنی کتاب قرآن کریم کو منتخب کیا شیرازی نے القاب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

مناوی نے کہا کہ اللحان اسم مبالغہ کا صیغہ ہے جس کا معنی کثرت سے لحن کرنے والا ہے اور یہ صیغہ اپنے حقیقی معنی میں نہیں بلکہ مجازی ہے کہ مطلق لحن کی نفی ہے بلکہ آپ بالکل قلیل بھی لحن نہیں کرتے تھے۔

جس کی کتاب قرآن کریم جیسی مقدس ہو، جس کی آیات نہ ختم ہونے والی ہوں اور جس کے معجزات کئی زمانے گزرنے کے باوجود ختم نہ ہوں تو وہ لحن کیسے کر سکتے ہیں جن کے سامنے فصاء و بلغاء عاجز ہو گئے اور جس کی زبان میں کلام نازل ہوا ہو اس سے لحن متصور بھی نہیں ہو سکتا۔

حضور علیہ السلام سب سے زیادہ متقی ہیں

حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ اَتْقَاکُمْ وَاَعْمَلُکُمْ بِاللّٰہِ اَنَا۔ (رواہ البخاری عن عائشہ)

"بیشک میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور عمل کرنے ولا ہوں"۔

شارح فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ میں علم الیقین عین الیقین اور حق الیقین بمعہ خشیتِ قلبیہ اور استحضارِ عظمتِ الٰہیہ اس طور پر جمع ہیں جو غیر میں جمع نہیں جتنی معرفت الٰہی بڑھے گی خوف و خشیت الٰہی اور تقویٰ اور عمل بھی بڑھے گا معرفت الٰہی میں کوئی آپ کا ہمسر نہیں اسے قاضی نے بیان کیا۔

قرطبی اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ آپ میں اصل خلقت سے ہی کمالِ فطنت، سدادِ نظر، سرعت ادراک پائے جاتے ہیں اور ادراک سے موانع اور قواطع نظر مرفوع ہیں جب یہ تمام امور ابتداء خلقت

ہیں تیرے تصرف میں، یہ بادل، یہ گھٹائیں ۔۔۔ یہ گنبدِ افلاک، یہ خاموش فضائیں
یہ کوہ، یہ صحرا، یہ بادل، یہ ہوائیں ۔۔۔ تھیں پیشِ نظر کل تو فرشتوں کی ادائیں
آج آئینہ ایام میں تو اپنی ادا دیکھ ۔۔۔ خورشید جہاں تاب کی ضو تیرے شرر میں
آباد ہے اک تازہ جہاں تیری نظر میں

سے آپ میں موجود ہیں تو زہد و ریاضت وتقویٰ نہایت ہی آسان ہیں گویا آپ کے لیے عمل وتقویٰ بدیہیات سے ہے۔

پھر خالق کائنات نے آپ کو اپنی ذات وصفات، احکام اور احوال کائنات کا وہ علم دیا جو کسی کو نصیب نہ ہو سکا جب آپ علم اور زیادہ علم والے ہیں تو خشیت بھی زیادہ ہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر:28)

"اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں"۔

کرمانی نے کہا اَتْقَاکُمْ کمال قوت علمیہ کی طرف اور اَعْمَلُکُمْ کمال قوت عملیہ کی طرف اشارہ ہے۔

تقویٰ کی تین اقسام۔

پہلی قسم: نفس کا کفر سے بچنا یہ تقویٰ عوام کے لیے ہے۔

دوسری قسم: معاصی سے بچنا یہ خواص کا تقویٰ ہے۔

تیسری قسم: ماسوا سے خیال ہٹا کر ذات الٰہی میں گم ہو جانا۔ خاص الخواص کے لیے ہے۔

علم باللہ کی اقسام: علم باللہ اللہ اور اس کی صفات کو شامل ہے یہ اصول دین کہلاتا ہے۔

فروع دین: اس کے احکام کا علم فروع دین ہے۔

علم القرآن: اس کے کلام اور اس کے متعلقات کا علم علم القرآن کہلاتا ہے۔

معرفت: اس کے افعال کا علم معرفت حقائق اشیاء کہلاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ میں تقویٰ اور علم کے جمیع اقسام موجود ہیں اور ان کے ذکر نہ کرنے سے عموم کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ صحابہ کو کسی کام کا حکم دیتے جو مشکل ہوتا لیکن نا قابل برداشت نہ ہوتا تو صحابہ کہتے کہ ہم آپ کی طرح نہیں آپ تو اللہ تعالیٰ سے مغفور ہیں تو آپ ناراض ہوتے یہاں تک کہ ناراضگی آپ کے چہرہ انور سے نمایاں ہوتی۔ پھر یہ ارشاد فرماتے:

آپ کے اسمائے گرامی

رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں بیشک میرے اسمأ ہیں میں محمد، احمد اور حاشر ہوں میرے قدموں پر لوگ جمع ہوں گے اور ماحی ہوں کہ میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ کفر کو ختم کرے گا اور میں عاقب ہوں اس کو

امام مالک، بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے جبیر بن مطعم سے روایت کیا۔

شارح فرماتے ہیں کہ بخاری کی روایت میں پانچ اسماً ہیں یعنی کتب سماویہ میں موجود اور امم ماضیہ میں مشہور ہیں یا اسے اہل کتاب جانتے ہیں یا وہ آپ کے ساتھ مخصوص ہیں کہ اس سے پہلے کسی کے نام نہ تھے یا یہ معظم ہیں یا عام رکھا کہ دوسرے اسماء ان کی طرف راجع ہیں ان میں حصر نہیں حصر کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کے اور بھی بہت اسماء ہیں بعض نے جیسا کہ امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات اور مجموع میں ایک ہزار بتائے ہیں اور صفات کے اعتبار سے اس سے بھی زیادہ ہیں۔

ابن قیم نے کہا یہ تعداد اعتباری ہے ان کا مسمیٰ ایک ذات ہے پس یہ مترادف ہیں اور اعتباری طور پر متباین ہیں اَنَا مُحَمَّدٌ یہ تمام اسماء سے اشرف ہے کہ یہ باب تفعیل مبالغہ سے مشتق ہے جو آپ سے پہلے کسی کا نام نہ تھا جب آپ کے مولد کا وقت قریب آیا تو پندرہ آدمیوں کے نام رکھے گئے کہ شاید وہ محمد حقیقی ہی ہوں۔

انا احمد، انبیاء علیہم السلام اللہ کی حمد کرنے والے ہیں۔ اور میں سب سے زیادہ حمد کرنے والا ہوں یہ نام بھی آپ کی خصوصیات سے ہے۔ اَنَا الْحَاشِرُ۔ کہ لوگوں کا میرے قدموں پر حشر ہوگا۔ قدمی مفرد یا یاءٗ پر تشدید اور تثنیہ کا صیغہ ہے یعنی میرے اثر نبوت پر کہ آپ کے بعد کوئی نہ آئے گا۔ اَنَا اَلْمَاحِیُ۔ جزیرہ عرب سے کفر ختم ہو جائے گا یا اکثر بلاد سے یا عمومی معنی بھی مراد ہو سکتا ہے کہ عام طور پر کفر ختم ہو جائے گا حجت کا ظہور اور غلبہ ایسا ہوگا یہ دین تمام ادیان پر غالب آ جائے گا۔ ترمذی میں ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں کہ آپ سب کے آخر میں تشریف لائے اس سے معلوم ہوا کہ ایک سے زائد نام رکھنے جائز ہیں۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ اس کا ترک اولیٰ ہے کہ نام رکھنے سے مقصود تعریف وشناخت ہے جو کہ ایک نام سے بھی حاصل ہو جاتی ہے لیکن رسول مصطفیٰ ﷺ کے اسمائے گرامی ایسے ہیں کہ یہ اسماء آپ کی صفات ونعوت ہیں جو کمال مدح اور تکثیر اسماً جلالت مسمیٰ پر دال ہیں۔

مؤلف یعنی امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں لکھا ہے آپ کے خصائص میں سے کہ آپ کے ایک ہزار نام ہیں اور اسی طرح آپ کے نام جو اسم الٰہی سے مشتق ہیں اور ستر کے قریب اللہ (1) کے نام پر رکھے ہیں اور آپ کا نام احمد پہلے کسی کا نام نہ تھا۔

1۔ مَحْمُوْدٌ۔ اَلنُّوْرُ۔ رَشِیْدٌ۔ اَلصَّبُوْرُ۔ عَزِیْزٌ۔ رَؤُوْفٌ۔ رَحِیْمٌ۔ اَلظَّاهِرُ۔ اَلْبَاطِنُ۔ اَلْاَوَّلُ۔ اَلْآخِرُ۔ شَكُوْرٌ۔ آمِرٌ۔ نَاهٍ۔ اَلْوَالِیْ اَلْكَرِیْمُ۔ حَافِظٌ۔ اَلْمُؤْمِنُ حَكِیْمٌ۔ فَتَّاحٌ۔ جَوَادٌ۔ قَرِیْبٌ۔ مُنِیْبٌ۔ غَنِیٌّ۔ نُوْرٌ۔ نَاصِرٌ۔ فَاتِحٌ۔ قَائِمٌ شَهِیْدٌ۔ اَلْهَادِیْ۔ اَلْمَوْلٰی۔ سَمِیْعٌ۔ اَلْبَصِیْرُ۔ مُحَلِّلٌ۔ مُحَرِّمٌ۔ شَافٍ۔ عَادِلٌ۔ (احمد الدین توگیروی)

آپ فاتح وخاتم ہیں

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیشک میں فاتح وخاتم بن کر مبعوث ہوا اور مجھے جوامع اور فواتح دیئے گئے اور میرے لیے کلام میں اختصار دیا پس بات میں ششدر رہنے والے ہلاکت میں نہ ڈالیں اس کو بیہقی نے ابی قلابہ سے مرسل روایت کیا۔

شارح نے فرمایا آپ نبوت ورسالت یا انبیاء کے فاتح وخواتم ہیں۔

ابن عطاء نے کہا کہ فلک نبوت محوِ گردش رہا تا کہ جہاں سے چلا تھا وہیں آجائے کمالِ اصطفاء پر اس کا اختتام فرمایا پس آپ فاتح، خاتم نور الانوار، سر الاسرار، دنیا وآخرت میں بزرگ ترین شخصیت اعلیٰ الخلوق مینار کے لحاظ سے، اور افتخار کے اعتبار سے سب سے اتم ہیں۔ جو بن دیکھے کسی امر میں واقع ہوں۔ حرالی، نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ قرآن کے ساتھ مبعوث ہوئے جو انتہاء خلق اور کمالِ امر کے پاس منزل ہے لہٰذا آپ کا قرآن کے ساتھ تخلق ہر خلق کی انتہاء اور ہر امر کے کمال کا جامع ہے پس آپ فاتح، عالم، جامع، کامل اور آپ کی کتاب خاتم ہے ان تینوں جوامع جن کی اولین میں ابتدا اور آپ پر اختتام ہوا۔ پر مشتمل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمنزلہ باپ کے ہیں

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ تحقیق میں تمہارے لیے بمنزلہ باپ ہوں تمہیں ہر قسم کے احکام کی تعلیم دیتا ہوں پس جب تم میں کوئی بیت الخلا جائے تو قبلہ کو نہ منہ کرے اور نہ پیٹھ اور نہ داہنے ہاتھ سے استنجاء کرے۔ امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے اسے ابو ہریرہ سے روایت کیا۔

شارح علیہ الرحمۃ نے کہا کہ ابو الافادہ (فائدہ دینے والا) ابو الولادت (حقیقی والد) سے افضل ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں جہالت کی تاریکی سے نکال کر نور ایمان عطا کیا۔ اسے مقصود سے پہلے اس لیے بیان کیا کہ امر دین کی تعلیم دینا واجب ہے جیسے باپ اور مخاطبین کو مانوس کرنا ہے ایسے امور کے دریافت کرنے سے جن سے عام آدمی سوال کرنے میں حیا کرتا ہے پھر ان کی تصریح کی کہ جب تم میں کوئی (غائط) بیت الخلا جائے تو پیشاب وبراز کرتے ہوئے قبلہ کو نہ منہ کرے اور نہ پیٹھ یہ صحرا میں وجوبی حکم ہے اور بند جگہ میں مستحب(1) وَلَا يَسْتَطِبُ پانی سے استنجا یا ڈھیلے سے داہنے ہاتھ سے نہ کرے یہ مکروہ تنزیہی ہے بعض نے مکروہ تحریمی کہا۔

فائدہ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ جمیع امت کے لیے باپ کی مانند ہیں اسی طرح آپ کی

1۔ لیکن فقہ حنفی میں مکان ہو یا صحراء بہر صورت یہ حکم واجب ہے۔ جیسا کہ متداول کتب حنفیہ میں موجود ہے۔ (مترجم)

ازواجِ مطہرات مائیں بایں وجہ کہ آپ اور آپ کی ازواج سے مردوں اور عورتوں کو احکام اور معالم دین معلوم ہوتے ہیں جو خیر و بھلائی پہنچی وہ انہیں دو ذریعوں سے پہنچی لہٰذا ان میں سے کسی کی نافرمانی کرنا ہلاکت کا سبب ہے۔

تنبیہ۔ ابن الحاج نے کہا امتِ محمدیہ حقیقت میں آپ کی اولاد ہے حیات سرمدی اور دارِ نعیم میں خلود کا انعام کا آپ ہی سبب ہیں لہٰذا آپ کا حق والدین کے حقوق سے عظیم ترین ہے۔

آقا علیہ السلام نے فرمایا پہلے اپنے نفس سے شروع کرو۔ تو آپ نے اپنے نفس کو دوسروں سے مقدم کیا۔ اور خالق کائنات نے آپ کو ہر مومن کے نفس سے مقدم کیا۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ جب دو حق متعارض ہوں تو مؤکد حق مقدم ہوتا ہے۔ لہٰذا حق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے مقدم ہے تو آپ نے اپنے حق کو مقدم کیا۔ جب تو اس میں غور کرے تو تجھے بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ نفع مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امہات اور تمام مخلوق کے نفع سے اعظم ہے کہ آپ نے تجھے اور تیرے والدین، آباؤ و اجداد کو جہنم سے نجات دلائی۔ حقوق والدین سب سے بڑا سبب ہے کہ وہ تیرے عدم سے وجود اور دار التکلیف و المحن میں آنے کا سبب ہیں اور آپ دار المحن سے دار النعم میں جانے کا سبب ہیں لہٰذا آپ کا حق عظیم تر ہے۔

حضور علیہ السلام رحمت مہداۃ ہیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ۔ بیشک میں ہدایت یافتہ رحمت ہوں (رواہ ابن سعد والحکیم عن ابی صالح مرسلًا والحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللّٰہ)

شارح مناوی نے کہا بیشک میں رحمت والا ہوں یا رحمت میں مبالغہ کرنے والا گویا کہ آپ رحمت کی کان ہیں۔ بریں بنا کہ رحمت پر نفع مترتب ہوتا ہے اور آپ کی ذات ایسی ہی ہے جب ذات رحمت ہے تو صفات ذات کے تابع ہوتی ہیں تو وہ بھی رحمت۔ مَعْنٰی مُهْدَاةٍ اَیْ مَا اَنَا اِلَّا رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِیْنَ۔ یعنی میں کائنات کے لیے رحمت ہوں جس سے مخلوق کی راہنمائی کر رہا ہوں پس جس نے ہدایت قبول کی وہ کامیاب ہوا اور نجات پائی اور جس نے انکار کیا وہ خائب و خاسر ہوا۔ آپ ہر فیض کے لیے واسطہ ہیں تو جس نے مخالفت کی وہ خود مستحق عذاب ہوا۔

آپ تکمیل مکارمِ اخلاق کے لیے تشریف لائے

سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ صَالِحَ الْاَخْلَاقِ۔ رَوَاهُ اِبْنُ سَعْدٍ وَالْبُخَارِیُّ فِیْ

الْاَدَبِ وَالْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

''بیشک میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا۔ابن سعد اور بخاری نے ادب میں حاکم اور بیہقی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا''۔

شارح علامہ مناوی نے کہا اِنَّمَا بُعِثْتُ کا معنی اُرْسِلْتُ مجھے بھیجا گیا ہے لِاُ تَمِّمَ تا کہ اچھے اخلاق کو مکمل کروں ایک روایت میں مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ ہے۔ناقص ہونے کے بعد مکمل اور مختلف ومتفرق کو جمع کروں۔

حکیم ترمذی نے کہا اس سے ہمیں خبر دی کہ انبیاء علیہم السلام دنیا سے گئے تو اس وقت اخلاق مکمل نہ تھے ان کی تکمیل کے لیے آپ کو بھیجا گیا۔

بعض نے کہا کہ رسول خدا ﷺ نے اشارہ کیا کہ انبیاء علیہم السلام مکارم اخلاق کے ساتھ بھیجے گئے اور کچھ باقی رہ گئے تو آقا علیہ السلام ان اخلاق اور بقیہ کے ساتھ مبعوث ہوئے۔

حسن نے کہا صالح اخلاق دین ودنیا وآخرت کی اصلاح یہ تمام نبی اکرم ﷺ میں جمع تھے جیسا کہ اس حدیث میں ہے اے اللہ میرے لیے میرے دین کی اصلاح کر جو میرے امر کی مصلحت ہو اور میرے لیے میری دنیا کی اصلاح کو جس میں میری معاش ہے اور میرے لیے آخرت کو سنوار جو میرا معاد ہے۔

شیخ عارف ابن عربی نے اس کا معنی بیان کیا کہ اخلاق کو مکارم اور سفساف دو قسموں میں منقسم کیا گیا تو مکارم اخلاق جو سابقہ شرائع میں موجود تھے اور جن کو انبیاء لے کر تشریف لائے ان کو ظاہر کیا اور سفساف (برے اور رذائل) کو مکارم سے جدا کیا کائنات میں جتنے اخلاق اللہ ہیں وہ سب مکارم ہیں اور جتنے مآثم وعصیان ہیں وہ سفساف ہیں۔پس آپ کلمہ جامعہ کے ساتھ تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہوئے اور جوامع کلم دیئے گئے جب کہ پہلے ہر نبی ایک خاص شریعت پر تھا۔یہاں آپ نے خبر دی کہ آپ صالح اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔تو تمام مکارم اخلاق جو جدا جدا تھے،اس شریعت میں جمع ہو گئے۔کائنات میں تمام سفساف (رذائل) اخلاق کو اکٹھا کر دیا مقصد شرع کو جاننے والے کے لیے مکارم الاخلاق کے مصارف بیان کر دیئے اور سفساف جو کہ طمع،حرص،حسد،بغض اور بخل وغیرہ اور مذموم وصف کا مصارف واضح کر دیا۔ہمیں اللہ سے توقع ہے کہ وہ مکارم اخلاق کا ہم کو حامل بنائے گا اور مذمومہ سے اجتناب کرنے کی توفیق دے گا ہم سے بعض ایسے ہیں جو مصارف کو جانتے اور کچھ نہیں جانتے۔

آپ رحمت بن کر تشریف لائے نہ زحمت بن کر

سرکار دوعالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً وَلَمْ اُبْعَثْ عَذَاباً۔(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ فِی التَّارِیْخِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ)

''بیشک مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا نہ عذاب بنا کر''۔

شارح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ رافت ورحمت میں ایسے منہمک ومستغرق ہوئے کہ نورالٰہی سے آپ کا قلب انور روشن ہوگیا۔ تو دنیا آپ کی نگاہِ حق نما میں حقیر ہوگئی۔ تو آپ نے نفس کو خدا کی جانب کیا تو آپ رحمت داماں تھے۔ اور عذاب آپ کے مقصد رسالت سے نہیں۔

اِنَّمَا بَعَثَنِیْ مُبَلِّغاً کی تشریح

امام مناوی کے جواہرات میں سے اس حدیث کی شرح ہے:

اِنَّمَا بَعَثَنِیْ مُبَلِّغاً وَلَمْ یَبْعَثْنِیْ مُتَعَنِّتاً۔(رواه الترمذی عن عائشه رضی الله عنها)

''مجھے مبلغ بنا کر بھیجا اور نہ سخت ومشدد''۔

اس کی شرح میں مناوی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے احکام کی تبلیغ کرنے والے اس کی معرفت کرانے اور اس کی طرف بلانے والا اور اس کی جنت کی طرف راغب کرنے والا اس کی رضا کے حصول کی طرف لوگوں کو بلانے والا بنا کر بھیجا اس کی خوشنودی ورضا کے مواقع اور سخط وناراضگی کے مواقع اور ان سے منع کرنے والا انبیاء اور ان کی امم کی خبریں دینے والا مبدأ ومعاد، شقاوتِ قلب اور اس کی سعادت کی کیفیت اور اس کے اسباب بیان کرنے والا بنایا۔

وَلَمْ یَبْعَثْنِیْ مُتَعَنِّتاً

مجھے سخت بنا کر نہیں بھیجا یہ حضرت عائشہ ام المومنین سے فرمایا جب اپنی ازواج کو تخییر طلاق کا حکم دیا اور ابتدا حضرت عائشہ سے کی تو حضرت عائشہ نے آپ کو اختیار کیا اور عرض کیا کہ کسی اور زوجہ کو نہ بتانا کہ عائشہ نے مجھے پسند کیا ہے تو اس وقت آپ نے ان سے یہ حدیث ارشاد فرمائی۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ استاد شاگرد کو سوء اخلاق سے نرمی اور ملائمت کے ساتھ روکے اور ان کے برے اخلاق کی تصریح نہ کرے۔ نہایت شفقت سے بغیر زجر وتوبیخ کے۔ کیونکہ تصریح سے ہیبت اٹھ جاتی ہے پھر بداخلاقی پر جرأت کرے گا کہ انسان کو جس چیز سے روکا جائے اس کے کرنے کا حریص ہے جیسا کہ امام غزالی نے ذکر کیا۔

اِنَّهٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ کی تشریح

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں بیشک میرے قلب پر حجاب آتا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے ایک روز میں سو بار استغفار کرتا ہوں اسے امام احمد، مسلم، ابوداؤد اور نسائی حضرت الاعز زنی سے روایت کیا۔

علامہ مناوی رقمطراز ہیں کہ لَیُغَانُ غَیْنٌ سے مشتق ہے جس کا معنی غطاء وستر ہے بیشک میں اللہ تعالیٰ سے دن میں سو بار استغفار کرتا ہوں۔

عارف شاذلی نے کہا یہ غین انوار ہے نہ عینِ غیار کیونکہ آپ ہمیشہ ترقی پذیر ہیں جب معارف کے انوار دل پر نازل ہوتے ہیں تو اس سے بلند درجہ پر فائز ہوتے ہیں۔ اور پہلا درجہ ذم معلوم ہوتا ہے الی آخرہ یہ غین حجاب ہے اور نہ غین وہم، آپ انوار تجلیات میں مستغرق ہو جاتے ہیں تو اس سے حضور غائب ہو جاتا ہے تو اس ستر حال سے اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتے ہیں اس لیے کہ خواص کو اگر ہمیشہ حضوری رہے تو سلطانِ حقیقت کے جلوے ناقابل برداشت ہو جائیں لہٰذا ان کے لیے ستر رحمت اور عوام کے لیے حجاب اور نعمت ہے۔

کلام سہروردی میں ہے کہ ہمارے لیے یہ اعتقاد رکھنا جائز نہیں کہ حالِ مصطفیٰ علیہ السلام میں غین نقص ہے بلکہ کمال اور تتمہ کمال ہے یہ دقیق سِرّ مثال کے بغیر سمجھ میں نہیں آ سکتا۔

مثال یہ ہے کہ پلکیں جو حدقہ ء بصر پر لٹک رہی ہیں اگرچہ اس کی صورت صورت نقصان ہے کہ جس سے ابصار کا حصول ہوتا ہے اسے یہ ڈھانپ لیتی ہیں کہ آنکھ کی تخلیق سے مقصد ادراک حسیات ہیں ادراک ہوگا جب حسی شعاعیں آنکھ کے اندر داخل ہوں بعض کے نزدیک شعاؤں کا مرئیات کے نزدیک اتصال کا نام ادراک ہے بعض نزدیک مدرکات کی صور کرہ جلبیہ میں منطبق ہونے کو ادراک کہتے ہیں جو معنی بھی لیا جائے مقصود انکشاف بصر کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اور پلکیں انکشاف کے مانع ہیں لیکن جب ہوا جو کہ ابدانِ حیوانیہ کو محیط ہے۔ گرد وغبار سے خالی نہیں۔ ہوا کی حرکت سے وہ گرد وغبار آنکھوں میں پڑتی ہے اگر آنکھ ہمیشہ کھلی رہے تو اسے تکلیف وایذا پہنچے تو اس سے بچنے کے لیے آنکھ کا بند ہونا ضروری ہے جو کہ پلکوں سے ہی بند ہو سکے گی لہٰذا بھنویں بظاہر نقص ہیں اور حقیقت میں کمال ہیں۔

اسی طرح اگر بصیرت مصطفیٰ ﷺ کھلی رہے تو انفاس اغیار سے اسے تکلیف ہو اس تکلیف وایذا سے بچنے کے لیے چشم کا بند ہونا ضروری ہے لہٰذا جفنِ غین کا حدقہٗ بصر مصطفیٰ ﷺ پر ارسال ہے تاکہ رؤیت اغیار اور انکے انفاس کی گرد وغبار سے ستر و وقایت کے لیے ضروری ہے پس بظاہر غین نقص ہے لیکن حقیقت میں کمال ہے سو بار استغفار سے مراد کثرت سے استغفار ہے۔ لہٰذا اس اور دوسری ستر کی

روایت میں تعارض نہیں۔

اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لُعَّانًا کی تشریح

نبی اکرم ﷺ کی حدیث شریف بیشک میں لعنت بھیجنے والا بنا کر مبعوث نہیں ہوا اور میں رحمت بن کر آیا ہوں امام بخاری نے ادب میں اور مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

شارح علیہ الرحمۃ نے کہا، میں اس شخص کے لیے رحمت بن کر آیا ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے کفر سے ایمان کی طرف لانے کا ارادہ کیا یا لوگوں کو خدا تعالیٰ کے قریب لانے یا اس کی رحمت کے قریب لانے کے لیے نہ کہ اس سے دور کرنے کے لیے پس لعنت میرے حال کے منافی ہے پس میں کیسے لعنت کر سکتا ہوں۔ لعان مبالغہ کا صیغہ ہے لیکن اصل فعل کی نفی مراد ہے جیسے کہ:

وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۴۶﴾ (حم السجدہ: 46)

''اور تمہارا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا''۔

ابن قانع کی روایت میں ہے فرمایا میں عادل ہوں۔ عدل کے سوا شہادت نہیں دیتا۔

شارح امام مناوی فرماتے ہیں اس کا سبب یہ ہے جو کچھ بشیر نے اپنے بیٹے نعمان کے لیے مخصوص کیا اس پر شہادت لینی چاہی، تو اس پر آپ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی اس سے امام احمد نے استدلال کیا۔ ہبہ میں بعض اولاد کو ترجیح دینا حرام ہے۔ والجمہور مکروہ کہتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس پر کسی اور کو شاہد بنانا اگر چہ حرام ہوتا، تو آپ دوسرے کو شہادت کے لیے نہ کہتے۔ جَوْرٌ۔ سے مراد حق سے میلان ہے اگر پورا اعراض کیا تو حرام ہے یا مکروہ تحریمی۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اہل فضل کے لیے مکروہ چیز میں شہادت دینا مکروہ ہے اگر چہ شہادت جائز ہے۔

اِنِّیْ لَآ اَخِیْسُ بِالْعَھْدِ کی تشریح

سرور کائنات ﷺ کا ارشاد گرامی:

اِنِّیْ لَآ اَخِیْسُ بِالْعَھْدِ وَلَآ اَحْبِسُ الْبُرُدَ۔ (رواه الامام احمد و ابو داؤد وابن حبان والحاکم عن ابی رافع رضی الله عنه)

''بیشک میں نہ عہد کو توڑتا ہوں اور نہ قاصدوں کو روکتا ہوں''۔

شارح علیہ السلام فرماتے ہیں لَآ اَخِیْسُ بِالْعَھْدِ کا معنی ہے کہ میں نہ عہد توڑتا ہوں اور نہ فاسد کرتا ہوں۔ وَلَآ اَحْبِسُ بِالْبُرُدِ کا معنی ہے کہ جو قاصد مجھے ملنے آتے ہیں انہیں نہیں روکتا۔ زمخشری

نے کہا ہے برد کی جمع برید ہے وہ قاصد اور پیغامبر ہیں۔

طیبی نے کہا عہد سے مراد یہاں وہ عادت ہے جو لوگوں میں متعارف و مشہور ہے کہ قاصدوں کو ایذا نہیں دی جاتی کہ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے میں مصلحت ہے یا یہ کہ اگر ان کو روکا جائے یا ایذا دی جائے تو یہ دو قوموں کے درمیان افتراق کا سبب بن سکتا ہے اور اس سے فتنہ وفساد برپا ہوسکتا ہے جو کہ عقلمند کے لیے مخفی نہیں۔

اس حدیث کے راوی ابو رافع رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ وہ قاصد بن کر آپ کے پاس آئے آپ سے عرض کیا گیا کہ بنی عامر کے حق میں بددعا کیجیے تو آپ نے جواب میں یہ حدیث بیان کی۔

آپ روزحشر زمین کی تمام اشیا سے زیادہ شفاعت کریں گے

نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی کہ میں روزمحشر زمین کے شجر وحجر، ٹیلہ الغرض جملہ اشیاء سے زیادہ شفاعت کروں گا امام احمد نے اسے بریرہ سے روایت کیا۔ شارح کہتے ہیں اس کا معنی ہے کہ میں بہت کثیر مخلوق کی سفارش کروں گا جن کی تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے پس اس سے مراد تکثیر ہے۔ شفاعت جائز بلکہ واقع ہوگی یہ مذہب اہل سنت ہے جب کبیرہ کی معافی ہوسکتی ہے تو شفاعت بطریق جائز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ (محمد:19)

''اللہ تعالیٰ سے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمانوں مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو''۔

اسی طرح:

لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ (بقرہ:48)

''اور نہ کافر کے لیے سفارش مانی جائے گی''۔

عموم احوال وزمان کو تسلیم کرنے کے بعد کہ یہ کفار کے ساتھ مخصوص ہے۔ ادلہ میں تطبیق یونہی ہو سکتی ہے۔

اِنِّیْ لَا اَشْهَدُ عَلٰی جُوْرٍ کی تشریح

حدیث پاک: اِنِّی لَا اَشْهَدُ عَلٰی جُوْرٍ ''میں ظلم پر شہادت نہیں دیتا''۔ (رواہ البخاری عن نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ)۔

تو آپ کو دیکھتے ہی آپ کی محبت ان کے دل میں جاں گزیں ہوگئی وہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ

سے عرض کیا کہ میں واپس نہیں جاؤں گا تو آپ نے فرمایا واپس جا جو کچھ تیرے دل میں ہے اگر حقیقت ہے تو پھر واپس آ جانا۔ ابورافع کہتے ہیں کہ میں واپس چلا گیا اور دوبارہ حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔

آپ کے آباؤ اجداد کا ذکر

سرورکائنات مفخر موجودات ﷺ فرماتے ہیں کہ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہوں جب بھی اللہ نے دو گروہ کیے تو مجھے ان میں سے بہتر میں رکھا یہاں تک کہ میں اپنے والدین کے ہاں پیدا ہوا تو آدم علیہ السلام سے اپنے ماں باپ تک سفاح سے نہیں بلکہ نکاح سے پیدا ہوا۔ لہٰذا تم سے میں نسب کے لحاظ سے بہتر اور باپ کے لحاظ سے اشرف ہوں اس کو بیہقی نے دلائل میں حضرت انس سے روایت کیا۔

شارح مناوی رقمطراز ہیں کہ محمد آپ کا نامِ گرامی ہے منقول ہے کہ یہ نام الہام کے ساتھ رکھا گیا آپ کے جدامجد نے خواب دیکھا جس کو قیروانی عابر نے کتاب البستان میں نقل کیا۔

عبدالمطلب کا خواب

انہوں نے خواب میں چاندی کا سلسلہ دیکھا کہ اس کی ایک طرف مشرق ایک مغرب ایک شمال اور جنوب کی طرف نکل گئی پھر وہ واپس ہوئی اور ایک درخت کی مانند ہو گئی جس کے ہر پتہ و برگ پر نور چمک رہا ہے اور اہل مشرق اس کے ساتھ چمٹ گئے۔ ہیں اس کی تعبیر یہ بیان کی گئی کہ ایک مولود ہو گا جس کی اہل مشرق و مغرب اتباع اور اہل سماء جس سے محبت کریں گے۔

عبداللہ۔ عبداللہ اسم منقول مرکب اضافی ہے۔ مناوی نے ان کے مناقب ذکر کیے اور وہ مشہور ہیں ان میں سے ایک یہ ہے آپ قریش میں سے خوبرو و حسین تر تھے۔ اولاد عبدالمطلب میں سے انہیں محبوب تر تھے جب ان کا وصال ہوا تو عمر بیس سال سے زائد نہ تھی۔

عبدالمطلب۔ عبدالمطلب کا اصل نام شیبہ الحمد تھا کنیت ابوالحارث۔ قریش کی جائے پناہ معزز امور میں ان کے ملجاء اور مصائب میں جائے مدد۔ سب سے بیشتر انہوں نے بال سیاہ کیے ان کے دسترخوان سے پرندوں کو بھی حصہ مل جاتا تھا اسی لیے انہیں کہا جاتا آپ آسمان کے پرندوں کی جائے طعام، شیخ جلیل، ابابیل پرندوں والے ہیں۔ باب کعبہ سونے کا بنایا ایام حج میں حجاج کے ساقی، صاحب کعبہ، صاحب ندوہ اور صاحب زیارت تھے۔ انہوں نے اپنے آپ پر دورِ جاہلیت میں شراب حرام کی۔

ہاشم۔آپ کا نام عمر، ہاشم لقب ہے کہ سب سے قبل جدب میں اپنے مہمانوں کو ثرید تیار کر کے پیش کیا۔نیشاپوری نے کہا ان کا رخ ماہتاب کی طرح چمکتا جس شے کے قریب سے گزرتے وہ آپ کو سجدہ کرتی۔جس نے بھی آپ کو دیکھا وہ آپ کی طرف متوجہ ہوا۔چنانچہ جب قیصر نے انجیل میں آپ کے بیٹے کے اوصاف پڑھے تو آپ سے تمنا کی کہ میری بیٹی سے نکاح کرلیں۔

عبد مناف۔اصل نام مغیرہ کنیت ابوعبدالشمس آپ کو جمالِ بطحاء کہا جاتا یہ طویل القامت کی وجہ سے لقب رکھا گیا قریش کے سردار تھے۔

قصی: قصیٰ کی تصغیر ہے جس کا معنی بعید ہے کیونکہ اپنے والدہ سمیت بلاد قضاعہ میں علیحدہ ہو گئے آپ کا نام مُجَمَّعُ یا زید ہے قوم کے معاہدے اور نکاح آپ کے مکان پر ہوتے تھے۔قوم آپ پر غالب آ گئی تھی چنانچہ بنی کعب سے سب سے پہلے مملوک ہیں۔

کلاب: بکسر کاف وتخفیف لام مصدر سے منقول ہے بمعنی مکالبت آپ کا نام حکیم، حکیمہ یا عروہ اور کنیت ابوزہرہ ہے سب سے بیشتر آپ نے تلوار کو سونے سے مرصع کیا۔

مرہ: مرۃ بضم میم کنیت ابو یقظہ۔

کعب: کعب پہلے شخص ہیں جنہوں نے اَمَّا بَعْدُ کہا اور سب سے قبل جمعہ کے روز لوگوں کو جمع کیا تو آپ قریش کو جمع کر کے ان کو خطبہ دیتے۔بعثت نبی علیہ السلام کا ذکر کرتے اور فرماتے کہ وہ میری اولاد سے ہوں گے۔

لُوئیّ: لوی بضم لام وہمزہ اور تسہیل سے بھی پڑھا گیا یعنی ہمزہ کو ماقبل کی حرکت کے موافق حرف علت کی آواز میں پڑھنا۔

غالب۔غالب کنیت ابوتیم۔

فہر: فہر بکسر وسکون نام قریش اور قریش انہیں کی طرف منسوب ہیں ان سے اوپر والے کنانی کہلاتے ہیں۔

مالک: مالک ملک الملک سے اسم فاعل تھے۔ابوالحارث کنیت ہے۔ النضر بفتح نون وسکون ضاد۔نام قیس، لقب نضر ان کے چہرہ کے حسن و جمال کی وجہ سے یہ لقب پڑ گیا کنیت ابومخلد۔آپ نے خواب میں ایک سبز درخت دیکھا جو آپ کی پشت سے نکلا اس کی شاخیں نور کی تھیں جو آسمان کی طرف پھیل رہی تھیں جس کی تعبیر عزت وسرداری سے کی گئی۔

کنانہ: کنانہ لقب ہے کہ آپ قوم سے ستر میں رہتے جیسے تیروں کا تھیلا اور پردہ ہوتا ہے۔آپ

عظیم القدر تھے کہ آپ کے علم وفضل کی وجہ سے عرب آپ کے پاس آتے۔

حکیم ترمذی نے کہا کہ وہ بہت جواد تھے کہ تنہا کھانا تناول نہ کرتے جب کوئی اور نہ ہوتا تو اکیلے کھانے سے شرم کی وجہ سے پتھر کے سامنے بیٹھ جاتے اور ساتھ ساتھ ایک ایک لقمہ اس پر رکھتے جاتے۔

خزیمہ: خزیمہ نام۔ کنیت ابواسد صاحب مکارم وشرف وفضل کثیر۔

مدرکہ: مدرکہ بضم میم، سکون دال، نام عمرو، اشاطی نے اس پر اجماع حکایت کیا ہے۔ کنیت ابو ہذیل وجہ لقب یہ ہے کہ آپ نے ایک ایسے خرگوش کو پکڑ لیا جس کے پکڑنے سے رفقاء، عاجز آ گئے تھے۔

الیاس: بکسر ہمزہ یا فتح لام تعریف اور ہمزہ وصل کا ہے اکثر علماء کے نزدیک کنیت ابوعمرو یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بیت اللہ کے لیے بدنہ ہدی کیا (ہدی بدنہ کہتے ہیں کہ اونٹ کو نشان لگا کر کعبہ پہنچانا تا کہ منیٰ میں قربان کیا جا سکے)۔

بعض نے کہا کہ مناسکِ حج میں آپ اپنی صلب سے نبی اکرم ﷺ کی تلبیہ کی آواز سنتے تھے جب آپ فوت ہوئے تو آپ کی زوجہ کو بہت افسوس ہوا اور حلف اٹھایا کہ جس شہر میں ان کا انتقال ہوا اس میں قیام پذیر نہ رہوں گی اور نہ چھت سے سایہ حاصل کریں گی۔ نہ کنگھی اور خوشبو استعمال کروں گی اسی حالت میں رہی کہ فوت ہو گئی اور یہ ایک ضرب المثل بن گئی۔

مضر: مضر بضم وفتحہ نام عمرو ہے ان کے کلام سے ہے جو شر بوئے گا اسی کو کاٹے گا سب سے بہتر بھلائی و نیکی میں عجلت کرنا، اچھائی و بھلائی کے حصول کے لیے خود کو تکلیف میں ڈالو۔ ہوائے نفس سے بچو کہ تمہیں کسی فساد میں نہ مبتلا کر دے آپ انتہائی صاحب فراست وفطانت تھے۔

نزار: بکسر نون اور تخفیف کے ساتھ نزر سے لیا گیا ہے جس کا معنیٰ قلیل ہے۔ بایں وجہ آپ پیدا ہوئے ان کے والد نے دو آنکھوں کے مابین نور نبوت مشاہدہ فرمایا جسے دیکھ کر خوش ہوئے اور کثرت سے کھانا کھلایا اور کہا کہ اس مولود کے حق میں نزار ہے۔ کنیت ابوایاد ہے۔

معد نہ عدنان: یہاں تک نسب نامہ صحت کے ساتھ ثابت اور متفق علیہ ہے ابن دحیہ نے کہا اجماع ہے کہ عدنان سے آگے تجاوز نہ کیا جائے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عدنان اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام میں تیس واسطے ہیں جو معروف ومعلوم نہیں۔

اسی لیے امام مالک نے آدم علیہ السلام تک نسب بیان کرنے کا انکار کیا اور کہا کہ جو یہ بیان کرے یعنی جیسا مؤرخین نے بیان کیا ہے وہ ثقہ نہیں۔

ابن قیم نے کہا کہ اس میں اختلاف نہیں کہ عدنان اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔ یہ کہنا درست نہیں کہ عدنان اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے ہے اور یہ بیس وجوہات سے باطل ہے۔

ابن تیمیہ نے کہا کہ اہل کتاب نے عدنان کو حضرت اسحاق کی طرف منسوب کیا ہے جو ان کی کتب کی نص سے باطل ہے۔

مناوی نے حدیث، جب اللہ نے دو گروہ کیے تو مجھے بہتر میں رکھا کی شرح میں لکھا کہ اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے آباؤ اجداد عظمت و فضائل والے ہیں کیونکہ نبوت ملک و سیاست عامہ ہے ملک حسب و خطر والوں میں ہوتے جتنے خصائل فضائل زیادہ ہوں گے اتنے ہی زیادہ لوگ مطیع و فرمانبردار ہوں گے اور شہنشاہوں میں جتنا نقص ہوگا اتنے ہی متبعین میں کمی ہوگی اس لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بہتر گروہ اور بہتر جگہوں میں رکھا۔ حَتّٰی اِنْتَهَيْتُ اِلٰی اَبِیْ وَاُمِّیْ۔ وہ آمنہ بنت وہب بنت عبد مناف بن زہرہ بن کلاب تو کلاب پر والدہ اور والد دونوں طرف آ کر مل جاتے ہیں۔

اس حدیث کے راوی حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کو جب خبر پہنچی کہ کندہ کے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم آپ کے خاندان سے ہیں۔ پس فرمایا یہ عباس اور ابوسفیان جب تمہارے پاس آئیں تو ان سے اپنا نسب بیان کرنا پھر فرمایا آپ کے نسب کی نفی نہیں کرتے ہم نضر بن کنانہ سے جا کر ملتے ہیں پھر خطبہ ارشاد فرمایا میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب (آخرہ) ﷺ۔

اَنَاالنَّبِیُّ لَا كَذِبَ کی تشریح

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَنَاالنَّبِیُّ لَا كَذِبَ اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ۔

"میں ہی نبی ہوں اس میں جھوٹ نہیں میں ابن عبد المطلب ہوں"۔ (رواہ الامام احمد والبخاری و مسلم والنسائی عن البراء)۔

شارح علیہ الرحمۃ نے فرمایا اَنَاالنَّبِیُّ کہ نبوت کے ساتھ لام حصر کا استعمال کیا کہ میں کفار سے کیسے راہِ فرار اختیار کر سکتا ہوں۔

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ صفت نبوت کے ساتھ کذب محال ہے گویا کہ فرمایا میں نبی ہوں اور نبی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ لہٰذا میں اپنے کلام میں کاذب نہیں کہ بزدل ہو کر بھاگ جاؤں بلکہ میرے رب نے میرے سے نصرت و اعانت کا وعدہ فرمایا تو کیسے فرار ہو سکتا ہوں۔

اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ اپنی نسبت جد امجد کی طرف شہرت کی بناء پر کی اور آپ کی ولادت سے قبل

کاہنوں کی خبروں کا یاد کرانا مقصود تھا جو کہتے تھے ہاں ہاں عبدالمطلب سے نبی پیدا ہوگا تو ان کو یاد دلایا کہ میں وہی نبی ہوں جن کی تمہیں بشارت دی گئی بطور فخر ارشاد نہیں فرمایا کیونکہ فخر کو آپ مکروہ خیال کرتے اور اس سے دوسروں کو منع کرتے۔

سوال: یہ شعر ہے شعر کہنے کو آپ نے حرام کہا؟۔

جواب: شعر نہیں بلکہ انداز شعر پر کلام ہے جو بلا ارادہ و بغیر تکلیف کے فرمایا اسی طرح اور بھی ایسے کلام ہیں جو شعر معلوم ہوتے ہیں اسی طرح قرآن کریم میں بھی اوزان اور بحور شعر پائے جاتے ہیں۔

بعض شراح الشفا نے کہا یہ ہر نبی کے بارے میں عام ہے کیونکہ شعر میں غلو ہوتا ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ علماء کے شایان شان نہیں حضرات انبیاء کے مناسب شان کیسے ہوسکتے ہیں جب کہ نبوت ہر چیز سے افضل و برتر ہے۔ امام مناوی نے حدیث شریف کی شرح میں فرمایا:

اَنَاالنَّبِیُّ لَا کَذِب اَنَا اِبْنُ عَبْدِالْمُطَّلِب اَنَا اَعْرَبُ الْعَرَبِ وَلَدَتْنِیْ قُرَیْشٌ وَنَشَأْتُ فِیْ بَنِیْ سَعْدٍ فَاَنّٰی یَأْتِیْنِیْ اَللَّحْنُ۔

(رواه الطبرانی عن ابی سعید رضی الله عنه)

"میں ہی نبی ہوں جھوٹ نہیں ابن عبدالمطلب ہوں عرب سے زیادہ عربی دان ہوں قریش میں میری ولادت ہوئی بنی سعد میں نشو ونما پائی تو میرے قریب لحن کیسے آسکتا ہے"۔

شارح نے کہا کہ مجھ پر لحن کیسے وارد ہوسکتا ہے میں عرب سے زیادہ عربی دان اسی واسطے فصحاء عرب آپ کے سامنے عاجز آگئے جو اپنے کلام ورجز اور خطبوں میں سحر بھر دیتے تھے اور اپنی کلام میں کنایہ، تعریض، استعارہ، تمثیل بدیع کے اصناف مجاز کے اقسام واشباع ایجاز کو استعمال کرتے تھے آپ کے دشمن دست بدنداں رہ گئے۔

تنبیہ۔ روض میں کہا کہ اشراف عرب اپنی اولاد شہر سے باہر قبائل میں تربیت و پرورش کے لیے بھیجتے تا کہ فصیح اللسان اور مضبوط اور طاقت ور بنیں جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کی حدیث سے طاقت ور اور سخت بنیں تو یہ حدیث اسی پر محمول ہوگی۔

اَنَا اِبْنُ الْعَوَاتِکِ مِنْ سُلَیْمٍ کی تشریح

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں سلیم عواتک کا بیٹا ہوں اسے سعید بن ابی منصور اور طبرانی نے سیابہ بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

شارح مناوی فرماتے ہیں کہ صحاح میں ہے العواتک آپ کی جدات میں سے نو ہیں۔ دوسروں

نے کہا کہ تین ہیں سلیم سے ہر کل کا نام عاتکہ ہے وہ عاتکہ بنت ہلال بن فالج بن ذکوان عبد مناف کی والدہ عاتکہ بنت مرہ بن ہلال، ہاشم کی والدہ عاتکہ بنت اوقص بن مرہ بن ہلال، سیدہ آمنہ کی والدہ وہب کی والدہ (یعنی سیدہ آمنہ کی دادی) باقی نو غیر بنی سلیم سے ہیں۔

حلیمی نے کہا یہ حدیث حضور علیہ السلام نے فخریہ نہیں فرمائی بلکہ مذکورات کے مقام کا تعارف کرایا جیسے کہا جاتا ہے کہ میرا باپ فقیہ تھا تو اس سے مقصود تعریف بیان کرنا ہے جو آپ اور آپ کے آباؑ وامہات اور بنی سلیم پر انعامات ہیں ان کی تحدیث کے لیے فرمایا اور ان میں ولادت پر فخر فرمایا۔

ابن عساکر کی روایت میں ہے میں فواطم کا بیٹا ہوں یہ حنین کے مقام پر فرمایا۔

روض میں ہے عاتکہ کا معنی زعفران اور خوشبو لگانے والی قاموس میں ہے کہ عاتک کا معنی کریم ہے ابن سعد نے کہا عاتکہ لغت میں طاہرہ کو کہتے ہیں۔

آقا علیہ السلام کی عظمت شان کا بیان

حدیث شریف میں نبی امی صادق زکی ہوں جس نے میری تکذیب کی مجھ سے اعراض کیا اور میرے ساتھ مقاتلہ کیا اس کے لیے ہلاکت ہے اور جس نے مجھے جگہ دی میری مدد کی مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق اور میری معیت میں جہاد کیا اس کے لیے خیر و بھلائی ہے ابن سعد نے عبد عمرو بن جبلہ کلبی رضی اللہ سے روایت کیا۔

شارح علامہ مناوی نے کہا اَنَا النَّبِیُّ یہ اس کا ماقبل و مابعد جملہ خبریہ کے قبیل سے ہے۔ لیکن مقصود خبر نہیں بلکہ اظہار شرف اور عنداللہ اپنے مقام و منزلت کا بیان ہے کہ وہ نبی امی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا نبی بنایا جس نے نہ کسی سے کتابت سیکھی اور نہ پڑھا تا کہ حجت اثبت اور شبہ سے پاک ہو۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ (اعراف:157)

"اور جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس تورات اور انجیل میں"۔

یہ کتنا بلند مقام ہے کہ امی ہو کر تمام علوم و احکام اور قرون ماضیہ کی خبریں دے جس نے نہ لکھا اور نہ کتاب سے استفادہ کیا ہو۔

ابن ظفر نے سفیان مجاشعی کے حوالے سے بیان کیا کہ بنی تمیم کے کچھ لوگ اپنی کاہنہ کے پاس گئے تو وہ کہہ رہی تھی عزت والا ہے جس نے اس سے محبت کی اور ذلیل ہے وہ جس نے اس سے عداوت کی

اور کامیاب ہے جس نے اسے مولیٰ بنایا۔سفیان نے کہا کہ کس کا تذکرہ کررہی ہو وہ کہنے لگی وہ صاحب حل وحرم، ہدایت وعلم، بطش وحلم اورحرب ہیں۔سفیان نے کہا وہ کون ہے کاہنہ نے کہا وہ نبی ہیں احمر واسود (عرب وعجم) کی طرف مبعوث ہوں گے ساتھ ایسی کتاب لائیں گے جوفنا نہ ہوگی ان کا اسم گرامی احمد ہوگا اس نوعیت کے کثیر واقعات میں نے اپنی کتاب ''حجۃ اللہ علی العالمین'' میں ذکر کیے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قاسم خیرات ہیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادگرامی ہے:

اَنَا اَبُوْالْقَاسِمِ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ وَاَنَاقَاسِمٌ۔(راوه الحاكم عن ابى هريره رضى الله عنه)

''میں ابو قاسم ہوں اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔حاکم نے اسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا''۔

شارح مناوی فرماتے ہیں یہ آپ کی مشہور کنیت ہے۔نیز ابوابراہیم اورابوالمؤمنین بھی کنیت ہے ابن دحیہ نے ابوالارامل بھی لکھی ہے۔

وَاللّٰهُ يُعْطِيْ۔اللہ تعالیٰ مال عطا کرتا ہے۔غنیمت، فئی وغیرہ اور میں اسے تقسیم کرتا ہوں جس طرح اس نے مجھے حکم دیا انصاف وعدل کیساتھ۔یہ مسلمانوں کی تالیف قلوب کے لیے فرمایا اَور مطلب یہ ہے مال اللہ کا ہے اور انسان اللہ کے بندے ہیں اور میں اللہ کے مال کو اللہ کے بندوں میں اس کے حکم کے مطابق تقسیم کرتا ہوں لہٰذا اگر کسی کو کم یا زیادہ مال ملے تو وہ اللہ کے حکم سے ہوگا یہ امور دینیہ اورعلوم شریفہ کو بھی شامل ہے علوم ومعارف مومنین میں تقسیم کرتے ہیں پس ہر مومن کو اتنا ہی دیتے ہیں جتنی اس میں بساط وطاقت ہو۔

امام مناوی کے جواہرات میں سے اس حدیث کی تشریح ہے:

تمام امم سے امت محمدیہ کی روز محشر تعداد زیادہ ہوگی

رسول پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا اَكْثَرُ الْاَ نْبِيَاءِ تَبْعاً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ (رواه مسلم عن انس رضى الله عنه)

''میں روز محشر تمام انبیاً سے اتباع میں زیادہ ہوں گا اور سب سے پیشتر باب جنت پر دستک دوں گا''۔(مسلم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا)۔

مناوی نے کہا روز محشر کی قید اس لیے لگائی کہ وہ روز ظہور کا دن ہوگا اور توضیح مسلم کی روایت سے ہوتی ہے کہ بعض انبیاءً علیہم السلام ایسے بھی ہوں گے کہ حشر کے روز ان کے ساتھ ایک ایک شخص ہوگا۔

یہاں جزم کے ساتھ فرمایا کہ میرے ساتھ سب انبیاءً سے زیادہ متبعین ہوں گے اور ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ مجھے امید ہے آگے یہی حدیث ارشاد فرمائی تو جزم ورجاءً میں منافات اسی طرح نہیں کہ ابتداءً رجاءً سے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے حقیقت واضح کردی تو جزم کے ساتھ فرمادیا۔ جنت کے دروازے کو کھٹکھٹاؤں گا اس کا معنی ہے کہ میں سب سے قبل جنت میں داخل ہوں گا۔

اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ حدیث کی توضیح

رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز جب لوگ اٹھیں گے تو میں سب سے پہلے نکلوں گا جب اللہ کے پاس آئیں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا جب مایوس ہونگے تو انہیں بشارت دینے والا ہوں گا۔ لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا میں اپنے رب کے پاس سب اولاد آدم سے زیادہ معزز ہوں گا اور اس میں فخر نہیں۔ ترمذی نے اسے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

شارح مناوی لکھتے ہیں کہ رافعی نے کہا کہ یہ حدیث کہ میں سب سے قبل قبر سے نکلوں گا اور مابعد والی تمام حدیث اپنے رب کی طرف کمال عنایات و بے پایاں انعامات کا ذکر کیا۔

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبوت میں سب سے اول ہیں۔

مَعْنٰی اِذَاوَفَدُوْا۔ جب اپنے رب کے پاس آئیں گے۔

بعض شراح ترمذی نے کہا یہ خطبہ شفاعت ہوگا بعض نے کہا یہ اس سے قبل ہوگا آپ نے امام کے بجائے خطیب فرمایا بریں بنا کہ کلام آخرت میں ہے جو دار التکلیف نہیں۔

فائدہ۔ اس حدیث سے مستفاد ہے کہ آپ محشر میں افضل الخلق ہیں۔

مُبَشِّرُھُمْ: کہ میری شفاعت قبول ہوگی تا کہ جب مایوس ہو چکے ہوں گے تو انہیں راحت نصیب ہو۔ ایک روایت اَبْلَسُو جو ابلاس سے مشتق ہے جس کا معنی انکسار و حزن ہے اس لیے کہ آپ بشیر ہیں۔

لِوَاءُ الْحَمْدِ بِیَدِیْ۔ قیامت کے روز جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا عرب کی عادت کے موافق کہ علم اس کے پاس ہوتا ہے جس کے ساتھ کثیر خلق ہوتا کہ اس کا مقام و مرتبہ معلوم ہو کہ اس کا مقصد رئیس کے مکان کا معلوم کرنا ہے۔

مؤلف امام سیوطی سے سوال ہوا کہ یہ علم حقیقی ہوگا یا معنوی انہوں نے جواب دیا کہ معنوی وہ حمد ہے اس لیے کہ حقیقی علم وہ جھنڈا ہوگا جو امیر لشکر کے پاس ہوتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آپ حمد کے

ساتھ مشہور ہوں گے دو قولوں میں ایک قول ہے طیبی نے نقل کیا۔ دوسرے نے کہا اس سے مراد ہے کہ محشر کے روز آپ حمد کے ساتھ منفرد ہوں گے یا لواء الحمد کا معنی حقیقی ہے جس کا معنی لواء الحمد ہے۔ دوسری طرف پشتی کا کلام ہے انہوں نے کہا صالحین کے مقامات میں سے حمد سے ارفع کوئی مقام نہیں۔ جب مصطفیٰ ﷺ نے دارین میں سب سے زیادہ حمد کی تو آپ کو لواء الحمد عطا ہوگا جس سے طرف اولین وآخرین پناہ حاصل کریں گے۔ لواً کی اضافت حمد کی طرف جو کہ اللہ کی شان کے لائق ثنا کرنے کو کہتے ہیں یہ آپ کا منصبِ رفیع ہے اور یہی مقامِ محمود ہے۔ اَنَا اَکْرَمُ وَلِدِ آدَمَ۔ اس میں آپ کی سیادت واکرام کی خبر ہے اور اللہ تعالیٰ کے مزید فضل واکرام کی اطلاع ہے۔

فائدہ: آپ کے خصائص وکرامات سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حیات کی قسم یاد کی اور جب آپ نے عبادت شاقہ شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے شفقت فرماتے ہوئے تقلیل کا کہا، جب کہ دوسرے لوگوں کو زیادتی کا کہا قسماً کہا کہ آپ مرسلین سے ہیں آپ مجنون نہیں آپ خلق عظیم پر ہیں اور آپ کے رب نے چھوڑا ہے نہ ناراض ہوا۔

آپ مختون پیدا ہوئے تا کہ کوئی آپ کی شرمگاہ کو نہ دیکھے وصال کے وقت ملک الموت آپ سے اجازت لے کر آئے جب کہ آپ کے سوا کسی سے اجازت لے کر نہیں آئے جب یہ اعتقادی اصول ہے جس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے اس قول کے ساتھ بیان فرمایا اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ لَا فَخْرَ اس فخر نے ہمارا ازالہ کر دیا (ترکیب میں) یہ حال موکدہ واقع ہو رہا ہے (عبارت یوں ہوگی) اَقُوْلُ ذَالِکَ غَیْرَ مُفْتَخِرٍ بِہٖ فَخْرَ تَکَبُّرٍ۔ گفتگو فخر وتکبر سے نہیں کہہ رہا۔

قرطبی نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے اس لیے فرمایا کہ یہ ان امور سے ہے جن کی تبلیغ کا آپ کو حکم ہے جس پر اعتقاد رکھنا لازم ہے اور یہ آپ کے حق میں ہے تا کہ لوگ دین میں دخول کی رغبت کریں جو دین میں داخل ہو وہ اس سے تمسک کرے آپ کی محبت کی عظمت متبعین کے دل میں پیدا ہو تا کہ اعمال میں کثرت اور احوال میں پاکیزگی میسر ہو پس دنیا وآخرت میں شرف وبزرگی حاصل ہو متبوع کے شرف سے تابع کا شرف بڑھتا ہے۔

سوال: اگر یہ ان اعتقادات سے ہے جن پر اعتقاد واجب ہے تو وہ متواتر سے حاصل ہوتا تا کہ قطعی علم کا فائدہ دے جب کہ یہ احادیث آحاد ہیں۔

جواب: جس صحابی نے یہ امور رسول اللہ ﷺ سے بالمشافہ سنے تو اسے یقین حاصل ہو گیا اور جس نے بالمشافہ نہیں سنا اسے تواتر معنوی سے یقین حاصل ہو گیا۔

آپ محشر میں جنتی لباس پہنے ہوں گے

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے میری قبر کھلے گی میں جنت کا لباس پہن کر عرش کی داہنی جانب کھڑا ہوں گا جہاں مخلوق میں سے کوئی کھڑا نہ ہوگا اسے ترمذی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا۔

شارح مناوی علیہ الرحمۃ رقمطراز ہیں روز حشر سب سے قبل میرے جسم میں روح لوٹائی جائے گی اور میرا جسم طاہر ہے پس جنتی لباس زیب تن کروں گا اس میں ابراہیم علیہ السلام بھی شریک ہیں اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی شرافت وکرامت پر دلالت ہے۔

آپ کی کرامت سے ہے جب تمام مخلوق عریاں ہوگی تو آپ اعلیٰ لباس میں ملبوس ہوں گے جیسے بادشاہ کا طریقہ ہے پس آپ کے لیے مخصوص مقام ہوگا جس کو مقام محمود کہا جاتا ہے جس کی طرف ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ یَمِیْنِ الْعَرْشِ سے اشارہ کیا۔ یہ وہ خصوصیت ہے جو اللہ تعالیٰ صرف آپ ہی کو عطا کرے گا خلائق ثقلین اور ملائکہ کو شامل ہے اور یہ فضل مطلق ہے یہ بخاری ومسلم کی روایت کے منافی نہیں جس میں ہے نفخہ کے بعد سب سے قبل میں سر اٹھاؤں گا تو اس وقت موسیٰ علیہ السلام عرش کے ساتھ متعلق ہوں گے ہوسکتا ہے کہ بعثت صعقہ ہو جس سے ساری مخلوق گھبرا جائے گی اور موسیٰ علیہ السلام ساقط نہ ہوں کہ صعقہ طور پر اکتفا کرتے ہوئے پس جب آپ اس صعقہ سے سر اٹھائیں گے تو آپ موسیٰ علیہ السلام کو جانب عرش کو پکڑے ہوئے ملاحظہ فرمائیں گے تو نفخہ سے یہی صعقہ مراد ہے۔

آپ اولادآدم کے سردار ہیں

حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا قیامت کے روز میں اولاد آدم کا سردار ہوں گا سب سے قبل میری قبر کھلے گی میں پہلا شافع اور مُشفَّع (جس کی سفارش قبول ہوگی) ہوں اس کو مسلم، ابوداؤد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

شارح نے فرمایا کہ روز حشر کی تخصیص کی وہاں سب لوگ جمع ہوں گے ہر ایک کے سامنے آپ کی سیادت عیاں ہوگی۔

آپ نے اپنا وصفِ سیادت مطلق کے ساتھ فرمایا علم بیان وبدیع کے مطابق عموم کا فائدہ دے اور تمام انسانوں پر برتری ثابت ہو یہاں تک کہ اولوالعزم کی رسلانِ عظام پر برتری ثابت ہے اور تمام مخلوق آپ کی محتاج ہے۔ کیسے محتاج نہ ہو جب کہ یہ فیض کا واسطہ ہیں اولاد آدم کی تخصیص وقید احترازی نہیں (بلکہ اتفاقی ہے) آپ کی بزرگی عوام وخواص تمام فرشتوں پر بھی حاصل ہے جس طرح امام نے اس پر اجماع نقل کیا اور اس اجماع سے مراد اجماع اہل سنت ہے یہ حدیث قرآن کریم پر عمل کرتے

ہوئے ارشاد فرمائی:

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿١١﴾ (الضحیٰ)

''اور اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو''۔

پس یہ جس کی تبلیغ واجب ہے کا بیان ہے۔

آپ تمام مخلوق کے سردار ہیں اور تمام لوگوں کے شفیع

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں قیامت کے روز اولاد آدم کا سردار ہوں گا اس میں فخر نہیں ہر نبی حضرت آدم ہو یا کوئی اور نبی میرے جھنڈے تلے ہوگا میں ہی پہلا شافع مشفع ہوں اس میں فخر نہیں۔ اسے امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے ابوسعید خدری سے روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

شارح مناوی نے کہا حضور کا فرمان لَا فَخَرَ میں یہ بات بطور شکر کہہ رہا ہوں نہ کہ فخر سے جیسے سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔

عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَ اُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (النمل:16)

''ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا''۔

میں تکبر و تعظیم سے نہیں کہہ رہا ہوں بعض نے کہا کہ میں دنیا میں اس پر تکبر نہیں کرتا اور نہ اس میں دارین کا فخر ہے بعض نے کہا مجھے اس پر فخر نہیں بلکہ جو مجھے یہ مرتبہ و کمال حاصل ہوا ہے اس پر فخر ہے فخر بڑائی کا دعویٰ کرنے کو کہتے ہیں آپ نے تحدیث نعمت اور تعلیم امت کے لیے فرمایا تا کہ وہ اعتقاد رکھیں کہ آپ جمیع انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں یہ حدیث کہ انبیاءً کے درمیان کسی کو فضیلت نہ دو تو اس کا معنی ہے کسی کی فضیلت پر فخر نہ کرو۔ بِيَدِيْ لِوَاءُ الْحَمْدِ میں لواء کسر اور مد کے ساتھ ہے۔

عرصاتِ محشر میں کئی مقام پر جھنڈے ہوں گے جو اہل خیر و شر کے لیے ہیں ہر مقام پر ایک متبوع ہوگا جس کے لیے جھنڈا نصب کیا جائے گا جس سے اس کی قدر معلوم ہوگی ان مقامات میں سے اعلیٰ مقام حمد ہے تمام جھنڈوں سے اعلیٰ لواء الحمد ہے جس کے پاس تمام اولین و آخرین آئیں گے پس یہاں حقیقی معنی لیا جا سکتا ہے تو بعض اصحاب کا حقیقت سے مجاز کی طرف جانے اور لواء الجمال والکمال مراد لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وَلَا فَخَرَ مجھے عطا پر فخر نہیں بلکہ معطی پر ہے اس معنی کے ثبوت کے لیے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی کتاب کو حمد سے شروع کیا اور آپ کا نام بھی حمد سے مشتق ہے جسے مقام محمود کے قائم مقام کیا گیا اور آپ پر حمد و ثناءً ایسی کھلے گی جو آپ سے پہلے اور بعد میں کسی پر نہ کھلی۔ لیکن رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے آپ کو یَا خَیْرَ الْبَرِیَۃِ سے منع کرنا اور فرمانا کہ یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ تواضع پر محمول ہے یا تفضیل ظاہر ہونے سے قبل پر محمول ہوگی۔

سوال: معصوم شخصیت سے ایسی خبر جو خلاف حقیقت ہو کیسے صحیح ہو سکتی ہے اور امر وجودی سے خبر کیسے ہو سکتی کہ اخبار وجودیہ میں نسخ نہیں ہوتا۔

جواب: یہ کسی چیز سے خبر ہی نہیں چہ جائیکہ خلاف واقعہ ہو آپ نے اس لفظ کے اطلاق کو خود پر منع کیا اور باپ کا احترام کرتے ہوئے فرمایا مجھے خیر البریہ نہ کہو بلکہ یہ جناب ابراہیم کو کہو پس یہ حکم شرعی سے خبر ہے نہ معنی وجودی سے اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ امر وجودی سے خبر ہے تو پھر ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ امر وجودی میں تبدیلی نہیں ہو سکتی بلکہ بعض میں تبدیلی ہو جاتی ہے اور بعض میں نہیں تو اس سے تناقض محال یا نسخ لازم نہیں آتا جیسے امور وضعیہ کی اخبار میں اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ انسان کا مکرم اور مفضل ہونے کا معنی جس چیز کے ساتھ تکریم و تفضیل ہو اور جس پر فضیلت و تکریم دی جا رہی ہے اس کے لحاظ سے ہے کبھی تکریم کی جاتی ہے ایسی چیز کے ساتھ جس میں کوئی اور بھی آسکے مساوی ہو اور کبھی غیر پر ترجیح دی جاتی ہے اور کسی چیز کے ساتھ فضیلت و تکریم کی جاتی ہے اور اس کے ساتھ کسی دوسری کی تکریم نہیں کی جاتی۔ تو پہلی صورت میں مکرم دوسری میں مفضل مقید اور تیسری صورت میں مطلق مفضل کے مرتبہ میں ہوگا اور اسے تناقض و نسخ لازم نہیں آتا اس کو قرطبی نے بیان کیا اور کہا اس پر کفایت کر اور اپنے ہاتھ روک لے۔

بعض صوفیہ یعنی شیخ محی الدین ابن عربی نے کہا کہ آپ نے اپنی سیادت کی خبر تعلیم امت کیلئے دی۔

اول شافع کہ وہ پہلے شافع تا کہ اس دن لوگ تعب و مشکل سے راحت حاصل کریں اور یکے بعد دیگرے انبیاء علیہم اسلام کے پاس جانے سے رکے رہیں کہ وہ شفاعت کریں یا آپ ہدایت دے رہے ہیں کہ وہ اپنی جگہ رکے رہیں حتیٰ کہ آپ کی باری آجائے (کیونکہ ان کے پاس جانے کا فائدہ نہیں کہ پہلا شافع تو میں ہوں) تو آپ فرمائیں گے میں اس کام کا اہل ہوں پس آپ کا وہ امتی انبیاء کے پاس جائے جو بھول گیا یا اسے خبر ہی نہیں پہنچی۔

یہ حدیث سے مستفاد ہے لہٰذا شیخ عربی کا یہ قول کہ یہ کلام محقق مجھ سے ہے جسے دوسروں میں نہ پائے گا کی ضرورت نہیں یا قصد اعتناً اور اس کے ساتھ عدم تعاون کی بنا۔

شفاعت کی اقسام

خصائص کبریٰ میں امام سیوطی نے آپ کے خصائص میں سے اقسامِ شفاعت کا ذکر کیا۔

پہلی قسم: حساب شروع کروانے کے لیے شفاعتِ عظمیٰ۔

دوسری قسم: آپ کی شفاعت سے ایک جماعت بغیر حساب کے جنت میں جائے گی۔

تیسری قسم: وہ لوگ جو مستحق نار ہوں گے آپ کی شفاعت سے آتش دوزخ سے نجات پائیں گے۔

چوتھی قسم: آپ کی شفاعت سے کچھ اہل جنت کے درجات بلند ہوں گے۔

نووی نے انہیں اور ماقبل اقسام کو آپ کے خصائص میں تسلیم کیا ہے اور ماقبل کے متعلق احادیث میں آچکا ہے۔ قاضی عیاض وغیرہ نے کچھ اور اقسام کی تصریح بھی کی ہے۔

پانچویں قسم: آپ کی شفاعت سے اہل نار دوزخ سے نکالے جائیں گے یہاں تک کہ کوئی مومن دوزخ میں نہ رہے گا اس کو سبکی نے ذکر کیا ہے۔

چھٹی قسم: آپ کی شفاعت سے صالحین جن کی نیکوں میں تقصیر ہوئی ان کی تقاصیر کی معافی ہوگی۔

ساتویں قسم: آپ کی شفاعت سے موقف میں تخفیف ہوگی۔

آٹھویں قسم: آپ کی شفاعت سے کفار اہل نار کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔

نویں قسم۔ اطفال مشرکین کے حق میں کہ انہیں عذاب نہ ہو۔

دسویں قسم: آپ کی شفاعت سے کوئی اہل بیت نار میں نہ جائے گا۔

آپ نے صبر و شکر کا حق ادا کر دیا

سید المرسلین ﷺ نے فرمایا کہ میں مرسلین کا قائد ہوں اس میں فخر نہیں میں خاتم النبیین ہوں اس میں فخر نہیں اول شافع و مشفع ہوں اور اس میں فخر نہیں۔ اسے دارمی نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

مناوی فرماتے ہیں کہ اولیت کی وجہ تخصیص یہ ہے کہ رضائے الٰہی کی خاطر وہ مصائب و آلام برداشت کئے جو کوئی دوسرا نہ کر سکا تو صبر و شکر کا حق ادا کر دیا کہ صبر کے اس درجہ تک پہنچے جہاں کوئی صابر نہ پہنچ سکا اور درجات شکر میں شاکرین سے سبقت لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقام و مرتبہ سے نوازا۔

عارف ابن عربی رقمطراز ہیں کہ دنیا میں آپ کے لیے ہر لحاظ سے سیادت ثابت ہوگئی اور روز حشر بھی ثابت ہو جائے گی کہ آپ کے ذریعے باب شفاعت کھلے گا اور پہلے سب کے حق میں شفاعت کریں گے اس شفاعت میں انبیا و رسل اور ملائکہ بھی شامل ہوں گے پھر آپ کے بعد شفاعت اتنی عام ہو جائے گی انبیاء و مرسلین تو کجا ایک مومن بھی شفاعت کرے گا لہٰذا پہلے شافع رحمت اللعالمین اور آخری ارحم الراحمین ہیں دائرہ کا آخر اول کے ساتھ متصل ہوتا ہے تو شرف رسول اعظم ﷺ سے بڑھ کر کس کا شرف متصور ہو سکتا ہے کہ ابتدائے دائرہ کمال آخر کے ساتھ متصل ہوا یعنی جہاں سے اللہ تعالیٰ نے

کمال کی ابتدا کی وہیں اختتام کردیا۔

حضور علیہ السلام سب سے زیادہ عربی اور اطہر النسب ہیں

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں تم میں سے زیادہ عربی ہوں میں قریش سے ہوں میری زبان بنی سعد بن بکر کی لسان ہے ابن سعد نے یحییٰ بن یزید سعدی سے اسے مرسل روایت کیا۔

شارح مناوی نے کہا، اَعْرَبُ کا معنی ہے اَدْخَلُکُمْ فِی الْعَرَبِ یعنی میں تم سے زیادہ عرب میں داخل ہوں۔نسب کے اعتبار سے اوسط قبیلہ کے لحاظ سے انسب کہ اولاد اسماعیل سے عدن افضل نزار بن معد بن عدنان کی اولاد سے مضر افضل، مضر کی اولاد سے خزرف اس سے مدرکہ، مدرکہ سے قریش، قریش سے محمد کریم ﷺ افضل ہیں۔

لِسَانِیْ لِسَانُ بَنِیْ سَعْدِبْنِ بَکْرٍ، بنی سعد بن بکر میں نشو ونما پائی کہ عرب دیہاتی عورتوں کے پاس اپنے بچے تربیت اور دودھ پلانے کے لیے بھیجتے تھے۔

زمخشری نے کہا یہ عربی زبان اللہ تعالیٰ کی قدرت محصنہ سے اس کی فصاحت و بلاغت اور عمدگی آپ کی زبان پر جاری ہوئی عرب کا بڑے سے بڑا خطیب آپ کے سامنے ساکت ہوا۔ اور کوئی قافیہ و ردیف بندی کرنے کے لیے آپ کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔

حرالی نے کہا آپ کے کمال احوال سے ہے کہ آپ مختلف لغات کے علم سے بخوبی واقف اور ان تمام پر محیط تھے۔

حضرت عمر سے مروی ہے کہ رسولِ خدا ﷺ ابو بکر صدیق سے ایسی لغت میں گفتگو فرماتے ایسے معلوم ہوتا کہ یہ ایک نئی زبان ہے مجھے اس گفتگو سے کچھ سمجھ نہ آتی۔

اَنَا فَرَطُکُمْ عَلَی الْحَوْضِ کی تشریح

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں تم سے قبل حوض پر ہوں گا امام بخاری، احمد اور مسلم نے جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

شارح کہتے ہیں اَنَا فَرَطُکُمْ بِالتَّحْرِیْکِ تم سے پہلے حوض پر ہوں گا تا کہ تمہارے لیے اصلاح کروں اور آنے والے کے لیے جو مناسب ہو اس کو تیار کروں اور تمہاری نجات کا راستہ ڈھونڈوں جیسے مقولہ ہے فرس فرط گھوڑے پر آنے والا اسے زمخشری نے ذکر کیا۔

فائدہ نمبر ۱: اس میں عمل صالح کے کرنے کی ترغیب ہے تا کہ دارین میں آپ کی مصاحبت میسر ہو سکے۔

فائدہ نمبر ۲: اس میں آپ کے وقت وصال کے قرب کی طرف اشارہ ہے اور اپنے اصحاب سے پہلے وصال ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

اس کا سبب ہے جیسا کہ مسلم شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبرستان میں تشریف لے گئے اور فرمایا:

اَلسَّلَا مُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ وَاِنَّااِنْشَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ وَدِدْنَا اَنَّ رَاَيْنَا اِخْوَانَنَا۔

اے مومن قوم کے گھروں تم کو سلام ہو اگر اللہ نے چاہا تو ہم آپ کو ملنے والے ہیں یہی خواہش رکھتے ہیں کہ اپنے بھائیوں سے ملاقات کریں۔

اصحاب نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم آپ کے بھائی نہیں تو ارشاد فرمایا تم میرے اصحاب ہو، بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے تو انہوں نے عرض کیا جو مسلمان ابھی تک پیدا نہیں ہوئے ان کو آپ کیسے پہچانیں گے تو آپ نے فرمایا کیا سفید ماتھے والے گھوڑے کو غیر سفید ماتھے والے گھوڑوں میں اس کا مالک پہچان لیتا ہے؟ اصحاب نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمایا اسی طرح وہ بھی میرے پاس آئیں گے ان کے مواضع سجود چمکتے ہوں گے اور میں حوض پر تمہارا انتظار کروں گا کچھ لوگ میرے حوض سے واپس لوٹا دیے جائیں گے جیسے سرکش اونٹ لوٹا یا جاتا ہے میں پکاروں گا انہیں آنے دو آنے دو تو مجھے کہا جائے گا کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں تغیر کیا تھا تو میں کہوں گا کہ انہیں دور کرو دور کرو۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھ اسمائے گرامی

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں محمد، احمد، مقفی، حاشر، نبی التوبہ اور نبی الرحمت ہوں اسے امام احمد اور مسلم نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور الطبرانی نے نبی الملحمۃ کا اضافہ کیا۔

شارح مناوی رقمطراز ہیں اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَحْمَدُ مجھ سے بڑھ کر کون اللہ کی حمد وثناء کرسکتا ہے اور مجھ سے زیادہ کس نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اس لیے ان دو اسماء کے آپ ہی مستحق ہیں۔ مقفی بتشدید الفاً وکسرفاً (باب تفعیل سے اسم فاعل کا صیغہ) بعد میں آنے والے کو کیونکہ آپ تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد تشریف لائے یا اپنے سے سابق (انبیاء ورسل) کے آثار کی اتباع کرنے والے۔ الحاشر۔ سب لوگوں سے پہلے حشر میں آنے والے۔ نبی التوبہ۔ نیت وقول سے قبول توبہ کے لیے جو مبعوث ہوئے جب کہ آپ سے قبل توبہ ہونے کا طریقہ خود کو قتل کرنا تھا یا جن کی توبہ دوسروں سے کہیں زیادہ ہو یا یہ کہ

آپ کی امت تمام امم سے زیادہ ہے تو ان کی توبہ بھی زیادہ ہوگی۔ یا آپ کی امت کی توبہ زیادہ بلیغ ہے کہ تائب توبہ کے بعد ایسے ہو جاتا ہے گویا کہ کوئی گناہ اس سے سرزد ہوا ہی نہیں۔ اور اس پر دنیا و آخرت دونوں میں مواخذہ نہیں ہوتا جبکہ کہ پہلوں کے لیے دنیا میں مواخذہ ہوتا۔

قرطبی نے کہا ہے ان توجیہات کی وجہ یہ ہے کہ ہر نبی اپنی امت کی توبہ کے لیے تشریف لایا پس اسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ نبی التوبہ ہے تو ہمارے نبی ﷺ کے لیے اس میں اضافہ ہے نبی الرحمۃ۔ رحمت کا ترفق مومنین پر نرمی مسلمان بندوں پر شفقت، رحمت اور اس کی مثل کا معنی محتاجوں پر انعامات کا اضافہ اور شفقت کرنا ہمارے رسول پاک ﷺ اور آپ کو وہ کچھ عطا ہوا جو دوسروں کو عطا نہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ (انبیاء:107)

''ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لیے''۔

نبی الملحمة۔ نبی حرب یہ نام اس بناء پر رکھا گیا کہ آپ جہاد کے حریص ہیں۔ نبی رحمت و حرب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو حق کی طرف راہنمائی کے لیے مبعوث کیا اور معجزات کثیرہ سے تائید کی جس نے انکار کیا اس سے قتال کیا تو آپ نبی الرحمۃ بھی ہوئے کہ آپ کی رحمت عامہ ہے۔ امام احمد نے حضرت حذیفہ سے وَنَبِيُّ الْمَلَاحِمِ بھی روایت کیا۔ زین عراقی نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔

آپ کی آمد کی انبیاء علیہم السلام نے بشارت دی

فخر موجودات ﷺ فرماتے ہیں کہ:

اَنَادَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَكَانَ آخِرُ مَنْ بَشَّرَنِىْ عِيْسٰى ابْنُ مَرْيَمَ (رَوَاهُ ابْنُ عَسَاكِرُ عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ)۔

''میں ابرہیم علیہ السلام کی دعا ہوں سب سے آخری رسول جس نے میری بشارت دی وہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔ ابن عسا کر نے عبادہ بن صامت سے روایت کیا''۔

مناوی نے کہا اس حدیث کو حارث بن ابی اسامہ، طیالسی اور دیلمی نے ان الفاظ سے روایت کیا میں اپنے باپ ابرہیم کی دعا اور اپنے بھائی عیسیٰ کی نوید ہوں جب میں پیدا ہوا تو میری والدہ سے ایک نور چمکا جس سے مشرق و مغرب کا مابین روشن ہو گیا۔ دعوت ابراہیم کا معنی ہے صاحب دعوت ابراہیم جو انہوں نے تعمیر کعبہ کے وقت کی۔

وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (بقرہ:129)

''اور بھیج ان میں ایک رسول''۔

اس کا فائدہ آپ کے شرف وفضل کا اظہار اور مطلوب مخلوق ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کتاب کی تلاوت کرنے والے اور مخلوق کو شرک سے پاک کرنے والے اولین وآخرین میں معروف ہیں کَانَ آخِرُ مَنْ بَشَّرَ نِبِیْ سب سے آخر میں جناب عیسٰی علیہ السلام نے نوید سنائی تا کہ جب تشریف لائیں تو لوگ مسلمان ہو جائیں یا آپ کے ظہور کے وقت جناب مسیح علیہ السلام کا معجزہ ہو جس کو اللہ تعالٰی نے بیان کیا۔

وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ (الصّف:6)

''اس رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے''۔

اَنَا اَوْلَی النَّاسِ بِعِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ کی تشریح

سرورکائنات فخر موجودات ﷺ کا ارشاد گرامی:

اَنَا اَوْلَی النَّاسِ بِعِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ وَلَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ نَبِیٌّ وَالْاَنْبِیَاءُ اَوْلَادُ عِلَّاتٌ اُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰی وَدِیْنُهُمْ وَاحِدٌ۔(رواہ الامام احمد، والبخاری ومسلم وابوداؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ۔)

''میں عیسٰی بن مریم کے دنیا وآخرت میں قریب ہوں کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں۔انبیاء اولاد علات ہیں ان کی مائیں جدا جدا ہیں اور ان کا دین اور مذہب ایک ہے۔اسے امام احمد، بخاری، مسلم اور ابوداؤد نے ابوہریرہ سے نقل کیا''۔

شارح فرماتے ہیں آپ نے دنیا وآخرت میں فرمایا اس لیے کہ انہوں نے بشارت دی کہ میرے بعد نبی آخرالزمان تشریف لائیں گے اپنے دین کے قواعد کو مضبوط کیا اور مخلوق کو آپ کی تصدیق کی طرف بلایا تو ان کے اور عیسٰی علیہ السلام کے درمیان کوئی اولوا العزم نبی نہیں۔لہٰذا حضرت خالد بن سنان سے اعتراض نہ ہوگا اگر ان کو دونوں کے درمیان نبی تسلیم کر بھی لیں تو کوئی تعرض نہیں ورنہ کہا گیا ہے اس حدیث کی سند میں مقال ہے اس پر جملہ استثنائیہ اولیت پر دال ہے۔(لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ نَبِیٌّ) دونوں شرائع کے درمیان فصل نہیں دونوں دعوات کے درمیان اتصال اور دونوں زمانوں کے مابین قرب ہے ان کو ایک نسب کے ساتھ تشبیہ دی کہ اقرب الاسباب ہے۔اَلْاَنْبِیَاءُ اَوْلَادُ عَلّٰتٍ۔علات جمع علت بمعنی باپ کی طرف سے حقیقی اولاد علات دو سوکن عورتوں کی ایک مرد سے اولاد۔ اَلْعَلَّةُ بمعنی

ضَرَّۃٌ سوکن۔ اُمَّھَاتُھُمْ شَتّٰی مُخْتَلِفَۃٌ وَدِیْنُھُمْ وَاحِدٌ۔ اصل دین جو کہ توحید ہے واحد ہے فروع ادیان مختلف ہیں تو بعثت انبیاء کے مقصود جو کہ مخلوق کو ایک خدا کی طرف بلانا ہے کو باپ کے ساتھ تشبیہ دی اور شرائع مختلفہ کو امہات سے۔

قاضی نے کہا جمیع انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد توحید ہے کہ مخلوق کو خالق کی طرف بلانا اور ایسی اشیاً کی طرف راہنمائی کرنا جن سے ان کے معاد و معاش کا صحیح انتظام ہو سکے پس تمام اس اصل پر متفق ہیں اگرچہ احکامِ شرع میں مختلف ہیں تو اصل مشترک کو باپ سے تعبیر کیا اور اس کی طرف نسبت کی اور اعراض میں متقارب کی بنا پر مختلف شرائع اور مختلف احکام کو امہات سے تعبیر کیا اگرچہ ان کے زمانے متبائن و متباعد ہیں اور سب احکام کا اظہار ایک زمانے میں وہ دین حق ہے جس کی فطرت پر لوگ پیدا ہوئے جس کے قبول کرنے کے مستعبد اور اس پر مطلع ہونے پر قادر ہیں اس بنا پر امہات سے مراد زمانہ بھی لیا جا سکتا ہے جس پر وہ مشتمل ہیں۔

اس کی تشریح ایک اور وجہ سے بھی ہو سکتی ہے کہ ارواحِ انبیاء تشابہ اور اتصال کی وجہ سے شی واحد کی مانند سبائن بالنوع تمام ارواح میں پس وہ نفس کے ساتھ متحد جو بمنزلہ صورت باپ کے ساتھ مشبہ ہیں ابدان میں مختلف ہیں جو بمنزلہ مرآت (شیشہ) امہات کے ساتھ مشبہ میں ہیں۔

حضور علیہ السلام مومنین کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں

آقا علیہ السلام نے فرمایا میں مومنین کی جان سے زیادہ قریب ہوں پس مومن مقروض فوت ہو تو اس کا قرض میرے ذمہ اور جو مال چھوڑے تو وہ اس کے ورثا کے لیے ہے اس کو امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

شارح نے کہا میں مومنین کی جان سے نزدیک تر ہوں تو یہ قرآن عظیم سے بھی ثابت ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ (احزاب:6)

''نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے''۔

بعض صوفیہ نے کہا کہ آپ کا مسلمانوں کی جان سے قریب ہونے کا مطلب ہے کہ انسان کا نفس ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے اور آپ ان کو نجات کی طرف بلاتے ہیں۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی اطاعت پر شہواتِ نفس کو قربان کرنا واجب ہے اگرچہ یہ نفس پر گراں ہی کیوں نہ ہو اور آپ سے ہر چیز سے زیادہ محبت کرنا فرض ہے بلکہ اپنی جان سے زیادہ محبت ہو اس حکم میں عورتیں بھی داخل ہیں۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِھِمْ مِنْ اَنْفُسِھِمْ۔ یعنی امر دارین سے ہر چیز میں ان کی جانوں سے زیادہ اقرب

ہوں۔ کیونکہ میں خلیفہ اکبر ہر موجودہ کا مدد و معاون ہوں۔ لہٰذا ان پر واجب ہے کہ میں ان کے نفوس سے زیادہ معزز ہوں اور میرا حکم ان کے نفوس کے حکم سے نافذ ہو جب مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا:

یہ آپ کے اخلاق سنیہ ہے کہ آپ نے اپنے حقوق ذکر نہ کیے بلکہ فرمایا مقروض مسلمان مرے تو اس کا قرض میں ادا کروں گا الخ۔

نووی نے کہا حدیث کا حاصل یہ ہے کہ میں تمہارے دین و دنیا کے مصالح کو قائم کرتا ہوں کہ میں تمہارا دونوں جہان میں ولی ہوں اگر کوئی مسلمان قرض چھوڑے اور ادا کرنے کے لیے مال نہ ہو تو وہ قرض میرے ذمہ واجب ہے اگر مال چھوڑا تو وہ اس کے ورثاء کا حق ہے اگر عیال محتاج چھوڑے تو اس کی کفالت بھی آپ کے ذمہ ہے یہ آپ کی رافت و شفقت امت پر ہے۔

آپ کا زمانہ خیر القرون ہے

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں قرونِ بنی آدم میں سے بہتر قرن میں مبعوث ہوا قرن بہ قرن یہاں تک کہ وہ قرن کہ جس میں میں موجود ہوں۔ اسے امام بخاری نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

شارح نے کہا بُعِثْتُ خَيْرَ قُرُوْنٍ۔ کا معنی ہے خیر طبقات کہ قرن اہل زمان کے اقتران سے بنتا ہے اس لیے ان کے اعمال و احوال ایک زمانے میں ملتے ہیں اس سے آپ کی مراد اصلاب کریمہ میں منتقل ہونے کا زمانہ ہے حتیٰ کہ وہ زمانہ جس میں آپ موجود ہیں اس میں فا ترتیب کے لیے ہے۔

جوامع الکلم اور نصرت بالرعب کی تشریح

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث ہوا رعب کے ساتھ میری اعانت کی گئی میں سویا ہوا تھا کہ مجھے خزائن کی چابیاں دی گئیں جو میرے ہاتھ پر رکھی گئیں۔ اسے بخاری، مسلم اور نسائی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

مناوی نے کہا کہ بُعِثْتُ اُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ کہ مجھے قرآن دیا گیا اسے جوامع الکلم اس لیے کہا گیا کہ یہ نہایت مختصر تھوڑے الفاظ کثیر معانی پر دال جو کچھ تمام کتب سماویہ میں ہے اس پر مشتمل ہے اور تمام علوم و معارف کا جامع ہے۔

وصف بیان کرنے والے کا کمال اس کے حسن میں، کہ زمانہ ختم ہو جائے گا اور اس میں وہ کچھ ہے جو بیان نہ ہو سکا۔

نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ۔ قلوب اعداء میں گھبراہٹ ڈال دی گئی۔

ابن حجر نے کہا حصول رعب کے ساتھ تخصیص نہیں بلکہ اعداء پر کامرانی مراد و مقصود ہے۔

زمخشری نے کہا خزائن ارض سے مراد جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر خزائن کسریٰ و قیصر کے دروازے کھول دیئے اوران پر امت کی فتح یابی ہے۔

مناوی نے کہا بَیْنَمَا اَنَانَائِمٌ۔ حدیث کا مرجع ہے کہ دنیا کی کلیدیں دی گئیں جب کہ آپ سوئے ہوئے تھے۔

پانچ انبیاً سب سے برتر ہیں

مناوی کے جواہرات میں سے یہ حدیث ہے:

خِیَارُ وُلْدِ آدَمَ خَمْسَةٌ نُوحٌ وَاِبْرَاهِیْمُ وَمُوسٰی وَعِیْسٰی وَخَیْرُهُمْ مُحَمَّدٌ۔ (رَوَاهُ ابْنُ عَسَاکِرُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَرَوَاهُ الْبَزَازُ)۔

''اولادِ آدم سے پانچ افضل ہیں۔ نوح، ابراہیم، موسیٰ، اور عیسیٰ علیہم السلام اوران سے بہتر محمد ﷺ ہیں (ابن عساکر نے اسے ابو ہریرہ سے روایت کی اور بزاز نے بھی)''۔

شارح نے کہا کہ یہ اولوا العزم پیغمبر ہیں رسول اکرم ﷺ کے بعد سب سے افضل ابراہیم علیہ السلام ہیں بعض نے اس پر اجماع کیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام خیر البریہ ہیں۔

فخر الدین رازی نے نوح پر موسیٰ و عیسیٰ کی تقدیم پر اجماع حکایت کیا۔

اسرار التنزیل میں ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ افضل الانبیاء والرسل چار پیغمبر ہیں۔ محمد، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔

قرن رسول ﷺ کے بعد قرن صحابہ افضل ہے

امام مناوی کے جواہرات میں سے اس حدیث کی تشریح ہے کہ آپ نے فرمایا افضل الناس میرا قرن ہے پھر ان کا جوان کو ملتے ہیں پھر ان کو جو ملتے ہیں پھر کچھ ایسی قومیں آئیں گی ان کی شہادت سے ان کی قسم اور قسم سے ان کی شہادت سبقت لے جائے گی۔ امام بخاری و مسلم و ترمذی نے ابن مسعود سے روایت کیا۔

مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ لوگوں سے بہتر وہ قرن ہیں جس میں میں موجود ہوں پھر دوسرا پھر تیسرا پھر وہ قوم آئے گی جن میں خیر نہ ہوگی۔

طبرانی اور حاکم نے جعدہ بن ہبیرہ سے روایت کیا کہ بہتر لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے میں موجود

ہیں پھر جوان سے ملیں گے پھر جوان سے ملیں گے پھر بعد میں رذیل ہوں گے۔

حاکم اور ترمذی نے عمران بن حصین سے نقل کیا آپ نے فرمایا بہتر میرے زمانے کے لوگ ہیں پھر جوان سے ملیں گے پھر جوان سے ملیں گے پھر ایسے لوگ آئیں گے جو فربہ و موٹے ہوں گے اور گھی (سمن) کو پسند کریں گے۔ شہادت طلب کرنے سے قبل شہادت دیں گے۔ مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت مروی ہے کہ میری بہتر امت وہ ہے جو اس زمانہ میں ہے جس میں میں مبعوث ہوا پھر وہ لوگ جوان سے ملیں گے پھر وہ لوگ جوان سے ملیں گے پھر وہ لوگ جوان سے ملیں گے پھر وہ موٹاپے اور فربہ ہونے کو پسند کریں گے اور شہادت طلب کرنے سے قبل شہادت دیں گے۔

شیخان (بخاری و مسلم) ترمذی، نسائی اور ابو داؤد نے عمران بن حصین سے روایت کیا کہ سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر ان کا جوان سے ملیں گے پھر ان کا جوان سے ملیں گے پھر وہ لوگ ہوں جو خیانت کریں گے اور امانت کو دیانت سے واپس نہ کریں گے۔ اور شہادت طلب نہ کیے جائیں گے نذر مانیں گے اور پوری نہ کریں گے اور ان میں موٹاپہ ظاہر ہوگا۔

شارح علیہ الرحمۃ نے کہا، قرنی نے میرے اہل عصر یعنی میرے اصحاب یَا مَنْ رَآنِيْ جس نے مجھے دیکھا یا جو میرے عہد میں زندہ ہیں ان کی مدت بعثت سے ایک سو بیس سال تک جوان سے ملیں گے یعنی ان کے قریب ہوں گے وہ تابعین ہیں وہ ایک سو سے ایک سو نوے تک کا زمانہ پھر تبع تابعین کا زمانہ اس کی مدت دو سو بیس برس ہجری تک ہے پھر بدعات شروع ہوگئیں۔ معتزلہ نے اپنی زبانیں کھولیں۔ فلاسفہ نے سر اٹھائے۔ اہل علم کا خلق قرآن کے مسئلہ میں امتحان لیا گیا۔ اسلامی دور اب تک تنزل سے تنزل تر ہوتا گیا ہے۔

حضور علیہ السلام کے قرن کے بہتر ہونے کی وجہ

آپ کا زمانہ بہتر ہے کہ لوگ ایمان لائے جب کہ وہ پہلے کافر تھے جب لوگ تکذیب کر رہے تھے تو انہوں نے تصدیق کی جب لوگ آپ کی رسوائی کے درپے تھے تو اصحاب نے آپ کی اعانت کی جگہ دی اور آپ کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔

بعض شرائع نے کہا اس کا قضیہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین سے افضل، تابعین تبع تابعین سے افضل اسی طرح آخر تک کیا یہ افضلیت مجموعہ کے اعتبار سے یا افراد کے لحاظ سے دو قول ہیں۔ ابن عبد البر ایک قول اور جمہور دوسرے قول کی طرف۔

ابن حجر نے کہا کہ وہ جو ظاہر ہوتا ہے جس نے آپ کے ساتھ شریک ہو کر جہاد کیا اور آپ کے

زمانے میں یا آپ کے حکم سے اور اس وجہ سے اس نے اپنا مال خرچ کیا بعد میں آنے والا کوئی شخص بھی اس کی فضیلت نہیں پا سکتا۔ اور جس نے ایسا نہیں کیا وہ محل بحث ہے جو اہل قرن اول کی سیرت سے واقف ہے انہیں معلوم ہے کہ کوئی ان کے فضل کو نہیں پہنچ سکتا۔

حسن بصری تابعی کبیر جن کی جلالت وامامت پر اتفاق ہے نے فرمایا ہم ایسی اقوام کو ملے یعنی صحابہ کرام کو جو اہل قرن اول ہیں تو ان کے سامنے جو رمحسوس ہوتے ہیں نیز فرمایا ہم ایسی قوم سے ملے جو اپنی بیویوں کے ساتھ بیس سال تک ایک چٹائی پر اس حالت میں سوتے رہے کہ ان کے آنسوؤں سے بستر تر ہو جاتا بیویوں کو معلوم تک نہ ہوتا۔

فرمایا معارف چلے گئے اور مناکیر باقی رہ گئے اور اکثر پڑھا کرتے تھے وہ نہیں ہے جو مرا پس اس نے میت سے راحت حاصل کی ہو۔ بیشک مرنے والا زندوں کی میت ہے۔

ربیع بن خثیم نے کہا اگر ہم اصحابِ رسول ﷺ کو دیکھ لیتے تو ضرور کہتے کہ یہ یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتے۔

ابن حجر نے کہا کہ اس احادیث سے مستفاد ہے کہ قرون ثلاثہ کے لوگ اصحابِ عدل ہیں اگر چہ فضل وشرف میں مختلف ہیں یہ غالب واکثر پر محمول ہے۔ صحابہ کے بعد دوقرن والوں میں صفات مذمومہ پائی گئیں مگر بہت تھوڑی اور قرونِ ثلاثہ کے بعد تو بکثرت مذمومہ صفات پائی گئیں۔

بوقت ولادت آپ کی والدہ نے بصریٰ کے محلات دیکھے

رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ میری والدہ نے میری ولادت کے وقت ایک نور مشاہدہ کیا جس سے بصریٰ کے محلات روشن ہو گئے اسے ابن سعد نے ابی عجفاء تابعی سے روایت کیا اور ابن سعد نے ابوامامہ سے بھی روایت کیا اور حاکم نے اسے صحیح کہا اور ابن حبان نے روایت کیا کہ میری ماں نے دیکھا گویا ایک نور ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

شارح نے کہا یہ حدیث رؤیت عین ہے اور وہ رؤیا جو مابعد والی حدیث میں ہے وہ رؤیا امی (خواب) ہے جس پر مصنف یعنی امام سیوطی بصریٰ بائے موحدہ مغمومہ ودمشق کے علاقے میں ایک شہر کا نام ہے اس نور کی تخصیص کی کہ سب سے پہلے وہ فتح ہوگا اور اسی طرح ہی ہوا۔

الروض الانف میں ہے کہ خالد بن سعید بن عاص نے بعثت سے پہلے دیکھا کہ زمزم سے ایک نور نکلا جس سے یثرب (مدینہ منورہ) کی کھجوریں ظاہر ہو گئیں۔ اسے بھائی سے بیان کیا تو اس نے کہا یہ عبدالمطلب کا پوتا ہے اور نور ان سے ہے اور آپ کے علاوہ آپ کے والدین سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

تنبیہ: اصح قول یہ ہے کہ بارہ ربیع الاول کو عام الفیل میں نماز فجر سے کچھ وقت قبل پیر کے روز مکہ شہر میں شعب کے مقام پر پیدا ہوئے بروز جمعہ اور شہر حرام میں پیدا نہ ہوئے تا کہ کوئی یہ وہم نہ کرے کہ آپ کو شرف و بزرگی جمعہ کے دن اور حرام کے ماہ سے حاصل ہوئی مفضول دن اور ماہ میں پیدا ہوئے تا کہ وقت کو بھی آپ سے شرف حاصل ہو اسی طرح آپ کا مدفن مکہ کی بجائے مدینہ منورہ ہے تا کہ آپ کے روضہ اقدس پر لوگ قصداً اور ارادۃً جائیں۔

حدیث ثانی کہ اس سے شام کے محلات روشن ہوئے ایسے مولود سے تعبیر کیا گیا جس کا وہاں ظہور ہوگا اور نور کے چمکنے سے مشرق و مغرب میں آپ کی نبوت کا اظہار ہے۔ اور کفر و شرک کے مضمحل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

لطائف میں کہا کہ یہ نور اشارہ اس طرف ہے جو کچھ آپ لائیں گے وہ ایسا نور ہے جس سے اہل زمین ہدایت پائیں گے۔ کفر و شرک کی تاریکی مٹ جائے گی۔ شام کا ذکر اس لئے کیا۔ یہ آپ کا دارالسلطنت اور آپ کا ملک تھا اور کتب سماویہ میں یہ وصف درج ہے کہ محمد ﷺ کا مولد مکہ ہجرت گاہ یثرب (مدینہ منورہ) اور ملک شام ہوگا۔

مستوی کی تشریح

امام مناوی کے جواہرات میں سے اس حدیث کی تشریح ہے۔ مجھے معراج کرائی گئی اور مستوی ظاہر ہوا۔ اور اقلام کی آواز میں سن رہا تھا'' اسے بخاری اور طبرانی نے سیدنا ابن عباس اور ابو حبہ بدری سے روایت کیا۔

شارح نے کہا عُرِجَ بِیْ جِبْرِیْلُ امین مجھے ساتویں آسمان سے اوپر لے گئے صَرِیْفُ الْاَقْلَامِ فرشتوں کی اقلام کی آوازیں جن سے وہ امور الٰہیہ تحریر کر رہے ہیں۔

قاضی عیاض نے کہا مستوی استواء (باب افتعال) سے اسم مفعول ہے۔ معنی ہوگا کہ اتنے بلند مقام تک ارتقاء (پہنچا) کہ مبادی کائنات سے اتصال ہوگیا۔ جہاں تقادیر لکھی جا رہی تھیں۔ اور تصریف احوال پر مطلع ہوا یہی وجہ ہے کہ آنے والے حوادث اور مغیبات کی خبر دی جس طرح فرمایا اسی طرح ان کا وقوع ہوا۔

آپ کو بطحاء مکہ کے سونا بنانے کا اختیار دینا اور آپ کا اسے قبول نہ کرنا

فخرِ موجودات سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کے لیے بطحاء مکہ کو سونا بنا دیا جائے تو میں نے عرض کیا نہیں اے میرے رب لیکن میں چاہتا ہوں

کہ ایک دن سیر ہو کر کھانا کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں جب بھوکا رہوں تو تیرے حضور تضرع و عاجزی کروں اور تیرا ذکر کرتا رہوں اور جب سیر ہو کر کھاؤں تو تیری ثناء اور شکر کروں۔ اسے احمد اور ترمذی نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

شارح فرماتے ہیں اس میں صبر و شکر دونوں کو جمع کیا کہ یہ دونوں کامل و مخلص مومن کی صفات سے ہیں۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ (الشوریٰ:33)

"بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ہر بڑے صابر و شاکر کو"۔

فائدہ۔ اس تفصیل سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ آپ کے پاس قلتِ مال و دولت اختیاری ہے۔ اضطراری نہیں اگر آپ ارادہ کریں تو بہت زیادہ وسیع ہوسکتا ہے۔

عُرِضَتْ عَلَیَّ الْجَنَّۃُ وَالنَّارُ آنِفاً کی تشریح

فخر دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جنت و دوزخ اس دیوار کی چوڑائی میں ابھی ابھی دیکھائی گئی ہیں آج کی طرح میں نے خیر و شر نہیں دیکھے جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تمہیں معلوم ہو جائے تو بہت کم ہنسو۔ اور زیادہ وقت گریہ کرو مسلم نے اسے حضرت انس سے روایت کیا اور ایک روایت میں مزید لکھا اور میں نماز پڑھتا ہوں۔

شارح نے کہا جنت و دوزخ دیوار میں ایسے نظر آئے جیسے آئینہ میں اشیا نظر آتی ہیں۔ آنفا۔ ہمارے موجود وقت کے قریب آپ کے لیے پوری کائنات روشن ہوئی روئے زمین سمیٹ دی گئی آپ نے اس کے مشارق و مغارب کو ملاحظہ فرمایا۔

فائدہ۔ اس سے مستفاد ہے کہ جنت و دوزخ مخلوق ہیں اب بھی موجود ہیں تو رسول کریم ﷺ نے اپنی نفع مند اور نقصان دہ اشیاء کی تعلیم دی نفع اور اشیاء کی ترغیب اور نقصان دینے والی اشیا پر وعید سنائی۔

خصائص میں مختلف عدد والی احادیث میں تطبیق

رسول پاک ﷺ نے فرمایا مجھے اشیاء سے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی گئی جوامع الکلم عطا کیے گئے رعب سے اعانت، غنیمتیں حلال، زمین کو پاک اور مسجد بنادیا گیا، تمام مخلوق کی طرف رسول اور انبیاء کا خاتم بنایا گیا۔ اسے مسلم، ترمذی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا۔

طبرانی نے سائب بن یزید سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے انبیاء علیہم السلام پر پانچ صفات سے فضیلت دی گئی۔ تمام مخلوق کی طرف رسول، میری شفاعت، میری امت کے لیے ذخیرہ

ایک ماہ کی مسافت اپنے آگے پیچھے کی طرف رعب سے نصرت کی گئی، زمین کو مسجد اور پاک اور غنیمتیں میرے لیے حلال کی گئیں اور مجھ سے قبل کسی کے لیے حلال نہ تھیں۔

بیہقی نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا مجھے چار اشیاء سے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی گئی۔ زمین کو مسجد اور پاک بنایا گیا، پس میرے امتی کو جہاں نماز کا وقت ہو جائے تو اگر مسجد اور پانی نہ ملے تو ساری زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا ہے، تمام مخلوق کی طرف مبعوث، اپنے سے دو ماہ کی مسافت تک رعب سے مدد کی گئی اور غنائم کو حلال کیا گیا۔

امام احمد، نسائی اور مسلم نے حضرت حذیفہ نے فرمایا مجھے لوگوں پر تین طرح سے ترجیح دی گئی۔ ہماری صفوف فرشتوں کی صفوف کی طرح بنائی گئیں، تمام زمین کو مسجد یا اس کی مٹی کو ہمارے لیے پاک کیا گیا، جب پانی نہ ملے تو تیمم جائز قرار دیا گیا سورت بقرہ کی یہ آخری آیات عرش کے نیچے خزانے سے دی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملیں۔

شارح نے کہا کہ توریشتی یوں رقمطراز ہیں کہ یہ اختلاف تضاد و منافات والا نہیں بلکہ اختلاف زمانی ہے کہ قلیل عدد والی حدیث متقدم ہے پھر زیادتی ہوئی اس سے زیادہ والی بیان کی پھر اضافہ ہوا تو اس سے زیادہ والی ارشاد فرمائی۔

قرطبی نے کہا کہ چھ، پانچ اور چار میں منافات نہیں کہ جس طرح علم ہوتا گیا بیان فرماتے گئے۔

آپ کو گیارہ خصلتیں عطا کی گئیں

زین عراقی رقمطراز ہیں کہ مختلف احادیث میں خصائص کا مجموعہ تقریباً گیارہ ہے

خصوصیت اول: آپ کو جوامع الکلم عطا ہوئے۔

خصوصیت دوم: رعب سے نصرت فرمائی گئی۔

خصوصیت سوم: مالِ غنیمت حلال کیا گیا۔

خصوصیت چہارم: روئے زمین کو پاک اور مسجد بنا دیا گیا۔

خصوصیت پنجم: آپ تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہوئے۔

خصوصیت ششم: آپ کو خاتم الانبیاء بنایا گیا۔

خصوصیت ہفتم: آپ کی امت کی صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح بنائی گئیں۔

خصوصیت ہشتم: آپ کو شفاعت عطا کی گئی۔

خصوصیت نہم: آپ کا نام محمد ﷺ رکھا گیا۔

خصوصیت دہم: آپ کی امت خیر الامم ہے۔

خصوصیت یازدہم: سورت بقرہ کی آخری آیات عرش کے نیچے خزانے سے دی گئیں۔

جوامع الکلم قلیل الفاظ میں معانی کثیرہ کو جمع کر دینے کو کہتے ہیں۔ اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَآفَّةً۔ مجھے رسالتِ عامہ جو مخلوق کو محیط ہے کے لیے بھیجا گیا ہے جب رسالت سب پر مشتمل ہے تو اب ظاہر ہے کہ کوئی فرد یا چیز آپ کی رسالت سے خارج نہیں۔

سوال: طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام بھی سب کی طرف رسول تھے کیونکہ طوفان سے وہی بچے تھے جو آپ کے ساتھ سفینہ میں سوار تھے۔

جواب: حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت عامہ نہ تھی بلکہ مخلوق قلیل تھی جب کہ سید الانبیاء علیہ السلام کی رسالت اصل بعثت میں عام ہے۔

خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ۔ باب وحی بند کر دیا گیا اور طریقِ رسالت ختم کر دیا گیا کیونکہ اتمام حجت اور تکمیل دین کے بعد لوگوں کو رسلانِ عظام کی ضرورت ہی نہ رہی۔

باب الہام بند نہیں کیونکہ یہ نفوس کاملہ کے ذریعہ دین کی مدد کی ہے تو ہمیشگی ضرورت کی بناء پر یہ ختم نہیں ہو سکتی اس کی ضرورت تاکید، تجدید اور تذکیر کے لیے ہے۔ جب باب نبوت و رسالت بند ہوا تو تنبیہ و تذکیر کی احتیاج ہے۔ کیونکہ وساوس میں استغراق شہوات نفسانیہ میں انہماک لوگوں میں عام ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے باب نبوت کے بند کرنے کے بعد الہام کا دروازہ کھول دیا۔ لہٰذا حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول تقریر دین اسلام کے لیے ہوگا۔

زین عراقی رقمطراز ہیں کہ اس بناء پر حضرت خضر اور الیاس بھی اب نبی نہیں ہیں اور آج بھی موجود ہیں لہٰذا احکام شرع محمدی کے تابع ہیں۔

آقا علیہ السلام کے بینظیر ہونے پر جبریل کی شہادت

فخر موجودات سرورِ کائنات ﷺ فرماتے ہیں:

قَالَ لِیْ جِبْرَئِیْلُ قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَجِدْ رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ وَقَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَجِدْ بَنِیْ اَبٍ اَفْضَلَ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ۔(رَوَاهُ الْحَاکِمُ فِی الْکُنٰی وَابْنُ عَسَاکِرٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا)

"مجھے جبریل نے بتایا کہ میں زمین کے مشرق و مغرب میں پھرا تو کسی شخص کو محمد کریم

ﷺ سے افضل نہ پایا اور میں زمین کے مشارق ومغارب میں گھوما اور کسی باپ کی اولاد
بنی ہاشم کی اولاد سے افضل نہ پائی۔ (حاکم نے کنیٔ ابن عساکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا سے روایت کیا)''۔

شارح مناوی نے کہا حافظ ابن حجر نے اپنے امالی میں کہا لوائح صحت اس متن کے صفحات پر ظاہر ہیں۔

حکیم ترمذی نے کہا جبریل اُن نفوس کی تلاش کے لیے نکلے جو حسن اخلاق سے طیب وطاہر ہوں تو اعمال میں وہ اخلاق نظر نہ آئے کیونکہ وہ اہل جاہلیت تھے اور بنی ہاشم کے اخلاق دیکھے تو ان میں خیر و بھلائی پائی نفوس کے جواہر میں بہت زیادہ تفاوت ہے۔

تنبیہ۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے لکھا کہ آپ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ ایسی قوم کی طرف مبعوث ہوئے جن کا کام مہمان نوازی، اونٹ ذبح کرنے، جنگ وجدال اور خونریزی تھا۔ اس پر فخر ومباہات اور اپنی بڑائی بیان کرتے اس میں خفا نہیں ان میں عرب عجم پر فضیلت رکھتے تھے اگرچہ بعض عرب سخی اور بزدل تھے جیسے بعض عجمی سخی اور بہادر اور اکثر بزدل اور بخیل تھے جس کا کوئی بھی منکر نہیں۔

حضور علیہ السلام کا نسب وصہر روز محشر بھی قائم رہے گا

سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ نَسَبٍ وَصِهْرٍ يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلاَّ نَسَبِىْ وَصِهْرِىْ۔ (رواه ابن عساكر عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه) (ص نمبر ۱۶۰)۔

''تمام نسب وصہر قیامت کے روز مٹ جائیں گے مگر میرا نسب وصہر قائم رہے گا اس کو ابن عساکر نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا''۔

مناوی نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ سے ان کی بیٹی سیدہ ام کلثوم کا عقد (نکاح) طلب کیا اور کہا اس شخص سے بہتر کوئی شخص نہ ہوگا جس کا عقد علی المرتضیٰ کی بیٹی (آل بیت رسول) سے ہو جائے تو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ نے ان سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا تو حضرت عمر مہاجرین کی مجلس میں آئے اور کہا کہ میرے زفاف کا انتظام کرو اور پھر یہ حدیث بیان کی۔

امام سیوطی مصنف نے اس کا معنی بیان کیا کہ آپ کی امت روز حشر آپ کی طرف منسوب ہوگی جب کہ دیگر امم اپنے انبیاء کی طرف منسوب نہ ہوں گی۔

بعض نے کہا اس دن لوگ آپ کی نسبت سے فائدہ حاصل کریں گے اور دیگر انساب کا کوئی فائدہ

نہ ہوگا سبب حدیث اس معنی کا مرجع ہے۔

طیبی نے کہا نسب کہتے ہیں آباؤ اجداد کی طرف سے قریبی تعلق و رشتہ ولادت اور صہر و نسبتِ قریبہ جو رشتہ تزوج سے حاصل ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کی طرف نسبت اور نسب نفع مند ہوگا دوسری روایت جس میں آپ نے نفع نسب کی اہل بیت کی نفی کی ہے یہ اس کے معارض نہیں(1) کیونکہ اس میں اہل بیت تقویٰ، خشیت الٰہی اور اطاعت کی ترغیب یا یہ کہ میں ذاتی طور پر نفع نہ دے سکوں گا (کیونکہ ذاتی طور پر اللہ کے سوا کوئی نفع ونقصان کا مالک نہیں) ماسوا اس کے اللہ تعالیٰ میری شفاعت و مغفرت وغیرہا سے عزت افزائی فرمائے گا۔ لہٰذا مقام تخفیف کی رعایت کرتے ہوئے اہل بیت سے خطاب کیا۔

آپ کے اول خلق اور آخری نبی ہونے کی تشریح

كُنْتُ اَوَّلَ النَّاسِ خَلْقاً وَآخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ (ص161)

''میں تخلیق میں سب لوگوں سے افضل اور بعثت میں سب سے آخری ہوں''۔

اسے ابن سعد نے قتادہ سے مرسل کیا، ابونعیم نے حلیہ میں میسرہ الفجر، اور ابن سعد نے ابن ابی جدعاء اور ابن حبان نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

كُنْتُ نَبِياً وَّآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ (161)

''میں نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح و جسد کے درمیان تھے''۔ کے الفاظ روایت کئے یہ صحیح حدیث ہے۔

شارح مناوی رقمطراز ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی حقیقت بنائی جس کے ادراک سے ہماری عقل وفہم قاصر ہیں اور حقیقت محمدیہ کی تخلیق کے ساتھ ہی وصفت نبوت کے ساتھ متصف کر دیا جب اسم باطن کا زمانہ ختم ہوا روح کے جسم کے اتصال اور اسم ظاہر کے ظہور کا وقت آ گیا تو وہ حکم جسم و روح میں منتقل ہوا۔

یہ تاویل کہ حق سے مراد تقدیر ہے ایجاد نہیں کہ قبل از ولادت موجود نہ تھے تو اس کا تعاقب امام سبکی نے کیا کہ اگر اس طرح ہو تو پھر نبی علیہ السلام کے تخصیص نہیں کیونکہ تقدیر میں ہر چیز تھی۔

كُنْتُ نَبِيًّا فرمایا اور كُنْتُ اِنْسَانًا یا كُنْتُ مَوْجُوْدًا نہیں کہا کہ اس سے اشارہ ہے کہ آپ کی نبوت عالم غیب میں تخلیق اول وقت زمان میں موجود تھی نہ عالم شہادت میں جب اسم باطن کا زمانہ وجود جسم و روح کے جسم کے ارتباط کی طرف منتقل ہوا تو جریان میں اسم ظاہر کی طرف حکم زمان منتقل ہوا تو

1۔ اس کی تاویل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ پہلے نفی کی حدیث ہو اور بعد میں نفع مند والی۔ (مترجم)

بذاتِ جسم وروح میں نبوت ظاہر ہوئی۔ پس انبیاء ورسل کے ادوار میں آپ کی نبوت کے باطن کا زمانہ تھا تو ہر وہ شریعت جو اسم باطن کے زمانہ میں تھی اسے ظاہر نے اسے منسوخ کر دیا دونوں اسم کے حکم میں اختلاف ہے۔

اور مشرع (شریعت دینے والا) واحد ہے وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کا مرتبہ ومقام جو عالم ارواح قبل از اجساد انسانیہ ہے کو ظاہر کیا اس کو شیخ محی الدین ابن عربی نے ذکر کیا اسی سے یہ آیت ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ (الاعراف:172)

"اور اے محبوب یاد کرو جب تمہارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ کیا کیا میں تمہارا رب نہیں؟"۔

تو سب سے اول بَلٰی کہنے والی رسول اکرم ﷺ کی ذات تھی۔ لہٰذا آپ تخلیق میں انبیاء سے متقدم اور ظہور وبعثت میں آخر ہیں۔

شمائل رسول ﷺ کی احادیث کے تحت امام مناوی کے اہم فوائد میں سے کچھ کا تذکرہ

نبی اکرم ﷺ کی احادیثِ شمائل کے تحت امام مناوی نے جن فوائد کا ذکر کیا ہے ان میں کچھ کا یہاں انتخاب کیا گیا ہے۔

آپ سفید ملیح تھے

مسلم اور ترمذی نے شمائل میں ابو طفیل سے روایت کیا:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَبْيَضَ مَلِيْحًا مُقَصَّدًا۔ (ص نمبر ۱۶۱)

"رسول پاک ﷺ ملیح وسفید اور میانہ قد تھے"۔

مُقَصَّدْ کا معنی ہے جسیم نہ دبلے پتلے نہ دراز قد نہ پست قد تھے۔

ترمذی کی شمائل میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ سفید تھے گویا کہ بالوں کی سفیدی چاندی سے بنائی گئی ہے آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کی تعریف میں کہا کہ:

اَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ   ثِمَالُ الْيَتَامٰى وَعِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

"آپ کے چہرہ انور کی سفیدی سے برسنے والا سفید بادل بارش کی بھیک مانگتا ہے اور آپ یتیموں، بیواؤں کی پرورش فرمانے والے ہیں"۔

امام احمد کی روایت میں ہے گویا آپ پگھلائی ہوئی چاندی ہیں۔

بزاز کی دوسری روایت جو کہ سند قوی کے ساتھ سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ آپ نہایت سفید تھے۔ طبرانی کی ابو طفیل سے روایت کہ میں آپ کے روخ انور کی سفیدی بالوں کی سیاہی کے ساتھ نہیں بھول سکتا۔ رجل الشعر بکسر جیم بال علیحدہ اسی طرح فتح میں ہے جس میں معمولی کنڈل ہوں کے ساتھ تفسیر کی گئی ہے۔

مواہب میں روایت بیان کی گئی ہے کہ دو بالوں کے درمیان بال یعنی نہ بالکل سیدھے نہ بالکل گھنگھریالے اس قلت شی میں مبالغہ کرنا مقصود ہے۔

بیہقی نے دلائل میں جناب علی المرتضی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا آپ کا رنگ سفید مشربی کہ جس میں سفیدی سرخی ساتھ تھی اور سیاہ آنکھوں والے، لمبی اور گھنی پلکوں والے تھے۔

بیہقی نے کہا کہ مشرب سرخی گندمی رنگ کی طرف مائل تھا یہ دھوپ اور سردی کی وجہ سے ہو گیا اور کپڑوں کے نیچے والا جسد مبارک بالکل سفید تھا۔ مشربا تشدید کے ساتھ (اسم مفعول باب تفعیل) بھی مروی ہے۔ حَلَقَةُ الْعَیْنِ کہتے ہیں آنکھ کی سیاہی کو اَ لَاهْدَبُ لمبی پلکوں والے، اشغار کہتے پلکوں کے کنارے جہاں پلکوں کے بال اگتے ہیں۔

سرِ اقدس

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وَسَلَّمْ اَبْيَضَ مَشْرُوْبًا بِحُمْرَةٍ ضَخْمَ الْهَامَةِ اَغَرَّ اَبْلَجَ اَهْدَبَ الْاَشْفَارِ۔ (رواہ البیہقی عن علی رضی اللہ عنہ) (ص 161)

"رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سفید رنگ جو سرخی مائل تھا۔ سر مبارک عظیم صبح روشن پلکیں لمبی تھیں۔ اسے حضرت علی سے بیہقی نے روایت کیا"۔

الھامۃ سر کی بزرگی وفور عقل، جودت فکر اور کمالات کے پانے کی بناء پر محبوب وپسندیدہ ہے اَلْاَغَرُّ صَبِیْحٌ اَلْاَبْلَجُ روشن چمکدار بعض نے کہا دونوں ابرو کے بالوں کے آپس میں عدم اتصال کی دلیل ہے کہ عرب دونوں کی علیحدگی اور فرق کو پسند اور اتصال کو مکروہ خیال کرتے تھے۔

جسدِ مبارک

كَانَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَاَحْسَنَهُمْ خَلْقًا لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ۔ (ص 162)

"آپ حسین رُخ جمیل خلقت تھے کہ قد بالکل دراز تھا، نہ کوتاہ۔ بخاری

براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا"۔

قرطبی نے خلقاً خاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھنا حسنِ جسم شریف مراد ہے کیونکہ اس میں بالطویل کے الفاظ اسی پر دال ہیں یعنی لمبا قد یا مفرط طویل جو حد اعتدال سے بڑھ گیا ہو۔ بلکہ طویل کے قریب تھا۔

قدم مبارک

كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَحْسَنَ النَّاسِ قَدَمًا۔(162)

"رسول پاک ﷺ کا پاؤں مبارک سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھا"۔

ابن سعد نے عبداللہ ابن بریدہ سے مرسل روایت کیا۔

ابن صاعد نے سراقہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے قریب ہوا، اور وہ اپنی اونٹنی پر سوار تھے تو میں نے آپ کی پنڈلی کو دیکھا گویا کہ وہ آگ کا انگارہ ہے یعنی بہت سفید تھی۔

حسین خُلق مبارک

مسلم اور ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا۔

"رسول پاک ﷺ سب لوگوں سے زیادہ صاحب اخلاق تھے"۔

جمیع محاسن ومکارم کے جامع ہونے اور ان میں کمال حاصل کرنے کی وجہ ہے جب آپ میں غیر متناہی کامل خصائل، صفات جمال وجلال ہیں جن کا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا اسی لیے اللہ تعالیٰ آپ کی مدح میں فرماتا ہے۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ (قلم)

"بے شک تمہارے خو اخلاق بڑے شان کے ہیں"۔

خلق کو عظیم کے ساتھ موصوف اور صلہ علیٰ کا استعمال کیا جو استعلا کے لیے آتا ہے تا کہ آپ کے محاسن اخلاق کے استعلا پر دلالت کریں اور وہاں مخلوق میں سے کسی کا خلق نہ پہنچ سکے کمال خلق کمال فضل سے حاصل ہوتا ہے کہ یہ اس سے فضائل حاصل کرتا ہے۔ رذائل سے اجتناب کرتا ہے۔

مسلم کے نزدیک تمام حدیث کہ کبھی نماز کا وقت ہوتا اور آپ گھر میں رونق افروز ہوتے۔ تو جس چٹائی پر تشریف فرما ہوتے اس پر جھاڑو پھیرا جاتا اور صاف کیا جاتا پھر آپ اس پر نماز کی امامت

تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا تیری خلق کو حق کے جمیل کیا کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شاہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

(اعلیٰ حضرت)

فرماتے اور ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھتے اس وقت چٹائیاں کھجور کی شاخوں کی ہوتیں۔

اس حدیث کی تمام روایتوں سے بعض روایات میں یہ بھی ہے انس نے کہا کہ میرا ایک بھائی تھا جسے ابوعمیر کہا جاتا ہے میرا خیال ہے وہ بالکل چھوٹے تھے پس جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اسے دیکھا تو فرمایا اے عمیر! نغیر کا کیا ہوا۔ نغیر ایک پرندہ کا نام ہے جس سے وہ کھیلتے تھے اسی طرح مسلم میں بھی ہے۔

نیز اس میں حضرت انس سے مروی ہے کہ آپ سب لوگوں سے زیادہ صاحب اخلاق تھے پس ایک دن مجھے ایک کام کے لیے بھیجا میں نے کہا بخدا میں ضرور جاؤں گا میں نکلا تو ایک جگہ بچے کھیل رہے تھے میں انہیں دیکھنے کے لیے کھڑا ہو گیا اچانک رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور پیچھے سے میری گردن کو پکڑا میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا انیس جہاں میں نے حکم دیا تھا وہاں تو گیا تھا عرض کیا حضور ابھی جاتا ہوں اور حضرت انس ابھی بچے تھے۔

آپ حسین، فیاض اور بہادر تھے

امام بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت انس سے روایت کیا:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَاَجْوَدَ النَّاسِ وَاَشْجَعَ النَّاسِ

''رسول پاک ﷺ سب سے زیادہ حسین، فیاض اور بہادر تھے''۔

یعنی آپ تمام لوگوں سے صورت وسیرت میں حسین تھے اجود الناس سب سے زیادہ سخی جو لوگوں کو بے حد فائدہ دے۔ کیونکہ آپ شرف میں کامل اور قلب کے لحاظ سے سب سے زیادہ بیدار طبعاً سب سے زیادہ لطیف مزاج کے اعتبار سے سب سے زیادہ عادل ہیں نفس کے لحاظ سے سخی اور ہاتھ کے اعتبار سے فیاض ہیں اور فانیات سے باقیات صالحات کے ساتھ مستغنی اور اس لیے منبع جود اور عمدہ صفات کے ساتھ متصف ہیں۔

وَاَشْجَعَ النَّاس ۔سب سے زیادہ مضبوط دل اور مایوسی کی حالت میں سب سے زیادہ جری ہیں بہادری جو کہ اللہ تعالیٰ کی جناب کریم سے ملی ہے اسی وجہ سے کبھی آپ میدان جنگ سے فرار نہ ہوئے اور نہ ہی کوئی (ضعیف سے ضعیف) اس قسم کی روایت ملتی ہے آپ کی بہادری تواتر نقلی سے ثابت ہے بلکہ قرآن کریم کی نص سے ظاہر ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ (تحریم:9)

''اے غیب کی خبریں بتانے والے کافروں اور منافقوں پر جہاد کرو''۔

تنہا شخصیت کو تمام کے ساتھ جہاد کا حکم دیا اور اللہ تعالیٰ طاقت سے زیادہ کسی کو حکم نہیں دیتا آپ اور آپ کے ساتھی مراد ہونے میں کوئی شک نہیں اس لیے کہ اس کا جمع کے ساتھ مقابلہ ہے اسی سے مقصود حاصل ہے پس آپ میں تین قوی صفات عقلیہ، غضبیہ اور شہویہ جمع ہیں۔ حسن اعتدال مزاج کے تابع ہے جو کہ عفت نفس جس کے ساتھ جودت قریحہ عقل پر دال ہے سے حاصل ہوتی ہے فضائل کا حصول اور رذائل سے اجتناب کمالِ قوتِ شہویہ ہے اور شجاعت قوت غضبیہ کا کمال ہے یہ تینوں اخلاق فاضلہ کا فضل ہے اسی لیئے ان پر اقتصار کیا۔

اس حدیث کا کچھ بقیہ جو بخاری شریف میں ہے ایک دفعہ رات کو مدینہ منورہ میں شور برپا ہوا کہ حملہ کے لیے دشمن کی فوج آ گئی ہے جب چند لوگ حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے نکلے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوطلحہ کے گھوڑے جو آپ نے ان سے مستعار لیا تھا کی ننگی پشت پر سوار واپس تشریف لا رہے ہیں اور فرمایا کہ میں نے مدینہ کے اردگرد چکر لگا لیا ہے خطرہ کی کوئی بات نہیں اور راوی نے کہا ہم نے اس گھوڑے کو دریا پایا اسی طرح باب الشجاعۃ فی الحرب میں حدیث کو روایت کیا۔

مسلم باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس کے بعد کہ لوگ گھبرا کر نکلے۔ مزید روایت کیا کہ جب لوگ شور والی طرف نکلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لا رہے تھے۔ آپ گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار تھے اور گلے میں تلوار تھی۔ وہ گھوڑا تھا جو ابوطلحہ سے مستعار لیا تھا اور فرمایا واپس لوٹ جاؤ کسی کا کوئی خطرہ نہیں۔

جسدِ اقدس کا اعتدال اور خوبصورتی

بیہقی نے ابوہریرہ رضی اللہ سے روایت کیا کہ آپ احسن صفت میانہ قد لمبائی کی طرف مائل دونوں کندھوں کے مابین فاصلہ گول رخسار سخت سیاہ بال سرمگیں آنکھیں پلکیں لمبی جب چلتے تو پورا قدم مبارک زمین پر لگتا کوئی حصہ اونچا نہ رہتا اور جب کندھوں سے چادر اتارتے تو معلوم ہوتا کہ چاندی سے بنے ہیں اور تبسم فرماتے تو (دانت) چمکتے۔

ترمذی میں سیل الخذین ہے کہ آپ کے رخسار میں نہ گہرائی نہ اونچائی (ابھار) تھا اور ضحک فرماتے تو چمکتا اور روشن ہوتا حسن کی ان صفات میں کوئی خفا نہیں۔

تکمیل ایمان سے ہے کہ یہ ایمان رکھنا کہ جسد اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس صورت پر تخلیق کیا جو نہ پہلے تھا اور نہ بعد اثر میں ہے خالد بن ولید ایک سریہ میں نکلے اور ایک قبیلہ پر اترے سربراہ قبیلہ نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کیجیے تو آپ نے فرمایا تفصیل سے بیان نہیں کر سکتا اس نے کہا اجمال سے بیان

کریں پس رسول (پیغامبر) بھیجنے والے کی شان پر ہوتا ہے اسی طرح ابن منیر کی اسرار الاسرار میں درج ہے۔

مسلم نے ابو ہریرہ سے اور بخاری نے اس کے معنی میں روایت کیا رسول اکرم ﷺ کا حسین رنگ تھا گویا کہ آپ کے سینہ سے موتی جھڑتے اور جب چلتے تو تھوڑا سا جھک کر چلتے۔

اَزْهَرُ اللَّوْنِ۔ روشن یا حسین اور صحاح میں ہے ازھر کا معنی سفید روشن یا ابیض منیر کے ساتھ تفسیر کی۔ عام محدثین نے اکمل پر محمول کیا۔

بعض نے تفسیر کی مُمَزَّجٌ بِحُمْرَةٍ۔ سفید جو سرخی مائل ہو شائد اس نے یہ معنی واقع اور حقیقت کو دیکھ کر بیان کیا ہو۔ اظہر مذہب یہ ہے کہ سفیدی آپ کے رنگ پر غالب تھی بالخصوص کپڑوں کے نیچے لیکن کچ کی طرح نہ تھا بلکہ روشن سرخی مائل تھا۔ کَأَنَّهٗ غُرْفَةُ اللُّؤْلُوءِ صفائی اور سفیدی میں۔

بیہقی میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آپ جوتا گانٹھتے اور میں کاتتی۔ اور میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کی جبین اقدس پر پسینہ ہے اور اس سے نور چمکتا ہے۔ تکفأ دائیں بائیں مائل ہونا (راستہ کے درمیان چلنے کی بجائے ایک طرف چلتے)۔

حیاء

امام بخاری و مسلم اور ابن ماجہ نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ اَشَدَّ حَيَاءٍ مِنَ الْعَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا

رسول پاک ﷺ اپنی ستر پوشی میں کنواری لڑکیوں سے زیادہ باحیاء تھے۔ (ص نمبر ۱۶۴)

یعنی ستر میں جو گھر کے اطراف میں بنائے جاتے ہیں کنواری لڑکیاں خلوت میں زیادہ باحیا ہوتی ہیں بنسبت جلوت و خارج کے اور آپ کا محل حیاء حدود کے علاوہ تھا اسی واسطے جس شخص نے اعتراف زنا کیا تھا اس سے فرمایا کہ اس سے نکاح کیا ہے؟ کنایہ سے بات نہ کر جیسا کہ احادیث میں بیان ہوا۔

لوگوں کے گناہوں پر آپ بہت صابر تھے

ابن سعد نے اسماعیل بن عیاض سے مرسل روایت کیا کہ آپ لوگوں کی بداعمالیوں پر سب سے زیادہ صابر تھے۔

اَقْذَارُ النَّاسِ لوگوں کے برے اعمال اور اقوال کیونکہ آپ کے قلب اقدس میں اتنا انشراح تھا جو کسی میں نہ تھا لہٰذا لوگوں کے بداعمال، برے اقوال اور سوء سیرت یہ تمام آپ کے وسعتِ قلب کے سامنے قطرہ کی سمندر سے نسبت کی حیثیت رکھتے ہیں۔

دندان مبارک

طبرانی اور بیہقی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا:

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَجَ الثَّنِيَّيْنِ اِذَا تَكَلَّمَ رُءِيَ كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ بَيْنَ ثَنَايَاهُ

’’ آپ کے دندان مبارک کھلے تھے جب کلام فرماتے تو دندان مبارک سے نور چمکتا نظر آتا‘‘۔

(ص نمبر ۱۶۴)

افلج۔ فلج دو دانتوں کے درمیان فراخی کو کہتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے اوپر والے دندان مبارک میں زیادہ فراخی تھی جو کہ ایک صفت جمیلہ ہے لیکن فراخی قلیل ہو کیونکہ فصاحت میں اتم ہے۔ ثنایا سامنے والے چار دانت دو اوپر والے اور دو نیچے والے ہیں۔

آپ نور ہیں

آپ کی ذات شریفہ ظاہر و باطن میں نور تھی بلکہ جس کو چاہتے نور عطا فرما دیتے جب ابو طفیل بن عمر ودوسی نے اپنی قوم کے لیے آیت معجزہ طلب کیا تو آپ نے دعا فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ لَهٗ۔ ترجمہ۔ اے اللہ اسے نور عطا فرما۔ تو اس کی جبین سے نور چمکنے لگا تو اس نے عرض کیا کہ مجھے خطرہ ہے کہ یہ مثلہ نہ ہو جائے تو اس کے عصا کی ایک طرف پھیر دیا تو وہ رات کی تاریکی میں چمکتا تھا اور اسے ذوالنور کہا جاتا۔

قتادہ بن نعمان کی چھڑی نور بن گئی۔ ایک دفعہ برسات کی تاریک رات میں حضرت قتادہ بن نعمان نے عشا کی نماز آپ کے پیچھے باجماعت ادا کی بعد میں آپ نے اس کو ایک چھڑی عطا کی اور فرمایا ’’ جا‘‘ یہ تیرے آگے اور پیچھے دس دس گز روشنی کرے گی اور جب گھر میں جائے گا تو ایک سیاہ چیز دیکھے گا تا کہ وہ گھر سے نکل جائے کہ وہ شیطان ہے آپ کے فرمان کے مطابق بالکل سچ ثابت ہوا۔ قتادہ بن ملحان کے چہرہ پر ہاتھ پھیرا تو آئینہ کی مانند اس سے اشیاء نظر آتی تھیں۔

لحیہ مبارک

طبرانی نے عداء بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ كَانَ ﷺ اَحْسَنَ السَّبَلَةِ۔ آپ کی ریش کے بال لمبے تھے السبلۃ لحیہ کے وہ سامنے بال جو سینہ پر لٹکے ہوتے ہیں، یعنی نچلی ٹھوڑی والے بال یا لبیں۔ شرح ریش کی شرح مقامات میں ہے۔ السبلۃ سامنے والی ڈاڑھی کو کہتے ہیں۔

خاتمِ نبوت۔ ترمذی میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ کی خاتم نبوت پشت پر اٹھا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ کی خاتم نبوت کبوتر کے انڈے کے مانند ابھرا ہوا

گوشت تھا۔ بضعۃ بفتح باء گوشت کا ٹکڑا۔ نا شِرَۃٌ۔ ابھرا ہوا اٹھا ہوا۔ اَلْغدَّۃ وہ گوشت جو چمڑے اور گوشت کے درمیان ہو۔ (گلٹی) اور حرکت دینے سے حرکت کرے۔ جیسا کہ مصباح میں ہے۔

قرطبی نے کہا احادیث متفق ہیں۔ کہ خاتم ایک ظاہر سرخ چیز جو بائیں شانہ کے قریب تھی۔ جب چھوٹی ہوتو کبوتر کے انڈے کی مانند اور جب پُر ہوتو مٹھی برابر۔

امام وحافظ سیوطی نے لکھا ہے کہ خاتم نبوت پشت پر دل کے بالکل مقابل تھی جہاں سے شیطان داخل ہوتا ہے، اور یہ آپ کے خصائص سے ہے۔

قد مبارک

بخاری ومسلم اور ترمذی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے۔

كَانَ عَلَيْهِ السَّلَام رَبْعَةًمِنَ الْقَوْمِ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَا ئِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ اَزْهَرَ اَللَّوْنِ لَيْسَ بِالْاَبْيَضِ لَاَمْهَقِ وَلَا بِالْاٰدَمِ وَلَيْسَ بِالْجَعْدِالْقَطَطِ بِالسَّبُطِ

"آپ قوم سے میانہ قد تھے طویل محض اور نہ کوتاہ قد، سفید گندمی رنگ نہ بالکل سفید اور نہ بالکل گندمی نہ موٹے اور نہ لٹکے ہوئے"۔

ربعۃ بفتح راء بکسر راء یعنی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مربوع (میانہ قد والے) تھے نہ بہت لمبے جو لوگوں سے الگ معلوم ہوں۔

حسن اسناد کے ساتھ مروی ہے کہ آپ میانہ قد طویل کے قریب تھے۔ اَزْهَرُ اللَّوْنِ۔ روشن رنگ۔

ابن حجر نے کہا کہ آپ سفید تھے جو کہ سرخی کی طرف مائل ہو دوسری روایت میں اس کی تصریح ہے جسے ترمذی نے اور حاکم نے روایت کیا۔

امام مناوی نے اَمْهَقُ کی تفسیر نہیں کی۔ غریری نے بیان کیا کہ الْاَبیض الامهق ای الکریہ الابیض۔

ناپسندیدہ سفید چونہ کی مانند۔ الآدم۔ بہت تیز گندمی رنگ۔ آپ کی سفیدی سرخی سے مخلوط تھی لیکن وہ سرخی صفا کے ساتھ ہوا سے ازہر کہا جاتا جیسے قرطبی نے ذکر کیا۔ عرب لوگ اس قسم کے رنگ والے کو اسمر بھی کہتے ہیں۔ سمرۃ سے مراد بھی وہ سفیدی جو سرخی کے ساتھ مخلوط ہو چنانچہ حضرت انس سے امام احمد اور بزاز نے روایت کیا۔ ابن حجر نے کہا ابن حبان نے اس روایت کو صحیح کہا کہ آپ اسمر (گندمی رنگ والے) تھے۔

بیہقی کی دلائل میں حضرت انس سے مروی ہے کہ آپ سفید تھے کہ جس میں سفیدی سمرہ کے ساتھ

مخلوط ہو۔

سندحسن کے ساتھ روایت احمد کے الفاظ ہیں اَسْمَرُ اِلَی الْبَيَاضِ۔ گندم گوں سفیدی کی طرف مائل ہو۔

اَلْجَعْدُ اَلْقَطَطُ۔ سخت سیدھے اور موٹے اَلسَبْطُ اِلَی الْمُسْتَرْسِلُ۔ لٹکے ہوئے۔

بازو مبارک

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیہقی نے روایت کیا:

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَبَحَ الذِّرَاعَيْنِ بَعِيْدٌ مَا بَيْنَ الْمَنْكَبَيْنِ اَهْدَبَ اشْفَارِ الْعَيْنَيْنِ۔ (ص نمبر ۱۶۵)۔

''آپ لمبی اور چوڑی کلائیوں والے کھلے شانوں والے، لمبی پلکوں والے تھے''۔

شَبَحَ الذِّرَاعَيْنِ۔ کلائی لمبی اور چوڑی۔ بَعِيْدٌ مَا بَيْنَ الْمَنْكَبَيْنِ۔ پشت کا اعلیٰ حصہ چوڑا۔ المنکب۔ بازو سرا اور کندھے کا مجموعہ ان کا بعید ہونا سینے کی کشادگی پر دال ہے۔ اور یہ علامت نجابت ہے۔

بال شریف

ترمذی اور ابن ماجہ نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا:

وَشَعْرُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُوْنَ الْجُمَّةِ وَفَوْقَ الْوَفْرَةِ۔ (ص ۱۶۶)

''آپ کے بال کانوں کی لو اور شانوں کے مابین تھے''۔

ترمذی اور ابن ماجہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ کے سفید بال تقریباً بیس تھے۔

اَلْجُمَّةِ۔ سر کے بال جو کانوں کی لو سے تجاوز کر جائیں شانوں تک پہنچیں یا نہ اسی طرح صحاح میں ہے۔ نہایہ میں ہے جو کندھوں سے نیچے تھے۔ الوفرۃ جو کانوں تک پہنچیں، یا لو سے تجاوز کر جائیں جیسا کہ قاموس میں ہے۔

ابو شامہ نے کہا کہ صحیح احادیث اس پر دال ہیں کہ بیشک آپ کے بال نصف کان تک تھے ایک روایت میں کانوں کی لو تک۔ دوسری روایت لو اور کندھوں کے درمیان تک ایک اور روایت شانوں کے قریب تک تھے۔ اور ایک روایت میں شانوں تک تھے لیکن اس سے زیادہ کی کوئی روایت ہم تک نہیں پہنچی۔ یہ اختلاف روایات اختلاف احوال کی بنا پر ہے پس یہ متعدد روایات حج وعمرہ کی ادائیگی کے بعد ہیں۔

یہ روایت کہ شانوں سے زیادہ لمبے کی کوئی روایت نہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں آپ کے بال

رک گئے جس طرح کہ ہر انسان کے بال ایک حد پر آ کر رک جاتے ہیں۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب اس حد پر پہنچے ہوں تو آپ نصف یا لو تک کٹوا دیتے ہوں لیکن حج و عمرہ کے علاوہ بال کٹوانے کی کوئی روایت نہیں ملتی۔

شائد یہ بھی ممکن ہے کہ سن چھ ہجری عمرہ حدیبیہ کے بعد یہ صفات ہوں کہ ایک عرصہ بال چھوڑے ہی نہیں جو کندھوں سے تجاوز کر جاتے کیونکہ سات ہجری میں عمرہ کی قضا دی اور آٹھ میں جعرانہ عمرہ کیا اور دس میں حج کے مناسک ادا کئے۔

امام بخاری نے حضرت انس سے روایت کیا:

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَخُمَ الرَّأْسِ وَالْيَدَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ۔(ص166)

''آپ ﷺ کا سر ہاتھ اور پاؤں عظیم تھے''۔

مسلم اور ترمذی نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا آپ کا منہ عظیم آنکھوں کی سفیدی میں سرخی اور ایڑیوں میں کم گوشت تھا۔

حضرت علی سے بیہقی نے روایت کیا۔ آپ کا سر مبارک عظیم اور ریش بڑی تھی۔

ضخم۔ کا معنی عظیم اور روایت میں ضَخُمُ الْهَامَةِ۔ بڑی کھوپڑی۔ الیدین۔ کلائیاں جس طرح دوسری روایت میں اس کی تصریح ہے۔ ضَلِيْعُ الْفَمِ اَىٖ عَظِيْمُهٗ۔ بڑا منہ یا کشادہ عرب اس کے ساتھ مدح کرتے۔ اَشْكَلُ الْعَيْنَيْنِ۔ آنکھوں کی سفیدی میں سرخی یہ محمود صفت ہے۔ مَنْهُوْسَ الْعَقْبِ۔ ایڑی کا قلیل گوشت۔ ضَخُمُ الْهَامَةَ۔ بڑی کھوپڑی سر کا بڑا ہونا عظمت پختگی اور وفور عقل پر دال ہے۔

رسول خدا ﷺ جلیل القدر تھے کہ چہرہ انور ایسے چمکتا کہ محسوس ہوتا کہ چودھویں رات کا چاند آپ کے رخ انور پر چمک رہا ہے بہت زیادہ طویل قد اور نہ بالکل پست و کوتاہ قد تھے۔ سر کی کھوپڑی عظیم بالوں میں کنگھی کرتے اگر آسانی سے مانگ نکل آتی تو نکال لیتے ورنہ ویسے ہی چھوڑ دیتے۔ سر کے بال کانوں کی لو سے تجاوز نہ کرتے روشن رنگ کشادہ پیشانی باریک اور غیر متصل ابرو غضب کی حالت میں جبیں کی رگ ابھر آتی۔ ناک لمبی اور اس کا سرا باریک ناک کی ہڈی اٹھی ہوئی بھاری ریش اور عظیم منہ تھا۔ دانت روشن باریک اور ان کے درمیان کچھ فاصلہ تھا۔ سینہ کے وسط میں بال ڈوری کی مانند تھے۔ صورت صفائی میں چاند کی مانند تھے حسین شکل سینہ اور شکم مساوی تھے۔ سینہ چوڑا دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ موٹی اور مضبوط ہڈیوں والے، روشن بدن والے، سینہ اور ناف بالوں سے

ملے ہوئے گویا کہ ایک خط ہے کلائیوں پر بال نہ تھے جبکہ کندھوں پر بال تھے سینہ بلند آپ کے ہاتھوں کے گھٹے طویل تھے۔فیاض وسخی پر مغز متوسط ہڈیوں والے، ہاتھ پاؤں کی انگلیاں موٹی اور طویل تھیں آپ کا پورا پاؤں زمین پر لگتا اور قدم نرم اور برابر تھے گویا کہ ان سے چشمہ ابل رہا ہے جب چلتے تو اس طرح پورا قدم اٹھاتے کہ کہ اس میں دائیں بائیں جھکاؤ نہ ہوتا اور چلتے ہوئے قدموں کا جھکاؤ آگے کو ہوتا اور سبک رفتار لمبے لمبے قدم رکھتے دائیں بائیں دیکھتے تو پورا رخ اس طرف پھیر لیتے آنکھ کے کونے سے نہ دیکھتے چلتے ہوئے نگاہ زمین پر رکھتے اور آپ کی نگاہ بہت دور تک جاتی اور آسمان کو بہت دور تک دیکھ لیتے۔اپنے اصحاب کو اپنے آگے چلنے کا حکم دیتے جو بھی آپ کو ملتا سلام میں آپ پہل کرتے۔

ترمذی نے شمائل اور طبرانی اور بیہقی نے اسے هندبن ابی هالة سے روایت کیا اس کی شرح میں امام مناوی رقمطراز ہیں۔

فَخْمًا۔سرداروں اور بلند پایہ لوگوں سے عظیم تر کہ کسی میں یہ ہمت نہیں کہ آپ کی تعظیم نہ کرے اگر چہ پہلے عدم تعظیم کا مصمم ارادہ کر چکا ہو۔لہٰذا یہ فخامت جسمانی نہیں ہے۔

بعض نے کہا فَخْماً کا معنی اپنے اصحاب کے نزدیک عظیم القدر اور جس نے آپ کو نہیں دیکھا اس کے نزدیک مُفَخَّماً یعنی عظیم ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اصحاب کرام آپ کی مجلس میں یوں بیٹھتے کہ ان کا کوئی بال اور کوئی جوڑ تک حرکت نہ کرتا چنانچہ کہا جاتا ہے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھتے ہیں تاریکی کا ڈر اور نہ اجلال کا خوف۔

يَتَلأْ لَؤُ۔کا معنی ہے روشن و درخشاں۔اَلْمُشَذَّبُ۔دراز اور طویل قد۔اَلْهَامَه۔سر ہے۔رَجُلُ الشَّعْرِ۔گویا کنگھی کی۔عقیقة شعر۔یعنی سر کے بالوں کو دو حصوں میں تقسیم کرتے۔نصف داہنی جانب اور نصف بائیں جانب ان کا عقیقہ نام رکھ کر نومولود بچہ کے بالوں سے تشبیہ دی اگر آسانی سے بال متفرق ہو جاتے تو کر لیتے ورنہ اسی طرح پیچھے کی جانب کر دیتے۔اَزْهَرُ اللَّوْنِ۔کا معنی سفید بال اور روشن رنگ کہ یہ تمام رنگوں سے زیادہ خوبصورت ہے۔اَزَجُّ الْحَوَاجِبِ ابرو جداء جدا اور گھرے بال۔سَوَابِغٌ۔کامل۔فِي غَيْرِ قَرْنٍ۔مجتمع نہ ہونا یعنی ابرو طویل تھے کہ عجلت نظر میں دونوں طرف سے ملے ہوئے معلوم ہوتے۔بلند بانسہ نتھنوں والی ناک تھی۔اَشَمُ شَمٌّ۔سے مشتق ہے ناک کے بانسہ کا بلند ہونا اور نتھنوں کا باریک ہونا۔كَثَةُ الْلِحْيَةِ۔ریش مبارک طویل تھی نہ چھوٹی اور ہلکی بلکہ کثیر بالوں والی یعنی ڈاڑھی گھنی تھی۔ضَلِيْعُ الْفَمِ۔یعنی منہ مبارک عظیم تھا۔الْأَشْنَبُ۔دندان مبارک سفید روشن تھے اور ثنایا کے مابین کچھ فاصلہ بھی تھا۔اَلْمُرَسَبَةُ۔سینہ سے ناف تک ڈوری کی

مانند تھے۔ الامیہ الصورت البادن۔ جسم مبارک فربہ۔ سَوَاءُ الْبَطَنِ وَالصَّدْرِ۔ دونوں برابر تھے کوئی باہر نکلا ہوا نہ تھا۔ الکرادیس۔ ہڈیوں کے سرے۔ اَنْوَرُ الْمُتَجَرِّدِ۔ روشن جسد والے۔ اَللُّبَةِ۔ گردن کی ذبح کرنے کی جگہ وہ سینہ سے اوپر حلق سے نیچے والی جگہ ہے۔ الزند۔ ہاتھ کا گھٹا۔ رَحْبُ الرَّاحَةِ۔ کشادہ ہاتھ والے اور زمخشری نے کہا کہ ہاتھ کی کشادگی سخاوت اور تنگی بخل کی علامت ہے۔ سَبْطُ الْقَصَبِ۔ آپ کی ساخت موزوں تھی کہ ہاتھ پیروں اور رانوں کی نل گدے والی تھیں کہ ان میں اونچ نیچ نہ تھی بلکہ بالکل موزوں گول اور چربی سے بھری ہوئی تھیں۔ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ۔ انگشت ہائے ہاتھ پاؤں موٹی اور لمبی تھیں نہ قصیر۔ یہ محمود صفت ہے جو کہ قوت پر دال ہے اور یہ بخاری شریف کی روایت معارض نہیں جس میں حضرت انس سے مروی ہے کہ میں آپ کے دست مبارک سے زیادہ نرم حریر و دیباج کو بھی نہ پایا اس لیے کہ نزاکت چمڑے اور غلظت ہڈیوں میں ہوتی ہے لہٰذا ملائمت جسم اور قوت جمع ہو سکتی ہیں۔

اسی لیے ابن ابطال نے کہا کہ آپ کے ہاتھ گوشت سے پر تھے باوجود ضخامت کے نہایت ملائم تھے۔ سَائِلُ الْاَطْرَافِ۔ انگشت ہائے طویل تھیں جیسا کہ نہایہ میں ہے۔ بیہقی وغیرہ نے کہا آپ کی انگلیاں طویل بغیر عقد اور غلظت کے تھیں اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے گویا کہ آپ کی انگلیاں چاند کی ڈلیاں ہیں۔ خَمْصَانُ الْاَخْمَصَيْنِ۔ یہ خمص سے مشتق ہے اس کا معنی ہے دور ہونا اخمص کا معنی ہے تلوے کا وہ حصہ جو چلتے ہوئے زمین کے ساتھ نہ لگے۔ (یعنی آپ کا قدم مبارک پورا زمین کے ساتھ لگتا تھا)۔ مَسِيحُ الْقَدَمَيْنِ۔ قدم مبارک مساوی و برابر تھے ان میں تکسر و تشقق (پھٹا ہوا ہونا) نہ تھا۔ يَنْبُوْ الْمَاءُ۔ یعنی پانی بہتا۔ اِذْ زَالَ زَالَ تَقَلُّعاً۔ یعنی جب چلتے تو دونوں قدم باری باری مکمل اٹھاتے جیسا قوت والے انسانوں کی عادت ہوتی ہے۔ چلتے ہوئے دائیں بائیں میلان نہ ہوتا یا آگے کی طرف جیسا کہ اگلے کلمات سے عیاں ہے کہ آپ اس انداز مشی فرماتے گویا کہ کسی بلندی سے نیچے اتر رہے ہیں۔ ذَرِيْعُ الْمَشْيَةِ۔ فراخ قدموں کے ساتھ تیز تیز چلنا۔ اِلْتَفَتَ جَمِيْعًا۔ اگر دائیں بائیں جانب دیکھنا ہوتا تو مکمل اس جانب پھر جاتے آنکھ کے کونے یا گردن پھیر کر نہ دیکھتے۔ ولجی نے کہا کہ یہ اس وقت تھا کہ جب آپ نے پیچھے کی جانب دیکھنے ہوتا۔ داہنی یا بائیں طرف دیکھنے کے لیے صرف گردن بھی پھیر لیتے۔ اطرف۔ معنی بصر آنکھ ہے اور چلتے ہوئے زمین پر نظر رکھتے بہت کم آسمان کی جانب نگاہ اٹھاتے کیونکہ آپ ہمیشہ مراقبہ میں رہتے اور مسلسل فکر میں مشغول رہتے۔ کیونکہ اوپر دیکھنے سے مراقبہ وفکر میں خلل واقع ہونے کا خطرہ رہتا ہے یہ اس وقت ہے

کہ جب آپ خاموش ہوتے اور گفتگو کے دوران اوپر بھی دیکھتے جیسا کہ ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ جب گفتگو فرماتے تو اکثر آسمان کی جانب نگاہ اٹھتی۔ لیکن حالتِ نماز میں کبھی ادھر ادھر یا اوپر نہ دیکھتے جب یہ آیت نازل ہوئی:

الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خٰشِعُوۡنَ (مومنون:2)

''اور جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں''۔

امام مناوی نے کہا میں نے حافظ مغلطائی کے خط کو دیکھا ابن ظفر نے ذکر کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ایک راہب کتاب لایا جو اسے اپنے آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملی تھی اور اسے اصحابِ مسیح علیہ السلام نے لکھا اس میں لکھا تھا:

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ قَضٰی فِیۡمَا قَضٰی وَسَطَرَ فِیۡمَاسَطَرَ اَنَّهٗ بَاعِثٌ فِی الۡاُمِّیِّیۡنَ رَسُوۡلًا لَا قَطٌّ وَلَا غَلِیۡظٌ وَلَا صَخَّابٌ فِی الۡاَسۡوَاقِ وَلَا یَجۡزِیۡ اَلسَّیِّئَةَ بِالسَّیِّئَةِ وَلٰکِنۡ یَغۡفِرُ وَیَصۡفَحُ اُمَّتَهٗ اَلۡحَمَّادُوۡنَ نَظۡرُهٗ اِلَی الۡاَرۡضِ اَحۡوَلُ مِنۡ نَظۡرِهٖ اِلَی السَّمَاءِ۔ (ص168)

''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے فیصلہ کیا جس میں فیصلہ اور لکھا جس میں لکھا بیشک وہ اَن پڑھوں میں ایسا رسول بھیجنے والا جو متفرق کرنے والے نہ سخت مزاج اور نہ بازاروں میں گھومنے والے ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں بلکہ معاف اور درگزر کرتے ہیں آپ کی امت بہت حمد کرنے والی ہے آپ کی نگاہ زمین کی طرف زیادہ رہتی بنسبت آسمان کے''۔

آپ چلتی نظر سے دیکھتے اور اپنے اصحاب کو اپنے آگے چلاتے اور خود ان کے پیچھے چلتے یہ بطور تواضع اور تعلیم امت کے لیے تھا کہ راہنما کو پیچھے چلنا چاہیے یا کہ ان کے حالات کی معاش میں ملاحظہ کرے اور اپنے بھائیوں کا مشاہدہ اور جو تربیت کا مستحق ہو اس کی تربیت کرے جو محتاج تکمیل ہو اس کی تکمیل جو مستحق عتاب ہو اس پر عتاب اور جو لائق ادب ہو اس کا ادب کرے یہ شان سربراہ کی اپنی رعیت کے ساتھ ہے یا اس لیے حضور اقدس ﷺ سب سے پیچھے چلتے کہ فرشتے وغیرہ آپ کے پسِ پشت چلتے۔

وَکَانَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَشٰی لَمۡ یَلۡتَفِتۡ

''رسول پاک ﷺ جب چلتے تو نہ رکتے یا دائیں بائیں متوجہ نہ ہوتے''۔

اسے حاکم نے حضرت جابر سے روایت کیا۔

امام مناوی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ لَمْ يَلْتَفِتْ اس لیے آپ مسلسل سفر کرتے۔ سستی و کاہلی اور توقف ترک کرتے اور جو دائیں بائیں متوجہ ہوتا تو اس کی رفتار میں کاہلی لازمی آجاتی ہے تاکہ آپ کا دل اپنے سے پیچھے والوں کی طرف مائل نہ ہو اور تاکہ اپنے اصحاب اور ان کے احوال سے مطلع نہ ہوں یہ رسول پاک ﷺ کی عظمت شان ہے۔

وَكَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَشٰى اَسْرَعَ حَتّٰى يُهَرْوِلُ الرَّجُلُ وَرَاءَهُ فَلَا يُدْرِكُهُ (رَوَاهُ اِبْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيْدِ بْنِ مُرْثَدٍ مُرْسَلًا)۔

''سرور کائنات ﷺ جب چلتے تو تیز رفتاری سے چلتے یہاں تک کہ آپ کے پیچھے چلنے والے شخص تکلف سے تیز چلنے کے باوجود آپ کو چھو نہیں سکتا تھا''۔

امام مناوی نے کہا زمخشری نے کہا یعنی سست رفتار سے ذرا تیز قرآن حکیم کے حکم کے مطابق:

وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ (لقمان:19)

''اور میانہ چال چل''۔

دو رفتاروں (کاہلی و سستی اور بہت زیادہ تیز رفتاری) کے درمیان یعنی سست رفتار والوں کی طرح آہستہ آہستہ اور نہ اچھل اچھل کر چلنے والوں کی طرح تیز رفتار چلتے۔

شمائل ترمذی میں ہے حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے زیادہ سبک رفتار کسی کو نہ دیکھا گویا کہ آپ کے لئے زمین لپیٹ دی گئی ہے ہم بڑی کوشش سے آپ کو پہنچتے جب کہ آپ بڑے اطمینان و وقار کے ساتھ چلتے تھے جتنا سفر دوسرے لوگ بسیار و کوشش سے طے کرتے ہیں اتنا آپ بغیر کوشش کے با آسانی طے کر لیتے۔

ابن عساکر نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ ایسی رفتار سے چلتے کہ اس میں عجلت ہوتی نہ کاہلی۔

امام مناوی رقمطراز ہیں کہ سبک رفتاری تھی اس کے باوجود آپ نہایت اطمینان سے چلتے اور تیز چلنے کی کوشش نہ کرتے۔

آپ کے کلام میں ترتیل تھی

ابوداؤد میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ کے مقدس کلام میں ترتیل یا ترسیل تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ کے کلام میں ترتیل یعنی ٹھہر ٹھہر کر اس طرح کلام فرماتے ہیں کہ اس کے حروف وسکنات واضح سمجھ میں آتے اس طرح کہ سامعین کلام کے حروف کو شمار کر سکتے تھے۔ یا ترسیل بعطف تفسیری ہے یا راوی کو شک لاحق ہوا کہ ترتیل فرمایا یا ترسیل۔

مسئلہ

اس سے ایک جماعت نے یہ اخذ کیا کہ ترتیل سے تھوڑی تلاوت زیادہ تلاوت سے فضیلت رکھتی ہے کیونکہ تلاوت سے مقصد فہم وتدبر ہے اور بعض علماء نے کہا زیادہ تلاوت کرنا اگر چہ اس میں ترتیل نہ ہو افضل ہے اس کا اخبار کثیرہ سے استدلال کیا۔

ابن قیم نے کہا کہ صواب یہ ہے کہ ترتیل سے قرات اور تدبر ارفع الشان ہے اور کثیرۃ قرات کا ثواب سب سے زیادہ ہے پہلے کی مثال اس نے ایک جوہر عظیم صدقہ کیا اور دوسرے کی مثال جیسا کہ اس نے دنانیر صدقہ کر دیا۔

آپ کو پسینہ بہت آتا

حضرت انس سے امام مسلم نے روایت کیا کہ رسول ﷺ بہت پسینہ والے تھے۔ (العرق) کا معنی ہے انسان کی جلد سے جو گرم ہونے پر قطرات ٹپکتے ہیں۔

حضرت ام سلیم آپ کے پسینہ کو جمع کرتیں اور بطور خوشبو استعمال کرتی کہ اس سے بہت مہک آتی تھی۔

آپ کا کلام صاف اور واضح ہوتا

ام المؤمنین حضرت عائشہ سے ابو داؤد نے روایت کیا کہ آپ کا کلام واضح اور فاصل ہوتا کہ ہر ایک سامع اسے سمجھ لیتا۔

فصلا کا معنی ہے کہ حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنے والا کہ کسی پر التباس نہ رہے بلکہ ہر سامع اسے سمجھ لے یہ کمال فصاحت اور ایضاحِ کلام پر قدرت کی دلیل ہے۔

اسی لیے حضرت عمر نے بطور استعجاب کہا کہ آپ ہم میں رہے کہیں باہر نہیں گئے۔ اس کے باوجود آپ ہم سب سے کہیں زیادہ فصیح و بلیغ ہیں تو آپ نے فرمایا کہ لغتِ اسماعیل علیہ السلام مٹ چکی تھی جبریل امین اسے میرے پاس لائے تو میں نے اسے محفوظ کر لیا۔

روایت میں آتا ہے کہ آپ اہل فارس کے ساتھ فارسی میں گفتگو فرماتے۔

زمخشری نے کہا مغالطہ ڈالنے والوں کو آپ نے لاجواب کر دیا کہ وہ مبہوت و مقہور ہو گئے اور تعجب

کرنے لگے۔

خالق کائنات نے عربی لسان کو سب سے زیادہ قوت عطا کی اور اس کا زبدہ رسول پاک ﷺ کو عطا کر دیا لہٰذا عرب و عجم میں سے کوئی خطیب آپ کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ مسجع عبارت پیش کرنے والا آپ کے سامنے خاموش ہو گیا آپ کا کلام لوگوں کے کلام میں وہی حیثیت رکھتا جو گھوڑے کے رنگ میں اس کی پیشانی پر سفید بالوں کی ہے۔

ابن قیم نے کہا کہ آپ فصیح الخلق شیریں کلام اس کی ادائیگی میں سریع گویائی میں صاحب حلاوت تھے کہ آپ کا کلام دلوں کو گرفتار روحوں کو قیدی بنا لیتا جس کی شہادت اعداء نے بھی دی آپ کے موجز و معجز کلام پر کثیر تصانیف تالیف کی گئیں۔

آپ کا رخ انور مستدیر اور روشن تھا

امام مسلم نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ کا رخ انور آفتاب و ماہتاب کی طرح روشن اور مستدیر تھا۔

روشنی میں آفتاب حسن وملاحت میں ماہتاب کی مانند تھا کیونکہ سورج کو پوری طرح دیکھا نہیں جا سکتا۔

آپ کذب کو بہت قبیح خیال کرتے

بیہقی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ آپ اخلاق میں سے کذب و جھوٹ کو سب سے برا سمجھتے۔

سب سے قبیح خلق جھوٹ اس لیے ہے کہ اس میں کثرتِ ضرر اور اس پر مفاسد و فتن بکثرت مترتب ہوتے ہیں اور آپ رضا و ناراضگی میں حق کے سوا کچھ نہ فرماتے اسی لیے آپ اپنے اصحاب اور اہل بیت کو جھوٹ پر بہت زجر فرماتے کیونکہ اس پر ایسے امور مرتب ہوتے ہیں جس سے لوگوں کو نقصان وضرور ہوتا ہے۔

بعض حکماء کہتے ہیں کہ جب سفیر نے جھوٹ بولا تو اس کی تدبیر ختم ہو گئی۔

جب مال آتا تو آپ اسے فوراً تقسیم کر دیتے

بیہقی اور خطیب نے حسن بن محمد بن علی سے مرسلاً روایت کیا کہ رسول پاک ﷺ کے پاس جب مال آتا تو رات اور قیلولہ سے قبل تقسیم کر دیتے۔

اگر مال دن کے آخری حصہ میں آتا تو رات سے قبل تقسیم کر دیتے اور اگر صبح کے وقت آتا تو دوپہر سے قبل مستحقین میں تقسیم کر دیتے رات یا دوپہر تک نہ روکے رکھتے بریں بناء کہ احسان صدقہ میں جلدی

کرنے سے شرحِ صدر، پاکیزگی نفسی اور منعم قلب ہوتا کیونکہ صدقہ اور انفاق کو شرح صدر میں تاثیر عجیب ہے۔

جب کوئی خوش کن بات سنتے تو سجدۂ شکر ادا کرتے

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی مسرت کی بات سنتے تو سجدہ شکر ادا کرتے۔

سجدۂ شکر مستحب ہے

اسی لیے مستحب ہے کہ جب کسی نعمت کا حصول یا کسی مصیبت کا دفاع ہو تو بارگاہ الٰہی میں سجدۂ شکر ادا کرے کہ بندہ کے لیے انتہائی تواضع سجدہ ہے کہ اپنے مکارم رخ کو زمین پر رکھتا ہے اور اپنے جوارح کو جھکا دیتا ہے بندہ کے لائق ومناسب ہے کہ جتنا اسے قربِ الٰہی نصیب ہوگا اتنی ہی تذلل میں لذت وراحت بڑھے گی اس میں جلب وربط نعمت ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ۔(۱)

''اور یاد کرو اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا''۔

رسول پاک ﷺ مخلوق میں سب سے زیادہ انعاماتِ الٰہیہ کے شاکر ہیں کہ آپ کا یقین محکم ہے لہٰذا آپ سب سے زیادہ سجدہ ریز ہوتے۔

اس میں امام شافعی کے لیے حجت ہے کہ حصول سرور یا دفع ضرر پر سجدۂ شکر مستحب ہے۔

آپ کی آواز دوران خطبہ بلند ہو جاتی

ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب رسول اکرم ﷺ خطبہ دیتے تو آپ کی چشمان سرخ اور آواز بلند اور غضب سخت ہو جاتا گویا کہ آپ لشکر کو ڈرانے والے ہیں۔

امام نووی نے کہا کہ سخت غضب کی وجہ آپ کا کسی امر عظیم سے ڈرانا تھا (آخرہ)۔

یہ ابن ماجہ وغیرہا کی حدیث کا ایک قطعہ وحصہ ہے آپ نے فرمایا میں اور قیامت اس طرح ہیں جیسی یہ دو انگشت ہیں اور انگشت سبابہ اور وسطی کو ملایا پھر فرماتے امابعد! بے شک بہتر امور اللہ کی کتاب اور بہتر ہدی محمد کریم ﷺ کی ہدایت ہے سب سے برے اُمور محدثات ہیں اور ہر بدعت (سیئہ) گمراہی ہے۔ مسلم کی روایت میں خیر الحدیث کتاب اللہ۔ (بہتر حدیث اللہ کی کتاب ہے)۔

ابن قیم نے کہا رسول اکرم ﷺ زمین، منبر اور اونٹ پر خطبہ ارشاد فرماتے اور ہر خطبہ اللہ کی حمد وثناء سے شروع کرتے قول کثیر میں ہے کہ خطبۂ استسقاء استغفار سے شروع کرتے اور اکثر وبیشتر

قرآن کریم سے خطبہ ارشاد فرماتے اور ہر وقت حسب موقعہ وضرورت خطبہ دیتے اور جب آپ گھر سے نکلتے تو آپ کے ہاتھ میں عصا نہ ہوتا۔ ایمرا یجنسی خطبہ، خطبہ راتبہ سے طویل ہوتا۔

آپ کی ازواجِ مطہرات کے ساتھ میانہ روی سے پیش آتے

ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ جب آپ اپنی ازواج کے پاس تشریف لاتے تو سب سے زیادہ نرم مزاج اور سب سے زیادہ متبسم اور خوش ہوتے۔

یہاں تک کہ ایک بار حضرت عائشہ کے ساتھ دوڑے تو حضرت عائشہ سبقت لے گئیں جیسا کہ ترمذی نے روایت کیا۔

ابن قیم نے کہا کہ آپ کی ان کے ساتھ عنایات اور شفقتوں میں سے ہے کہ جب رات کو ان کے پاس تشریف لے جاتے تو اس انداز سے سلام کہتے کہ بیدار شخص سن لے اور سویا ہوا بیدار نہ ہو اس کو مسلم نے روایت کیا۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ کی سہیلیوں کا خیال فرماتے

امام مسلم نے حضرت عائشہ سے روایت کیا کہ جب آپ بکری ذبح کرتے تو فرماتے کہ اس سے خدیجہ کی سہیلیوں کو پہنچاؤ۔

اس حدیث سے عہد کا لحاظ، حسنِ محبت اور دوست واقرباء اگرچہ فوت شدہ ہوں ان کا احترام ثابت ہوتا ہے۔

بوقت تبسم آپ کا چہرہ چاند کی مانند چمکتا

امام بخاری ومسلم نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سرور کائنات ﷺ مسرور ہوتے تو آپ کا رخ انور چاند کی مانند چمک اٹھتا۔

امام مناوی اس کی شرح میں رقمطراز ہیں کہ یہ تمثیل شعراءُ کی عادت کے مطابق ہے ورنہ کوئی چیز آپ کے حسن کے مساوی نہیں ہوسکتی۔

طبرانی میں جبیر بن معطم سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ میری طرف ایسے رُخِ انور کے ساتھ متوجہ ہوئے جو چاند کا ٹکڑا تھا یہ متوجہ ہوتے وقت کی صفت پر محمول ہے۔

بزار کی روایت میں ہے گویا کہ چاند کا حلقہ ہے۔

مدینہ منورہ کے بچے نماز فجر کے بعد حصول تبرک کے لیے پانی لاتے

امام احمد ومسلم نے حضرت انس سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ جب نماز فجر سے فارغ ہوتے

تو آپ کے پاس مدینہ منورہ کے بچے پانی کا برتن اٹھائے ہوئے آتے تو آپ ان برتنوں میں اپنا ہاتھ ڈال دیتے۔ نماز غد سے مراد فجر ہے اور پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنا برکت کے لیے ہے اس میں لوگوں کے ساتھ نیکی اور احسان ہے۔ اور آپ کا لوگوں کے ساتھ قرب ہے تا کہ ہر حق والے کو اس کا حق ملے اور جاہل کو علم ہو جائے اور تا کہ آپ کے افعال کی اقتداء کرے۔ اسی طرح آپ کے بعد ائمہ کرام کو کرنا چاہئے۔

ابن عساکر نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اکرم ﷺ نماز فجر پڑھانے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے کیا تم میں کوئی مریض ہے کہ اس کی میں عیادت کروں اگر صحابہ کرام کہتے نہیں تو فرماتے کوئی جنازہ ہو تو اس کے ساتھ چلیں اگر اصحاب کہتے نہیں تو فرماتے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہو تو وہ بیان کرے۔

مناوی رقمطراز ہیں یَقُصُّهَا ہم سے ذکر کرے تا ہم اس کی تعبیر بیان کریں۔

حکیم ترمذی نے کہا احلام ورویا (خواب) حضور اکرم ﷺ کے نزدیک عظیم الشان ہے اسی لیے روزانہ اصحاب سے دریافت فرماتے کہ یہ غیب سے ملکوت کی اخبار ہیں اور اس میں لوگوں کے لیے بشارت، انذار اور اعتاب وغیرہ سے امر دین میں نفع ہے۔

قرطبی نے کہا آپ ﷺ اصلاح وصدق کے لیے دریافت فرماتے اور معلوم ہو جائے کہ ان کے رویا صحیح ہیں ان سے کثیر مغیبات کی اطلاع ہو جاتی ہے اور اصحاب کے لیے رویا کے ساتھ اعتنا اور ان کے فوائد کے لیے شوق بڑھانا مسنون ہے نیز کیفیت تعبیر کی تعلیم دیتے۔

ابن حجر نے کہا کہ صبح نماز فجر کے بعد رویا بیان کرنا مسنون ہے جیسا کہ اس حدیث سے مستفاد ہو رہا ہے۔

طبرانی اور بیہقی نے دلائل میں ذکر کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو ارشاد فرماتے کہ آپ میں سے کسی نے کوئی خوب دیکھا ہے جب کوئی شخص کہہ دیتا کہ میں نے دیکھا ہے تو فرماتے کہ تو بھلائی پائے اور شر سے محفوظ رہے۔ بھلائی ہمارے لیے اور شر اعداء کے لیے اور سب تعریفیں اللہ کے واسطے، اپنا خواب بیان کر۔ (الحدیث)

اگر کوئی شخص تین دن تک نظر نہ آتا تو اس کے متعلق دریافت فرماتے

ابو یعلیٰ نے حضرت انس سے روایت کیا کہ سرور کائنات ﷺ کی عادت کریمہ تھی کہ اگر کوئی شخص تین دن تک غائب رہتا تو اس کے متعلق دریافت فرماتے کہ وہ کہاں ہے اور کیوں نہیں آیا اگر غائب ہوتا تو اس کے لیے دعا کرتے اگر موجود ہوتا تو اس سے ملتے، اگر مریض ہوتا تو اس کی عیادت فرماتے۔

امام مناوی اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ امام کے لیے ضروری ہے کہ اپنی رعیت کا خیال رکھے ان کی شان کی اصلاح اور ان کے امور کی تدبیر کرے۔ اسی سے ماخوذ ہے کہ استاد کے لیے مناسب ہے کہ بعض طلباء عادت اور چھٹی سے زیادہ غائب رہیں تو ان کے متعلق دریافت کرے اگر ان کے احوال معلوم نہ ہو سکیں تو کسی کو بھیج کر یا بذات خود اس کے گھر جائے یہ افضل ہے اگر مریض ہو تو اس کی عیادت کرے۔ اگر کسی غم میں مبتلا ہے تو اس کو خفیف کرے یا کسی ایسے امر میں مبتلا ہے جس میں مدد کی ضرورت ہے تو اس کی اعانت کرے۔ یا مسافر ہے اپنے اہل خانہ سے دور ہے تو اس کے اہل کی ضروریات معلوم کر کے حسب استطاعت پورا کرنے کی کوشش کرے ورنہ ان سے محبت کرے اور ان کے حق میں دعا کرے۔

جندب بن کلیث سے امام بغوی نے روایت کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی وفد آتا تو آپ اچھا لباس پہنتے اور اپنے اصحاب کو بھی اس کا حکم دیتے۔

امام مناوی اس کی شرح میں رقمطراز ہیں۔ الوفد وفد کی جمع ہے جب کوئی شہنشاہ کی طرف نکلتا تو کہا جاتا ہے وَفَدَ اچھا لباس پہننے کی وجہ سے دشمنِ اسلام کے سامنے عظمت کا اظہار ہے اور اسے سرنگوں کرنا مقصود ہے یہ اعلاء کلمۃ اللہ، نصرتِ دین اور غیظ اعداء کو متضمن ہے۔ یہ حدیث دوسری جز۔ "اَلْبَذَادَةُ مِنَ الْاِیْمَانِ" (سادگی ایمان سے ہے) کے متناقض نہیں کہ فخر یہ تجمل ممنوع ہے اور یہ اس قبیل سے نہیں۔

سفر سے واپسی پر اہل بیت کے بچوں سے پہلے ملتے

مسند امام احمد و مسلم اور ابوداؤد میں عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے سرور کائنات ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو پہلے اہل بیت کے بچوں سے ملاقات فرماتے۔

پوری حدیث جو امام احمد اور مسلم نے حضرت عبداللہ بن جعفر سے مروی ہے کہ ایک بار فخر موجودات ﷺ سفر سے واپس تشریف لائے تو میں سب سے پہلے آپ کے آگے ہوا تو آپ نے اپنے ہاتھوں پر مجھے اٹھا لیا پھر امام حسین و حسن ابنانِ فاطمۃ الزہریٰ لائے گئے تو ان کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھا لیا اس طرح ہم تین میل سے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

طبرانی کی روایت جس کے ثقہ راوی ہیں کہ آپ سفر سے واپسی پر فاطمہ سلام اللہ علیہا سے ملتے۔

حضرت انس سے طبرانی نے اوسط میں روایت کیا کہ رسول کرم ﷺ جب کوئی چیز ناپسند فرماتے تو اس کا اظہار آپ کے رخ انور سے ہوتا۔

اس لیے کہ آپ کا رخ انور آفتاب و مہتاب کی مانند تھا جب کسی چیز کو ناپسند کرتے تو کساوت کا سایہ ہو جاتا جیسے آفتاب و مہتاب پر بادل آجائیں یہ آپ نہایت حیاء کی بنا پر صراحت نہ کرتے اور چہرہ اقدس سے اظہار کرتے جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ آپ ایک کنواری باحیاء لڑکی سے بھی زیادہ باحیاء تھے جب کسی شے سے کراہت فرماتے تو اسے ہم آپ کے چہرہ مقدس سے معلوم کر لیتے۔

حضرت انس سے ابن سعد نے روایت کیا کہ جب آپ کے اصحاب میں سے کوئی آپ سے ملتا اور آپ کا دستِ مبارک پکڑ لیتا تو آپ اس سے اپنا دست نہ چھڑاتے یہاں تک کہ وہ خود نہ چھوڑ دیتا۔ اگر کوئی کان پکڑتا اسے بھی نہ چھوڑاتے جب تک کہ وہ خود نہ چھوڑ دے۔

ابوداؤد نے اس کا بعض حصہ ذکر کیا ابن مبارک نے حضرت انس سے ایک روایت میں کچھ اضافہ ذکر کیا کہ آپ رخ انور کو نہ پھیرتے جب تک وہ نہ پھیرتا۔

مناوی رقمطراز ہیں کان پکڑنے سے متبادر معنی یہ ہے کہ اگر کوئی خفیہ بات کرنے کے لیے منہ آپ کے کان کے قریب کرنا چاہتا تو آپ اپنا کان اس کے قریب کر دیتے اور اپنا کان اس کے منہ سے دور نہ کرتے جب تک کہ وہ اپنا منہ دور نہ کرتا۔ یہ حسن اخلاق اور کمال اخلاق پر دال ہے کہ کیوں نہ ایسے ہوتے کہ آپ متواضعین کے سردار ہیں۔ لہٰذا خلق کو آپ کے حسن اخلاق پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔

آپ آنے والے صحابی سے مصافحہ کرتے

نسائی میں حضرت خذیفہ سے مروی ہے کہ جب کوئی صحابی آپ کے پاس آتا کو اس سے مسح کرتے اور اس کے لیے دعا فرماتے۔

امام مناوی اس کی شرح میں رقمطراز ہیں کہ مسح سے مراد ہاتھ سے ہاتھ ملانا یعنی مصافحہ کرنا ہے۔

امام مالک کے نزدیک معانقہ مکروہ ہے

اس سے امام مالک نے استدلال کیا ہے کہ آنے والے سے معانقہ کرنا اور تقبیل ید (ہاتھ چومنے) مکروہ ہیں جب اس کے خلاف استدلال پیش کیا گیا کہ جب جعفر طیار رضی اللہ عنہ حبشہ سے تشریف لائے تو آپ نے ان سے معانقہ کیا اس کے جواب میں امام مالک نے فرمایا یہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے۔

سفیان نے جواب دیا کہ کوئی وجہ تخصیص معلوم نہیں۔ اسی طرح قاضی عیاض کی تالیف کتاب مطامح الافہام میں مذکور ہے۔

آپ بچوں اوراپنی عیال کے ساتھ نہایت رحیم تھے

ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اکرم ﷺ بچوں اوراپنی عیال کے ساتھ نہایت درجہ رحیم وشفیق تھے۔

امام نووی نے کہا کہ العیال کا لفظ مشہور ہے عباد(بندوں) کا لفظ بھی مروی ہے دونوں صحیح اور واقع ہیں عیال سے مراد اہل بیت اور جس کی معونت انسان کے ذمہ ہے۔

زین عراقی نے کہا ہم نے فوائد ابی وحداح میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ' سے روایت کیا کہ رسول اکرم ﷺ بندوں پر بہت مہربان تھے اور عیال پر رحیم تھے۔

طیالسی نے اسے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور امام سیوطی نے اس کی صحت کی طرف اشارہ کیا یعنی آپ رقیق القلب، فضل واحسان کرنے والے اور مہربان تھے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ رحیم ورفیق تھے یہ لفظ عمران بن حصین سے مروی ہے کہ ثقیف بن عقیل کے حلیف تھے۔ ثقیف نے صحابہ سے دو شخص قید کر لیے اصحاب نے بنی عقیل کا ایک شخص قیدی بنالیا آ سے رسول کریم ﷺ کی اونٹنی پر باندھ کر حضور اقدس کی خدمت میں لائے تو اس نے کہا اے محمد (ﷺ) آپ نے مجھے کس وجہ سے گرفتار کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تیرے حلیف ثقیف کے جرم کے عوض، جب آپ واپس ہوئے تو کہنے لگا یا محمداہ (ﷺ) رسول اللہ ﷺ رحیم ورفیق تھے آپ نے مڑ کر فرمایا تیرا کیسا حال ہے؟ اس نے کہا میں مسلمان ہوں آپ نے فرمایا اگر تو یہ کہہ دیتا کہ آپ اپنے امر کے مالک ہیں تو یقیناً مکمل فلاح پالیتا۔

صحیحین میں مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول خدا ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو بیس رات تک آپ کے پاس مقیم رہے اور آپ بہت رحیم وشفیق تھے جب آپ نے محسوس فرمایا کہ ہم اپنی اہل وعیال کے مشتاق ہیں۔ تو فرمایا اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ تم سے ایک اذان دے اور تم سے بڑا امامت کرائے۔

آپ ایفائے عہد کرتے۔ امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اکرم ﷺ رحیم تھے اگر آپ کسی سے عہد لیتے تو اسے پورا کرتے۔

یعنی آپ اعداء تک رحیم تھے جب فتح مکہ کے موقعہ پر قریش آپ کے پاس لائے گئے وہ اس وقت مسجد حرام میں بیٹھے تھے اور آپ کے اصحاب آپ کے حکم کے منتظر تھے کہ کس کس کو قتل کیا جائے۔ تو آپ نے قریش سے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کس قسم کا سلوک کرنے والا

ہوں؟ تو انہوں نے جواب دیا، خیر و بھلائی کا گمان رکھتے ہیں۔ کہ آپ کریم بھائی اور کریم باپ کے بیٹے ہیں تو آپ نے فرمایا آج میں وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ (یوسف:92)

"آج تم پر کچھ ملامت نہیں"۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ فلکِ سیدنا محمد ﷺ سے کوئی فلک وسیع نہیں کہ آپ کے حسنِ اخلاق و معارف، محبت و مودت اور افق کا احاطہ کر سکے۔

وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝ (احزاب)

"آپ مومنوں پر مہربان تھے"۔

اور امور الٰہیہ کے متعلق آپ سے بڑھ کر کوئی سخت بھی نہ تھا قرآن مجید میں ہے:

جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ (تحریم:9)

"کافروں اور منافقوں پر جہاد کرو"۔

قَوْلُهٗ وَعْدُهٗ اَلْجَزْلَ۔ یعنی اگر آپ کے پاس ہوتا ورنہ قرض لینے کا حکم دیتے۔

ترمذی شریف میں ہے کہ ایک شخص آیا اور کچھ عطا کرنے کا سوال کیا تو فرمایا میرے پاس اب تو کچھ نہیں البتہ کچھ دیر انتظار کرو اگر کچھ آ گیا تو تجھے دے دیا جائے گا۔ تو حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو تکلیف و پریشانی تو نہیں دی تو آپ کو یہ بات ناگوار ہوئی۔ ایک انصاری نے عرض کیا آپ خرچ کرتے رہیے اللہ تعالیٰ سے افلاس کا خوف نہ رکھیے۔ آپ نے خوشی سے تبسم فرمایا اور چہرۂ انور سے خوشی کے آثار نمایاں ہوئے اور فرمایا مجھے یہی حکم ہوا ہے۔

حضرت انس سے حاکم نے روایت کیا کہ جب بھی آپ سے کچھ مانگا گیا تو آپ نے عطا کیا ورنہ خاموش رہے۔

یعنی اگر پاس ہوتا تو عطا کر دیتے ورنہ خاموش رہتے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص سے کچھ مانگا جائے اگر اس کے پاس ہو تو دے ورنہ خاموش رہے۔ یہ مسنون طریقہ ہے تاکہ انکار سے سائل شرمندہ نہ ہو البتہ اگر کسی کو خاموشی سے سمجھ نہ آئے تو پھر تصریح کر دینا چاہیے۔

طبرانی میں حضرت طلحہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جب بھی سوال کیا تو آپ نے اسے ضرور پورا فرمایا۔

مناوی اس کی تشریح میں رقمطراز ہیں آپ سے کسی قسم کا سوال کیا گیا خواہ متاعِ دنیا کا ہی کیوں نہ ہو تو

آپ نے جودتِ سخاوت کی بنا پر ضرور دیا اگر آپ کے پاس وہ نہیں تھا تو آپ نے وعدہ دیا یا خاموشی اختیار کی اس کے ہم معنیٰ صحیحین میں حدیث ہے کہ آپ نے کسی سائل کے جواب میں لا (نہیں) فرمایا۔

آپ نے کبھی لا نہیں کہا

ابن سعد نے محمد بن علی سے مرسلاً روایت کیا آپ نے کبھی ''نہیں'' نہیں کہا۔ اگر پاس ہوتا تو دے دیتے ورنہ خاموش یا وعدہ فرما لیتے۔

امام احمد نے ابی اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے کبھی سائل کو منع نہیں کیا۔ یعنی آپ کی عطا ایسی تھی کہ کبھی آپ نے فقر سے خوف نہ کیا۔

ابن قیم نے کہا کہ عطا کرنے سے آپ سائل سے زیادہ خوش ہوتے۔

کئی رات تک آپ رات کو کچھ نہ کھاتے

امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مسلسل کئی رات تک آپ اور آپ کے اہل خانہ بھوکے رہتے کھانے کے لیے کچھ نہ ہوتا تھا اور اکثر آپ جو کی روٹی تناول فرماتے تھے۔

طاویا کا معنیٰ خالی پیٹ بھوکا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی عادت دنیا سے قلیل اشیاء استعمال کرنے اور بھوک پر صبر کرنے کی تھی۔

ترمذی میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آلِ محمد ﷺ نے مسلسل دو رات خمیر کی روٹی سیر ہو کر نہ کھائی یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

بخاری و مسلم میں ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو اس وقت میرے پاس چند سیر جو کے سوا آپ کے کھانے کے لیے کچھ نہ تھا۔

آپ کا دروازہ بالکل آہستہ کھٹکھٹایا جاتا

حاکم نے کنی میں حضرت انس سے روایت کیا کہ حضور اکرم ﷺ کا دروازہ آہستہ سے دستک دیا جاتا یعنی انگلیوں کے پوروں سے دستک دی جاتی تاکہ آواز زیادہ بلند نہ ہو اور احترامِ رسول ﷺ میں فرق نہ آئے۔

زمخشری نے کہا کہ اس حدیث سے عقلا کے لیے ثمرات اور محاسنِ اداب ہیں یہ تقریر مناسب اور لائق ہے۔

سہیل کا قول ناخنوں سے دروازے کو دستک دینے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے دروازے کا حلقہ نہ تھا۔

ابن حجر نے اس کا رد کیا ہے کہ تعظیم وتوقیر مصطفیٰ علیہ السلام کے سبب یوں کرتے تھے۔
ابن عربی نے کہا کہ بخاری شریف میں حضرت جابر کے قصہ میں دروازے کو دستک دینے کی مشروعیت موجود ہے۔
لیکن بعض صوفیا نے کہا فقیر کے دروازے کو زور سے دستک دینے سے احتراز کرو یہ تلوار سے اسے مارنے کے مترادف ہے کہ ان کے دل جناب الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں۔
بعض نے کہا فقیر کے دروازے نہ کھٹکھٹا کہ بسا اوقات وہ حالتِ قہر میں ہوتا ہے تو اس وقت لوگوں کی ملاقات سے مطلقاً منع کرتا ہے۔

آپ کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل بیدار رہتا تھا

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ۔

''نبی اکرم ﷺ کی آنکھیں سوتی اور دل بیدار رہتا تھا اسے حاکم نے حضرت انس سے روایت کیا''۔
یعنی آپ کا قلبِ اطہر بیدار رہتا تا کہ حالت نوم میں جو وحی ہو اسے محفوظ کر لے کیونکہ انبیاء علیہ السلام کے رویاء وحی ہیں۔
سوال: وادی میں آپ پر نیند غالب ہوئی اور نمازِ فجر قضا ہوگئی۔؟
جواب: قلب ان محسوسات کا ادراک کرتا ہے جس کا اس کے ساتھ تعلق ہے مثلاً حدت اور تکلیف وغیرہ نہ جن کا تعلق آنکھ سے ہو نیز آپ کا قلبِ اطہر اس وقت وحی میں مستغرق تھا۔

آپ کا خلق قرآن تھا

امام احمد، مسلم اور ابوداؤد نے حضرت عائشہ سے روایت کیا کہ آپ ﷺ کا خلق قرآن تھا۔ الخلق خاٗ کی ضمہ کے ساتھ امام راغب نے فتحہ کے ساتھ دونوں کا معنی ایک ہے لیکن مفتوح الٰہیات اور صور مبصرات کے ساتھ مخصوص اور مضموم سجایا اور ان قویٰ کے ساتھ مخصوص ہے جو بصیرت سے تعلق رکھتی ہیں۔ القرآن یعنی اوامر، نواہی، وعد اور وعیدات جن پر قرآن کریم مشتمل ہے۔
قاضی عیاض نے کہا ماحصل قرآن کا مجموعہ یعنی جس کو قرآن کریم نے مستحسن کہا اس کی تعریف اور جس کی طرف بلایا اس کو آپنایا جس کو مکروہ قبیح اور ممنوع کہا اسے ترک کر دیا تو قرآن کریم آپ کے خلق کا بیان ہے۔ (الی آخرہ)۔
دیباج میں کہا اس کا معنی ہے کہ اس پر عمل کرنا اس کی حدود پر مطلع ہونا۔ اس کے آداب سے

متادب ہونا امثال، قصص، عبرت حاصل کرنا اور حسن تلاوت۔

امام سہروردی نے عوارف میں کہا کہ اس میں باریک رمز اور خفی اشارہ اخلاق ربانیہ کی طرف۔ تو راوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت الٰہیہ کا احترام کرتے متخلق باخلاق اللہ نہیں کہا اور حضرت سبحانہٗ تعالیٰ کے سجات کا احترام کرتے ہوئے آپ کے اخلاق کو قرآن کہہ دیا اس سے راویہ کا وقور عقل اور کمالِ ادب بھی معلوم ہورہا ہے۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے خلق کے کمالات غیر متناہی ہیں اور ان جزئیات کا انحصار بشر کی طاقت سے ماورئی ہے۔

پھر آپ کو تمام کمالاتِ اخلاق اکتساب وریاضت سے حاصل نہیں ہوئے انعام الٰہی اور مدد ربانی سے اصل خلقت میں رکھے گئے جس کے انوار آپ کے قلب اطہر میں روشن ہوئے یہاں تک نہائت وغایت درجہ پر پہنچ گئے۔

آپ سخت گیر تھے

ابن سعد نے محمد بن علی سے مرسلاً روایت کیا کہ:

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَدِيْدَ الْبَطْشِ۔ (ص176)

''رسول اللہ ﷺ سخت گرفت والے تھے''۔

یعنی رسول پاک ﷺ میں گرفت و جماع کے اعتبار سے چالیس مردوں کی قوت تھی جیسا کہ طبرانی میں ابن عمرو اور مسلم شریف میں حضرت براء سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ بخدا میدان جہاد میں جب دشمن کا ہم پر ہجوم اور بظاہر غلبہ ہوتا تو ہم آپ کے توسل سے بچتے اور جو آپ کے ساتھ ثابت قدم رہتا وہ ہم سے سب سے زیادہ شجاع ہوتا۔

ابو شیخ کی روایت میں عمران سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا جس دشمن سے بھی سامنا ہوا تو پہلے آپ کی طرف وار ہوتا۔

ابو الشیخ نے حضرت علی مشکل کشا سے روایت کیا کہ رسولِ کائنات ﷺ اگرچہ سب سے زیادہ سخت گیر تھے اس کے باوجود سخت گیری آپ کی رحمت سے خالی نہ ہوتی کیونکہ آپ متخلق باخلاق تھے۔

خالق کائنات کی کوئی وعید ایسی نہیں کہ جس میں رحمت وشفقت نہ ہو اسی لیے حضرت بایزید بسطامی نے سنا کہ ایک شخص یہ آیت پڑھ رہا ہے:

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿۱۲﴾ (بروج:12)

''بیشک تیرے رب کی گرفت بہت سخت ہے''۔

تو فرمایا میری گرفت اس سے سخت ہے کیونکہ مخلوق کی گرفت میں رحمت ونرمی نہیں ہوتی جس کی وجہ ہے کہ مخلوق تنگ مزاج ہوتی ہے اللہ تعالیٰ جل وعلا کی گرفت اگر چہ سخت سے سخت تر ہے لیکن پھر بھی اس میں رحمت وشفقت ضرور ہوتی ہے اور رسول اللہ ﷺ چونکہ تمام مخلوق سے کہیں زیادہ رحیم وکریم ہیں لہٰذا آپ کی سخت گیری بھی کبھی رحمت سے خالی نہیں ہوتی۔

آپ بہت کم تبسم فرماتے

امام احمد نے جابر بن ثمرہ سے روایت کیا:

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَوِيْلَ الصَّمْتِ قَلِيْلَ الضِّحْكِ۔

''آپ ﷺ زیادہ خاموش اور بہت کم تبسم فرماتے''۔

کیونکہ کثرتِ سکوت اعلیٰ اسباب توقیر سے ہے اور یہ حکمت ودانائی سے اور لغزش سے محفوظ رہنے کا بہترین سبب ہے یہ مشہور مقولہ ہے کہ ''جو کم گفتگو کرتا ہے'' اس سے لغزشیں بھی کم ہوتی ہیں اور یہ غور وفکر کو جمع کرنے والا ہے۔

آپ کا بستر اون کے سخت کپڑے کا تھا

شمائل ترمذی میں حضرت حفصہ سے مروی ہے کہ رسولِ پاک ﷺ کا بستر ٹاٹ کا ہوتا۔

الشیخ میم کے کسرہ کے ساتھ اون کا ٹاٹ یا اون کا سخت کھردرا کپڑا جس کے اوپر اوڑھنے والی چادر منسوب ہوتی ہے یا سیاہ کپڑے جنہیں راہب وزاہد لوگ پہنتے ہیں بقیہ حدیث یہ ہے کہ ہم دوتہہ والی چادر نیچے بچھاتے ایک رات میں نے خیال کیا کہ اگر چار تہہ بنادوں تو بستر نرم ہو جائے گا چنانچہ چار تہہ بنادیں تو صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آج رات بستر کس چیز کا بچھایا تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کا بستر تو وہی ہے جو سابقہ راتوں کو بچھایا جاتا ہے مگر آج رات اس کی چار تہہ کردی تھیں تا کہ کچھ نرم ہو جائے تو آپ نے فرمایا بستر کو پہلے کی طرح کیا جائے اس نرم بستر نے تو مجھے آج رات نوافل سے محروم رکھا۔

آپ کا تکیہ چمڑے کا تھا

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ سے ابن عسا کر نے روایت کیا کہ آپ کا تکیہ جس کو آپ سوتے وقت استعمال کرتے تھے چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔

اُدَم دونوں کے فتحہ کے ساتھ ادمتہ یا ادیم کی جمع ہے۔ سرخ یا سیاہ رنگ کے چمڑے کو کہتے ہیں۔

اللیف کھجور کے پتوں کو کہتے ہیں۔

اس حدیث سے آپ کا دنیا سے کمال زہد اور اس کے متاع وانعامات سے اعراض کی طرف اشارہ ہے۔

خطیب اور ابن عسا کر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ میں قلیل دعابہ (بہت کم خوش طبعی کرنے والے) تھے۔

زمخشری نے کہا دعب یدعب مزح یمزح کے ہم معنی وہم وزن ہے (یعنی بابِ سمع یسمع سے ہے) یعنی آپ بہت کم مزاح فرماتے۔

دعابۃ

ایسی چیز جس سے ملاحت حاصل کی جاتی ہے اسے دعابۃ کہتے ہیں۔

شیخ محی الدین ابن عربی رقمطراز ہیں آپ کے مزاح کا سبب یہ ہے کہ آپ شدید غیرت والے تھے اس لیے آپ سعادت سے زیادہ غیرت سے اپنی خوبی بیان کی کہ مبالغے کا صیغہ غیور بیان کیا غیرت محبت کے وصف سے ہے اور لوگ اسے ظاہر نہیں کرتے۔ پس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت چھپایا اور جو مزاج میں وجد اور چھوٹے کے ساتھ پیار ہے اور ازواج، ابنا اور اصحاب سے جو محبت ہے اس کا اظہار کرنا اور آپ نے فرمایا بیشک میں بشر ہوں اور خود کو محبین سے نہیں کہا اور لوگ آپ کے مزاج سے ناواقف رہے اور حضرت عائشہ نے خیال کیا کہ آپ ان کے ساتھ ہیں جب دیکھا کہ آپ اس کی محبت میں چل رہے ہیں اور اسے یہ معلوم نہ ہوسکا یہ سب کچھ امرِ محبوب سے ہو رہا ہے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت عائشہ حسنین کریمین سے محبت کرتے ہیں اور جمعہ کے روز جب مسجد میں حسنین گھسٹتے ہوئے آئے تو آپ نے خطبہ ترک کر کے منبر سے اتر کر انہیں ہاتھوں پر اٹھالیا یہ تمام باب غیرت سے ہے اور یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مناسب وموزوں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ خوش طبع اور پاکیزہ نفس تھے۔ طبرانی نے ابوامامہ سے اسے روایت کیا۔

امام مناوی رقمطراز ہیں کہ یہ حدیث دوسری روایت کہ آپ صرف تبسم فرماتے کیونکہ اکثر وبیشتر تبسم ہی فرماتے تو جس نے اس کی روایت کی تو اس نے اکثر احوال سے روایت کی جس نے ضحک روایت کی تو اس نے بعض اوقات سے کی آپ بعض اوقات ضحک فرماتے کہ آپ کے نواجذ (سامنے والے دانتوں کے دائیں بائیں دو دو داڑھوں کو نواجذ کہتے ہیں) نظر آتے تو یہ اختلاف روایت اختلاف زمان

ومکان کے اعتبار سے ہے کبھی ابتداء امر میں ضحک فرماتے کہ نواجذ ظاہر ہو جاتے اور پھر بعد میں تبسم ہی فرماتے (صرف سامنے والے دانت ہی نظر آتے) اس کے باوجود دنیا کی طرف کسی قسم کا میلان نہ تھا۔ اور نہ ہی کوئی شغل باری تعالیٰ سے مشغول کر سکا بلکہ محبت الٰہیہ میں مستغرق رہتے بسا اوقات یہ خطرہ لاحق ہو جاتا کہ محبت باری تعالیٰ سے قلب اقدس جل نہ جائے اور جسد اقدس منہدم نہ ہو جائے۔ اسی لیے بعض اوقات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ران پر ہاتھ رکھ کر فرماتے کہ ہم سے کوئی بات کرو تا کہ اس سے وہ امر عظیم جس کی جسم میں برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں اس میں کچھ افاقہ ہوا اور آپ کی طبع شریف اللہ سے مانوس تھی اور مخلوق سے عارضی تھی اپنے جسد پر رفقت ہوئے۔ اسے امام غزالی نے بیان کیا۔

آپ صرف تبسم فرماتے

امام احمد نے ابو داؤد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ گفتگو کرتے وقت صرف تبسم فرماتے۔ تبسم کہتے ہیں بغیر آواز کے قلیل ضحک کو مصباح میں ہے کہ بغیر آواز کے ضحک کو تبسم کہتے ہیں۔

کشاف میں ہے کہ تمام انبیأ علیہم السلام کا ضحک ایسے ہی تھا۔

طبرانی نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا ضحک کبھی کبھار ہوتا۔

لَا يَنْبَعِثُ اِلٰی لَا يَسْتَرْسِلُ۔ یعنی ضحک دراز اور طویل وقت تک نہ ہوتا بلکہ کبھی کبھی ہوتا وہ سبیل الوقار اور اطمینان کیونکہ اکثر و بیشتر آپ غموں میں متفکر رہتے اور کبھی آپ سے غم جدا نہ ہوتا اسی لیے بخاری شریف میں ہے آپ کو زیادہ ہنستے ہوئے نہ دیکھا گیا۔

رسول کریم ﷺ سب سے زیادہ خوش مزاج تھے حضرت انس سے ابن عسا کر نے روایت کیا۔

یعنی جب اپنی ازواج مطہرات اور عیال کے پاس بیٹھتے۔ النکاھۃ۔ کا معنی مزاح ہے۔

حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے انہوں نے حضرت سودہ کا چہرہ رنگ دیا اور جناب سودہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ کا اور رسول اکرم ﷺ انہیں دیکھ کر مسکراتے رہے اسے زبیر بن بکار نے کتاب اعفا کہۃ اور ابو یعلیٰ نے اسناد جید کے ساتھ روایت کیا جیسا کہ حافظ عراقی نے بیان کیا۔

آپ تہمت قبول نہ فرماتے

ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت انس سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کسی تہمت کو قبول نہ کرتے اور نہ کسی پر کسی کے قول کا اعتبار کرتے۔ اَلْقَرْفُ۔ بروزن فَعْلٌ کا معنی تہمت ہے اور کسی پر کسی کے قول کا قبول نہ کرنا عدل وانصاف کے ساتھ مطلع ہونے کی وجہ سے کیونکہ جو اس پر مرتب ہوتا ہے وہ معتبر ذرائع

کے ساتھ ثبوت پر موقوف ہے۔

رسول خدا تکیہ لگا کر کچھ تناول نہ فرماتے

امام احمد نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا کہ آپ تکیہ لگا کر کچھ تناول نہ فرماتے اور نہ ہی آپ کے پیچھے دو شخص چلتے۔

یعنی کسی پہلو کی طرف مائل ہو کر کسی چیز کو مسند بنا کر اس کی کراہت کی حکمت یہ ہے کہ یہ متکبرین کا اشعار ہے اور آپ کے پیچھے دو یا زیادہ اشخاص چلتے جیسا کہ بادشاہوں کا وطیرہ ہے کہ خدام کی مانند لوگ ان کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔

زین عراقی رقمطراز ہیں کہ ابن ضحاک نے شمائل میں حضرت انس سے روایت کیا کہ رسول اکرم ﷺ جب کھانا تناول فرمانے کے لیے بیٹھتے تو بائیں گھٹنے کو بچھاتے اور داہنے گھٹنے کو کھڑا کرتے جیسا کہ غلاموں کا طریقہ ہے۔ ابو شیخ نے جید سند کے ساتھ ابی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ دوزانوں بیٹھتے اور تکیہ نہ لگاتے۔

آپ ﷺ بدفال نہ نکالتے

حکیم ترمذی اور بغوی نے حضرت بریدہ اسلمی سے روایت کیا کہ رسول کریم ﷺ بدفال نہ نکالتے لیکن اچھی نکالتے۔

لَا یَطَّیَّرُ۔ بمعنے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی نہ کرتے اور اس کی قضاً وقدر سے نہ بھاگتے اور نہ عرب کی رسم ورواج کے مطابق حصول مکروہ میں اسباب کی تاثیرات کا خیال فرماتے لیکن جب کوئی اچھا کلام سنتے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتے اس سے برکت حاصل کرتے۔

مصباح میں ہے الفال بروزن فَعْلٌ کا معنی ہے کہ کوئی اچھا کلام سن کر اس سے برکت حاصل کرنا اگر گفتگو اور کلام قبیح ہو تو اسے طِیَرَۃٌ کہتے ہیں۔ ابو زید نے فال دونوں کلاموں کے سماع میں تعبیر کیا ہے۔ قرطبی نے کہا رسول اللہ ﷺ فال سے خوش ہوتے کہ اس سے انشراحِ نفس اور حسن ظن باللہ ہوتا ہے اور طیرہ سے کراہت فرماتے کہ وہ مشرکین کا عمل اور سوءِ ظن باللہ کا مظہر ہے

آپ کوئی چیز ذخیرہ نہ فرماتے

ترمذی نے حضرت انس سے روایت کیا کہ سرور کائنات ﷺ کل کے لیے کوئی چیز بچا کر نہ رکھتے یعنی ذخیرہ نہ کرتے سخاوتِ نفس، دستِ اقدس کی فیاضی، اور اپنے خدا پر کامل یقین کی بنا پر یہ روایت اس کے منافی نہیں کہ آپ اپنی عیال کے لیے ایک سال تک کا ذخیرہ کرتے کیونکہ آپ خازن وقاسم

ہیں جب آپ کے پاس مال آیا تو تقسیم کرتے ہوئے دوسروں کی طرح اپنی عیال کو بھی دیا بایں وجہ کہ مالِ فیٔ میں ان کا بھی حق ہے اور ان کے نفوس مال کے جمع کرنے سے مطمئن ہوتے ہیں پس وہ فوق طاقت کے مکلف نہیں اگرچہ آپ اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے جمع کیا اس لیے کہ ان کی خواہشات ختم ہو چکی ہیں اور ان کے نفوس مطمئنہ ہیں ذخیرہ اندوزی وہ ممنوع ہے جو اپنی ذات کے لیے ہو کہ اس میں اپنی جیب پر تکیہ اور فیض کے لیے علوم تعرض کی طرف مشیر ہے اور یہ چیز انبیاء علیہم السلام میں منتقش ہے کہ ان کے قلوب توحدانیت سے منور ہیں اور ان کے خیال اس کی محبت میں مشغول ہیں اور ان کے افکار شان ارزاق سے مرتفع ان کے قلوب اپنے خالق کے ساتھ معلق ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو اپنے سے دور نہ کرتے

طبرانی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو اپنے سے دور نہ فرماتے اور نہ ہی مارتے۔

یہ کمال درجہ کی تواضع اور بڑائی و کبر و تکبر سے برأت پر دال ہے جو کہ شہنشاہوں اور ان کے متبعین کا شیوہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اونٹنی پر سوار دیکھا کہ آپ نے اسے نہ مارا اور نہ تنہا چھوڑا۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے طہور (وضو) میں کسی سے استعانت نہ لیتے اور نہ صدقہ دینے میں۔ ابن عباس سے ابن ماجہ نے روایت کیا۔ طَھُوْرًا۔ طأ کے فتح کے ساتھ کا معنی پانی ہے جس سے طہارت و پاکیزگی حاصل ہوتی ہے اس میں دوسرے پر بھروسہ نہ کرتے کیونکہ دوسرا شخص کبھی سستی اور کاہلی میں کر سکتا ہے کہ غیر طہور پانی بھی لا سکتا ہے اس طرح بعض اشراح نے تقریر کی ہے۔

لیکن غسلِ اعضاء میں بلا عذر استعانت مکروہ ہے اعضاء پر پانی انڈیلنے میں خلاف اولیٰ پانی لانے میں کراہت نہیں باقی صدقہ میں بھروسہ اعتماد تو اس کی وجہ یہ ہے کہ صدقہ کم دینے یا غیر مستحق کو دینے کا احتمال ہے دوسری وجہ خود اپنے ہاتھ سے دینا کمال تواضع اور محاسنِ اخلاق سے ہے۔

آپ سب لوگوں سے زیادہ نمازی اور ذاکر ہیں

ابو نعیم نے حلیہ، خطیب اور ابن عساکر نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ سب سے زیادہ نماز پڑھنے والے اور ذاکرین میں سے سب سے زیادہ ذکر کرنے والے تھے ایسے کیوں نہ تھے جب کہ آپ سب سے زیادہ عالم باللہ تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نماز میں اتنا طویل قیام کرتے کہ

قدمین شریفین میں سوزش ہوگئی اور آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ تو مغفور ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی مغفرت کا وعدہ کیا ہے تو پھر آپ اتنا طویل قیام کیوں کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا میں خدا کا شکر گزار بندہ ہوں۔

ترمذی وغیرہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ ایک رات میں نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ (فرض کے علاوہ یعنی نفلی) نماز پڑھی آپ نے اتنا لمبا قیام کیا کہ میرے دل میں برا خیال آنے لگا آپ سے پوچھا گیا وہ کیا خیال تھا تو ابن مسعودؓ نے کہا وہ یہ تھا کہ آپ کو چھوڑ کر بیٹھ جاؤں۔

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُوَاجِهُ اَحَداً فِيْ وَجْهِهٖ بِشَيْءٍ لِكَرُهِهٖ۔ (رواہ البخاری فی الادب)

"رسول اکرم ﷺ کسی شخص سے ایسی صورت میں متوجہ نہ ہوتے جب اس سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھتے"۔

اسے امام بخاری نے ادب میں ابوداؤد اور نسائی نے حضرت انس سے روایت کیا یعنی آپ کسی شخص میں کوئی مکروہ چیز دیکھتے تو اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے کہ آپ کی مواجہت سے بسا اوقات کفر واقع نہ ہو جائے بایں وجہ جو آپ کو پسند نہیں اس سے منع کریں تو وہ اس پر عمل کا عناداً انکار کر دے گا جس سے کفر لازم آئے گا اس سے عذاب اور آفت ساویہ کے نزول عام کا خدشہ ہے تو مواجہت کے ترک کرنے میں مصلحت ہوئی اور آپ بڑے وسیع القلب اور بہت زیادہ باحیا تھے۔

نکتہ۔ اس حدیث سے بعض اکابرین سلف نے یہ مسئلہ استخراج کیا ہے کہ جب اپنے کسی مسلمان بھائی کو نصیحت کرنی ہو تو وہ لکھ کر اسے پکڑا دے جیسا کہ شعب الایمان میں ہے۔

احیاء (احیاء العلوم) امام غزالی کی کتاب میں ہے کہ آقا علیہ السلام کے حیاً سے ہے کہ آپ اپنی نظر کسی کے چہرہ پر نہ جماتے تھے کہ یہ حیاً کے نامناسب ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی دوست سے ایسی کوئی چیز ملاحظہ کرے جو اسے پسند نہیں تو وہ اپنے دوسرے احباب اور گھر کے افراد کو بیان نہ کرے اور نہ کسی دوسرے کے بارے میں غیر پسندیدہ چیز سننا گوارا کرے اگر وہ اس کے کتنے گہرے دوست کیوں نہ ہوں بالفرض اس کے اظہار میں مصلحت بھی ہو پھر بھی اظہار نہ کرے اس میں فسادات بپا ہوں گے فساد و فتنہ سے بچنا مصلحت سے زیادہ بہتر ہے۔

حدیث کا شانِ نزول

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ اس کے ہاتھ رنگے ہوئے جب وہ چلا گیا تو آپ نے

فرمایا اسے کہہ دینا کہ اسے دھو لے۔

آپ کمزور اور غریب مسلمانوں کی عیادت فرماتے

طبرانی نے حضرت سہل بن حنیف سے روایت کیا کہ آپ غریب مسلمانوں کے پاس تشریف لاتے ان کے بیماروں کی عیادت کرتے اور ان کے جنازوں میں شرکت فرماتے۔

یعنی ان کے تالیف قلوب اور تسکین کے لیے آپ غریب بیمار مسلمانوں کی تیمارداری کرتے تو مریض کے بالکل قریب ہو کر سرہانے کے پاس بیٹھتے اور اس کی کیفیت دریافت فرماتے ان کے جنازوں میں شریک ہوتے اور نماز جنازہ پڑھاتے اور امت کو تاکید فرماتے کہ ہر مسلمان کے جنازہ میں شریک ہونا چاہیے امیر ہو یا غریب جو قوم نماز جنازہ سے جدا رہتی ہے وہ بہت سی بھلائیوں سے محروم رہتی ہے اگر چہ انہیں کوئی ایک آدھ بھلائی جنازہ کی شرکت سے مانع ہو۔

كَانَ يُؤْتٰى بِالصِّبْيَانِ فَيُبَرِّكُ عَلَيْهِمْ وَيُحَنِّكُهُمْ وَيَدْعُوْ لَهُمْ

"آپ ﷺ کے پاس بچے لائے جاتے تو آپ ان کے لیے دعائے برکت فرماتے اور تحنیک (گڑھتی) دیتے"۔

اسے امام بخاری، مسلم، ابوداؤد نے ام المومنین حضرت عائشہ سے روایت کیا۔ يُبَرِّكُ عَلَيْهِمْ کا معنی يَدْعُوْ لَهُمْ بِالْبَرَكَةِ۔ ان کے حق میں دعائے برکت کرنا۔ یہ معنی قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے کہ آپ یہ دعا کرتے بَارَكَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ اور مدینہ منورہ کی کھجوریں جن کی برکت اور فضیلت کی آپ نے شہادت دی ہے ان سے گڑھتی دیتے اور نیک شریف ہونے کی دعا کرتے۔

آپ ﷺ سر اقدس اور ریش مبارک پر کستوری لگاتے

ابویعلیٰ نے سلمہ بن رکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ الْمِسْكَ فَيَمْسَحُ بِهٖ رَأْسَهٗ وَلِحْيَتَهٗ۔

"رسول اکرم ﷺ اپنے سر اقدس اور ریش مبارک کو کستوری لگاتے"۔

حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس حدیث اور دوسری حدیث کہ "آپ اپنے ریش مبارک کے طول و عرض سے بال درست کرتے" سے یہ گمان نہ کرے کہ آپ ﷺ دوسروں کی مانند لوگوں کے لیے بطور زینت استعمال کرتے تھے بلکہ دوسروں کے طور پر اور فرشتوں سے مشابہت کی بنا پر استعمال کرتے کیونکہ آپ تبلیغ پر مامور تھے اور تبلیغ کے اصول سے ہے یہ طریقہ اور خود کو اس طرح رکھے

کہ لوگ اس کی طرف مائل ہوں اور تبلیغ باحسن وجوہ سن سکیں بلکہ یہ روش ہر مبلغ اسلام کے لیے لازم ہے کہ خود کو اس طرح رکھے کہ لوگ اس کی طرف مائل ہوں تا کہ تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے سکے۔

آپ ﷺ ہدیہ تناول فرماتے اور صدقہ قبول نہ کرتے

امام احمد اور طبرانی نے سلمان سے ابن سعد نے حضرت عائشہ سے اور ابو داؤد نے ابو ہریرہ سے روایت کیا:

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ الْهِدَيَّةَ وَلَا يَاكُلُ الصَّدَقَةَ

''رسول اکرم ﷺ ہدیہ قبول فرماتے اور صدقہ نہ کھاتے''۔

بریں بنا کہ ہدیہ لینے والے کی عزت وتکریم اور صدقہ میں دینے والے کی توقیر ہوتی ہے۔اس لیے آپ کی خصوصیات میں سے ہے آپ پر مطلقاً صدقہ حرام ہے۔

امام احمد، بخاری، ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ ہدیہ قبول فرماتے اور اس پر صلہ عطا کرتے البتہ کبھی عذر شرعی کی وجہ سے واپس کر دیتے جیسا کہ صعب بن جثامہ نے نیل گائے پیش کی تو آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دی کہ ہم حالت احرام میں ہیں حالت احرام میں ہونے کی تصریح اس لیے کہ دینے والے کی دل شکنی نہ ہو۔

يَثِيْبُ عَلَيْهَا کا معنی ہے کہ ہدیہ کے عوض میں کچھ دینے والے کو کچھ عطا فرماتے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی دوست ہدیہ دے تو مستحب ہے اس کے عوض کچھ دیا جائے مگر جب مہدی یہ گمان کرے کہ میرے ہدیہ کا معاوضہ حیاً کی وجہ سے دیا ہے یا اس کے مدمقابل تو پھر قبول کرنا جائز نہیں بعض مالکیوں نے ظاہر حدیث کو دیکھتے ہوئے کہا کہ ہدیہ کے عوض کچھ دینا واجب ہے جب کہ اس کا صلہ دیا جاسکتا ہے۔

آقا علیہ السلام صرف ہدیہ قبول فرماتے کہ اس سے مراد دنیا کا صلہ ثواب ہے اور اس کا معاوضہ میں دینا کہ احسان ختم ہو جائے گا اور صدقہ میں آخرت کا ثواب مراد ہوتا ہے اور وہ لوگوں کی میل ہوتی ہے اس لیے آپ نے قبول نہ کیا۔

ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مومن وکافر دونوں کا ہدیہ قبول کر لیتے جیسا کہ سیرت کی کتب میں درج ہے کہ آپ نے مقوقس وغیرہ شہنشاہ کا صدقہ قبول کیا۔

آپ کمزوروں کو اپنے پیچھے سوار کر لیتے

ابو داؤد اور حاکم نے جابر سے روایت کیا کہ رسول اکرم ﷺ سفر میں کمزور شخص کو سواری پر اپنے

پیچھے سوار کرتے اور ان کے لیے دعا فرماتے یعنی اپنی سواری کے جانور پر پیچھے بٹھاتے اور اس کی اعانت فرماتے اور ان کے لیے دعا کرتے۔

نکتہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر لشکر کے لیے مستحب ہے کہ وہ سفر میں نرمی اختیار کرے تا کہ کمزور اور ضعیف بھی قدرت رکھیں ان کی سواریاں اور سامان کم ہونے سے محفوظ رہیں نیز ان کے احوال کا لحاظ کرے ان میں سے عاجز کی مدد کرے مال، سامان اور ہر طرح سے ان کی مدد کرے۔

حاکم نے حضرت انس سے روایت کیا آقا علیہ السلام اپنے پیچھے کسی کو بٹھاتے زمین پر کھانا تناول فرماتے، غلام کی دعوت قبول کرتے اور گدھے پر سواری کرتے یعنی آپ اپنے پیچھے اپنے اہل بیت یا اصحاب میں سے کسی کو ردیف بٹھاتے یہ تواضع اور انکساری کے اظہار کے لیے تھا کبھی کبھی خود پیچھے بیٹھ جاتے اور دوسرے کو آگے سوار کرتے چنانچہ ایک بار تین اشخاص کو ایک اونٹ پر اپنے آگے سوار کیا اور ازواج مطہرات میں سے کسی کو ردیف کر لیتے حضرت اسامہ کو عرفہ سے مزدلفہ تک اور مزدلفہ سے منیٰ تک حضرت فضل بن عباس کو سوار کیا جیسا کہ بخاری شریف میں ہے۔

مسئلہ۔ اس سے دو آدمیوں کا ایک سواری پر بیٹھنے کا جواز ثابت ہو رہا ہے بشرطیکہ جانور میں دو آدمیوں کے اٹھانے کی صلاحیت ہو کھانا زمین پر رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے بادشاہوں کی طرح کوئی خاص دسترخوان کا اہتمام نہ کیا جاتا۔

مملوک کی دعوت قبول کرنے کا معنی ہے غلام کی دعوت اس کے آقا کی اجازت سے قبول کرتے جیسے دعوت ولیمہ وغیرہ یا آزاد شدہ غلام مراد ہے اس میں امت کی ہدایت مقصود ہے کہ غریب سے غریب تر کی بھی دعوت قبول کر لینی چاہیے۔ گدھے پر سواری سے مقصد ہے اس سے منصب وجاہ ومرتبہ میں کوئی خلل نہیں آتا۔

کبھی جانور کی ننگی پشت پر سواری فرماتے

ابن سعد نے حضرت حمزہ بن عبداللہ بن عتبہ بروایت مرسل ذکر کیا حضور اکرم ﷺ گدھے کی ننگی پشت پر سواری کرتے اس پر کچھ نہ ہوتا یعنی جل وغیرہ کچھ نہ ہوتی تواضع وانکساری اور تعلیم امت کے لئے تھا۔

ابن قیم نے کہا کہ آپ ﷺ اکثر گھوڑے اور اونٹ پر سواری کرتے تھے۔

اپنا جوڑا خود گانٹھتے اور قمیص کو پیوند لگاتے

ابن عساکر نے حضرت ابو ایوب انصاری سے روایت کیا:

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكَبُ الْحِمَارَ وَيُخَصِّفُ النَّعْلَ وَيُرَقِّعُ الْقَمِيْصَ وَيَلْبَسُ الصُّوْفَ وَيَقُوْلُ مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَيْسَ مِنِّیْ۔

''آپ گدھے پرسواری کرتے اپنا جوڑا گانٹھتے اور قمیص پر پیوند لگا لیتے اُون کا کپڑا پہنتے اور فرماتے جو میری سنت سے اعراض کرے تو وہ مجھ سے نہیں''۔

فَلَيْسَ مِنِّیْ کا معنی ہے کہ میرے طریقہ پر عمل پیرا نہیں یہ آپ سے پہلے انبیاءً علیہم السلام کی بھی سنت ہے۔

حاکم اور بیہقی نے اپنی کتاب شعب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انبیاءً علیہم السلام اون پہننے، بکریوں کا دودھ دوہنے اور گدھے پر سواری کو پسند فرماتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم اس کی جو میں تمہیں بیان کرتا ہوں جو شخص جنت الفردوس کا طلب گار ہے اسے جو کی روٹی کھانا چاہیے اور جو کے ساتھ کوڑا کرکٹ کے ڈھیروں پر سونا چاہیے۔

نکتہ۔ اس سے اپنے نفس کی خدمت کا استحباب ثابت ہوتا ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں۔

طبرانی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر بیٹھتے زمین پر کھاتے، بکری کا دودھ دوہتے، اور غلام کی جَو کی روٹی کی دعوت قبول فرماتے۔

یعنی آپ زمین پر کوئی کپڑا وغیرہ بچھا کر بیٹھ جاتے اور بغیر دسترخوان وخوانچہ کے زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے اس میں اشارہ ہے کہ انسان کو ظاہری سہولیات کی بجائے امورِ باطنیہ وطہارتِ قلوب کی طرف توجہ دینی چاہیے اور اس پر اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم نے عمل کیا کہ وہ مساجد میں زمین پر نماز پڑھتے راستوں میں ننگے پاؤں چلتے اور زمین پر سو لیتے تھے۔

امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ آج حالت اس کے برعکس ہے صوفیاء کا ایک گروہ صفائی کا بڑا اہتمام کرتے ہیں اسے دین کی اساس قرار دیتے ہیں اور زیادہ وقت صفائی اور نظافت ظاہریہ میں ضائع کر دیتے ہیں مثلاً بالوں میں کنگھا (کرنے میں بہت سا وقت برباد کر دیتے ہیں) حالانکہ ان کا باطن خراب ہے اور اسے معیوب بھی نہیں سمجھتے اگر کوئی ننگے پاؤں زمین پر چلے یا بغیر مصلّٰے نماز پڑھے تو اس پر قیامت ٹوٹ پڑتی ہے اور اسے قذر (گندا) کہا جاتا ہے اور اسے اپنے حلقے سے نکال دیتے ہیں تو امر منکر محبوب اور پسندیدہ امر معیوب بن گیا ہے۔ یَعْقِلُ کا معنی ہے بکری کے پاؤں میں اپنا پاؤں دے کر اس کا دودھ دوہنا یہ تواضع اور ترک کبر کی علامت ہے ''غلام کی جو کی روٹی پر دعوت قبول فرماتے'' اور ایک نسخہ میں ''وَالإِ هَالَةُ السَّنْخَةُ'' ایسا گھی جس کا ذائقہ تبدیل ہو چکا ہو ایسی اشیاء پر بھی انکار نہ

فرماتے یہ آپ کی کمال درجے کی تواضع اور انکساری ہے۔

آپ گفتگو ٹھہر ٹھہر کر فرماتے

امام بخاری و مسلم، ابوداؤد نے ام المومنین حضرت عائشہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے کہ اگر کوئی آپ کے حروف کو شمار کرنا چاہے تو گن سکتا تھا یعنی کلام کے الفاظ اور حروف کو بڑی آسانی سے شمار کر سکتا تھا۔

نکتہ۔اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ مدرس اور استاد کے لیے بہتر ہے کہ دوران تدریس آہستہ آہستہ آرام سے بولے تاکہ خود اور سامعین اس میں تفکر و تدبر کر سکیں جب ایک مسئلہ سے فارغ ہو جائے تو کچھ دیر رک کر دوسرا مسئلہ شروع کرے۔

حضور اکرم ﷺ گھریلو کام کاج بھی کرتے تھے

امام احمد قدس سرہ نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کپڑے خود سی لیتے، جوتے گانٹھ لیتے اور جو کام لوگ اپنے گھروں میں کرتے ہیں وہ آپ بھی کام کرتے تھے۔باوجودیکہ آپ اشرف المخلوقات امام الانبیاء ہیں گھر کا کام کاج خود کرتے تھے یہ تواضع و انکساری کی ایک اکمل مثال ہے۔

حاکم وقت کے لیے یہ نمونہ ہے کہ اپنے کام اپنے ہاتھ سے کرے نیز سلف صالحین کا بھی یہی طریقہ ہے۔

ابونعیم نے حلیہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت کیا کہ آپ ﷺ اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگاتے بکری کا دودھ دوہتے اور اپنا کام خود کرتے۔

شارح فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی یوں تاویل کریں گے کہ بعض اوقات اس طرح کرتے تھے کیونکہ بالتحقیق ثابت ہے کہ آپ کے غلام تھے اور ان سے کام بھی کرواتے تھے لیکن کبھی کبھی خود بھی کر لیا کرتے تھے اور کبھی خدام کے ساتھ مل کر کام کرتے۔

نکتہ۔اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان اگرچہ کتنا جلیل القدر کیوں نہ ہو اسے اپنا کام خود کرنا چاہیے۔

آپ بچوں کو سلام کہتے تھے

حضرت انس سے امام نسائی روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ انصار سے ملتے ان کے بچوں کو سلام کہتے اور ان کے سروں پر دستِ شفقت رکھتے۔اس میں حسن کی تردید ہے کہ وہ بچوں کو

سلام کہنے سے منع کرتے ہیں وَيَمْسَحُ صِبْيَانُهُمْ (ان کے بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرتے) انصار کے بچوں کا ذکر ان کی عظمت اور پیار کی وجہ سے ہے ورنہ ہر کسی کے بچوں کو نہ صرف سلام کہتے بلکہ ان کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا بھی لیتے تھے اسی طرح اپنے اصحاب سے وعدہ کرتے اور ان کے گھروں میں تشریف لے جاتے تھے۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس میں اشارہ ہے کہ یہ کام آپ نے بارہا کیا یعنی بچوں کو سلام کہنے کی مشروعیت بہتر ہے اس سے کہ بچے کو سلام کہنا امر واقعہ ہے۔

ابن بطال نے کہا کہ بچوں کو سلام کہنے میں ان کی تدریب اور مشق عمل ہے تا کہ وہ آداب دینیہ سے متعارف ہو کر عمل پیرا ہو سکیں۔

نیز اس سے بڑوں سے کبر ونخوت نکلتا ہے نرم گفتگو اور تواضع کا درس ملتا ہے البتہ بلوغ کے قریب عمر کے لحاظ سے بچہ کو پہلے سلام عموماً نہ کہا جائے خصوصاً مراہق بچہ کو تا کہ انہیں سلام میں پہل کرنے کی عادت پڑے۔

امام بخاری نے حضرت انس سے روایت کیا کہ:

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُرُّ بِالصِّبْيَانَ فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ۔

''آپ بچوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام کہتے''۔

حضور علیہ السلام عورتوں کو سلام کہتے

مسند امام احمد میں حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُرُّ بِنِسَاءٍ فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِنَّ۔

''آپ ﷺ عورتوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام کہتے''۔

فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِنَّ۔ انہیں سلام کہتے تھے خواہ نوجوان اور حسینہ وجمیلہ عورتیں ہوں کیونکہ یہ محرم کی طرح ہیں (نبی امت کے لیے باپ کی مانند ہوتا ہے نیز نبی معصوم ہوتا ہے) لیکن غیر معصوم اجنبی کے لیے عورتوں کو ابتداءً سلام کہنا یا سلام کا جواب دینا مکروہ ہے یہ امن وسلامتی کی صورت میں ہے بصورت دیگر حرام ہے۔

آپ بلی کے بچے ہوئے پانی سے وضو کر لیتے تھے

اوسط میں طبرانی اور حلیہ میں ابو نعیم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا:

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْغِيْ لِلْهِرَّةِ الْإِنَاءَ فَتَشْرَبُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ

بِفَضْلِهَا۔

"آپ ﷺ بلی کے لیے برتن جھکا دیتے کہ وہ اس سے پانی پی لے پھر اس کے بچے ہوئے پانی سے وضو فرما لیتے"۔

بلی کو پانی پینے کی سہولت کے لیے برتن کو جھکا دیتے۔

مسئلہ نمبر ۱: اس سے بلی اور اس کے جوٹھے کا پاک ہونا ثابت ہو رہا ہے یہ عام علماء کا قول ہے لیکن حضرت امام اعظم کے نزدیک بلی کے جھوٹے پانی سے وضو مکروہ ہے اور آپ کے اصحاب نے آپ سے اختلاف کیا ہے اسی طرح بلی کا فروخت کرنا بھی جائز ہے اور اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے عالم دین کے لیے مناسب ہے امر مباح کا تقرر کرے جب کہ بعض کے نزدیک مکروہ ہوتا کہ اس کا جواز ظاہر ہو جائے۔

مسئلہ نمبر ۲: حیوانات پر احسان اور رحم کرتے ہوئے ان کو پانی پلانا مستحسن ہے۔

حسنین کریمین حالت نماز میں آپ کی پشت پر سوار ہو جاتے تھے

حلیہ میں ابونعیم نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا کہ:

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَلْعَبَانِ وَيَقْعُدَانِ عَلٰى ظَهْرِهٖ۔

"رسول اکرم ﷺ نماز پڑھتے تو امام حسن اور امام حسین کھیلتے کھیلتے آپ کی پشت پر سوار ہو جاتے"۔

آپ کا ذریت سے کمال درجہ کی شفقت ورافت ہے۔

سوال: بعض نے کہا کہ نماز محل اخلاص اور خشوع ہے اور رسول اکرم ﷺ تمام مخلوق سے زیادہ نماز کی محافظت فرمانے والے تھے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ (احزاب:4)

"اللہ نے کسی کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے"۔

اور حسنین کا پشت پر سوار ہونا شغل ہے۔

جواب: آپ نے یہ صرف تشریح اور بیان جواز کے لیے کیا۔

آپ جس راستہ سے گزرتے اس سے خوشبو آتی

ابن سعد ابراہیم نے مرسلاً روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا جدھر سے گزر ہوتا اس راہ سے

خوشبو آتی اور معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ یہاں سے گزرے ہیں۔ آپ کی خصوصیت ہے کہ ہمیشہ آپ سے خوشبو آتی رہتی اگرچہ خوشبو نہ لگائی ہو اور جس راہ سے گزر ہوتا وہ معطر ہو جاتا

آپ قوم کے شریر کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرتے

طبرانی نے عمرو بن العاص سے روایت کیا کہ حضور اکرم ﷺ قوم کے بد بخت شرارتی سے نرمی سے گفتگو کرتے اور اس کی طرف متوجہ بھی ہوتے یہ فعل اس کی تالیف کے لیے تھا۔

یُوَانِسُهٗ بعض نسخوں میں یُوَانِسُهُمْ جمع کا صیغہ ہے ان کو اپنی طرف مانوس کرنے کے لیے تھا تا کہ اسلام کی طرف ان کی رغبت پیدا ہو۔

بعض احادیث میں ہے جو ان کے پاس بیٹھے وہ بھی انہیں کی طرح ہے یہ اس وقت ہے کہ جب کوئی ضرورت نہ ہو اور مذکورہ بالا میں اقبال بوجہ ضرورت ہے۔

آپ راتوں کو اتنا طویل قیام کرتے کہ پاؤں مبارک پھٹ جاتے

بخاری و مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت مغیرہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى تَنْفَطِرَ قَدَمَاهُ

''رسول اکرم ﷺ رات کو اتنا طویل قیام کرتے کہ پاؤں مبارک پھٹ جاتے''۔

ایک روایت:

حَتّٰى تَتَوَرَّمَ قَدَمَاهُ۔ کہ آپ کے پاؤں مبارک پر سوزش آجاتی۔

ترمذی نے مزید لکھا ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ اتنا طویل قیام کیوں کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے مغفرت کا وعدہ نہیں کیا تو آپ نے جواب دیا کہ میں اللہ کا عبد شاکر (شکر کرنے والا بندہ) نہ بنوں یعنی میں کیوں نہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کروں کہ اس نے مجھے دارین کی نعمتوں سے نوازا ہے۔

نسائی اور حاکم نے ابن ابی اوفی سے اور حاکم نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ ذکر الٰہی بکثرت کرتے اور دل لگی کی مزاحیہ باتیں بہت کم، نماز طویل کرتے اور خطبہ مختصر دیتے صرف انگلیوں پر بوجھ ڈال کر نہ چلتے اور مسکین اور غلاموں کے ساتھ جا کر ان کی حاجات پوری کرتے۔

بخاری کی روایت میں ہے کہ اگر کوئی کنیز آپ کا بازو پکڑ کر کہتی کہ میرے ساتھ چلئے کہ آپ اس کے ساتھ چلتے جہاں تک کہ وہ چاہتی اور اس کی ضروریات پوری کر دیتے۔

ترمذی و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت آپ کے پاس آ کر کہنے لگی

کہ مجھے آپ کے ساتھ ایک کام ہے تو آپ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ کی جس گلی میں تو چاہے میں تیری بات سننے اور تیری حاجت پوری کرنے کے لیے تیار ہوں۔

نکتہ۔ آپ کی ذات اقدس ایسی تھی ہر شخص بلا جھجک بات کرسکتا اور اپنی حاجت پوری کروالیتا تھا اور آپ اپنے اقوال وافعال اور سخت تکالیف پر صبر سے لوگوں کی راہنمائی فرماتے۔

بچیوں سے کھیل کی باتیں کرتے

الضیاؔ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ ام المومنین ام سلمہ کی بیٹی زینب سے لعب فرماتے ہوئے کہتے یا زینب یا زوینب۔

یقیناً اللہ تعالیٰ نے شق صدر کے ذریعے آپ کے قلب اطہر کو ہر قسم کی ناپسندیدہ خصلت مثلاً تکبر، فحش وغیرہا اور ہر اس جبلت سے پاک کردیا جس پر عام انسان کی خلقت ہوئی ہے۔ اور انوار وحکمت اور علوم کثیرہ سے پر کردیا۔

آپ کا آخری کلام

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کیا کہ آپ کا آخری کلام تھا نماز نماز اور اپنے مملوکوں کے بارے اللہ سے ڈرتے رہنا۔

الصلوٰۃ الصلوٰۃ۔ نماز نماز کا مطلب ہے کہ اس کی محافظت کرو اس کے ضائع کرنے سے بچو اور ضائع کرنے پر جو عذاب مرتب ہوگا اس سے ڈرتے رہو اور مملوکوں کے بارے وصیت کو نماز کے ساتھ متصل لانے میں اشارہ ہے کہ آقا پر غلام کے حقوق کی رعایت بھی واجب ہے جس طرح نماز واجب ہے علماء کہتے ہیں کہ یہ حدیث جوامع الکلم سے ہے کہ اس میں نماز کی وصیت کا ذکر ہے جو کہ ہر عاقل و بالغ مسلمان پر فرض ہے کہ انسان کو برائی اور بے حیائی سے محفوظ رکھتی ہے اور مملوک کے حقوق کا ذکر ہے۔

بیہقی نے حضرت عبیدہ بن جراح سے روایت کیا آپ کا آخری کلام تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کو اس لیے برباد کیا کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبور کو مساجد بنالیا عرب کی سرزمین پر دو دین باقی نہیں رہیں گے۔

یہ کلام اپنے اہل اصحاب اور والیانِ امور کے حق میں آخری تھا ورنہ دوسری حدیث میں ہے کہ آپ کا آخری کلام یہ تھا۔

جَلَالُ رَبِّیَ الرَّفِیۡعُ ۔ میرے بلند رب کی جلالتِ شان۔

اِتَّخَذُوۡا قُبُوۡرَ اَنۡبِیَآئِھِمۡ مَسَاجِدَ۔ علامہ بیضاوی کہتے ہیں اس لیے کہ انبیاء کی قبور کو تعظیماً

سجدہ کرتے تھے اسی لیے حضور اکرم ﷺ نے امت کو اس سے منع کر دیا۔

ولی کے قرب میں مسجد بنانا جائز ہے

اگر کوئی شخص کسی مرد صالح کی قبر کے نزدیک مسجد بناتا ہے یا اس کے مقبرہ میں اس کی روح سے استفادہ اور وصول فیض کے لیے نماز پڑھتا ہے نہ کہ تعظیم کے لیے تو یہ جائز ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں۔

جیسا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر انور حطیم کعبہ میں ہے اور اس جگہ نماز پڑھنا افضل ہے اور مقبرہ میں نماز کی ممانعت وہ ایسے کہ مقبرہ کے ساتھ مخصوص جو کہ قبریں گرا گرا کر بنایا گیا ہو آپ کا قول بِاَرْضِ الْحَرْبِ اور ایک روایت میں ہے بَجَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ۔ تو اس روایت سے واضح ہو گیا کہ زمین سے مراد پورا عرب کا علاقہ ہے کہ اس علاقہ میں دو مذہب قائم نہیں ہو سکتے کیونکہ ان میں تخالف اور تضاد ہے۔

آئمہ کرام نے اس حدیث سے اخذ کیا اور کہا کہ جزیرۃ العرب سے ہمارے دین اسلام کے سوا تمام دین ختم ہو جائیں گے البتہ غیر مسلم بطور مسافر آ سکتا ہے یہ قول امام شافعی اور امام مالک کا ہے لیکن امام شافعی حجاز کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں وہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ اور یمامۃ سوائے یمن کے ہے۔

حاکم نے حضرت انس سے روایت کیا کہ جب آپ کا وصال شریف ہوا تو اس وقت آپ کی زبان اقدس پر:

جَلاَ لُ رَبِّیَ الرَّفِیْعُ۔ میرے رب کا بلند و بالا جلال۔

یہ سابق حدیث کے منافی نہیں کہ وہ آخری قضایا اور احکامات بیان کرنے کے لحاظ سے ہے اور یہ آخری نطق ہے جس کے بعد آپ کا وصال ہو گیا۔

سہیلی نے کہا کہ اس کلمہ کے اختیار کرنے میں حکمت یہ ہے کہ یہ توحید اور ذکر قلبی کو متضمن ہے اور ذکر لسانی شرط نہیں بالفرض اگر زبان سے کوئی اور کلمہ بھی جاری ہو تو وہ ذکر قلبی کے منافی نہیں۔

اس حدیث کا اصل صحیحین میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے حالت صحت میں فرمایا تھا کہ کسی نبی کا وصال نہیں ہوتا مگر وہ اس سے قبل جنت میں اپنا مقام دیکھ لیتا ہے پھر اسے اختیار دیا جاتا ہے پھر جب آپ کے وصال کا وقت آیا تو اس وقت آپ کا سر اقدس میری گود میں تھا آپ پر غشی ہوئی پھر آفاقہ ہوا تو نگاہ کو مکان کی چھت کی طرف پھیرا اور فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی۔ اے اللہ میں نے افضل دوست کو پسند کیا۔

تو مجھے یقین ہو گیا اب آپ ہمیں کبھی پسند نہیں کریں گے اور مجھے وہ حدیث یاد آئی جو آپ نے پہلے بیان فرمائی تھی اور اس حدیث میں محبوب کی طرف رغبت ومیلان کا اشارہ ہے وہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ رفیق اعلیٰ کو پسند کرتے ہوئے اس دنیا فانی سے رحلت فرمائیں جو کہ محبوب کی ملاقات کے منافی ہے۔

سہیل نے واقدی سے ذکر کیا کہ آپ نے دنیا میں جلوہ افروز ہوتے وقت سب سے پہلا کلمہ یہ پڑھا تھا۔

جَلاَ لُ رَبِّیَ الرَّفِیْعُ ۔میرے پروردگار کا بلند وبالا جلال۔

لیکن عائذ نے روایت کیا کہ جب رسول اکرم ﷺ اپنی والدہ کے شکم اطہر سے اس دنیا میں ظہور پذیر ہوئے تو آپ کی زبان اقدس پر یہ کلمات جاری تھے۔

اَللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِیْراً وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ کَثِیْراً وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُکْرَةً وَاَصِیْلاً

''اللہ سب سے بہت بڑا ہے اور تمام تعریفیں کثرت سے اور اللہ کی پاکیزگی صبح وشام''۔

امام مناوی کے جوہرات میں سے اس حدیث کی شرح جو امام بخاری نے ادب میں اور بیہقی نے حضرت انس سے، اور طبرانی نے معاویہ سے اور حاکم نے بھی حضرت انس سے روایت کیا:

لَسْتُ مِنْ دَدٍ لاَ الدَّدُ مِنِّیْ وَلَسْتُ مِنَ الْبَاطِلِ وَلاَ الْبَاطِلُ مِنِّیْ

''کھیل اور کود سے میرا کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی کھیل کود میرے شایان شان ہے''۔

دَدٌ کا معنی کھیل اور باطل سے مراد لعب ہے اور یہ دوسری حدیث کہ آپ مزاح بھی فرماتے تھے کے منافی نہیں کیونکہ آپ کا مزاح بھی حق اور سچ تھا۔

قرطبی وغیرہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ غناً حرام ہے کہ آپ نے اس سے بیزاری کا اظہار کیا ہے اور جس سے برأت کا اظہار فرمائیں وہ حرام ہوتی ہے یہ استدلال درست نہیں اس لیے کہ ہر لہو ولعب حرام نہیں ہوتا جس کی دلیل اہل حبشہ کا حضور اقدس ﷺ کی موجودگی میں مسجد نبوی میں کھیل وکود (لہو ولعب) ہے (جس سے انہوں نے اپنی فن کاری اور سپہ گری کا اظہار کیا تھا)۔

امام مناوی کے جوہرات میں سے حدیث جسے امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا مجھے اللہ تعالیٰ کی وجہ سے اتنی تکالیف دی گئیں جتنی کسی کو بھی نہیں ملی۔ تیس دن اور تیس راتیں میرے پاس گزریں مگر میرے اور بلال کے لیے صرف اتنا ہی ہے جو بلال کی بغل چھپ جائے۔

ابونعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں ذکر کیا۔

مَا اُوْتِیَ اَحَدٌ مَا اُذِیْتُ فِی اللّٰہِ۔ اللہ کی راہ میں جتنی مجھے تکالیف دی گئیں اتنی کسی کو نہیں ملیں۔

ابن قیم نے کہا کہ فِی اللّٰہِ کے الفاظ کثیر احادیث میں موجود ہیں جس کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔

نمبر ا: اللہ تعالیٰ کی رضا خوشنودی اور اطاعت تو یہ اختیاری اعمال میں ہوگا اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی اطاعت کے لیے میں نے بہت زیادہ تکالیف شاقہ برداشت کیں اور ارادہ اختیار سے تھیں۔

نمبر ۲: دوسرا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وجہ سے مجھے تکالیف پہنچیں تو یہ غیر اختیاری میں ہوگا۔

آپ نے بہت زیادہ مصائب برداشت کیے

رسول اکرم ﷺ کو جو مصائب و آلام برداشت کرنے پڑے ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔

بخاری شریف میں ہے کہ ایک بار آپ ﷺ مسجد حرام میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی محیط نے آپ کی گردن میں کپڑا ڈال کر کھینچا اور سخت گلا دبایا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی طرف روتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے دوڑے۔

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ (مومن:28)

''کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے''۔

اسی طرح ایک اور مرتبہ عقبہ نے نماز پڑھتے ہوئے آپ کے گلے میں کپڑا ڈال کر اتنے زور سے کھینچا کہ آپ گھٹنوں کے بل گر گئے تو لوگوں نے شور مچا دیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عقبہ کو پیچھے دھکا دے کر آپ کو بازوؤں سے پکڑا۔

مسند ابویعلیٰ اور بزاز میں صحیح سند کے ساتھ حدیث ہے کہ کفارِ مکہ نے آپ کو اتنا سخت پیٹا کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی تو ابوبکر صدیق یہ پکارتے ہوئے آپ کے پاس حاضر ہوئے:

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ (مومن)

''میرا رب اللہ ہے کہنے والے شخص کو تم قتل کرنا چاہتے ہو''۔

بزاز میں ہے ایک دفعہ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا سب لوگوں سے زیادہ بہادر کون ہے؟ تو لوگوں نے عرض کیا! اے امیر المومنین آپ ہیں تو فرمایا میں نے جس کافر سے مقابلہ کیا اس کے دو ٹکڑے کیے لیکن ابوبکر مجھ سے بھی بہادر ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ کفار قریش آپ کو پکڑ کر کھینچ رہے اور کہتے تھے تو نے تمام خداؤں کو ایک بنا دیا بخدا مسلمانوں میں سے ابوبکر کے سوا آگے ہونے کی کسی کو ہمت نہ ہوئی۔

اسی طرح ایک بار انہوں نے نماز کے دوران آپ پر اونٹ کی اوجڑی رکھ دی آپ کے مصائب وآلام کا ذکر بہت طویل ہے جو مزید دیکھنا چاہے وہ سیرت کی کتب کا مطالعہ کرلے۔

لَقَدْ اَتَتْ عَلَیَّ ثَلاَ ثُوْنَ کی تشریح میں ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ مال ومتاع دنیا کی وسعت وکشادگی کا اختیار دیا گیا جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے آپ نے فرمایا مجھ پر بطحاء مکہ کو سونا بنا کر پیش کیا گیا تو میں نے انکار کردیا۔

امام مناوی فرماتے ہیں ''جتنی مجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکالیف پہنچیں کسی کو نہ پہنچیں'' میں فی اللہ یعنی اللہ کی رضا یا اللہ کی وجہ سے کہ میں نے لوگوں کو اس کی عبادت کے اقرار کی دعوت دی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک بنانے سے منع کیا یہ کمال درجہ کا لطف ہے جس سے آپ کے مقامات میں روز افزوں ترقی ہوتی جائے گی۔

ابن عطاء کہتے ہیں کہ اصفیا پر تکالیف وبلائیں اس لیے نازل ہوتی ہیں تا کہ کسی چیز کی طرف ان کا قلبی میلان نہ ہو اور کوئی شے اللہ سے انہیں مشغول نہ رکھے۔

ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث پر دوسری روایت سے اشکال ہوتا ہے جس میں آتا ہے صحابہ کرام کو بہت زیادہ مصائب اور تکالیف پہنچیں اگر ثابت ہے تو وہ محمول ہے حدیث انس کے معنی پر۔

لَقَدْ اُوْذِیْتُ فِی اللّٰہِ مَایُوْذَیٰ اَحَدٌ

''مجھے اللہ کی راہ میں ضرور تکالیف پہنچیں جو کسی کو دی جاسکتی ہیں''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ابن اسحاق نے روایت کیا بخدا ان سے اگر کسی کو پیٹتے اور پیاسا رکھتے یہاں تک کہ شدت تکلیف سے کھڑا نہ ہوسکتا تو اسے کہتے کہ کہہ لات عزیٰ تیرے سچے معبود ہیں تو وہ جواب دیتا کہ احد احد (اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے)۔

ابن ماجہ اور ابن حبان نے ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا سب سے قبل سات اشخاص نے اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ رسول اللہ ﷺ، ابو بکر صدیق، عمر، عمار ان کی ماں سمیہ، صہیب رومی، بلال حبشی، اور مقداد، لیکن حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ان کے چچا ابو طالب کے ذریعہ محفوظ رکھا ابو بکر صدیق اپنی قوم کی وجہ سے محفوظ رہے باقی حضرات کو مشرکین نے بہت ستایا ان کو لوہے کی وزنی وزنی زرہیں پہناتے گرم دھوپ میں اور تپتی ریت پر لٹاتے۔ الخ۔

اس کا جواب یہ ہے حضور اکرم ﷺ کو بھی اس سے تکلیف ہوئی تھی کہ ان کو آپ کی وجہ سے مبتلائے عذاب کیا جاتا تھا۔

اشکال: ایک اور اشکال ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی تکالیف میں سے قتل ہے جیسا کہ حضرت ذکریا اوران کے صاحبزادے حضرت یحیٰی علیہما السلام کو شہید کیا گیا۔

جواب: اس سے مراد جسم سے روح جدا کرنے کے علاوہ دیگر تکالیف ہیں۔

بعض نے جواب دیا کہ بلاً کثرتِ اتباع کے تابع ہے کیونکہ آپ انبیاء سے کہیں زیادہ کثیر الاتباع ہیں جن کو مبتلائے عذاب رکھا گیا آپ انبیاء علیہم السلام سے زیادہ مبتلائے عذاب ہوئے جب آپ کا دین مکمل ہوا تو عذاب اور مصائب و تکالیف کی بھی تکمیل ہوگئی تو مَااُوْذِیَ الخ کا معنی ہوگا کہ آپ کی دعوت عامہ ہے تو جمیع امت کی ابتلأ اور آزمائش کو محیط اور مشتمل ہے تو جس طرح آپ کا دین مکمل ہے تو ہر وہ بلاء ومصیبت جو مختلف امتوں میں متفرق تھی وہ آپ میں جمع ہوگئی اور آپ ان کے ساتھ مبتلا ہوئے۔

حضرت علی الخواص فرماتے ہیں کہ رسول خدا مصطفیٰ ﷺ جب کسی نبی علیہ السلام کے بارے میں کوئی تکلیف سنتے تو وہ خود میں موجود پاتے تھے۔

مَااُوْذِیَ اَحَدٌ مَااُوْذِیْتُ فَقَدْ اَذَا قَوْمُهٗ اَذ یً لَا یَحْتَمِلُ وَلَا یُطَاقُ حَتّٰی رَمَوْهُ بِالْحِجَارَةِ اِلٰی اَنْ اِدَّ مُوْا رِجْلَیْهِ فَسَالَ مِنْهُمَا اَلدَّمُ حَتّٰی بَلَّ نَعْلَیْهِ وَنَسَبُوْهُ اِلَی السِّحْرِ وَالْکُهَانَةِ۔

"کسی کو تکلیف نہیں پہنچی جتنی مجھے پہنچی اس کی قوم نے وہ تکلیف دی جو وہ برداشت نہیں کر سکتے تھے یہاں تک کہ انہیں پتھر مارے گئے کہ ان کے پاؤں رنگین ہو گئے اور خون سے ان کے جوتے پر ہو گئے انہیں سحر اور کہانت سے منسوب کیا گیا"۔

ان سے بہت مشہور ہیں اور آپ کے لیے مصائب سے اتنا کافی ہے جو طائف میں آپ کو مصائب تکالیف پہنچیں وہی کافی ہے۔

اس سے صوفیا کرام نے استنباط کیا کہ تکالیف انسانوں اور جنات وغیرہ سے ضروری ہے وہ کہتے ہیں صاحب حال میں سے جو کمزور ہیں جب انہیں کسی سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ خود پر ملامت کرتے ہیں لیکن کامل اور قوی حضرات برداشت کر لیتے ہیں اور لوگوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں کیونکہ لوگوں میں یہی مشہور ہے کہ کامل اور ولی درویش وہ ہوتا ہے جو صاحب کرامت ہو مثلاً جو اس کے مال کی چوری کرے وہ جل جائے وغیرہ لیکن قوی شارع علیہ السلام کے حال سے استدلال کرتے ہوئے خود پر ملامت نہیں کرتا۔

جو تکالیف برداشت کرتا ہے کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو اور تکلیف دینے والے سے مقابلہ نہیں کرتا

پس صوفیا کے نزدیک کامل وہ شخص ہے جو تکلیف برداشت کرے اسے مارا پیٹا جائے اس کی خوب تذلیل کی جائے تو وہ اس سے متاثر نہ ہو۔

ہمارے شیخ شعراوی نے کہا کہ ہمارے ایک دوست شیخ احمد کعکی کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا کہ ان کے پڑوسیوں نے اسے بہت زیادہ ستایا تو ان کے گھر کیڑوں سے بھر گئے روٹی اور پانی مین بھی کیڑے ہی نظر آتے تو وہ مجبور ہو کر مکان چھوڑ گئے ہیں نے ان سے کہا فقیر لوگ تو مصائب اٹھاتے ہیں اور دوسروں کو تکلیف نہیں دیتے تو انہوں نے جواب دیا یہ تمہارے ابدالوں کا خاصہ ہے اور ہماری قوت اس کی متحمل نہیں تا کہ لوگ ایک دوسرے پر زیادتی نہ کریں۔

امام مناوی کے جواہرات میں سے اس حدیث کی تشریح

لَوْ نَزَلَ مُوسیٰ فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَكْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ اَنَا حَظُّكُمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَاَنْتُمْ حَظِّیْ مِنَ الْاُمَمِ۔

"اگر موسیٰ علیہ السلام تمہارے پاس تشریف لائیں تو مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع کرو گے تو تم گمراہ ہو جاؤ گے انبیاء سے میں تمہارا حصہ اور امتوں سے تم میرا حصہ ہو"۔

اسے بیہقی نے حضرت عبداللہ بن حارث سے روایت کیا۔ لَضَلَلْتُمْ کا معنی ہے تم راہ حق سے پھر جاؤ گے کیونکہ شریعت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین کی ناسخ ہے۔

اس حدیث کا سبب یہ ہے جس طرح اس کے راوی حضرت عبداللہ بن حارث نے بیان کیا کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات کا کچھ حصہ لے کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ اسے میں اہل کتاب کے ایک شخص سے لایا ہوں تو آپ نے فرمایا مجھ پر پیش کر حضرت عمر پڑھنے لگے تو آپ کا رخ انور متغیر ہو گیا اور یہ حدیث بیان کی۔

امام مناوی کے جوہرات میں سے وہ حدیث جسے بخاری و مسلم، امام احمد اور نسائی نے عبداللہ بن زید مازنی سے اور ترمذی نے حضرت علی اور ابوہریرہ سے روایت کیا۔

مَا بَيْنَ بَيْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ۔

"میرے گھر اور منبر کے درمیانی جگہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے"۔

بَيْتِیْ سے مراد قبر انور ہے کیونکہ روضہ انور آپ کے گھر میں ہے۔ رَوْضَةٌ جنت کے باغات کی طرح ہے نزولِ رحمت کی وجہ سے اور اس جگہ عبادت کرنے سے جنت میں پہنچنے کی وجہ سے یا حقیقت میں یہ حصہ جنت سے لایا گیا ہے جیسے حجر اسود جنت سے لایا گیا یا یہ کہ جنت سے لایا جائے گا۔ جیسے

استعن حنانہ اس میں بلیغ تشبیہ مجاز پر محمول کیا جائے خواہ حقیقت پر۔ روضۃ کہتے ہیں ایسی جگہ کو جہاں پر پانی درخت اور پھول بکثرت ہوں بعض نے کہا اعلیٰ ترین اور نفیس ترین باغ کو کہتے ہیں اس وقت روضہ انور اور منبر کی درمیانی جگہ تقریباً ترپن گز ہے۔

نکتہ فضیلت مدینہ

اس سے مدینہ منورہ کی مکہ مکرمہ سے فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ اس کا ایک حصہ جنت کا ٹکڑا ہے حدیث شریف میں ہے کہ جنت تمہارے گمان کا ایک ٹکڑا اور حصہ ہے یقیناً دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

جواب: صرف اس جگہ کا شرف ثابت ہے جب کہ دعویٰ پورے مدینہ کی برتری کا ہے اس طرح تو جھہ بھی مدینہ سے افضل ہو جائے جب کہ وہ مکہ سے افضل نہیں تو پھر مدینہ منورہ بھی مکہ سے افضل نہیں۔

حدیث کا تتمہ مصنف نے ذکر نہیں کیا آپ کا فرمان ہے۔ وَمِنْبَرِیْ عَلٰی حَوْضِیْ۔ میرا منبر میرے حوض کوثر پر ہوگا۔

جس طرح کہ مسلم وغیرہ کی روایت سے یہ الفاظ ثابت ہیں۔

امام سیوطی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ اس سے مراد بعینہ دنیا والا منبر حوض پر ہوگا بعض نے کہا وہ وہاں کا منبر ہوگا بعض نے بیان کیا کہ اس کا معنی ہے کہ اگر وہاں پہنچنا چاہے اور وہاں سے شراب پینا چاہے تو اسے نیک عمل کرنا چاہیے۔

امام مناوی کے جواہرات میں سے وہ حدیث جسے امام بخاری اور امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا:

مَامِنْ نَبِیٍّ مِنَ الْاَ نْبِیَآءِ اِلَّاوَقَدْ اُعْطِیَ مِنَ الْآیَاتِ مَامِثْلُہٗ آمَنَ عَلَیْہِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا کَانَ الَّذِیْ اُوْتِیْتُ وَحْیاً اَوْ حَیٰ اللّٰہُ اِلَیَّ فَاَرْجُوْ اَنْ اَکُوْنَ اَکْثَرَ تَابِعاً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

ہر نبی کو معجزات عطا ہوئے ان کو دیکھ کر لوگ ایمان لائے اور میری طرف خصوصیت سے وحی ہوئی (جو سب کو جامع ہے) مجھے امید ہے کہ روز قیامت سب سے زیادہ صاحبِ اتباع ہوں گا۔

یعنی ہر نبی کو کچھ نہ کچھ معجزات عطا ہوئے جن کے مشاہدہ سے مشاہدہ کرنے والا ایمان لانے پر مجبور ہو گیا جو زمانہ کے گزرنے کے ساتھ ساتھ معجزات ختم ہو گئے اور آپ کے اعظم معجزات سے وحی الٰہی یعنی قرآن کریم ہے ورنہ آپ کے معجزات غیر متناہی ہیں لیکن قرآن کریم ایسا مہتم بالشان معجزہ ہے جو بکثرت مرور زمانہ سے ختم ہونے والا نہیں بلکہ ہمیشہ رہنے والی کتاب ہے جو ہمیشہ کے لیے نفع بخش

ہے دوسری کتب سے اس طرح بھی ممتاز ہے کہ اس کا اعجاز صرف نظم اور بلاغت پر ہی مشتمل نہیں جو زمانہ کے گزرنے سے ختم ہو جائے بلکہ یہ تغیر و تبدل سے محفوظ رہے معاندین کو مقابلہ کا چیلنج ہو جس کا جواب آج تک کوئی نہیں دے سکا مزید برآں یہ ایسا معجزہ ہے جو بذات خود بے شمار معجزات پر مشتمل ہے اس کی ایک مثال یہ آیت ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (انفال:2)

''ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے تو ان کے دل ڈر جائیں''۔

المؤمنون سے کامل ایمان والے مراد ہیں اس طرح بہت مثالیں ہیں۔

سرور کائنات ﷺ ہر سلام بھیجنے والے کے سلام کا جواب دیتے ہیں

امام مناوی کے جواہرات میں سے اس حدیث کی شرح جسے ابوداؤد نے ابوہریرہ سے روایت کیا:

مَامِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّاللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

''جو مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ میری روح کو واپس بھیج دیتا ہے اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں''۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔رَدَّاللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ۔کا معنی ہے اللہ تعالیٰ مجھے بولنے کی اجازت مرحمت فرماتا ہے کیونکہ سرور عالم ﷺ ہمیشہ کے لیے زندہ ہیں اور آپ کی روح اقدس جسد اطہر سے کبھی جدا نہ ہوئی اس لیے کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ تمام انبیاءؑ علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

حیات النبی ﷺ

قَوْلُهٗ حَتّٰى اَرُدَّعَلَيْهِ السَّلَامَ۔یہ حیات النبی ﷺ میں ظاہر واضح ہے بریں بناً کوئی لمحہ اور گھڑی ایسی نہیں جب کوئی سلام نہ بھیجتا ہو جو شخص رد کو زیارت کے ساتھ مخصوص کرتا ہے (آپ اس شخص کا جواب دیتے ہیں جو روضہ انور پر حاضری دیتے ہوئے سلام عرض کرتا ہے) تو اس کے لیے بیان یعنی تخصیص لازم ہے۔

ابن ملقن وغیرہ نے کہا کہ روح سے مراد مجازاً نطق ہے اور علاقہ مجاز یہ ہے کہ روح کے لوازمات سے نطق کا بالفعل یا بالقوۃ پایا جانا ہے اور آپ ﷺ عالم برزخ میں احوال ملکوت میں مشغول اور اس کے مشاہدات میں مستغرق ہیں جس وجہ سے نطق کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔

اس لیے ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضور فکر کے ساتھ روح کی تاویل کرنا احسن ہے جس طرح لَيُغَانُ

عَلٰی قَلْبِیْ کی تاویل کی گئی۔

گنبد خضریٰ کی زیارت سے آپ کی شفاعت لازم ہو جاتی ہے

امام مناوی کے جوہرات میں سے یہ حدیث جو ابن عدی اور بیہقی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا کہ:

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ

''جس نے میرے روضہ کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت لازم ہو گئی''۔

بیہقی نے حضرت انس سے ان لفاظ سے روایت کیا:

مَنْ زَارَنِیْ بِالْمَدِیْنَۃِ مُحْتَسِباً کُنْتُ لَہٗ شَہِیْداً وَشَفِیْعاً یَوْ مَ الْقِیَامَۃِ

''جس نے مدینہ میں میری زیارت حصولِ ثواب کے لیے کی تو میں اس کے لیے روز محشر گواہ اور شفیع ہوں گا''۔

وَجَبَتْ لَہٗ۔یعنی ثابت اور لازم ہو گئی اور میر االلہ تعالیٰ سے سوال ہو گا کہ وہ اس کی خطائیں معاف فرمادے۔سبکی نے کہا کہ احتمال ہے کہ اس سے مراد زائرین کے ساتھ خصوصیت ہو جو دوسروں کو عموماً یا خصوصاً حاصل نہ ہو یا اس سے مراد جو دوسروں کے لیے حاصل ہے اس سے جدا ہوں گے ان کا یہ افراد و تنہا ہونا تشریف و بزرگی کے لیے ہو گا یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو دوسروں کے لیے شفاعت ہو سکتی ہے وہ ان کے لیے واجب ہو زیارت کی برکت کی وجہ سے اور اس میں ان کے لیے یہ خوشخبری ہے کہ وہ دنیا سے باایمان جائیں گے۔

حاصل مرام زیارت کا فائدہ کہ ان کی موت مطلقاً ایمان پر ہو گی یا ان کے لیے شفاعت مخصوص ہو گی جیسا کہ شفاعتی میں آپ نے اپنی طرف سے اضافت کی اس لیے ملائکہ اور خواص انسان بھی شفاعت کریں گے لیکن زائرین کے لیے حضور علیہ السلام کی بھی سفارش ہو گی۔

لفظ زیارت سے امام مالک علیہ الرحمہ کے قول کی بھی تردید ہوتی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ زُرْنَا قَبْرَ النَّبِیِّ کہنا مکروہ ہے دوسری حدیث مَنْ زَارَنِیْ بِالْمَدِیْنَۃِ جس نے مدینہ میں میری زیارت کی میری زندگی یا وصال کے بعد محتسباً زیارت سے اللہ کی رضا اور ثواب مقصود ہو کُنْتُ لَہٗ شَہِیْداً میں اس مطیع کے لیے گواہ اور گنہگار کے لیے سفارشی ہوں گا یہ شہادت عام امت پر گواہی سے علیحدہ اور مخصوص ہو گی۔

صوفیا کے نزدیک زیارت روضۃ النبی فرض ہے

علماء فرماتے ہیں کہ گنبد خضریٰ کی زیارت سے حج کامل ہوتا ہے بلکہ صوفیاً کے نزدیک تو فرض ہے۔

علامہ حکیم ترمذی نے لکھتے ہیں کہ آپ کے روضہ کی زیارت کے لیئے جانا ہجرت ہے جس سے زائرین خائب وخاسر نہیں رہتے بلکہ آقا علیہ السلام کی شفاعت لازم ہو جاتی ہے۔

علام مبہانی کہتے ہیں میں نے یہ تمام احادیث الجامع الصغیر اور امام مناوی کی اس پر شرح سے یہ کلام منتخب کیا ہے روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کے ثواب پر مزید تفصیل دیکھنا چاہے وہ میری کتاب ''شَوَاهِدُ الْحَقِّ فِي الْإِسْتِغَاثَةِ بِسَيِّدِ الْخَلْقِ'' کا مطالعہ کرے۔

اس میں فضائل آپ سے استغاثہ پر دلائل اور متبدعین کے سوالات کے جوابات پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

جواہرات

الامام الربانی مجدد الف الثانی الشیخ احمد الفاروقی السرہندی النقشبندی المتوفی سنہ ۱۰۳۴ھ

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے جواہرات میں سے مکتوبات میں سے چوالیسواں مکتوب ہے جو سرور کائنات خیر موجودات ﷺ کی مدح میں ہے جسے آپ نے السید النقیب شیخ فرید بخاری کی طرف ارسال کیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ آپ کی تصدیق کرنے والے خیر امم سے ہیں اور تکذیب کرنے والے اولادِ آدم سے بدترین ہیں اور آپ سنت سنیہ کی اتباع کی ترغیب میں آپ کا مکتوب شریف بہت اچھے وقت ملا اور اس کو پڑھ کر مسرت ہوئی میراثِ فقیر محمدی علیہ وآلہ والصلوت والتسلیمات سے جو آپ کو حصہ ملا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اور فقراءٗ کی محبت اور ان کی صحبت اسی فقر کا ثمرہ ہے اس کے جواب میں کیا لکھوں سوائے اس کے کہ ایک عربی عبارت نقل کردوں جو کہ آپ کے جد امجد سیدنا الانبیاءٗ والمرسلین ﷺ کے فضائل میں ہے اور اس مکتوب کو نجاتِ اخروی کا وسیلہ بنالے اس سے میں رسول کریم ﷺ کی تعریف نہیں کر رہا بلکہ اس سے تو میرے کلام کی تعریف ہوگی یہ آقا علیہ السلام کی ثناءٗ میں لکھا گیا ہے۔

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ وَلٰکِنْ مَدَحْتُ . مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٖ

''میں نے اپنے کلام سے محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعریف نہیں کی لیکن میں نے تو آپ کے ذریعے اپنے کلام کی مدح کی ہے''۔

فضیلتِ مصطفیٰ ﷺ

اللہ کی عصمت و توفیق کے ساتھ کہتا ہوں یقیناً محمد رسول اللہ ﷺ اولادِ آدم کے سردار اور بروز حشر تمام اولین و آخرین سے زیادہ مکرم ہیں سب سے قبل آپ کی قبر انور شق ہوگی آپ ہی پہلے سفارش کرنے والے ہیں جن کی سفارش قبول ہوگی آپ ہی سب سے قبل جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے تو آپ کے لیے بابِ جنت کھلے گا آپ کے دستِ اقدس میں حمد کا جھنڈا ہوگا جس کے نیچے حضرت آدم اور دیگر تمام نوع انسان ہوں گے آپ نے ہی فرمایا ہے کہ ہم بروز حشر آخر اور سابقین ہوں گے اور میں ایسی بات کہہ رہا ہوں جو فخریہ طور پر نہیں۔

اَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ وَاَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَلَا فَخْرَ

میں اللہ کا حبیب، مرسلین کا قائد ہوں اور انبیاء کا خاتم ہوں اور اس پر فخر نہیں

میں (محمد ﷺ) بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں تحقیق اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے بہتر

خلق میں بنایا پھر انکے گروہ بنائے تو مجھے بہتر گروہ میں رکھا پھر قبیلوں میں تقسیم کیا تو مجھے افضل قبیلہ میں رکھا تمہارے خاندان بنائے تو مجھے بہترین خاندان میں پیدا کیا تو میں ان سے خاندان اور ذات کے اعتبار سے افضل ہوں جب مخلوق دوبارہ اٹھائی جائے گی تو میں سب سے پہلے اٹھوں گا جب چلیں گے تو میں ان کا قائد ہوں گا جب خاموش ہوں گے تو میں ان کا خطیب جب محبوس ہوں گے تو ان کا سفارشی اور جب مایوس ہو جائیں گے تو میں ان کو نوید سنانے والا ہوں گا کرم کا علم اور خزانوں کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور لواء الحمد بھی میرے ہی ہاتھ میں ہوگا۔

میں اپنے رب کے پاس تمام اولادِ آدم سے زیادہ محترم ہوں گا میرے اردگرد ایک ہزار خادم ہوں گے گویا کہ وہ مخفی انڈے ہیں اور قیامت کے روز میں نبیوں کا امام اور خطیب اور صاحب شفاعت ہوں گا اور اس میں کوئی فخر نہیں۔

حضور علیہ السلام باعثِ ایجاد و کون و مکان ہیں۔ اگر آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا نہ کرتا اور نہ ہی اپنی ربوبیت کا اظہار فرماتا۔

آپ تخلیقِ آدم علیہ السلام سے پہلے نبی تھے

حضور علیہ السلام اس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ السلام بھی آب و گل میں تھے۔

فضیلت امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا التسلیم ۔

جن کا امام مقتدیٰ ایسا معصوم اور بے مثل اور تمام نبیوں کا پیشوا ہو کہ یقیناً اس کی امت تمام امتوں سے بہتر و برتر ہوگی

اللہ کا فرمان:۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران:110)

"تم بہتر ہو ان تمام امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں"۔

اس کی تائید اور وصف بیان کر رہا ہے اور آپ کی نبوت و رسالت اور آپ کے پیغامات کا برملا انکار اور تردید کرنے والا بدترین انسان ہوگا جیسا کہ قرآن مجید کا ارشاد ہے:

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا (توبہ:97)

"گنوار کفر اور نفاق میں زیادہ سخت ہیں"۔

ان کی حالت بیان کر رہا ہے۔

وہ شخص کتنا خوش نصیب ہے جسے آپ کی سنت سنیہ کی اتباع میسر ہوگی اس دور حاضرہ میں دین

268

اسلام پر ایمان ویقین رکھتے ہوئے اگر تھوڑا عمل بھی کیا جائے تو وہ عمل کثیر کی جگہ مقبول ہوگا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ اصحاب کہف کی ایک نیکی یعنی معاندین دین کی استیلاً کے وقت یقین کے ساتھ اللہ کے دشمنوں سے ہجرت کرنا تمام نیکیوں پر حاوی ہوگئی اس کی مثال یوں سمجھئے کہ اعداد کے غلبہ کے وقت لشکر اسلام کی نقل وحرکت اور مقابلہ کرنا دیگر تمام حسنات پر غالب ہو جاتا ہے جو کہ حالتِ امن واطمینان میں کی گئی ہوں۔

جب آپ محبوب رب العالمین ہیں تو آپ کی متابعت کی بناٗ پر آپ کے تابعین بھی مقامِ محبوبیت پر فائز ہوں گے کیونکہ محبّ جب اپنے محبوب کی ادا وخصلت کسی شخص میں دیکھتا ہے تو ان خصائل وعادات کی وجہ سے اس شخص سے بھی محبت ہو جاتی ہے اسی پر مخالفین کا قیاس کر لے۔

رَئِیْسُ جَمِیْعِ الْعَالَمِیْنَ مُحَمَّدٌ عَلٰی رَأْسِ اَعْدَاءٍ حَصاً وَتُرَابٌ

''تمام جہانوں کے سردار محمد کریم ﷺ ہیں (آپکے) دشمنوں کے سروں پر گرد وغبار ہو''۔

شیخ مجدد علیہ الرحمہ نے مکتوبات میں جو احادیث بیان کی ہیں شیخ محمد مراد منزلاوی نے اس کے حاشیئے پر ان کی تخریج کی ہے جو دیکھنا چاہے اصل کتاب کی طرف رجوع کرے۔ یہ مکہ مکرمہ سے طبع ہوئی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی کا ایک سو اکیسواں مکتوب جسے مولانا حسن دہلوی کی طرف ارسال کیا تھا۔

حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا التسلیمات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سب تعریفیں اللہ کے لیے اور سلام ہو اس کے برگزیدہ بندوں پر۔

یقین رکھ حقیقت محمدیہ پہلا ظہور اور تمام حقیقتوں کی حقیقت ہے یعنی تمام حقائق خواہ وہ انبیاٗ کے حقائق ہوں یا ملائکہ کے یہ سب سایہ کی مانند ہیں اور حقیقت محمدیہ ان سب کی اصل ہے جیسا کہ آپ کی حدیث میں ہے کہ:

اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ سب سے قبل اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو تخلیق کیا۔

دوسری حدیث میں فرمایا:

خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ نُوْرِیْ

''میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا اور مؤمنین میرے نور سے''۔

اس سے بدیہی طور پر واضح ہو گیا آپ کی حقیقت اللہ اور مخلوق کے حقائق کے مابین واسطہ ہیں تو ظاہر ہے واسطہ کے بغیر خالق کائنات تک پہنچنا محال ہے تو لامحالہ آپ نبی الانبیاٗ والمرسلین ہوئے اور

آپ کا مبعوث ہونا تمام کائنات کے لیے رحمت ہے اسی وجہ سے اولوالعزم انبیاء علیہم السلام حقیقتاً رسول اور نبی ہونے کے باوجود آپ کے امتی ہونے کی تمنا کی جیسا کہ روایات سے ثابت ہے۔

سوال: انبیاء علیہم السلام کا دولت نبوت سے سرفراز ہونے کی وجہ آپ کے امتی ہونے میں کمال درجہ کا ربط نہیں ہوسکتا۔

جواب: وہ کمال کیا ہے حقیقت الحقائق کے ساتھ وصول اور اس کے ساتھ متحد ہونا ہے اور یہ دونوں ہی تبعیت اور وراثت پر موقوف ہیں بلکہ کمالِ فضل پر موقوف ہیں کیونکہ یہ آپ کی امت میں سے اخص الخواص کا حصہ ہے اور جو آپ کی امت سے نہیں وہ اس دولت عظمیٰ کو حاصل نہیں کرسکتا اور اس کے حق میں حجاب اٹھ سکتا ہے کیونکہ وہ اس اتحاد سے آسان ہو جاتا ہے شائد اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ (آل عمران:110) ''تم بہتر امت ہو''۔

پس آقا علیہ السلام جس طرح انبیاءً وملائکہ کے ہر فرد سے افضل ہیں اسی طرح كُلٌّ مِنْ حَيْثُ الْكُلِّ سے بھی افضل ہیں کیونکہ اصل کو سایہ پر برتری حاصل ہوتی ہے خواہ وہ سایہ آگے ہزاروں سایوں پر مشتمل اور متضمن ہو لہٰذا مبدء فیاض یعنی اللہ تعالیٰ سے ظل کی طرف فیضان اصل کے توسط اور وسیلہ سے ہوتا ہے اس فقیر (حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی) نے اپنے رسائل میں اس کی تحقیق کی ہے کہ نقطہ فوقانیہ کو نیچے والے تمام نقطوں پر فضیلت ہوتی ہے۔ اور وہ تمام نقطے نقطہ فوقانیہ کی نسبت ظل اور سایہ کی مانند ہیں اور عارف (اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والا ولی کامل جسے عارف باللہ کہا جاتا ہے) اس نقطہ فوقانیہ جو کہ اصل ہے اور تحتانی نقطوں جو کہ ظل وسایہ کی مانند ہیں سے زیادہ ہے۔

سوال: اس بیان سے تو خواصِ امتِ محمدیہ کی انبیاءً علیہم السلام پر برتری لازم آتی ہے۔

جواب: برتری بالکل لازم نہیں آتی ہے بلکہ اس فضل وکمال میں انبیاءً کے مشارکت ہوتی ہے جب کہ انبیاء علیہم السلام کو نبوت ورسالت کی وجہ سے اور بھی کثیر کمالات ودرجات صرف حاصل ہیں جو کہ صرف اور صرف انبیاءً کے ساتھ مخصوص ہیں اس امت کے اخص الخواص انتہاءً درجہ کی ترقی بھی کرلیں تو پھر بھی انبیاءً کے ادنیٰ قدم کے سرے تک نہیں پہنچ سکتے مساوات یا فوقیت کیسے ہوسکتی ہے اس کے بعد (مجدد نے فرمایا) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧١﴾ (الصافات:171)

''بے شک ہمارا کلام گزر چکا ہے ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے''۔

سوال: پھر فرمایا کہ یہاں ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا التسلیم جو حقیقت

الحقائق ہے اور اس کے اوپر کوئی حقیقت نہیں تو اس حقیقت محمدیہ سے ترقی کرنا ممکن ہے یا نہیں۔

جواب: اس سے ترقی کرنا ممکن نہیں اس لیے کہ اس کے اوپر مرتبہ لاتعین (1) اور اتباع کرنے والوں کا وہاں تک وصول اور طوق ناممکن ہے جس سے معلوم ہوا کہ حقیقت محمدیہ سے ترقی نہیں ہو سکتی بلکہ عقلاً اور شرعاً جائز ہے۔

سوال: اس تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ترقی کا تو حقیقت محمدیہ کے لیے بھی وقوع نہیں ہو سکتا۔

جواب۔ ہاں رسول اکرم ﷺ باوجود علوِ شان اور رفعت و عظمتِ مدارج و مراتب کے حدِ امکان سے نہیں نکل سکتے اور حدِ وجوب میں داخل نہیں ہو سکتے کیونکہ وجوب صرف الوہیت کا خاصہ ہے کسی دوسرے کے لیے تحقیق اور جواز ماننے سے شرک لازم آتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ بلند و بالا ہے۔

اشعار (امام بوصیریؒ کے)

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارىٰ فِيْ نَبِيِّهِمُ　　وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا وَّاحْتَكِمِ

فَإِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَيْسَ لَهٗ　　حَدٌّ فَيُعْرِبُ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمِ

"نصاریٰ نے اپنے نبی کی طرف جو نسبت اور دعویٰ کیا اسے چھوڑ دے (اس کے سوا) جو چاہتا ہے تعریف کر اور حکم لگا۔ یقیناً رسول اللہ ﷺ کے فضائل کی کوئی حد نہیں جس کو کوئی بولنے والا عبور کر سکے یا وہاں تک پہنچ سکے"۔

1۔ مرتبہ لاتعین صوفیہ کی ایک اصطلاح ہے جس کا استعمال ذاتِ خداوندی پر کرتے ہیں کہ وہ حد تعین میں نہیں کیونکہ تعین کہتے ہیں جس پر جہات ستہ فوق تحت یمین یسار امام، خلف کا اطلاق ہو سکے اور اللہ تعالیٰ کی کوئی حد نہیں اس کا آگے پیچھے دایاں، بایاں، اوپر، نیچے کچھ معلوم نہیں۔ (مترجم)

جواہرات الامام العلامۃ الشیخ محمد المہدی الفاسی

شارح دلائل الخیرات

حضرتِ علامہ شیخ محمد مہدی کے جواہرات میں سے جو کہ شرح دلائل الخیرات سے ماخوذ ہیں حضور اقدس ﷺ کا اسم گرامی خاتم الانبیاء کی شرح ہے۔

خاتم الانبیاء

خاتم الانبیاء کا معنی جو انبیاء کو ختم کرے یعنی سب سے آخری پیغمبر یا جس سے انبیاء ختم ہوں۔ جیسے خاتم وطابع کی مانند ہیں۔ (خَاتَمُ مَایُخْتَمُ بِهٖ یَا الَّذِی یَخْتِمُھُمْ اور طابع بمعنی مطبوع کے ہیں) پس آپ کے بعد نہ تو کوئی نبی یا رسول آسکتا ہے اور نہ ہی آپ کے ساتھ۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؁ (احزاب:40) ''اور سب نبیوں سے پیچھے''۔

اسی طرح حضور ﷺ کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمانا۔

اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَا رُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اِنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔

''تیری میرے سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون کی موسیٰ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں''۔

اسے شیخین بخاری و مسلم نے روایت کیا مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے روایت کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقادیر کو زمین آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل پیدا کیا۔ اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔ ان تقادیر میں سے جنہیں کتاب میں ذکر کیا کتاب سے مراد امّ الکتاب ہے ایک یہ ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔

آپ کا دین دائمی ہے

آپ کی وجود مدح میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کی شریعتِ مطہرہ دائمی ہے۔ کہ آپ کی رسالت و نبوت دائمی ہے اور اس میں آپ کی غایت درجہ تعظیم پائی جاتی ہے

حضرت عیسیٰ کا زمین پر نزول اس کے منافی نہیں کیونکہ آپ شریعت محمدیہ پر ہوں گے باوجود اس کے انہوں نے سب سے آخر آپ کی آمد کی خوشخبری سنائی۔

بعض نے کہا کہ اہل بصائر فرماتے کہ شرع و دین کا مقصد مخلوق کو حق کی دعوت، جائز اور بہتر معاش اور معاد کی رہنمائی کرنا اور ان امور کی اطلاع دینا جس سے ان کے عقول عاجز ہیں۔ اور دلائل قاطعہ کی تقریر ہے ان تمام امور کو متضمن ہے جن پر شریعت مطہرہ مشتمل ہے۔ ان امور کو ایسے احسن طریقے سے

بیان کیا کہ جس سے مزید وضاحت کی گنجائش ہی نہیں رہی قرآن مجید اس کی شہادت دے رہا ہے۔

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ:3)

''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا''۔

لہٰذا آپ کے بعد کسی نبی کی بعثت کی ضرورت ہی نہیں رہتی لہٰذا آپ پر نبوت ختم ہوئی اور نزول عیسیٰ علیہ السلام اور ان کا آپ کی ملتِ بیضاء کا متبع ہونا بھی آپ کی نبوت کی تاکید و تائید کرتا ہے۔

خاتم کی تشریح

شیخ عبدالجلیل قصری کی شعب الایمان میں اس اسم پاک (خاتم الانبیاء) کی تشریح میں درج ہے کہ خَتَمَ یَخْتِمُ خَتْمًا کا معنیٰ ہے طبع مہر لگانا ختم کا معنیٰ طبع ہے ہر شے کا خاتم سب سے آخری ہوتا ہے۔ خَاتَم بالفتح وہ چیز جو خاتم پر رکھی جاتی ہے مثلاً وہ مٹی جس کے ساتھ خاتم بنائی جاتی ہے اسی طرح محاورہ ہے خَتَمَ زَرْعَه' یہ اس پر مستعمل ہوتا ہے جو پہلے ڈول سے پانی کاشت اور فصل کو دیا جائے گویا کہ اس نے اوّل میں ایسا پانی دیا جو آخر تک کافی رہا یہ تمام اوصاف مصطفےٰ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہیں اور تمام مخلوق پر فضیلت و برتری حاصل ہے جب تو ختم بمعنیٰ طبع کہے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر مہر لگادی اور ان اوصاف کے ساتھ جو آپ ﷺ کو عطا ہوئے۔ وہ دیگر کسی فرد کو مل سکتے ہی نہیں اور جب خَتَمَ بَمَعْنٰی خَتَمَ زَرْعَه' اے سَقَاه' اَوَّلَ سُقْیَةٍ کے ہوتو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ رسول اکرم کی ﷺ نبوت و رسالت میں تمام سابق درجات موجود ہیں اور مخصوص فضائل کے مقادیر مخفی ہیں جس سے تمام اولین و آخرین پر فوقیت رکھتے ہیں یعنی نبوت کا جو حصہ پہلے کسی نبی کو حاصل ہے وہ آپ کی ہی نبوت کا حصہ ہے اور جب خاتم بفتح تاء ہو یعنی مَا یُوْضَعُ عَلَی الْخَاتَمِ اَیْ اَلطِّیْنُ الَّذِی یُخْتَمُ بِهٖ تو اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ رسول ﷺ وہ برتن اور ظرف ہیں جس میں تمام اجزائے نبوت رکھے گئے ہیں۔ اور اس سے دوسروں کو اجزاء دیئے گئے جتنے کے وہ متحمل تھے اور جمیع میں سے ہمارے محبوب ﷺ کے بغیر کوئی متحمل نہیں ہوسکتا۔ جب تمام اجزائے نبوت کے آپ جامع ہیں تو خاتمیت بھی کمال درجہ کی ہوگی جیسا کہ خط وغیرہ لکھنے اور اسے لپیٹنے کے بعد اس پر مہر لگادی جاتی ہے۔ جو کچھ اس میں ہو اسے چھپا دیا جاتا ہے۔ آپ کے سوا کسی اور کو خاتم نہیں بنایا گیا کہ وہ درجہ غایتِ کمال تک ترقی نہ کرسکا۔

خاتم الانبیاء کا دوسرا معنیٰ

پھر فرمایا ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی کہ خاتم بکسر تاء (بروزن فاعل صیغہ اسم فاعل کا ہو۔) تو معنیٰ ہو گا آخر اور روح معنیٰ اس میں یہ ہے کہ وہ شے کا اتمام اور اسکا کمال ہے اگر وہ نہ ہو تو شے میں نقص ظاہر اور واضح ہو جائے لہٰذا ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکمیل اور تمام کرنے والے ہیں کہ روحِ معنیٰ کو وہ درجہ و کمال حاصل کیا کہ اس سے زیادہ اب تکمیل و تتمیم ہو ہی نہیں سکتی۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انبیاء کے فضائل کا تذکرہ فرمانے کے بعد فرمایا کہ مجھ پر نبوت ختم ہو گئی اور میں خاتم النبیین ہوں۔ اور یہ آپ نے مدح و تعریف کے طور پر کلمات ارشاد فرمائے۔

تیسری وجہ

ختم نبوت کی تیسری وجہ یہ ہے کہ پہلے انبیاء ایک ایک وقت میں کئی کئی تشریف لاتے رہے اور ایک دوسرے کی مدد کرتے اس کے باوجود تمام لوگوں کو تبلیغ نہ پہنچی اور بہت کم لوگ ایمان لائے لیکن محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہا تشریف لائے کوئی دوسرا نبی مدد کے لئے نہیں آیا آپ تنہا ہی تبلیغ حق کے لئے کمر بستہ ہوئے دنیا کے کونے کونے تک تبلیغ کی آواز پہنچ اور اتنی کثرت میں لوگ ایمان لائے پہلے جمیع انبیاء کے امتی ملا کر بھی اتنے نہیں بنتے یہ ایسا فضل و کمال ہے جس کے قریب بھی کوئی دوسرا کمال نہیں پہنچ سکتا تو یقیناً آپ خاتم الانبیاء ہوئے خاص عام کو مستلزم ہوتا ہے بغیر عکس کے۔

اسم گرامی الداعی کی شرح

امام فاسی کے جواہرات سے اسم الداعی کی توضیح ہے۔ اسکے معنی میں دو احتمال ہیں۔

نمبر ۱۔ جسے اللہ تعالیٰ بلائے تو وہ جواب دے اور اس کی طرف مائل ہو یا اس کی عبادت میں مصروف ہو جائے جس کی طرف یہ یہ آیت مشیر ہے۔

وَّ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّیْ (جن:20)

”اور یہ کہ اللہ کا بندہ اس کی بندگی کرنے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ جن اسیر ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہو جائیں تم فرما دو میں تو اللہ کی بندگی کرتا ہوں“۔

دوسرا معنی ہے کہ مخلوق کو خالق کی طرف بلانا تاکہ وہ اس کے احکامات پر عمل کریں جس کی طرف اس آیت سے اشارہ ملتا ہے۔

وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ۔

''اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا ہے''۔

دوسری جگہ فرمایا:

أَجِيبُوا دَاعِيَ اللّٰهِ (احقاف:31)

''اور اللہ کے منادی کی بات سنو''۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ (یوسف:108)

''تم فرماؤ یہ میری راہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں''۔

نیز فرمایا:

وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ (الحدید:8)

''حالانکہ یہ رسول تمہیں بلا رہے ہیں کہ اپنے اللہ پر ایمان لاؤ''۔

ایضاً فرمایا:

وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ (قصص:87)

''اور اپنے رب کی طرف بلاؤ''۔

مزید فرمایا:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ (النحل:125)

''اور اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ''۔

حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقادیر کو پیدا کرنا چاہا تو زمین و آسمان سے قبل مخلوق کو حباب کی مانند صورتوں میں تخلیق کیا اور اپنی ملکوت اور جبروت کی توحید میں منفرد تھا تو اس کے نور سے ایک نور جدا ہوا اور اس کا ایک حصہ خوب چمکا اور بلند ہوا پھر ان صُوَر خفیہ کے وسط میں جمع ہو گیا تو وہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَنْتَ الْمُخْتَارُ الْمُنْتَخَبُ۔ ''تو مختار منتخب نبی ہے''۔

تیرے پاس میرا نور اور میری ہدایت کا خزانہ امانت ہے تیری وجہ سے میں وادیوں کو ہموار کروں گا پانی رواں کروں گا آسمان کو بلند کروں گا۔ ثواب، عقاب، جنت، اور دوزخ بناؤں گا۔ پھر اللہ نے اسے اپنے غیب میں مخفی کر دیا اور غیب اس کے علم میں مستور ہے پھر جہاں بنائے زمانے کو دراز کیا پانی رواں کیا جھاگ کو جوش دلایا اور ہوا چلائی تو اسکا عرش پانی پر تھا پھر پانی پر زمین کی سطح بنائی تو اسے اپنی

اطاعت کی طرف بلایا تھا اس ایقان نے لبیک کہا۔ پھر فرشتوں کو اپنے نور سے بنایا اور اپنی توحید کو نبوتِ محمد ﷺ سے مقرون کیا۔ تو آپ کی نبوت زمین پر بعثت سے قبل آسمانوں پر مشہور تھی۔ تو جب آدم کو پیدا کر کے ان کو ملائکہ پر برتری بخشی اور حضرت آدم کو وہ علم اسماء اشیاء جو اللہ تعالیٰ نے بالخصوص دیا تھا وہ ملائکہ کو بتایا تو اللہ تعالیٰ نے آدم کو محراب، کعبہ، دروازہ اور قبلہ بنا دیا جس کی طرف ابرار صاحب روحانیت اور انوار نے سجدہ کیا پھر جناب آدم کو مسجود اور امام ملائکہ بنانے کے بعد اس امانت پر متنبہ کیا اور امانت کے خطرہ سے آگاہ کیا پس حضرت آدم حالت نبوت و امانت میں خیر سے محفوظ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اس نور کو میزان کے تحت ہمیشہ مخفی رکھا یہاں تک کہ رسول اکرم ﷺ اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے اور آپ نے لوگوں کو ظاہراً و باطناً ہر طرح سے دعوت دی اعلانیہ اور خفیہ طور پر انہیں سمجھایا ظہور دنیا سے قبل والے عہد و وفا کو نہ بھولے پس جس نے اس نورِ متقدم سے قبل حصہ لے لیا تھا جسے اس راز کی ہدایت نصیب ہوگئی اور اس کا انجام واضح اور روشن ہے اور جو غفلت میں رہا وہ ناراضگی کا مستحق ٹھہرا شیخ ابو محمد عبد الجلیل قصری نے اپنی شعب میں تجھے بتا دیا کہ ہمارے پیارے محبوب کو ہر چیز کی تخلیق سے قبل نبوت عطا ہو چکی تھی تو آپ کی روح نے مخلوق کو خلقت ارواح اور انوار کے ابداع و خلق کے وقت اللہ کی طرف بلایا جس طرح آخر میں آپ کے جسد اقدس نے مخلوق کو حق کی طرف دعوت دی اسی لیے فرمایا

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۔الآیہ (آل عمران:81)

"اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا کہ تم ضرور ضرور ان پر ایمان لانا اور ضرور ضرور ان کی مدد کرنا۔ تو کل مسلمان ہوگئے۔ لہٰذا آدم الارواح اور ان کے سردار بنے جس طرح حضرت آدم ابو البشر ہیں۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو پڑھ۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝

"بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر جو سارے جہاں کو ڈر سنانے والا ہو"۔ (فرقان:1)

عَالَمُوْنَ سے مراد تمام مخلوق ہے تو آپ نے تمام مخلوق کو ڈرایا تو وہ اولیت و آخریت میں تمام آپ پر ایمان لائی اور نور مبارک جمیع عالم میں صلب طاہر سے دوسری پاک پشت کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

شیخ تاج الدین سبکی نے اس معنی میں بہت طویل کلام کیا ہے پھر فرمایا اس پر ہمارے پاس احادیث ہیں۔

پہلی حدیث

بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ کَافَّةً۔

''میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں''۔

جس سے عیاں ہوتا ہے کہ آپ کا زمانہ قیامت تک ہے۔ الناس میں اولین و آخرین سب لوگ شامل ہیں۔

دوسری حدیث

کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔

''میں نبی تھا جب کہ آدم ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے''۔

اس سے ہمیں یقیناً معلوم ہوگیا نبوت وصف ہے جو کہ ذات سے زائد ہوتی ہے۔(انتہی)

شیخ ابوعثمان فرغانی فرماتے ہیں کہ ابتداء سے انتہاء تک حقیقت میں کوئی داعی نہیں مگر حقیقت محمدیہ جو کہ جمیع انبیاء کی اصل ہے اور وہ اجزائے حقیقت کے اور تفاصل کی مانند ہیں تو انکی دعوت من حیث الجزیۃ اور نائب ہونے کی حیثیت سے ہے اور آپ کی دعوت کل کی اجزاء یا کل کی جزئیات کے لئے ہے اور اس کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّةً لِّلنَّاسِ

''اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر سارے انسانوں کے لئے''۔

تمام انبیاء و رسل ان کی تمام امتیں اور تمام اولین آخرین کَافَّةً لِّلنَّاسِ میں داخل ہیں اور رسول اکرم ﷺ اصل اور حقیقت میں داعی ہیں اور جمیع انبیاؤ مرسلین آپ کی اتباع اور نیابت میں مخلوق کو حق کی طرف دعوت دیتے رہے۔(انتہی)

قصیدہ بردہ میں ہے۔

کُلُّ آیٍ اَتَی الرُّسُلُ الْکِرَامُ بِهَا فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُّوْرِهٖ بِهِمٖ

''تمام معجزات جو انبیاء لے کر آئے وہ آپ کے نور سے انہیں ملے''۔

فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ کَوَاکِبُهَا یُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِی الظُّلَمِ

''تحقیق آپ فضل و کرم کے سورج ہیں اور انبیاء ستارے ہیں جو لوگوں کو تاریکیوں میں روشنی عطا فرماتے ہیں''۔

شیخ محمد فاسی کے جواہرات میں آپ ﷺ کا نام مَدْعُوٌّ ہے۔

آپ کا اسم گرامی مدعو پہلا معنی

رسول اکرم ﷺ کا ایک نام نامی مَدْعُوٌّ ہے۔ یعنی بلایا ہوا۔ جتنے بھی پکارے گئے ان میں سے سب سے اعلیٰ واشرف طریقے سے آپ کو خطاب کیا گیا ہے کہ قرآن کریم میں کہیں بھی آپ اصل نام سے مخاطب نہیں کیا گیا بلکہ یَاَیُّھَاالرَّسُوْلُ یَاَیُّھَاالنَّبِیُّ وغیرہ جیسے افضل ناموں سے خطاب کیا گیا اور آپ کی امت کو بھی تشریفی خطابات سے مخاطب کیا گیا مثلاً یَاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور پہلی امتوں کو یَاَیُّھَا الْمَسَاکِیْنُ کے الفاظ سے، اوران دونوں خطابات میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

دوسرا معنی

یا اس سے آپ کو آسمان کی طرف بلانا مراد ہے کہ جبریل امین آپ کو آسمان کی طرف لے گئے۔

تیسرا معنی

یا اس سے مراد معراج میں بلانا ہے نور میں چلے تو ستر ہزار حجاب اٹھ گئے جس کا ایک حجاب دوسرے حجاب سے مختلف ہے۔ کسی ملک یا انس کی حس وہاں تک نہیں پہنچ سکتی جیسا کہ ابن سبع نے اپنی شفاء میں حدیث ابن عباس سے روایت کیا۔ انتہائی بلندی سے نداء آئی کہ۔

اُدْنُ یَا خَیْرُالْبَرِیَّۃِ اُدْنُ یَااَحْمَدُ اُدْنُ یَا مُحَمَّدُ۔

''اے مخلوق سے افضل قریب آیئے احمد قریب آیئے محمد قریب آیئے''۔

چوتھا معنی

یا اللہ تعالیٰ سے بقاء مراد ہے جیسا کہ حضرت جعفر صادق سے بیہقی نے روایت کیا کہ جبریل امین کا قول ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اِشْتَاقَ اِلٰی لِقَائِکَ۔

''بے شک اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے''۔

یہ ملک الموت نے آپ کو دنیا میں رہنے کا اختیار دیتے وقت کہا تو حضور ﷺ نے جواب دیا کہ اے عزرائیل جس کا تجھے حکم ہوا ہے اس پر عمل کیجئے۔

بیہقی نے کہا کہ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَاقَ اِلٰی لِقَائِکَ کا معنی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی لقاء کا ارادہ کیا ہے آپ دنیا سے معاد کی طرف پلٹ آئیں اس میں آپ کی کرامت وشرافت بدرجہ اتم ہے۔

پانچواں معنی

یا اس کا معنی ہے آپ کو مخلوق کی شفاعت کی طرف بلانا کہ مخلوق آپ سے شفاعت کی طلب گار ہو

گی اور خالق سے اس کے اذن واجازت سے ان کی طرف بلانا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (بقرہ:255)

''وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بغیر اس کے حکم سے''۔

چھٹا معنی

اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا اس وقت آپ کو ان الفاظ سے مخاطب کرنا مقصود ہے۔

اِرْفَعْ رَئْسَکَ یَا مُحَمَّدُ وَاشْفَعْ۔

''اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ سے سر اٹھایئے اور سفارش کیجئے''۔

دوسری حدیث جسے طبرانی نے حضرت حذیفہ سے روایت کیا۔ ابن مندہ نے کہا اس کی صحت پر اتفاق ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَوَّلَ مَدْعُوٍّ یَوْمَ یَجْمَعُ النَّاسُ فِی صَعِیْدٍ وَاحِدٍ فَیَحْمَدُ اللّٰہَ وَیُثْنِیُ عَلَیْہِ۔

''بے شک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے قبل پکارے جائیں گے۔ جب تمام مخلوق ایک جگہ جمع ہوگی تو آپ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کریں گے''۔

ساتواں معنی

یا اس سے مراد جنت کی طرف بلانا ہے کہ آپ سب سے قبل جنت کی طرف بلائے جائیں گے۔ واللہ اعلم۔

شیخ محمد فاسی کے جواہرات میں سے آقا کا اسم پاک مفضل ہے۔

اسم رسالت مآب علیہ وآلہ وسلم مفضل

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم پاک مفضل کی شرح میں لکھتے ہیں یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے جس کو دیگر پر فضیلت دی جائے اور اسے فاضل بنایا جائے اس میں کوئی خفاء نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرف بزرگی کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ کہ آپ تمام مخلوق سے بہتر خصوصاً انبیاء ورسل اور ملائکہ سے مختار ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں۔

ملائکہ اور انبیاء ورُسلانِ عظام سے افضل ہونے کی دلیل

شیخ ابوعبداللہ بکی فرماتے ہیں کہ ملائکہ سے افضل ہونے پر دلیل نقل صحیح پر اجماع ہے۔ لیکن انبیاء و رسلانِ عظام علیہم السلام سے افضل ہونے کی کئی وجوہ ہیں۔

پہلی دلیل

قرآن کریم میں ہے کہ:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران:110)

''تم بہتر ہوان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں''۔

یہ آیت آپ کی امت کے تمام امتوں سے افضل ہونے پر نص ہے۔ اور امت کی افضلیت نبی کی افضلیت اور برتری سے ہوتی ہے لہٰذا آپ ﷺ کا خیر الانبیاء ہونا ثابت ہو گیا

دوسری دلیل

سرور عالم ﷺ کی حدیث شریف ہے کہ:

اَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ۔

''میں اولاد آدم سے افضل ہوں اور اس میں کوئی فخر نہیں''۔

سوال۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اولاد آدم پر برتری ہے اور خود آدم اس میں شامل نہیں۔

جواب نمبر ا۔ حضرت آدم بھی اس میں شامل ہیں اور ادبا آپ نے ذکر نہیں فرمایا

نمبر ۲۔ وَلَدِ آدم سے تعمیم مراد ہے تمام جنس انسانی مراد ہے۔

نمبر ۳۔ اس حدیث سے حضرت موسیٰ، عیسیٰ، اور ابراہیم پر سیادت ثابت ہے۔

تیسری دلیل

کامل دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ذات میں کامل اور غیر کو مکمل کرنے والی نہ ہو دوسری غیر کو بھی تکمیل دینے والی اور دوسرا افضل ہے پھر جس کے ساتھ دوسرے کی تکمیل ہوتی ہے وہ علم ہے یا عمل۔

تمام مراتب علم سے اللہ کے متعلق علم، جسے علم باللہ کہتے ہیں، افضل ہے تمام اعمال سے افضل عمل طاعت الٰہی ہے جس کی ان دونوں کے لحاظ سے تکمیل ہوگی۔ وہ سب سے افضل ہوگا۔ اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں آپ ﷺ ان دونوں میں کامل و مکمل ہیں کیونکہ آپ جامع کلمہ والے اور محیط رسالت کے مالک ہیں جس طرح کہ آپ کی امت میں ظاہر ہوا اور علم باللہ اور اعمال کو ان میں نشر کیا جیسا کہ نماز، زکوٰۃ اور حج سے عیاں ہوا جو کہ دوسروں سے ممکن نہ تھا حاصل کلام یہ ہوا کہ آپ اعلیٰ کمال اور تکمیل کے ساتھ مخصوص ہیں اور جو بھی اعلیٰ کمال اور تکمیل کے ساتھ مخصوص ہو وہ افضل ہوتا ہے لہٰذا آپ تمام

مخلوق اور انبیاء سے افضل و برتر ہوئے یہ برہان(1) جلی اور بدیہی ہے کہ اس کا واسطہ علم اور وجود میں علت ہے اس کے مقدمات ہم نے اوپر تفصیل سے بیان کر دیئے ہیں۔

محدث کے دلائل احادیث ہوتی ہیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

صوفیاء کے نزدیک افضلیت پر دلیل

صوفی سابقہ دلائل ذکر کرتا ہے۔ اور مزید بھی بیان کرتا ہے جو ہر لحاظ سے مفید اور فائدہ پہنچانے والا ہو وہ فائدہ حاصل کرنے والے سے اعلیٰ ہوتا ہے اور آپ ﷺ ہر لحاظ سے فائدہ دینے والے ہیں کہ آپ کے نور سے تمام انوار نکلے جس طرح کہ خود آپ نے ارشاد فرمایا:

اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ وَمِنْ نُوْرِیْ خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ۔

"سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو تخلیق کیا اور میرے نور سے سب مخلوق کو پیدا کیا"۔

انوار کی دو اقسام ہیں طَبِیْعَةٌ اور رُوْحَانِیَةٌ روحانیہ کی دو اقسام ہیں علوم اور اخلاق بلا شک وشبہ آپ کے علوم اور اخلاق سے مخلوق نے علوم واخلاق کا استفادہ کیا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ﴿۴﴾ (قلم)

"بے شک تمہاری خو بڑی شان کی ہے"۔

اور فرمایا:

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۷﴾ (الانبیاء:107)

"اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے"۔

اسی لئے آپ نے فرمایا:

اَنَا یَعْسُوْبُ الْاَرْوَاحِ اَیْ اَصْلُهَا۔

"میں ارواح کی اصل ہوں"۔

اور فرمایا:

کُنْتُ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ (ص197)

"میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے"۔

خلاصہ مرام یہ ہے کہ آپ صاحب وسیلہ، درجہ رفیعہ، اور صاحب مقام محمود ہیں۔ ان سب کی بناء

1۔ برہان کہتے ہیں جس کے تمام مقدمات یقینی ہوں اس کی دو اقسام ہیں۔ برہان انی۔ برہان لمی۔ انی وہ ہے جس میں معلول سے علت کی طرف استدلال ہو۔ اور لمی۔ علت سے معلول کی طرف استدلال ہو۔ برہان کے مقدمات اگر نظری ہوں تو یہ بھی نظری ہوتا ہے مقدمات اگر بدیہی ہوں تو برہان بھی بدیہی ہوتا ہے۔ (مترجم)

اسی پر ہے کہ تمام کی ابتداء کا آپ سر ہیں اور آپ کی وہ خاصیت ہے جس کی حقیقت کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

یَا اَبَابَکْرٍ وَالَّذِیْ بِنَفْسِیْ بِالْمَنِّ لَمْ یَعْلَمْنِیْ حَقِیْقَۃً غَیْرُ رَبِّیْ۔

''اے ابوبکر میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا''۔

اسی فضیلت وشرافت کی وجہ سے اولوالعزم پیغمبروں نے آپ کے امتی ہونے کی التجاء کی۔ جیسے ابراہیم اور موسیٰ جو حدیث شریف میں انبیاء کی ایک دوسرے پر فضیلت دینے کی ممانعت آئی ہے۔ محققین کے نزدیک وہ خصائص اور قیاس کے ساتھ تفضیل پر محمول ہے کہ یہ تفضیل کے متقاضی نہیں بلکہ وہ محض اللہ کے فضل اور اس کے اختصاص کے ساتھ جو اس کی مشیت ابدی ازلی کے حکم پائی گئی۔ کسی علت سے نقص وکمی یا کوئی سبب فاضل پایا گیا اور مفضول میں موجود نہ ہو۔ ایسی کوئی بھی وجہ نہیں کیونکہ ہر نبی نے اللہ کے احکام کی کما حقہ تعمیل کی اور اس میں ذرہ برابر تقصیر نہیں کی لہذا اشرف وفضیلت دلائل سمعیہ سے ہوگی جو کہ قرآن حکیم میں موجود ہے۔

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ (بنی اسرائیل:55)

''اور بیشک ہم نے نبیوں میں ایک کو دوسرے پر بڑائی دی''۔

دیگر مقام پر فرمایا:

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ کَلَّمَ اللّٰهُ (وَھُوَ مُوْسٰی) وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ (بقرہ:253)(وَھُوَ مُحَمَّدٌ ﷺ)

''یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔ ان میں سے کسی سے اللہ نے کلام فرمایا کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا''۔

آپ کی افضلیت مسلّمہ اور متفق علیہ ہے

تو آپ کی فضیلت مسلّمہ ہے کسی امام نے اس میں اختلاف نہیں کیا۔ آپ کی افضلیت پر اتفاق کے بعد اس میں سلسلہ گفتگو دراز کیا ہے کسی کا بالخصوص نام ذکر کر کے فضیلت بیان کرنی چاہیے یا نہیں؟ ادب کے تقاضا اور اس حدیث پر عمل کرتے ہیں اس طرح بیان نہیں کرنی چاہیے آپ ﷺ نے فرمایا، مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو، کوئی یہ نہ کہے کہ میں یونس بن متی سے افضل ہوں۔ یہی مختار قول ہے اور دونوں دلیلوں پر عمل بھی ہو جاتا ہے۔

شیخ محمد فاسی کے جواہرات میں سے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی صَاحِبِ الْمَکَانِ وَالْمَشْھُوْدِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی صَاحِبِ الْمَکَانِ وَالْمَشْھُوْدِ اے اللہ: مکان مشہود کے صاحب پر درود بھیج۔مشہود شَھِدْ تَ اَلشُّھُوْدُ اے حَضَرْتُہٗ: سے مشتق ہے جس کا معنی حاضر ہے حاضر ہونا شہود کا معنی حاضر شدہ۔

صلاۃ سیدنا زین العابدین بن حسین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ میں ہے کہ صاحب محضر مشہود کی وجہ تسمیہ میں یہ احتمال ہے کہ یہ اس مکان کی طرف اشارہ ہو جہاں شب معراج عرش کے نیچے ٹھہرے اور اقلام کی آواز سماعت فرمائی وہ ایسا مکان ہے جہاں آپ کے سوا کوئی نہیں حاضر ہوا۔

یا اس سے مراد وہ مقام ہے جس میں اوّلین وآخرین آپکی ثناء کریں گے تو وہ اس مقام کا مشاہدہ کریں گے۔جس طرح قرآن مجید میں ہے۔

وَذٰلِکَ یَوْمٌ مَّشْھُوْدٌ (ہود) ''وہ دن حاضری کا ہے''۔

یعنی اس میں حساب کے لئے اوّلین وآخرین سبھی یکجا وجمع ہوں گے۔

یا اس سے مراد عرش وکرسی پر آپ کا بیٹھنا ہے یا عرش کی داہنی جانب آپ کا کھڑا ہونا مراد ہے۔

یا اس سے مراد براق پر سوار ہو کر ستر ہزار ملائکہ کی جلو میں حشر میں تشریف لانا اور آپ پر جنت اعلیٰ کا بہترین لباس ہوگا۔آپ کے نام سے پکارا جائے گا۔آپ کے دست اقدس میں لواء الحمد ہوگا۔اس دن آپ انبیاء کے امام، خطیب اور قائد ہوں گے۔

یا اس سے مراد آپ جبریل امین اور خالق تعالیٰ کے درمیان ہوں گے جسے دیکھ کر تمام اہل محشر غبطہ کریں گے یا اس سے مخلوق اور خالق کے درمیان آپ کا وسیلہ وواسطہ ہونا مراد ہے۔کہ جنت میں آپ کے واسطہ کے بغیر کوئی نہیں جا سکے گا۔آپ ایک جگہ کھڑے ہو کر تمام اہل محشر کو مشاہدہ فرما رہے ہوں گے اور تمام آپ کو دیکھ رہے ہوں گے۔

یا آپ کے اسم پاک صاحب المحشر کی طرح ہو جب ہم مکان کا نام ہونے پر محمول کریں۔تو مکان مشہود محشر ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَذٰلِکَ یَوْمٌ مَّشْھُوْدٌ (ہود) ''وہ دن حاضری کا ہے''۔

لیکن آپ کو اس میں صاحب محشر لیں گے تو اس سے مراد حاشر (بمعنی اسم فاعل کے ہوگا) یہ سب آخرت میں ہوگا۔

اس سے آپ کا اس ظاہری دنیا کا مکان مراد ہو کہ وہاں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں جس طرح ابن

مبارک اپنی فائق اور ابونعیم نے حلیہ مبارک میں کعب احبار سے روایت کیا کہ وہ حضرت عائشہ کے پاس حاضر ہوئے تو رسول اکرم ﷺ کا ذکر ہوا تو حضرت کعب نے کہا کہ فجر کے وقت ستر ہزار ملائکہ اترتے ہیں اپنے پروں سے روضہ پاک کو ڈھانپ لیتے ہیں اور شام تک درود شریف پڑھتے رہتے ہیں اسی طرح شام کو اور ستر ہزار فرشتے آجاتے ہیں جو صبح تک اسی طرح صلوٰۃ پڑھتے رہتے ہیں یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اور جب قبر سے نکلیں گے تو ستر ہزار فرشتے آپ کی تعظیم و تکریم کے لئے موجود ہوں گے۔

اس سے آپ کی قبر انور بھی مراد لی جاسکتی ہے کہ وہاں لوگوں کی حاضری اور فرشتوں کی حاضری ہوتی رہتی ہے یہ صرف آپ کی قبر انور کے ساتھ مخصوص ہے دیگر انبیاء میں سے کسی کی قبر کی تعین صحیح نہیں۔

یہ احتمال بھی ہے جس کی طرف حسن بصری نے اشارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم کے ساتھ مختار کیا آپ پر کتاب اتاری تمام مخلوق کے لئے رسول بنایا پھر دنیا میں وہ جگہ عطا کی جسے اہل دنیا دیکھے اور قوت عطا فرمائی۔ پھر فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب:21)

"بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے"۔

یا اس سے مراد وہ مقام ہے جو دنیا و آخرت میں آپ کا ہے یہ سب آپ کو شامل ہے یہ تمام احتمالات درست ہیں کچھ لفظ کے قریب ہیں اور کچھ بعید۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شیخ محمد فاسی کے جواہرات میں سے اس درود شریف کی تشریح ہے۔ درود شریف۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بَحْرِ اَنْوَارِكَ وَمَعْدَنِ اَسْرَارِكَ وَلِسَانِ حُجَّتِكَ وَعُرُوْسِ مَمْلِكَتِكَ وَاِمَامِ حَضْرَتِكَ وَطِرَازِ مُلْكِكَ وَخَزَائِنِ رَحْمَتِكَ وَطَرِيْقِ شَرِيْعَتِكَ اَلْمُتَلَذِّذِ بِتَوْحِيْدِكَ اِنْسَانِ عَيْنِ الْوُجُوْدِ وَالسَّبَبِ فِيْ كُلِّ مَوْجُوْدٍ عَيْنِ اَعْيَانِ خَلْقِكَ اَلْمُتَقَدِّمِ مَنْ نُوْرِ ضِيَائِكَ صَلَاةً تَدُوْمُ بِدَوَامِكَ وَتَبْقٰى بِبَقَائِكَ لَا مُنْتَهٰى لَهَا دُوْنَ عِلْمِكَ صَلَاةً تُرْضِيْكَ وَتُرْضِيْهِ وَتَرْضٰى بِهَا عَنَّا يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ.

"اے اللہ! درود بھیج ہمارے سردار محمد ﷺ پر، جو تیرے انوار کے سمندر، تیرے اسرار کی کان، تیری حجت کی زبان، تیرے ملک کی دلہن، (دولہا) تیری بارگاہ کے امام،

تیرے ملک کے طراز، (کپڑا) (عربی)، رحمت کے خزانے، تیری شریعت کی راہ، تیری توحید سے لطف اندوز ہونے والے وجود کی آنکھ کے پوٹے، ہر موجود کا سبب، تیری مخلوق کے سرداروں کے سردار، تیرے نور کے پہلے ضیاء حاصل کرنے والے ہیں۔ ان پر ایسا درود ہو جو تیرے دوام کے ساتھ دائمی رہے تیری بقاء کے ساتھ باقی رہے تیرے علم کے سوا اس کی کوئی انتہاء نہ ہو۔ ایسا درود بھیج جو تجھے اور انہیں پسند ہو، اور بہت پسندیدہ درود ہماری طرف سے بھیج اے ساری کائنات کے پالنے والے۔

الطراز علم الثواب (کپڑا) ملک کو کپڑے سے اس کے بننے اس کی تحسین وتزئین کی وجہ سے تشبیہ دی لازم کے اثبات سے جو کہ طراز ہے۔ کی دلیل سے اور نبی اکرم ﷺ کے لئے مستعار ہے کہ آپ جامع زینت ہیں کپڑے کے طراز اور زینت کی طرف آنکھیں مشتاق ہوتی ہیں اور رسول اکرم ﷺ وجود عالم کے لئے اللہ کی زینت ہیں کائنات کی روح، سر بھجت، نور اور اس کی زاوت ہیں۔ صلاۃ مفردہ میں ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی عَیْنِ الْعِنَایَةِ وَطِرَازِ الْحُلَّةِ وَعُرُوْسِ الْمَمْلَکَةِ وَلِسَانِ حُجَّةِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ عَدَدَ مَاذَکَرَهُ الذَّاکِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِکْرِهِ الْغَافِلُوْنَ

"اے اللہ درود شریف بھیج عین عنایت پوشاک کی زینت مملکت کی دلہن حجت کی زبان ہمارے سردار محمد ﷺ پر اور آپ کی آل پر ذکر کرنے والے کے ذکر اور غفلت کرنے والے کی غفلت کے مطابق"۔

سیدی علی بن وفا کی صلاۃ میں عَیْنِ الرَّحْمَةِ الرَّبَّانِیَةِ۔ وَبَھْجَةِ الْاِخْتِرَاعَاتِ الْاَکْوَانِیَةِ کے الفاظ ہیں۔ وَخَزَائِنُ رَحْمَتِکَ خزانہ کی جمع خزائن، کے کسرہ کے ساتھ جس میں سامان، مال اور اوراق جمع کئے جائیں اور رسول اکرم ﷺ اللہ کی رحمت کے خزانہ ہیں جو کہ کائنات میں تقسیم ہو رہی ہے لہذا رحمت الٰہی جس کسی کو بھی جو کچھ مل رہا ہے وہ آپ کے دست حق پرست سے مل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ شیخ محمد بکری پر رحم وکرم فرمائے اپنی عنائت سے مزید نوازے وہ کہتے ہیں۔

مَا اَرْسَلَ الرَّحْمٰنُ اَوْ یُرْسِلُ	مِنْ رَحْمَةٍ تَصْعَدُ اَوْ تَنْزِلُ
جو کچھ رحمٰن نے بھیجا یا بھیج رہا ہے	اپنی رحمت سے جو بلند ہو یا اترے
فِیْ مَلَکُوْتِ اللّٰهِ اَوْ مُلْکِهٖ	مِنْ کُلِّ مَا یَخْتَصُّ اَوْ یُشْمِلُ
اللہ کے ملکوت ملک میں	ہر اس سے جو مخصوص ہو یا عام ہو

اِلَّا وَطَٰہَ الْمُصْطَفٰے عَبْدُہٗ نَبِیُّہٗ مُخْتَارُہٗ الْمُرْسَلُ

مگر چودھویں کا چاند مصطفٰے اسکا عبد خاص   اس کا نبی مرسلین سے مختار

وَاسِطَۃٌ فِیْھَا وَاصِلٌ لَّھَا یَعْلَمُ ھٰذَا کُلُّ مَنْ یَّعْقِلُ

اس میں واسطہ اور پہنچانے والے وسیلہ میں   جسے ہر ذی شعور جانتا ہے

تمام خزانے تابع ہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِکُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَۃِ رَبِّیْٓ (بنی اسرائیل:100)

''تم فرماؤ اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہو جاؤ''۔

آگے فرمایا: اَمْ عِنْدَھُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَۃِ رَبِّکَ (صٓ:9)

''ان کے پاس تیرے رب کی رحمت کے خزانے ہیں''۔

دنوں آیات میں مختلف اقسام وانواع اور کثرت سے مال ومتاع ارزاق حسیہ اور معنویہ جمع ہو گئیں۔

ابن عطیہ کہتے ہیں والخزائن رحمت کے لیے استعارہ ہے گویا کہ آپ ایسی جگہ ہیں جہاں وہ تمام ذخائر موجود ہیں جن کا بشر محتاج ہے جو رحمت میں خطاب کیا گیا مختلف لحاظ سے۔

وَطَرِیْقِ شَرِیْعَتِکَ۔ وہ راہ جو شریعت کی طرف پہنچانے والی ہے آپ سے احکام اوامر ونواہی حاصل ہوتے ہیں۔ کہ آپ نبی ورسول تیرے مترجم اور تیرے احکام مخلوق تک پہچانے کیلئے وسیلہ ہیں۔

اَلْمُتَلَذِّذُ۔ لذت اس کا معنی معلوم ہے۔ بِتَوْحِیْدِکَ۔ اس چیز کے ساتھ جو تیری توحید پر دال ہے۔ قول لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وغیر ھا۔ سے اس کا معنیٰ ہوگا کہ آپ توحید الٰہی پر شیفتہ ہیں۔ اس سے لذت اندوز ہوتے ہیں اور یہ آپ کی عادت کریمہ تھی۔ یہ لوگوں کے اسلوب بیان کے مطابق ذکر کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں کے ذکر سے لذت اندوز ہوتا ہے اور ایک ان میں سے اپنے محبوب سے کہتا ہے کہ یقیناً میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں۔ تیرے ذکر سے لطف حاصل کرتا ہوں۔ تیرے کلام سے خوش ہوتا ہے۔ اگر توحید کو ایمان باللہ کے امر بالحق کا ذات صفات اور افعال کے ساتھ افراد جدا کرنے پر محمول کیا جائے تو یہ صحیح نہیں اس مراد آپ کے وصف اس کے مطلق وجدان لذت کا ادراک ہوگا۔ کہ اگر چہ بعض اقویا امت کو یہ لذت حاصل ہے مگر وہ آپ کے حق میں قلیل اور آپ کے مقام سے تنزل کے مترادف ہے تو آپ ایسی صفت سے کیسے موصوف ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اس سے امر خاص اس سے زائد پس یا تو باب تفعیل برائے کثرت ہوگا اور کثرت بھی آپ کی شان کے مناسب یا اس میں خاصۂ صیرورت ہوگا جس طرح تحجّر کا معنی ہے کہ وہ پتھر بن گیا تو

پھر اس کا معنی ہوگا۔ آپ ﷺ عین لذت ہو گئے اس میں اشارہ ہے کہ آپ توحید میں ایسے رنگے گئے۔ کہ غیر کا شعور تک نہ رہا یہ وجہ آپ کے ساتھ ہی مخصوص ہے مخلوق میں سے کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی بلکہ ہر ایک کو اس کے حال کے مطابق نصیب ہوئی۔ واللہ اعلم۔

اِنْسَانُ عَيْنِ الْوَجُوْدِ۔ جس پر انسان کی مدار ہے اور اسی کے ساتھ ہی دیکھ سکتا ہے۔ انسان العین وہ مثال کہ اس کی سیاہی میں سے دیکھتا ہے اور اسی کے ذریعے نظر آنکھ کے وسط عدسہ کی مقدار ہے۔ اسے ذباب العین کہا جاتا ہے۔ جس طرح انسان یعنی آنکھ کی سیاہی آنکھ کا سر اور اس کی زینت ہے اس کے ذریعہ جسم اپنے منافع تک رسائی حاصل کرتا ہے اور اپنی جائے رشد تک رسائی حاصل کرتا ہے اگر یہ نہ ہوتو آنکھ میں نہ نور ہو اور نہ ہی دیکھ سکے جسم ایک شبح بغیر روح کے اور صورت بغیر معنی کے ہو اس لیے نابینا مردہ ہے اگر چہ قبر میں داخل نہیں ہوا۔ اسی طرح سرور عالم ﷺ روح کائنات اس کی حیات اور اس کے موجود ہونے کا راز اور سر ہیں اگر آپ نہ ہوتے تو کائنات میں نور ہوتا اور نہ دلالت ہدایت بلکہ وہ ہمیشہ متلاشی ہی رہتا اور اسے وجود نصیب نہ ہوتا جس طرح سیدی عبدالسلام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہر چیز اس کے ساتھ معلق ہے اگر واسطہ نہ ہوتا تو وہ ختم ہو جاتے جس طرح الموسط (واسطہ بنایا ہوا) کہا گیا ہے۔

سید علی بن وفا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رُوْحُ الْوُجُوْدِ حَيَاةُ مَنْ هُوَ وَاجِدٌ	لَوْلَاهُ مَاتَمَّ الْوُجُوْدُ لِمَنْ وَجَدَ
وجود کا روح صاحب وجود کے لیے زندگی ہے	اگر یہ نہ ہوتا صاحب الوجود کا وجود مکمل نہ ہوتا

اپنی صلاۃ میں کہا:

نُوْرُ كُلِّ شَيْئٍ وَهُدَاهُ وَسِرُّ كُلِّ سِرٍّ وَسَنَاهُ۔

''ہر شے کا نور اور اس کی ہدایت ہر راز کا راز اور اس کی اصل''۔

پھر فرمایا کہ انسان مظاہر الٰہیہ کا عین ہے اور لطیفہ بارگاہ قدسیہ سے جو ہمیں حاصل ہوا امداد کی مدد اور وجود کا بھی وجود احاد کا واحد اور وجود کا سرّ تیرا سرّ اور راز جو کہ منزہ ہے عالم کی تمام جزئیات وکلیات علویات سفلیات جوہر وعرض اور وسائط میں سرایت کیے ہوئے ہے پھر فرمایا کہ میں اس کے کثیر سرّ و راز معلوم کرتا ہوں ایک سر اس عالم بود میں ہے اور اس کا معنی حسین پیشانیوں میں روشن ہے۔

شیخ شمس الدین عبدوسی نے صلاۃ میں کہا جود کلی وجزئی کے سر کے مظہر وجود علوی وسفلی کی آنکھ کی پتلی کونین کے جسم کی روح اور حیات دارین کی آنکھ۔ اور بعض نے فرمایا:

لَقَدْ اَضَاءَ الْكَوْنَ عِنْدَ وُرُوْدِهٖ	كُلُّ الْمَكَارِمِ تَحْتَ طَيِّ بُرُوْدِهٖ

"تمام اچھے اخلاق آپ کے ظہور سے ظاہر ہونے لگے یقیناً آپ نے ظہور کے وقت عالم کو روشن کر دیا"۔

وَلْبَحْرُ يَقْصُرُ عَنْ مَوَارِ دِجُوْدِهٖ   اَنْسَانُ عَيْنِ الْكَوْنِ سِرُّ وُجُوْدِهٖ

"سمندر آپ کی سخاوت کے مواقع سے قاصر ہے جہاں کی آنکھ کی پتلی اس کے موجود ہونے کا راز ہیں"۔

وجود اصل میں مصدر ہے بمعنی اسم مفعول یعنی موجودیت اور اس پر الف لام مضاف الیہ کے عوض ہے یعنی وجود الکون عالم کا موجود ہونا اور اس سے مراد خود عین ذات ہے حادث میں وجود عین موجود ہے تمام متکلمین اہل سنت اور شیخ اشعری کے قول قدیم کے مطابق۔

والسبب فی کل موجو د۔ اس کی دلیل حضرت جابر بن عبداللہ کی حدیث ہے جو مسند امام عبدالرزاق میں مروی ہے کہ تمام مخلوق آپ کے نور سے تخلیق ہوئی ہے اسی طرح حدیث ابی مردان طبی جیسے اپنے فوائد میں حضرت ابن عباس ابن عمر اور سعید خدری رضی اللہ عنہم سے روایت کیا۔ حدیث عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جو بیہقی نے اپنی دلائل میں روایت کی۔ اور حاکم نے اسے صحیح کہا حضرت آدم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا فرمان:

لَوْلَا مُحَمَّدٌ مَاخَلَقْتُکَ۔ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

دوسری حدیث میں یوں روایت ہے کہ:

لَوْلَاهُ مَاخَلَقْتُکَ وَلَا خَلَقْتُ سَمَاءً وَلَا اَرْضًا

"اگر وہ نہ ہوتے تو میں نہ تجھے پیدا کرتا اور نہ زمین و آسمان کو"۔

ابن عساکر نے حضرت سلیمان سے روایت کیا:

قَالَ هَبَطَ جَبْرِيْلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِنَّ رَبَّکَ يَقُوْلُ لَکَ اِنْ كُنْتُ اتَّخَذْتُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا فَقَدْ اِتَّخَذْتُکَ حَبِيْباً وَمَا خَلَقْتُ خَلْقاً اَكْرَمَ عَلَيَّ مِنْکَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْيَا وَاَهْلَهَا لِاُعَرِّ فَهُمْ كَرَامَتَکَ وَمَنْزِلَتَکَ عِنْدِيْ وَلَوْ لَاکَ مَاخَلَقْتُ الدُّنْيَا۔

"راوی نے کہا کہ حضرت جبریل امین نے رسول پاک ﷺ کے پاس آکر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ سے فرماتا ہے کہ اگر میں نے ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا تو تجھے حبیب بنایا اور تجھ سے اپنے نزدیک زیادہ محترم کسی کو نہیں بنایا میں نے دنیا و مافیہا کو اس لیے پیدا کیا کہ انہیں تیرے مرتبہ

ومقام کا تعارف کراؤں جو کہ تیرا میرے ہاں ہے اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو دنیا کو پیدا نہ کرتا''۔

امام بوصیری نے کہا:

لَوْ لَاهُ لَمْ تَخْرُجِ الدُّنْيَا مِنَ الْعَدَمِ

''اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا عدم سے وجود میں نہ آتی''۔

عَيْنِ اَعْيَانِ خَلْقِكَ۔عین کے کئی معانی ہیں ان میں سے ایک معنی آنکھ ہے اس کی جمع اَعْيَانٌ (بروزن افعال) اَعْيُنٌ (بروزن افعل) عُيُوْن (بروزن فعول) آتی ہیں۔ دوسرا معنی افضل شی اور قوم کا بڑا۔ اَعْيَانِ خَلْق سے مراد انبیاء، مرسلین، مقربین فرشتے اور تمام صالحین بندے ہیں۔

تو جس طرح مذکورہ بالا تمام مخلوق سے افضل، بہتر اور ان کے سردار ہیں نیز ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں ان کے وجود کا راز ہیں اسی طرح رسول پاک ﷺ ان سے افضل، بہتر، ان کے سردار اور ان کی آنکھ ہیں جن سے یہ حضرات دیکھتے ہیں۔ اور ان کے وجود کا راز ہیں یہ احتمال بھی ہے کہ مضاف (عین) بمعنی معانی مذکورہ (آنکھ افضل القوم) اور مضاف الیہ (اعیان) بمعنی افضل اور کبیر القوم کے معنی میں ہو اور بہتر یہ ہے دونوں (یعنی عین اور عیان) بمعنی آنکھ کے لیے جائیں۔ واللہ اعلم۔

سیدی علی بن وفا فرماتے ہیں:

عِيْسٰى وَآدَمُ وَالصَّدُوْرُ جَمِيْعُهُمْ هُمْ اَعْيُنٌ هُوَ نُوْرُهَالِمَا وَرَدَ

''حضرت عیسیٰ اور آدم اور تمام سردار یعنی انبیاً علیہم السلام سب آنکھیں ہیں اور آپ ان آنکھوں کا نور ہیں اس لیے کہ یہ ثابت ہے''۔

شیخ ابو محمد عبدالحق بن سبعین جو صاحب الفرج والاخلاص ہیں رقمطراز ہیں کہ آپ اعیان کی آنکھ تعینات (مخلوق) کا سِرّ، اسرار کا کنز وخزانہ اور تجلیات الٰہی کا آئینہ ہیں۔

علامہ شیخ فاسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ خلاصہ کلام یہ ہے اور اولیاء اللہ کا کلام اس پر متفق ہے کہ آپ ﷺ کی خصوصیت تمام مخلوق پر ہے اور اللہ کا راز ارواح مخلوق میں پھیلا ہوا ہے۔ اپنی خوشبو وعنبرین سمیت جو کہ مخلوق کی حیات اور زندگی ہے۔

سیدی عبدالنور یعنی شریف عمرانی قدس سرہٗ نے اپنے شیخ ابوالعباس صحامی کی معرفت ان کے شیخ ابو عبداللہ بن سلطان علیہ الرحمہ سے نقل کیا۔

ابوعبداللہ بن سلطان کا خواب میں سرور عالم علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہونا

وہ فرماتے ہیں کہ میں خواب میں رسول اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا تو میں نے عرض کیا

میرے آقا اے اللہ کے رسول آپ انبیاء ومرسلین اور ملائکہ کی مدد ہیں تو آپ نے مجھ سے فرمایا میں ملائکہ، انبیاء ومرسلین اور تمام مخلوق کی مدد ہوں اور میں اصل موجوداتِ ومبدأ اوران کا منتہیٰ ہوں مجھ تک ہی ان کی انتہاء ہے کوئی مجھ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

دوسرا خواب

میں ایک اور بار آقا علیہ السلام کے شرفِ دیدار سے مشرف ہوا تو میری زبان پر یہ جاری ہو گیا کہ میں آپ کو یوں سلام عرض کروں۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاعَیْنِ الْعُیُوْنِ یَا مَعْدَنَ السِّرِّ اَلْمَصُوْنِ۔ ''سرداروں کے سردار مخفی راز کی کان آپ پر سلام ہو''۔ اَلْمُتَقَدَّمِ مِنْ نُوْرِ ضِیَائِکَ ''نور اور ضیأ مضاف مضاف الیہ ہیں دونوں ہم معنی اور مترادف ہیں (یہ اضافت بیانیہ ہے) بعض تقویت اور مبالغہ کے لیے یہی معنی قرین قیاس کے زیادہ قریب ہے''۔

یہ احتمال بھی رکھتا ہے کہ اصل کی فرع کی طرف اضافت ہو تو معنی ہوگا نور یعنی ذاتِ نور ضیأ اس کی شعاعیں جو منتشر اور پھیل رہی ہیں۔

امام اشعری علیہ الرحمۃ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نور ہے جو انوار کی طرح نہیں روح نبویہ قدسیہ اللہ کے نور ایک شعاع اور لمعہ ہے اور ملائکہ ان انوار کے چنگارے اور شرارے ہیں۔

رسول پاک ﷺ نے فرمایا سب سے قبل اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا اور میرے نور سے تمام مخلوق کو تخلیق کیا اس کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث اس کے ہم معنی ہیں جس واضح ہوتا ہے کہ سب سے پہلی تخلیق بلا واسطہ آپ کی ہوئی۔ یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ اسے الٹ دیا جائے یعنی ضیأ نورک یعنی آپ کے نور کی روشنی۔ واللہ اعلم۔

نسخہ سہیلہ وغیرہا میں واقع ہے۔ اَلْمُتَقَدِّمُ۔ میم کے ساتھ۔ تَقَدَّمَ سے سے جو کہ تاخر کی ضد ہے اور بعض نسخوں میں اَلْمُتَقَدِّحُ حاء کے ساتھ عبارت موجود ہے یہ صلاۃ مفرد میں واقع ہے جس کی طرف پہلے اشارہ ہو چکا ہے جس کا معنی ہے چقماق سے آگ نکالنے والا یا اس کا معنی ہے چلو بھرنے والا اساس (لغت کی کتاب کا نام ہے) قَدَحَ النَّارَ مِنَ الزَّنَدِ وَاِقْتَدَحَهَا۔ اس نے چقماق سے آگ نکالی۔ قَدَحَ الْمَرَقَةَ وَاِقْتَدَحَهَا اِغْتَرَفَهَا بِالْمَقْدَحِ وَالْمَقْدَحَةِ اس نے چمچ سے شوربا نکالا۔ قَدَحَ الْمَآ مِنْ اَسْفَلِ الْبِئْرِ۔ اس نے کنوئیں کی گہرائی سے پانی نکالا۔

انتھیٰ